انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ الحدیث
عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا
عقیدۃ ختم النبوۃ
جلد چودھویں
الناشر
الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ
کراتشی پاکستان

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔ الحدیث
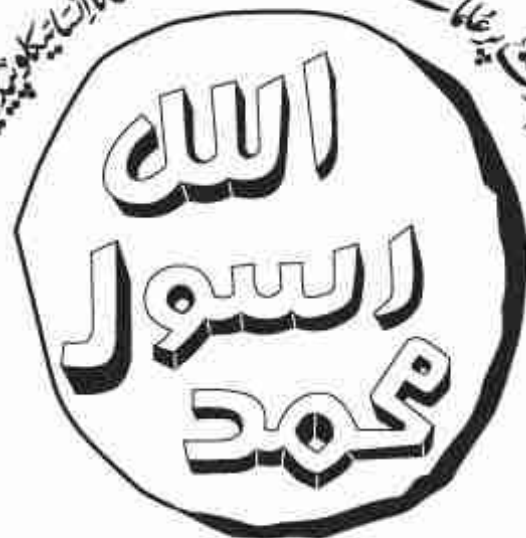
جلد نمبر 14

ناشر | الادارۃ لتحفیظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org

www.khatmenabuwat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآیۃ ۴۰ سورۃ الاحزاب

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجاء ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسْلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِيْ آجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِأَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجددِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

نام کتاب	عَقِیدَۃ خَتمِ النُّبُوَّۃ
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی مدظلہ
جلد	چودھویں
سن اشاعت (اول)	2011ء / 1432ھ
قیمت	450/-

14 جلدوں میں مطبوعہ کتب کی فہرست اور مکتبوں کے ایڈریس کتاب کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: ''عقیدہ ختم نبوت'' کے سلسلے میں حتی الامکان سنین کے اعتبار سے کتابوں کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مگر طباعت کے تقاضوں کے پیش نظر بعض کتب میں اس ترتیب کو برقرار نہیں رکھا جاسکا ہے۔ (ادارہ)

ناشر: الإدارۃ لتحفیظ العقائد الإسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.aqaideislam.org
www.khatmenabuwat.com

فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار

قاطعِ فتنۂ قادیانؒ

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِ قادیانیت

جناب بابو پیر بخش لاہوری

جناب بابو پیر بخش کا شمار اہلسنّت و جماعت کی ان علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے تحریر وتقریر کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا۔محترم بابو پیر بخش بھاٹی دروازہ ،لاہور کے رہنے والے تھے۔ موصوف علام نے ذریعہ معاش کے لئے محکمہ ڈاک کی ملازمت اختیار کی۔

فروری ۱۹۱۲ء میں انہیں اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملی اور پنشن پر آ گئے۔ ملازمت سے فراغت کے بعد انہوں نے غلام احمد قادیانی کی کتب کا مطالعہ کیا اور اس فتنہ سے آگاہ ہوئے۔ آخر کار اس فتنہ کی سرکوبی کی ٹھان لی اور اسی سال ردقادیانیت پر کتاب ’’معیار عقائد قادیانی‘‘ تحریر فرمائی۔

معیار عقائد قادیانی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’امابعد احقر العباد بابو پیر بخش پوسٹماسٹر حال گورنمنٹ پنشنر ساکن لاہور، بھاٹی دروازہ۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مجھ کو بہت مدت سے مرزا صاحب کی صفات سن کر اشتیاق تھا کہ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کروں اور ممکن فائدہ اٹھاؤں۔مگر چونکہ یہ کام فرصت کا تھا۔اور مجھ کو ملازمت کی پابندی تھی۔اور میرا محکمہ ڈاک بھی ایسا تھا کہ مجھ کو فرائض منصبی سے بہت کم فرصت ہوتی تھی جو کہ ضروریات انسانی میں بھی مکتفی نہ تھی۔اسی واسطے میں اپنے شوق کو پورا نہ کر سکا۔مگر اب مجھ کو بفضل خدا تعالیٰ بہ تقریب پنشن ماہ فروری ۱۹۱۲ء سے فرصت تھی۔میں نے مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی اور ان کی کتابیں فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالۂ اوہام، حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ پڑھیں۔قریباً تمام کو دعویٰ مسیح موعود اور آسمانی

نشانات سے مملو پایا۔"

معیار عقائد قادیانی کی تصنیف کے بعد محترم بابو پیر بخش نے اس بے دین گروہ کے ہر پمفلیٹ اور ہر اشتہار کا جواب تحریر فرمایا اور قلیل عرصہ میں غلام احمد قادیانی کے ہر ہر دعوے کے رد پر مستقل کتب تحریر فرمادیں۔ جناب بابو پیر بخش مرحوم کی جملہ تصانیف نہایت سلیس اور مدلل ہیں۔ اب تک ادارہ تحفظ عقائد اسلام کو مصنف علام کی نو (۹) کتابیں حاصل ہو چکی ہیں جن کی سنین کے اعتبار سے ترتیب اس طرح ہے:

۱...... معیار عقائد قادیانی	۱۳۳۱ھ	۱۹۱۲ء
۲...... بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی	۱۳۳۷ھ	۱۹۱۸ء
۳...... کرشن قادیانی	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء
۴...... مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۵...... تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۶...... الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح	۱۳۴۳ھ	۱۹۲۴ء
۷...... تردید نبوت قادیانی	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۸...... حافظ الایمان (فارسی)	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۹...... مجدد وقت کون ہوسکتا ہے؟	......	......

تحریر و تصنیف کے علاوہ جناب بابو پیر بخش تقریر کے میدان میں بھی ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہونے والے "جلسہ اسلامیان قادیان" کی روداد بیان کرتے ہوئے محرر لکھتے ہیں:

"جناب بابو صاحب موصوف نے اپنی ۱۶ صفحات کی نہایت مدلل اور دلچسپ

مطبوعہ تقریر ''اثبات حیات مسیح'' مختصر مگر منکسرانہ تمہید کے بعد سنانی شروع کی۔ اس تقریر کی لطافت نے جلسہ میں ایک خاص شان پیدا کر دی۔ لفظ لفظ پر تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔'' ''درحقیقت جس تحقیق سے ایک مدلل اور مکمل بحث بابو صاحب نے ''اثبات حیات مسیح'' پر کی ہے، یہ انہیں کا حصہ تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے ''لکل فن رجال ولکل قول مقال'' بابو صاحب کی طبیعت میں مناظرہ کا خاص ملکہ ودیعت ہے۔''

جناب بابو پیر بخش نے ایک دینی ادارے انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت ماہنامہ رسالہ بنام ''تائید الاسلام، لاہور'' جاری کیا۔ انجمن کے تحت فتنہ قادیان کی جانب سے جاری ہونے والے اشتہارات اور پمفلیٹ اور مضامین اور تقاریر کا رد کیا جاتا اور عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کیا جاتا۔ ماہنامہ رسالہ میں رد قادیانیت پر مضامین اور اقتباسات شائع کئے جاتے اور علماء اہلسنت کی رد قادیانیت پر مطبوعہ کتب سے بھی عوام و خواص کو مطلع کیا جاتا۔ انجمن تائید الاسلام کی ۱۹۱۷ کی ایک اشاعت کے سرورق کے اردگرد یہ اطلاع درج ہے:

''حجۃ اللہ البالغہ یعنی سیف چشتیائی مصنفہ علامہ زمان قطب دوران حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب (زاد اللہ فیوضہم)۔ دنیا بھر کے علماء نے تسلیم کیا ہے کہ عالمانہ نظر میں مرزا قادیانی کا رد اس سے بہتر نہیں کیا گیا۔''

رسالہ تائید الاسلام ماہوار بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء کے سرورق پر یہ اطلاع تحریر ہے:

''اطلاع: افادۃ الافہام مولفہ حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب مرحوم (صدر الصدور، حیدر آباد، دکن) تردید مرزا میں یہ دو جلدوں کی ضخیم بے نظیر کتاب جو بڑی جستجو سے تین (۳) نسخے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ علماء فوراً منگالیں۔''

جب مصنف موصوف نے بعض مصلحتوں کے تحت رسالہ تائید الاسلام بند کر دیا تو حضرت علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف کلمہ فضل رحمانی بدفع کید قادیانی) نے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار ''انقلاب زفاف حاضرہ'' میں ان الفاظ میں فرمایا:

''ہمارے محترم دوست مولوی بابو پیر بخش صاحب نے رسالہ تائید الاسلام لاہور کو بند کر دیا اور نہایت اہم دینی کام کو چھوڑ دیا۔'' (مطبوعہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، ماہ جنوری ۱۹۲۸ء)

ادارہ اپنی اس چودھویں جلد میں جناب بابو پیر بخش مرحوم کی تین کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور مزید کتب پندرہویں اور سولہویں جلد میں انشاء اللہ طبع کی جائیں گی۔ مذکورہ بالا رسائل اور کتب کے علاوہ مصنف موصوف کے رد قادیانیت پر مزید اور پانچ کتب و رسائل کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ جن میں بعض کو حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور) نے اپنی مشہور تصنیف ''مرآۃ التصانیف'' میں ذکر فرمایا ہے۔

۱...... **لامهدی الا عیسیٰ**۔

۲...... اسلام کی فتح اور مرزائیت کی تازہ ترین شکست۔

۳...... تفریق درمیان اولیاء امت اور کاذب مدعیان نبوت و رسالت

۴...... ایک جھوٹی پیشین گوئی پر مرزائیوں کا شور و غل۔

۵...... **حافظ الایمان** (عربی)

جناب بابو پیر بخش مرحوم کے مفصل حالات ادارے کو دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ اگر کسی کے پاس موصوف علام کے تفصیلی حالات زندگی اور مذکورہ بالا پانچ رسائل موجود ہوں تو ادارے کو ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

معیارِ عقائدِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1331ھ بمطابق 1912ء)

تصنیفِ لطیف

قاطعِ فتنۂ قادیان

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد مدح بیحد اس ذات ستودہ صفات پر جس کی قدرت کاملہ سے تمام کائنات میں ایک حرف کن سے ظہور پکڑا۔ اور جس نے اپنی حکمت بالغہ سے انسان کو زیور عقل سے آراستہ کر کے قوت تمیز عطا فرمائی۔ جس کے ذریعے سے حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔ جس کی ذات بے چون و بے چگوں کو کسی وجود حسی کو امکان شرکت نہیں اور جس کی ذات پاک میں جزو کل، جسم و روح کو دخل نہیں۔ تشبیہ و مثال سے پاک ہے۔ یا جو کچھ ذہن و ہم و خیال میں انسان کے آئے، اس کی ذات اس سے منزہ ہے۔ اور درود بے حد و دولغت نامعدود اس کامل انسان پر کہ جس کی شان ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

متمم مکارم اخلاق محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک ذات پر ہو۔ کہ جس نے اپنی اکمل واتم تعلیم سے گم گشتگان کوئے ضلالت کو راہ راست توحید بتایا اور کفر و شرک سے نکال کر ایسی کامل تعلیم دی کہ جس میں گم گشتگی کا ہرگز احتمال نہیں۔ اور معاش و معاد کی ایسے حد اعتدال پر فرمائی کہ دنیا بھر کے سیاسی و تمدنی تعلیم پر سبقت رکھتی ہے۔ مقام عبودیت والوہیت ایسا الگ الگ رکھا کہ شرکت فی ذات وصفات و عبادت نام تک نہیں۔ اس سلطان رسل و افضل انبیاء کی تعلیم پاک اس قدر اکمل ہے کہ اس کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی مرسل کی۔ سچا رہنما اور دستور العمل قرآن مجید اس کا زندہ جاوید معجزہ ہماری اور آئندہ نسلوں کی ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ جو کہ ہر تنازع کے وقت ہر ایک زمانے میں سچے منصف و جج کا کام دیتا ہے۔

اللھم صل علی محمد و آلہ واصحابہ و اھل بیتہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

اما بعد احقر العباد پیر بخش پوسٹماسٹر، حال گورنمنٹ پنشنر، ساکن لاہور، بھاٹی دروازہ۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مجھ کو بہت مدت سے مرزا صاحب کی صفات سن کر اشتیاق تھا کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کروں۔ اور ممکن فائدہ اٹھاؤں۔ مگر چونکہ یہ کام فرصت کا تھا اور مجھ کو ملازمت کی پابندی تھی اور میرا محکمہ ڈاک بھی ایسا تھا کہ مجھ کو فرائض منصبی سے بہت کم فرصت ہوتی تھی۔ جو کہ ضروریات انسانی میں بھی مکتفی نہ تھی۔ اسی واسطے میں اپنے شوق کو پورا نہ کر سکا۔ مگر اب مجھ کو بفضل خدا تعالیٰ بہ تقریب پنشن ماہ فروری، ۱۹۱۲ء سے فرصت تھی۔ میں نے مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی اور ان کی کتابیں فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالۃ الاوہام، حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ پڑھیں۔

تقریباً تمام کو دعویٰ مسیح موعود اور آسمانی نشانات سے مملو پایا۔ مجھ کو ان سے کچھ بحث نہیں اور نہ پیشینگوئیوں کے صدق اور کذب سے کچھ غرض۔ کیوں کہ ہر ایک شخص کی تعلیم اس کی صداقت کا اصلی معیار ہے۔ اگر اس کی تعلیم کامل اور اصول اسلام کے مطابق ہے تو اس کی دوسری دعاوی کو ماننے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تعلیم ناقص اور اصول اسلام کے برخلاف ہے تو سب دعوے باطل۔ ہر ایک عمل کی جڑ اعتقاد اور ایمان ہے۔ جب اعتقاد اور ایمان درست نہ ہو تو عمل کیا درست ہوں گے؟

میں نے ان کی تعلیم دیکھی ہے کہ مرزا صاحب کیا سکھاتے ہیں اور ان کی تعلیم موجودہ زمانے کی رمز شناس ہے یا نہیں۔ جہاں تک مجھے نظر آیا ہے ان کی تحریر دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک تفریط عقلی اور دوسرا افراط عقلی۔ تفریط عقلی میں تو وہ اپنی تعریف اور رسول پاک ﷺ کی تعریف میں حد شریعت سے تجاوز کر کے شرک ذات باری تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور افراط عقلی میں معجزات انبیاء علیہم السلام اور وجود ملائکہ، نزول وصعود مسیح علیہ السلام میں نیچریت بلکہ سر سید احمد کی تقلید تک پہنچے ہیں۔ اور دعویٰ مسیحیت میں ایسے محو ہیں کہ آیات

قرآنی اور احادیث نبویہ کے معانی میں بہت کچھ تصرف فرمایا ہے۔ اور اپنے مفید مطلب معنی کئے ہیں چاہے سیاق اور سباق اور نظم قرآن کے مخالف ہو۔

اس لئے یہ ایک مختصر رسالہ مرزا صاحب کی تعلیم پر بغرض تحقیق حق لکھا ہے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ اہل اسلام علی العموم اور جماعت احمدی علی الخصوص اپنی اپنی جگہ غور فرمائیں۔ اور یہ دیکھیں کہ اگر یہ تعلیم قرآن اور حدیث کے موافق اور مطابق پائیں تو بے شک عمل فرمائیں ورنہ اس ٹھوکر سے بچنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بجائے ترقی ایمان کے قعر ضلالت شرک میں پھنس کر شریعت کو ہاتھ دے بیٹھیں۔

ہر ایک صاحب اپنے آپ اللہ کا خوف دل پر لا کر اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کہ جس تعلیم کو ہم ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں وہ ہم کو دلدل شرک میں پھنسا کر ہلاک کرنے والی تو نہیں ہے۔ صرف خوابوں اور الہاموں پر جو کہ شرعی حجت نہیں ہے، مائل ہونا معقول نہیں ہے اور نہ اسباب نجات آخرت ہے۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆

تمہید اوّل

ہر ایک مصلح قوم کی تعلیم دیکھی جاتی ہے اگر اس کی تعلیم قوم کی حالت اور مذہب کے مطابق ہے تو اس کے دعویٰ کو ماننے میں ہرگز عذر نہ ہونا چاہئے اور اگر اس کی تعلیم اصول اسلام کے برخلاف یعنی قرآن اور حدیث کے موافق نہیں تو قابل تسلیم نہیں اور نہ کسی شخص کے خود تراشیدہ معانی آیات قرآنی کی جو قرآن وحدیث کے برخلاف ہو کچھ وقعت ہے۔ اہل اسلام کے لئے ایک معیار ہے۔ جس پر وہ ہر ایک کھری اور کھوٹی تعلیم کو پرکھ سکتے ہیں

اور کسی شخص کے دعویٰ اور بلند پروازیوں پر یقین نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ سچ مچ رسّی کے سانپ بنا کر دکھائے یا ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے۔ اگر اس کا کوئی قول یا فعل شریعت حقّہ کے برخلاف ثابت ہو تو ہرگز ماننے کے قابل نہیں ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی اپنے آپ کو من جانب اللہ یا فنافی اللہ یا بقا باللہ بتائے۔ امتحان شرعی کے بغیر اس پر ایمان نہ لانا چاہئے۔ رسول عربی ﷺ پر ایمان اسی واسطے رکھتے ہیں کہ اس کی تعلیم خالص ہے اور اسمیں کسی قسم کے شرک وکفر وغیرہ شکوک کو دخل نہیں ہے اور اس کا استمراری معجزہ قرآن شریف ہماری ہدایت کے واسطے اور آئندہ نسلوں کیواسطے ہمارے ہاتھ میں ہے۔ قرآن پاک کی تعلیم تمام مذاہب سے افضل واکمل اسی واسطے ہے کہ اسمیں وجود باری تعالیٰ اور اس کی الوہیت وصفات میں کسی دوسرے کی شراکت روا نہیں رکھی۔ برخلاف دوسرے مذاہب کے انہوں نے الوہیت اور عبودیت میں اشتراک روا رکھا اور انسان کو خدائی کے مرتبے تک پہنچایا اور طرح طرح کی تاویلات سے لوگوں کو گمراہی میں ڈالا اور خالص توحید کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ایک دین اسلام ہی ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی ذات پاک کو شرک کے گوشہ سے پاک رکھا ہوا ہے۔ اور یہی فضیلت اس کو دوسرے دینوں پر ہے۔ اہل اسلام کا ہمیشہ سے قاعدہ چلا آیا ہے کہ اگر کسی شخص کی تصنیف یا فعل انہوں نے اصول اسلام کے برخلاف پایا تو فوراً اس پر حد شرع لگا کر بغرض سلامتی دین اسلام گندے عضو کی طرح کاٹ کے الگ پھینک دیا اور جس شخص کی تعلیم کو مطابق اصول اسلام اور شرک وبدعت سے پاک پایا، اس کی عزت کی اور اس کو امام وپیشوا مانا اور پیروی کی۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے اس کے کہ وہ کسی شخص کے ہاتھ پر ہاتھ دیتا ہے یعنی بیعت کرتا ہے، اس شخص کی تعلیم کو دیکھے کہ اس کو راہ راست اسلام کے اصولوں سے گمراہی میں ڈالنے والی تو نہیں ہے۔ پہلے امتحان کرے اور پھر اس کی بیعت کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بغیر امتحان تعلیم شرک اور کفر میں جا پھنسے اور شریعت

حقہ کو ہاتھ سے دیکر خَسِرَ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃ کا مورد ہو۔ ہر ایک شخص کی تعلیم کے پرکھنے کے واسطے اہلِ اسلام نے چند اصول مقرر کئے ہوئے ہیں اور یہی ادلہ عادلہ ہیں۔ اگر کوئی تعلیم ان اصولوں کے برخلاف پاتے ہیں تو ہرگز نہیں مانتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب کوئی تنازعہ تم میں اُٹھے تو میرے کلام اور رسول ﷺ کے کلام پر فیصلہ کرو۔

اوّل:۔ تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ چاہے کوئی کیسا ہی دعویٰ کرے اور ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے۔ اگر قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ کے برخلاف تعلیم دیتا ہے تو اس کی پیروی کرنی نہیں چاہیے۔

دوم:۔ شرک فی النبوۃ جائز نہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یعنی رسالت محمد ﷺ میں کسی دوسرے شخص کی شرکت نہیں ہے کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔

سوم:۔ نصوص شرعیہ یعنی قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کشف والہام حجت شرعی نہیں۔

چہارم:۔ وحی مشعر او امر و نواہی خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ عوام پر اس کا نازل ہونا ممتنع الوقوع ہے کیونکہ نبی کی فطرت دوسرے اشخاص سے بالکل جدا ہوتی ہے۔

پنجم:۔ ادلہ عادلہ صرف قرآن مجید واحادیث نبوی واجتہاد ائمہ اربعہ واجماع امت ہے۔ اس کے سوا دلائل کشفی والہامی جن کا تمسک قرآن اور حدیث سے نہ ہو حجت شرعی و مستند نہیں۔ ان اصول متذکرہ بالا سے ہر ایک پیر یا امام یا مرشد کی تعلیم اور عمل کو امتحان کرنا چاہئے۔ اگر اس معیار شرعی پر کھری معلوم ہو تو بلا عذر ماننا چاہئے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو ہرگز کورانہ تقلید نہ کرنی چاہئے۔ یہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ چونکہ اس کے بہت پیرو ہیں اس لئے ہم کو بھی آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے ہو جانا چاہئے۔

ناظرین! اگر ہم اس فانی زندگی کے آرام کے واسطے کوئی چیز خریدتے ہیں تو کیا پہلے اس کی جانچ پڑتال نہیں کرتے؟ مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ ہم غیر فانی اور آخرت کے

اسباب کے خریدنے میں کوئی احتیاط عمل میں نہ لائیں اور صرف اسی دلیل پر کہ چونکہ بہت لوگ اس شخص کے مرید ہورہے ہیں۔ ہم بھی ہوجائیں اور مواخذہ آخرت کی پروانہ کریں۔ مسیلمہ کذاب کے قلیل عرصہ یعنی تین چار ہفتہ میں لاکھ سے اوپر پیرو ہوگئے تھے۔ کیا وہ حق پر تھا؟ اور مرید بھی ایسے راسخ الاعتقاد تھے کہ اس کے حکم پر عزیز جانیں قربان کردیتے تھے اور جنگ وجدال کرتے تھے۔ جب ہمارے پاس معیار ہے تو ہمارا فرض ہے کہ دیکھیں کہ جو تعلیم ہم ذریعہ نجات آخرت خیال کرکے قبول کرتے ہیں، وہ اس معیار شرعی کے برخلاف تو نہیں۔ اور بجائے ہماری نجات کے ہمارے عذاب آخرت کا باعث تو نہیں۔ کیونکہ خدانے ہم کو نور عقل واسطے تمیز نیک وبد کے دیا ہوا ہے۔ اس روشنی سے ہمارا فرض ہے کہ نیک وبد میں تمیز کرلیں اور پھر تسلیم کریں۔

تمہید دوم

امور غیبیہ پر اطلاع بذریعہ خواب ورؤیا، کشف، الہام وحی ہوتی ہے۔ ان کے سوا ایک اور باعث بھی ہے۔ وہ کیا! کیفیت مزاجیہ جبکہ سودا حرارت ویبوست مزاج پر غالب ہو یا محاکات متخیلہ یعنی چند صورتیں جو خارجی وجود نہ رکھتی ہوں۔ کسی شخص کو نظر آتی ہوں اور دیگر حاضرین اسکو نہ دیکھ سکیں۔ ہر ایک قسم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وحی:۔ تو خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ کیونکہ وحی مشعر براوامر ونواہی۔ سوا انبیاء علیہم السلام کے کسی دوسرے کو نہیں ہوتی اور یہ بواسطہ فرشتہ ہوتی ہے۔ بمضمون آیت کریمہ۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ یعنی بشر کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بغیر وحی اور حجاب کے بلاواسطہ کلام کرے اور وحی کا آنا آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے مخصوص تھا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ’’مکاشفۃ القلوب‘‘ میں باب ۱۱۱ رسول اللہ ﷺ کی وفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل

الطَیْلہ نے آکر کہا کہ اے محمد ﷺ یہ میرا زمین میں آخری دفعہ کا آنا ہے۔ اب وحی بند ہوگئی اب مجھے دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ کے واسطے میرا آنا ہوا کرتا تھا۔ اب میں اپنی جگہ پر لازم وقائم رہوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جنازہ پاک پر کھڑے ہو کر درود پڑھنے لگے اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ آپکے دنیا سے تشریف لے جانے سے وہ بات منقطع ہوگئی جو کسی نبی اور رسول کے چلے جانے سے منقطع نہ ہوئی تھی۔ یعنی حضرت جبرائیل کا نازل ہونا اور یہ ایک دستور العمل یا قانون الٰہی ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے عنایت فرماتا ہے جس میں جھوٹ وساوس شیطانی کا ہرگز احتمال نہیں ہوتا۔ وحی میں پیغمبر الطَیْلہ کی خواب یا رائے یا کشف وغیرہ کیفیات روحانی کا دخل نہیں ہوتا۔ وہ خالص کلام الٰہی ہوتی ہے۔ جس کو کلام اللہ یا قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ کے کلام یا آپکی رائے کو حدیث نبوی کہتے ہیں اور کیفیات روحانی نبی ﷺ کو ''حدیث قدسی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّأْیِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ.** (رواہ مسلم) یعنی ''میں بھی تو انسان ہی ہوں۔ جب تم کو تمہاری دین کی کسی بات کا حکم ہوتو اس کو مان لو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو بیشک میں بھی انسان ہوں''۔ وحی بذریعہ فرشتہ یعنی حضرت جبرائیل ہوتی ہے۔ کیونکہ قوائے انسانی براہ راست وحی الٰہی کے متحمل ہونے کے قابل نہیں۔ اگر کوئی شخص غیر نبی دعوئ وحی کرے تو مسلمان اس کو تسلیم نہیں کر سکتے اور نہ شرعاً مامور ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں **اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا لَا یُوْحٰی اِلَیَّ.** یعنی ''میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے''۔ جس سے صاف

ظاہر ہے کہ وحی خاصہ نبی ہے۔

خواب ورؤیا: ایک کیفیت ہے جوکہ انسان پر بالطبع واقع ہوتی ہے۔جس کو نیند یا نیم خواب کہتے ہیں، اس حالت میں دماغی قوائے متخیلہ، متفرقہ، متوہمہ، متحفظہ اور حس مشترک اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ بظاہر اگرچہ انسان بے حس ہوجاتا ہے یعنی اس کا بدن سوجاتا ہے۔ مگر اس کے دماغ کی سب کلیں چلتی رہتی ہیں اور جس طرح بیداری میں انسان مختلف مقامات جسمانی وروحانی کی سیر کرتا ہے اسی طرح عالم خواب میں بھی بذریعہ دماغی قوا سیر کرتا ہے اور انہیں حواس کے ذریعہ سے مختلف شکلیں اور صورتیں جواس نے کبھی عالم بیداری میں دیکھی تھیں یا اُن کی تعریف کتابوں میں پڑھی یا کانوں سے سنی تھی، دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا بذریعہ حواس حقیقی نہیں ہوتا۔صرف خیالی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان حقیقی چیز کبھی خواب میں نہیں دیکھ سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ خواب میں ہمیشہ وہی صورتیں، شکلیں، واقعات پیش ہونگے جوکہ انسان کسی وقت ان کو سن چکا ہے۔ یا دیکھ چکا ہے یا کتاب میں ان کی تعریف پڑھ چکا ہے۔ اسی کا نام "**رؤیا**" بھی ہے یا دوسرے لفظوں میں اس طرح سمجھو کہ حس مشترک پر جو جو اشکال مختلفہ اور صورت جداگانہ مرتسم ہوچکی ہیں، وہی اشکال اور صورتیں خواب میں دکھائی دیتی ہیں اور قوتِ حافظہ جس قدر اُن میں سے یاد رکھ سکتی ہے، وہ صبح کو خواب کہلاتے ہیں آگے انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق خوابوں کی تعبیر کرلیتا ہے۔ حسِ مشترک پر جو جو خیال مرتسم ہوتے ہیں۔ضرور دنیاوی حالات اور عملیات سے محدود ہوتی ہیں اور انہیں کے تکرار تصورات اور تخیلات سے خواب بن جاتے ہیں اور انہی سے انسان بطریق فال یا شگون تعبیر کرلیتا ہے اور عقل کے مطابق کسی نہ کسی خواب پر جس کو وہ بوثوق سچا ہونے کا گمان کرتا ہے اور اس پر بھروسہ کرکے سچا خواب کہہ دیتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ توارد خیالات ہوتا ہے جوکہ اتفاق سے "تطبیق" کہا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سچا خواب

صرف نیکوکار یا پرہیزگار کو ہی نہیں آتا بلکہ ایک توارد ہے جو کہ اتفاق سے بدکار کو بھی ہوتا ہے۔ بدکار بدکاری کی حالت میں سچا خواب دیکھ لیتا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ بدکار یا نیکوکار کا خواب اس کام کے ہوجانے کا باعث ہے جو خواب میں دکھائی دیا تھا۔ یہ صرف توارد کے طور پر ہوتا ہے اور انسان اپنے خواب کو سچا کرنے کے واسطے الفاظ ومعانی خواب کو توڑ مروڑ کر مرادی معنی لیکر مطابق بنالیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک کا مرجانا خواب میں دیکھا اور وہ شخص مر بھی گیا تو اس سے یہ ثابت نہیں کہ اس کی مرگ کا باعث خواب ہے یا خواب دیکھنے والے کی بزرگی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ عالم بیداری میں انسان کی غالب توجہ جس طرف رجوع ہوتی ہے۔ اسی اہم کام کے اسباب کے خواب بھی اس کو نظر آتے ہیں اور بعض ان میں سے بسبب فتور حافظہ یاد نہیں رہتے اور جو یادرہتے ہیں۔ ان کی تعبیر اگر موافق کی گئی تو وہ سچ ہوا ورنہ جھوٹ اور یہ بھی چیدہ چیدہ ہوتے ہیں۔ ورنہ ہزار ہا خواب روزمرّہ دیکھے جاتے ہیں، مگر نہ تو تمام کوئی ظاہر کرسکتا ہے اور نہ تمام خوابوں کی تعبیر سچی ہوسکتی ہے۔ صرف گمان ووہم سے انسان جو کچھ خیال کرلے کرسکتا ہے۔ خوابوں کو ذریعہ بزرگی سمجھنا اور نشان ولایت سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ سچے اور جھوٹے خواب جیسا کہ ایک مسلمان پارسا دیکھتا ہے ویسا ہے۔ ایک لامذہب بُت پرست یہودی وترسا وغیرہ بھی دیکھتے ہیں جیسے انکے خواب سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ویسا ہر ایک مسلمان بزرگ کے خواب سچے اور جھوٹے ہوتے ہیں تو خواب کو معیار صداقت بنانا کیسی نادانی ہے اور کیسی سخت غلطی ہے۔

چونکہ انسان اپنے مطلب میں محو ہوکر ہر ایک بات سے تفاول کرنے کا عادی ہے اور ہر ایک وقوعہ سے جو پیش آئے یا مہمل حالات یا مبہم الفاظ ہوں۔ اُن سے اپنے مفید مطلب ومعنی نکالنا چاہتا ہے۔ اس لئے خوابوں کو ذریعہ حلِ مشکلات سمجھ کر استخارہ یا تفاول

کر کے اپنی تسلی کرتا ہے اور جو خواب اپنے کام کے مؤید پاتا ہے انکو خدا کی طرف سے جانتا ہے اور جو مخالف پاتا ہے انکو وسوسۂ شیطانی جان کر رد کر دیتا ہے۔ مگر واضح رہے کہ بعض وقت وساوس شیطانی بھی اتفاق زمانہ سے سچے ہو جاتے ہیں۔

بعض قومیں خوابوں کے علاوہ جانوروں کی آوازوں سے بھی تفاول کرتے ہیں اور راست پاتے ہیں۔ یعنی جب کسی کام کیواسطے گھر سے نکلتے ہیں تو کوے یا گدھے کی آواز میں سے بعض کو سعد اور بعض کو نحس جانتے ہیں اور وہ اس فال کو بعض وقت راست پاتے ہیں۔ غرض خوابوں پر مائل ہونا عقلمندی اور دینداری کے خلاف ہے۔ کیونکہ خوابوں پر اعتبار کر کے انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو اپنی بزرگی کا گمان ہو جاتا ہے اور یہ ایک شیطان کا حربہ ہے۔ ہلاکتِ ایمان کے واسطے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ خواب کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ ایک سچا خواب دوسرا پریشان خواب۔ ویسا ہی بیداری میں جو چیز دیکھی جاتی ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ امر ہے جو محض حقیقی اور نفس الامر میں ہو۔ دوسرا وہ جو محض خیالی ہو اور اسکی کوئی اصلیت نہ ہو ایسے امور شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور وہ کبھی کبھی اس میں بعض سچی باتوں کو بھی ملا دیتا ہے تا کہ اس صورت کا مشاہدہ کرنیوالا راہ حق سے بھٹک جائے۔ اسی واسطے سالک کو مرشد کی ضرورت ہے۔ تا کہ مرشد اس کو راہ راست بتا دے اور مہلکات سے بچائے۔ یہ عبارت ''شیخ ابن عربیؒ'' کی ہے۔

مرزا صاحب کا بھی اقرار ہے کہ بدکاروں کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں۔

(دیکھو توضیح المرام، ص ۴)

پس اس سے ثابت ہوا کہ خواب خواہ سچا ہی ہو ''معیار صداقت'' نہیں ہے۔

اب مرزا صاحب کے خواب اور الہامات کس طرح ان کی بزرگی اور ولایت

اور نبوت پر دلیل ہیں۔ حالانکہ خلاف شریعت ہوں۔ جیسا کہ: تو ابن اللہ ہے۔ تو میرے میں ہے۔ میں تیرے میں ہوں۔ تیرا تخت سب تختوں کے اوپر بچھایا گیا ہے تو خالق زمین وآسمان ہے۔ ناظرین یہ تو صاف وساوس ہیں۔ کیونکہ یہاں حفظ مراتب عبودیت والوہیت نہیں رہا۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر طریقت ہی ایسی خطرناک منزل سے مرید کو نکال سکتا ہے۔ اگر کسی کا مرشد نہ ہو تو وساوس شیطانی اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہی پیر کی بابت ''فتوحات'' میں لکھتے ہیں کہ ان کو بھی شیطان نے وسوسہ میں ڈالا تھا کہ تو عیسیٰ ہے۔ مگر ان کے مرشد نے ان کو بچالیا۔ اگر مرزا صاحب کا بھی کوئی مرشد یا پیر طریقت ہوتا تو ان کو بھی وہ اس خطرناک منزل سے نکالتا۔ کیونکہ صوفیاء کرام میں نیچے سے اوپر تک جس قدر بزرگ سلسلہ میں ہوتے ہیں۔ سب سے روحانی فیض مرید کو پہنچتا ہے اور ہر ایک سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سخت مجاہدہ میں تھے اور عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ پیاس سے جان بلب ہوگئے۔ اس وقت انہوں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ جنگل میں خوب بارش ہو رہی ہے اور ہوا نہایت سرد چل رہی ہے۔ آواز آئی کہ اے میرے پیارے تو نے حق عبادت ادا کیا۔ میں تجھ پر خوش ہوا اور تیری عبادت قبول کر لی۔ پس اب تو اٹھ اور پانی پی۔ پیر صاحب اٹھے اور پانی پر جا کر پینا چاہتے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ شریعت کی حد نگاہ رکھنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وسوسہ شیطانی ہو۔ پس آپ نے **لاحول** پڑھا تو فوراً وہ طلسم شیطانی ٹوٹ گیا اور دھوپ نکل آئی اور شیطان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ! عبدالقادر تو ہی ایک ہے کہ میرے اس پھندے سے نکل گیا۔ میں ایک لاکھ سے اوپر بزرگوں کی بزرگی اس منزل میں جسمیں اب تو ہے کھوئی

ہے اور اسی جال میں پھنسا کر ہلاک کیا ہے۔ اگر تو حدود شریعت پر نگاہ نہ رکھتا اور پانی پی لیتا تو ہلاک ہوتا۔

ناظرین! ان خوابوں اور الہاموں اور کشفوں پر اعتبار کر کے دین حق کو ہاتھ سے دے دینا کیسی سخت غلطی ہے کہ یقینی امر یعنی شریعت ظاہرہ کو چھوڑ کر ظنی اور وہمی باتوں پر ایمان لانا اور اپنے خوابوں اور خیالات کو وحی اور الہام کا پایہ دینا کیسی گمراہی ہے۔

مرزا صاحب تو مرزا صاحب ان کا ہر ایک مرید بھی ملہم بنا ہوا ہے اور اپنے خوابوں کو ایک دوسرے کو سنا کر اپنی بزرگی کا سکہ دوسروں کے دلوں پر جماتا ہے خواب کیا ہوئے ایک آسمانی سند مل گئی۔ حالانکہ مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ ایسے ایسے خواب چوہڑے، چمار، کنجر، ڈوم، شریف، رذیل، کافر، مشرک، غیر مسلم ہر ایک کو ہو سکتے ہیں۔ دیندار اور بے دین دہریہ اور آریہ سب خواب دیکھتے ہیں اور ان میں سے ہماری طرح ان کے بھی سچے اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ جب یہ صورت ہے تو پھر خوابوں کو دلیل بزرگی قرار دینا معقول نہیں۔ چند خوابوں کے اتفاقیہ سچا نکل آنے سے اپنے آپ کو ملہم اور منجانب اللہ سمجھنا اور اپنی ذات کے واسطے حجت قرار دینا اور تبلیغ فرض سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ تبلیغ خاصہ نبی شرعی کا ہے۔ کیونکہ اسکو وحی خالص منجانب اللہ بلا لوث وسوسہ شیطانی بذریعہ جبرئیل ہوتی ہے اور کلام اللہ ہوتی ہے۔ اسی واسطے اس کی تبلیغ نبی پر فرض ہے اور مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ میں تشریعی نبی نہیں ہوں، پھر تبلیغ کیسی ہے۔

مرزا صاحب کو چونکہ عیسیٰ ہونے کا خیال پیدا ہو گیا اور وہ اس میں ایسے محو ہو گئے کہ بقول۔ ع

چو میزد مبتلا میزد چو خیزد مبتلا خیزد

ایسے تصور عیسیٰ میں سخت مستغرق ہو گئے کہ در و دیوار آسمان و زمین سے اَنْتَ عِیْسٰی اَنْتَ

عیسیٰ کی آواز سنائی دینے لگی اور یہ تمام نقشے ان کے اپنے ہی تصورات وخیالات کے دکھائی دیتے تھے۔ جن کو وہ الہام اور وحی کے نام سے نامزد کرنے لگے اور نوبت بہ اینجا رسید کہ **لَحْمُکَ لَحْمِیْ وَجِسْمُکَ جِسْمِیْ** پکار اٹھے اور قرآن شریف میں بھی قادیان کا لفظ ۱۳ سو سال کے بعد دکھائی دیا اور کان سے سنا گیا، پھر کیا تھا۔ مسیح موعود ہونا دماغ میں ایسا سمایا کہ خیال، وہم، حافظہ، حسِ مشترک، متصرفہ سب کے سب اسی طرف لگ گئے۔ شعر

بسکہ در جان نگارم چشم بیدارم توئی ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

خواب آئیں تو یہی کہ تو مسیح عیسیٰ ابن مریم کا مثیل ہے۔ بیداری میں بھی یہی خیال کہ کسی طرح میں مسیح موعود ثابت ہو جاؤں اور عیسیٰ ابن مریم کی موت قرآن سے ثابت کر دوں تو عیسیٰ ہو سکتا ہوں۔ جب اس درجہ کا استغراق ہو اور بیس برس سے زیادہ عرصہ اسی غرض کے واسطے صرف ہو تو پھر غور کرو کہ کونسی عقلی ونقلی دلیل باقی رہ جائیگی جو مرزا صاحب کو بصورت وحی والہام دکھائی نہ دے۔

ناظرین! یہ ہے راز مرزا صاحب کے الہامات کا اور یہی وجہ ہے کہ بہت الہاموں کا حصہ غلط نکلتا رہا ہے کیونکہ ''دیوانہ بکار خود ہوشیار'' پر مرزا صاحب نے عمل کر کے اپنی خوابوں کی تعبیریں بھی اپنے مفید مطلب کیں اور ان خوابوں کو یقینی سمجھ کر اشتہار دیئے۔ جب وہ خواب والہام جھوٹے نکلے تو پھر ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' پر بھی عمل کر کے ایسی تاویلیں کیں کہ لوگوں میں اپنی ہنسی کرائی۔ مگر وہ اپنے دھن کے ایسے پکے نکلے کہ لوگوں کو دکھا دیا کہ جھوٹی پیشگوئی کو اس طرح رفو کیا کرتے ہیں کہ جائز اور ناجائز سب قلم سے نکالا۔ جب عالموں نے غلطیاں پکڑیں تو علم صرف ونحو سے انکار کر دیا۔ اعجازی شعروں میں غلطیاں پکڑی گئیں تو علم عروض سے بھی انکار کر دیا۔ قرآن کے غلط اور محرف معنی کئے تو کہا ہم تفسیروں کو نہیں مانتے۔

جس طرح چاہا لکھا اور اس کا نام ''الہامی حقائق ومعارف'' رکھا۔ اب تو مسیح موعود ہو جانا اور ثابت کر دینا کیا مشکل تھا۔ کیونکہ الفاظ ومعانی کی قید نہ تھی۔ دمشق کے معنی قادیان ملک پنجاب عیسیٰ ابن مریم وعیسیٰ نبی اللہ کے معنی مرزا غلام احمد کے کر دیئے۔

الہام بیداری میں ہوتا ہے۔ الہام کے لغوی معنی دردل انداختن یعنی جو نیا خیال دل میں پیدا ہو اس کو الہام کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سالک کی طبیعت پر بہ سبب صفائی قلب اور توجہ خاص امور غیبیہ کی طرف کرنے سے جو راز منکشف ہو اس کو الہام کہتے ہیں۔ یہ الہام چونکہ ہر ایک شخص کو ہوسکتا ہے حتیٰ کہ مکھی کو بھی اس واسطے دین محمدی ﷺ میں حجت شرعی نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص افراد امت میں سے یہ کہکر مجھ کو اس مسئلہ میں یہ الہام ہوا ہے۔ شرعی حجت قائم نہیں کرسکتا اگر الہام شرعی حجت قرار دیا جاتا تو دین اسلام میں ایسا فتور واقع ہوتا کہ جس کا فرو کرنا ناممکن ہو جاتا۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ کہتا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ حکم بذریعہ الہام ہوا ہے۔ چونکہ الہام حالت قلب ملہم کے مطابق ناقص وکامل ضرور ہوتا ہے۔ اس واسطے اگر الہام حجت ہوتا تو ہر ایک مسئلہ میں اختلاف ہوتا۔ ایک کہتا مجھ کو یہ الہام ہوا ہے۔ دوسرا کہتا مجھ کو اس طرح ہوا ہے۔ تیسرا اپنا الہام پیش کر کے دونوں کی تردید کر دیتا۔ لہٰذا شریعت حقہ میں الہام حجت شرعی نہیں ہے اور نہ دلیل قطعی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب رفع سبابہ کرنے لگے تو عوام نے بہت شور اٹھایا کہ آپ کے پیر تو ایسا نہ کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ میرے مرشد سنت رسول اللہ ﷺ کے بہت حریص ومشتاق تھے چونکہ یہ مسئلہ ان کی زندگی میں نہ معلوم ہوا تھا اس واسطے وہ رفع سبابہ نہ کرتے تھے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ وہ تو اولیاء اللہ تھے اور واصل بحق۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ الہام دریافت کر سکتے تھے تو اس پر حضرت مجدد صاحب نے فرمایا کہ سب کچھ سچ ہے جو آپ لوگ کہتے ہیں مگر کسی بزرگ کا الہام یا تصدیق مسائل

بذریعہ الہام شرعی حجت و دلیل قطعی نہیں ہے۔

عقلاً بھی الہام شرعی حجت قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ الہام ہر ایک طبیعت کے موافق ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ اختلاف ہے۔ کیونکہ طبائع مختلف المزاج ہیں پھر کس کس کا الہام مانا جاتا اور دین میں شامل کر کے اس کو ایک کھیل بنایا جاتا جس وقت کوئی شخص متوجہ علی المقصود ہو کر دل کو خالی از غیر خیالات کر کے منتظر جواب بیٹھے گا تو اندر سے اس کو کچھ نہ کچھ جواب ضرور ملے گا۔ اس کو خواہ وہ طبیعت کا فعل سمجھے یا خدا کی طرف سے الہام نام رکھے، اس کا اختیار ہے۔

کیفیت مزاجیہ سے بھی امور غیبیہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ جس وقت سودا یا حرارت یا یبوست کسی مزاج انسانی پر غالب ہوں تو اس وقت بھی کثرت سے خواب آتے ہیں اور جن اشخاص کی غذائیں گرم اور خشک کثرت سے ہوں تو اس وقت خواب پریشان اور بے سرو سامان بہ سبب یبوست دماغ کے آتے ہیں اور بادی چیزیں کھانے سے مہیب شکلیں اور ڈراونی صورتیں نظر آتی ہیں۔ مقوی غذائیں استعمال کرنے سے شہوی قوا میں تحریک پیدا ہو کر مختلف دلربا شکلیں اور نکاح خوانیاں اور وصال معشوقاں بلکہ بعض دفعہ احتلام تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور خواب اس کثرت سے آتے ہیں کہ دوسرا شخص اس قدر خواب نہیں دیکھ سکتا اور خواب دیکھنے والا اس حالت میں خوابوں کی بارش اور امورِ غیبیہ کا انکشاف پاتا ہے کہ اس طوفان بدتمیزی میں اپنے آپ کو برگزیدہ کہتا ہے اور اگر کوئی اتفاق زمانہ سے صادق ہو گیا۔ تو غیب دانی کا دعویٰ کر دیتا ہے اور دوسروں پر اپنا تفوق بتاتا ہے۔

محاکات خیالیہ بھی اظہار امور غیبیہ کا باعث ہوتے ہیں جب کسی شخص پر ایک مرض غالب ہو جائے تو اس کا نفس دوسرے حواسی مشغلوں سے فارغ ہو جاتا۔ اس وقت کی صورتیں اور شکلیں اور تحریریں غیب سے اس میں عکس پذیر ہوتی ہیں اور یہ مثالی ہوتی ہیں نہ

کہ حقیقی اور نفس جس وقت کمزور ہو جاتا ہے تو قوت متخیلہ مشوش ہو جاتی ہے۔ اس وقت مختلف صورتیں حسِ مشترک پر منقش ہو جاتی ہیں اور وہی انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور سنائی جاتی ہیں یا خود سنتا ہے اور انہیں کو مخاطب کر کے باتیں کرتا ہے۔ جس کو مجذوب کی بڑ یا دیوانہ کی بکواس یا مریض کا ہذیان کہتے ہیں۔ مگر انسان اُس بڑ اور بکواس و ہذیان سے بھی تفاول کر کے اپنے مفید مطلب معنی نکال لیتا ہے اور جو اُن میں سے اتفاقیہ درست ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس تفاول کرنے والے کا کام ہو جائے تو اس کو بھی کرامت مجذوب یا پیشین گوئی دیوانہ خیال کرتا ہے اور لوگوں میں مشہور کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ غلبۂ وہم یا خوف بھی ظہور امور غیبیہ کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص جنگل اور تاریکی میں اکیلا مہیب شکلیں دیکھتا ہے اور اپنے نام پکارنے والوں کی آوازیں سنتا ہے اور خوف زدہ ہو کر بیہوش ہو جاتا ہے اور اس وقت جن، بھوت، چڑیلیں وغیرہ مہیب شکلیں دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنکر جواب دیتا ہے اور بلا کر کہتا ہے کہ یہ دیکھو وہ آیا، وہ گیا اور ایسا وہم غالب ہوتا ہے کہ اُن مثالی شکلوں کو حقیقی کہتا ہے۔

تمہید سوم

اہلِ اسلام کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول وصعود وحیات وممات جزو ایمان نہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح کے نزول کا ہی قائل نہیں اور اس کو قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا تو وہ مدعی مسیح موعود یعنی مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے تو کافر نہیں ہے اور نہ مرزا صاحب کا انکار اس کے اسلامی عقائد میں خلل انداز ہے۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان قرآن اور حدیث پر چلنے کے لئے مامور ہے۔ نہ کسی ملہم کی بیعت کیواسطے۔ پس اگر مرزا صاحب کی بیعت نہ کی جائے تو ہمارا کچھ حرج نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی بیعت کر کے اگر ہم مشرکانہ اعتقاد بنالیں تو ہم کو عذاب آخرت کا خوف ہے۔ پس یہ بعید از عقل ہے کہ ہم ایک وہمی

اور ظنی امور کے پیرو ہو کر یقینی شریعت کو ہاتھ سے دیکر وارث جہنم بنیں اگر مرزا صاحب کی تعلیم ہم کو شرک کے دلدل میں پھنسا دے تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ان کی تعلیم سے نفرت کریں اور اگر ان کا فعل خلاف قرآن وحدیث معلوم کریں تو اُن سے کنارہ کش ہو جائیں۔ خاص کر جبکہ مرزا صاحب خود فرمائیں کہ مجھ پر ایمان لانا۔ یعنی نزول ماننا جزو ایمان نہیں کہکر خدا تعالیٰ کے سامنے آخرت کے مواخذہ سے بری ہونا چاہیں تو بہ!...... مسلمانوں کی کیوں عقل ماری ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے لگ جائیں جو کہ خود بھی مطمئن نہیں ہے اور ہر ایک اپنی تصنیف میں حیات وممات مسیح کا قصہ بار بار تکرار کر رہا ہے جو کہ صاف دلیل اس بات کی ہے کہ وہ خود اس کو امرِ فیصل شدہ نہیں سمجھتے اور علمائے اسلام کے سامنے مماتِ مسیح ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر وہ صرف ونحو سے انکار نہ کرتے تو ان کے خود تراشیدہ معانی آیات قرآنی صحیح مانے جاتے مگر انہوں نے بلا قید صرف ونحو وسباق وسیاق قرآنی بہ تصرف الفاظ یعنی بعض جگہ اپنے پاس سے تقدیم وتاخیر الفاظ قرآنی کر کے اپنے مفید مطلب معنی کر لئے مگر پھر بھی تسلی نہ ہوئی اور صاف صاف لکھدیا کہ مسیح کا نزول جزو ایمان نہیں اور نہ رکن دین۔

دیکھو!...... ''ازالہ اوہام'' ص ۱۷۴۔ اگر مسیح کے اترنے سے انکار کیا جائے تو یہ امر مستوجب کفر نہیں۔ اب تو صاف ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ مانے تو وہ مسلمان ہے تو پھر احمدی جماعت اپنے آپکو الگ کر کے باعث ضعفِ جمعیت اہل اسلام کیوں ہو رہی ہے؟

دیکھو!...... ''ازالہ اوہام'' ص ۱۴۰۔ یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی خبر یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے۔ جس کو حقیقتِ اسلام سے کچھ بھی

تعلق نہیں۔

ناظرین! غور فرمائیں اگر یہ سچ ہے تو پھر مرزا صاحب نے اپنی جماعت الگ کر کے اسلام کو فرقہ فرقہ کیوں کیا اور قرآن مجید کی تعلیم کے برخلاف کیوں گئے۔ قرآن میں تو فرقہ فرقہ ہونے کی ممانعت ہے۔ وہاں تو اکٹھے ہو کر یعنی مجموعی حالت میں اللہ ہی کی رسّی کو پکڑنے کا حکم ہے۔

دیکھو!..... ''ازالہ اوہام'' ص۲۹۶۔ جو آیات انسانی عقل کے برخلاف معلوم ہوں۔ یعنی متشابہات، اُن پر ایمان لانا چاہئے اور ان کی حقیقت کو حوالہ بخدا کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ قرآن مجید کا حکم ہے۔

ناظرین! بقول بالا مرزا صاحب، اب تو کوئی جھگڑا ہی نہیں رہا۔ بشرطیکہ مرزا صاحب کا عمل بھی ہو کیونکہ جو جو آیات قرآنی انسانی عقل کے برخلاف معلوم ہوں۔ اُن پر ایمان لائیں اور ان کی حقیقت حوالہ بخدا کریں پس یہ فیصلہ انکا اپنا کیا ہوا عمل کا محتاج ہے۔ حضرت مسیح کی رفع الی کی آیات پر ایمان لائیں اور تمام اعتراضات محال عقلی کے کہ جسدِ عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ نزول بالجسد کر سکتا ہے۔ جن سے آپ کی تمام تصانیف مملو ہیں اور بنائے قیام وعلیحدگی جماعت ہے اور وجہ تکفیر علماء اسلام ہے۔ حوالہ بخدا کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کے گلے مل جائیں اور شیرازہ اسلام کی تقویت کا باعث ہو کر عند اللہ ماجور ہوئیں۔ کیونکہ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام پر چاروں طرف سے ادبار کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ اتفاق اور یکجہتی اور ہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے۔ اگر اب بھی احمدی جماعت میری اس درخواست کو جو کہ ان کے پیر یعنی مرزا صاحب کے اقوال کے مطابق ہی عمل نہ کر کے اتفاق نہ کریں گے تو قیامت کے روز مواخذہ الٰہی میں آئیں گے۔ ہم صدق دل سے کہتے ہیں کہ ہم کو نہایت رنج اور درد ہے کہ ہمارے بھائی ہم سے ایک

ناچیز اختلاف کے واسطے الگ ہو رہے ہیں۔

فصل اول

مرزا صاحب کی تعلیم وجود باری تعالیٰ کے بیان میں

''کتاب البریہ'' صفحہ ۷۹۔ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب اورتفریق نہ تھی پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا **اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ** پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ (...الخ)

''توضیح المرام''، ص ۲۰۱۔ ہم دونوں (یعنی مسیح اور مرزا صاحب) کے روحانی قوانین ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے۔ جس کے سلسلے ایک نیچے کو اور ایک اوپر کی طرف کو جاتے ہیں اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کے چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نام روح القدس ہے۔ اس کا نام پاک تثلیث ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن اللہ کے ہے۔ ''ازالہ اوہام''، ص ۳۰۷۔ مسیح اور اس عاجز یعنی مرزا صاحب کا مقام ایسا ہے۔ جس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

''توضیح المرام''، ص ۲۸ وحاشیہ۔ اس جگہ خدا تعالیٰ کے آنے سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ درحقیقت آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے۔ مرزا صاحب کا شعر۔

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم　　آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

یہ مضمون دیگر شعراء یا چند صوفی خیال اشخاص نے باندھا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مدعی تبلیغ و امامت نہ تھے اس لئے ان کا ایسا مضمون باندھنا عقائد اسلام میں خلل انداز نہ تھا۔

مگر ناظرین غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کا ایسا مضمون مختلف قسم کا بحیثیت مجدّد دو دعویٰ تجدید دین کے کس طرح بباعث قطعی خلاف شریعت ہونے کے قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

دوم:۔ ان لوگوں نے حالت سکر میں ایسے ایسے کلمات یا اشعار منہ سے نکالے ہیں جو کہ قابلِ اعتماد نہیں۔ نہ لوگوں پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ نہ عوام کیواسطے سند ہے مگر امامِ وقت ہونے کا مدعی ایسا قول خلاف شرع نہیں کہہ سکتا۔ جیسا کہ بلہے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ شعر

میم محمد ی چادر پہنکر احمد بنکر آیا اے　　یا شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مگر علمائے امت میں سے مرزا صاحب کے سوا اور کسی عالم نے ایسے کلمات نہیں کہے اس لئے مرزا صاحب بحیثیت عالم و سالک ہونے کے جوابدہ ہونگے اور ان کی پیروی باعث کفر و شرک ہے اور حدیث **لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم** یعنی مجھ کو قوم نصاریٰ کی مانند خدا کا بیٹا نہ بنانا۔

آپ کا عمل اس صحیح حدیث کے برخلاف ہے اور اس پر دعویٰ مجدد ہونے کا۔ یعنی دین میں جو امور بدعی ملاوٹ پا گئے ہیں۔ انکے دُور کرنے کے واسطے آپ تشریف لائے ہیں۔ مگر تعلیم یہ ہے کہ نصاریٰ نے تو اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہا مگر مجدد اس کا ظہور خدا کا ظہور بتاتا ہے۔ یعنی پیغمبر ﷺ کو خدا کہتا ہے اور کیوں نہ ہو خود بھی خالق ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

"توضیح المرام"، ص ۵۰: جب کوئی شخص زمانہ میں اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے اور خدا کی روح اُس کے اندر آباد ہوتی ہے۔ یعنی اپنے نفس سے خالی ہو کر بقا باللہ کا درجہ حاصل

کرتا ہے۔

ناظرین ! جب خدا تعالیٰ کی روح انسان میں آباد ہوتی ہے تو انسانی روح کہاں جاتی ہے یا تو خدا کی روح میں جذب ہو جاتی ہے اور خدا ہی انسان میں رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں انسانی حوائج کھانا، پینا، سونا، جماع وغیرہ کون کرتا ہوگا۔

''توضیح المرام''، ص۷۴، ۷۵: جمیع اجزا اس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کے انجام دینے کے لئے سچ مچ اعضا کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم نہیں بلکہ ہر وقت اس روح اعظم سے قوت پاتا ہے۔ جیسے جسم کو تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہوتی ہیں۔ جب قیوم عالم کوئی حرکت کلی وجزئی پیدا کریگا تو اسکی حرکت کے ساتھ اسکے اعضاء میں بھی حرکت ہونا ایک لازمی امر ہوگا۔ اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائیگا نہ کسی طرح سے۔

ناظرین! خدا کی جز وکل اعضاء توجہ کے لائق ہیں۔ خدائی مشین کے پُرزے بھی ملاحظہ ہوں۔

کیا اہل اسلام کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ بے چون وبے چگون ہے اور تشبیہ اور تنزیہ سے پاک ہے اس کی ذات پاک کو کسی محسوس وجود سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ﴿هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کا اعتقاد رکھنے والے خدا تعالیٰ کی جز وکل جسم وروح وغیرہ اعضاء مان سکتے ہیں؟ اور کیا یہ تعلیم قرآن اور حدیث کے موافق ہے اور معلم اس تعلیم کا مجدّدِ دین مانا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۲۵۔ پس روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچ جائے۔

''توضیح المرام''، ص۷۹۔ دوسرے لفظوں میں جبرائیل کے نام سے موسوم

کیا جاتا ہے جو بہ طبیعت حرکت اس وجود اعظم کے بیچ ایک عضو کی طرح بلا توقف حرکت میں آجاتا ہے۔ یعنی جب خداتعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا، جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ جبرائیل کو بھی، جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا سے نسبت رکھتا ہے اس طرف ساتھ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے۔ یا یوں کہو کہ خدا کی جنبش کے ساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طرح جنبش میں آتا ہے۔ اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے محبِ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔

ناظرین! خداتعالیٰ کی عکسی تصویر محب کے دل پر سوائے مرزا صاحب کے ۱۳سو برس تک کسی نے کبھی نہ کھینچی تھی۔ کاش مرزا صاحب بجائے اپنی عکسی تصویر کے خداتعالیٰ کی عکسی تصویر جو انکے دل پر کھچی ہوئی تھی عوام میں تقسیم فرماتے تا کہ لوگ خداتعالیٰ کی زیارت کر لیتے جو ابتدائے آفرینش سے کسی نے نہ کی تھی۔ سبحان اللہ! خداتعالیٰ کی ذات پاک بقول شیخ سعدی۔ شعر

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم — واز ہر چہ گفتہ اند وشنیدہ ایم وخواندہ ایم

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

کی عکسی تصویر کھینچی جاتی ہے اور امام وقت اور مجدد دین کا مدعی ہو کر توحید ذات باری کی بنیاد جو کہ اصل اسلام ہے۔ متزلزل کر کے مریدوں کا ایمان تازہ کرتا ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف مشرکانہ ہے بلکہ اسقدر پایۂ عقل سے گری ہوئی ہے کہ موجودہ زمانہ کا کم عقل آدمی بھی جانتا ہے کہ تصویر خواہ عکسی ہو یا دستی وجود خارجی کی ہوا کرتی ہے۔ معبود ذہنی وخیالی حسی وجود کی تصویر ناممکن ہے۔ یعنی جو کچھ کہ خیال یا وہم میں آئے۔ خداتعالیٰ کی ذات اس سے پاک

ہے۔ تو بتاؤ تصویر کسی وجود کی کھینچی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات تشبیہ سے پاک ہے تو پھر شبیہ ذات باری کا اعتقاد محال عقلی اور شرک اور کفر ہوا یا اسلام؟

حضرت جبرائیل کو خدا کی سانس اور آنکھ کا نور بتانا مرزا صاحب کا ہی کام ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا اور ایمان لانا احمدی جماعت کا اسلام ہے۔

قرآن وحدیث واجماع امت کا اعتقاد تو اس پر ہے کہ حضرت جبرائیل ایک مقرب ملائکہ میں سے ہے جن کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی جاتی تھی۔ مگر مرزا صاحب کا اعتقاد اس کے برعکس ہے۔

''حقیقۃ الوحی''، ص۸۶۔ اَنْتَ مِنّی بمنزلة الولدی یعنی ''تو میرے سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے''۔

ناظرین! خدا تعالیٰ کی ذات پاک کو باپ اور ناچیز انسان کو اس کا بیٹا سمجھنا کس قدر دلیری اور گمراہی ہے۔ اور تعلیم قرآنی ﴿لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ﴾ کے خلاف ہے۔ اور یہی حقائق ومعارف ہیں جن کے دلدادہ احمدی جماعت کو اشخاص مرزا صاحب کی دلیل من جانب اللہ ہونے کی پیش کرتے ہیں۔ اور اسی شرک بھری تعلیم پر مرزا صاحب مجدد دین محمدی ﷺ کے دعویدار ہیں۔ ع

این راہ کہ تو میری روی بہ ترکستان است

اگر نصاریٰ اپنے کامل نبی کو بطریق تعظیم خدا کا بیٹا کہیں تو کافر، اور مرزا صاحب باوجود امتی ہونے کے اور ناقص نبی کے دعویدار ہونے کے اپنے باپ کو خدا کا بیٹا کہیں تو مسلمان۔ بلکہ نبی مجدد ومہدی وغیرہ وغیرہ کونسا انصاف ہے۔ بیت

ہم جو چپ ہوں تو بنیں سودائی　　　شیخ چپ ہوں تو توکل ٹھہرے

مرزا صاحب خدا کو صاحب اولاد سمجھیں تو مسلمان اور اگر یہود ونصاریٰ یہ اعتقاد

کریں تو کافر۔ اس عدالت کی کرسی پر صرف مرزا صاحب ہی بیٹھ کر حکم فرما سکتے ہیں اور اگر جھوٹ اور سچ میں کوئی تمیز کرنیوالا دنیا میں نہ رہے تو مرزا صاحب کا فیصلہ حق بجانب ہو سکتا ہے۔ ورنہ باطل۔

مرزا صاحب کے اس وحی الہام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اصلی بیٹا ہوتا ہے جسکے بمنزلہ مرزا صاحب کو فرمایا گیا۔ کیونکہ جو بناوٹی بیٹا ہوتا ہے اس کا مصنوعی باپ اس کو مُتَبَنّیٰ یا بمنزلہ فرزند کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کا اصلی فرزند بھی ہوتا ہے۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا**

ناظرین! مذہب اسلام کو دوسرے دنیا بھر کے مذاہب پر یہی فضیلت تھی کہ اس کی تعلیم پاک نے مقام عبودیت اور الوہیت کو ایسا الگ الگ رکھا ہوا ہے کہ شرک کی بو تک نہیں اور نہ کسی وجود کو ذات پاک خدا تعالیٰ میں از روئے صفائے وذات شرکت دی اور نہ کسی قسم کے شک و شبہ والی تعلیم دی۔ بلکہ تمام دنیا پر توحید پھیلائی۔ مگر مرزا صاحب ۱۳ سو برس کے بعد برعکس تعلیم دیتے ہیں کہ ’’مجھ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانو‘‘ اور لطف یہ ہے کہ جب علماء اسلام نے ایسے ایسے کفر کے کلمات اور شرکت بھرے الفاظ پر مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا اور مرزا صاحب اور اُن کے مرید بجائے اس کے کہ وجہ تکفیر اپنے میں سے دُور کر کے رجوع اسلام کی طرف کرتے، تمام اہل اسلام کو کافر کہنے لگے۔ اور بجائے اسکے کہ خود توبہ کریں جو مرزا صاحب کو نبی نہ مانے اس کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کا حال اس شخص کی مانند ہے جو کسی بیوقوفی کی پاداش میں ایک اہل تہذیب کے جلسہ سے خارج کیا گیا ہو مگر وہ متکبر اور بے سمجھ لوگوں میں مشہور کرے میں نے جلسہ کو خارج کر دیا۔ یہی مثال احمدی جماعت کی ہے کہ مسلمانوں نے ہم کو کافر کہا ہے۔ وہ خود کافر ہیں۔ اور جو اعتراض شرعی وجہ تکفیر ہے ان کا جواب ندارد۔ مسلمان وہ ہے جو قرآن وحدیث پہ چلے۔ پس جس کی تعلیم اس معیار یعنی قرآن اور حدیث

کے برخلاف ہوگی، وہ کافر ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کیا حاصل۔ دلیل شرعی پیش کریں کہ انسان کو ابن اللہ مان سکتے ہیں؟ کیا اس روشنی کے زمانہ میں ایسے امام ہوسکتے ہیں کہ جن کی تعلیم زمانہ کی نبض شناس نہیں؟ اور خلاف شرع باتیں اور دقیانوسی خیالات ظاہر کر کے تضحیک اسلام کا باعث ہوں۔ بلکہ ایسے وقت میں ایسا امام ہمام ہونا چاہیے تھا جو کھرے کھوٹے میں تمیز کر کے اُن اُن مسائل پر جن پر نئی روشنی کے آدمی معترض ہورہے ہیں اور موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ ان سے انکار کررہے ہیں۔ اپنے زورِ قلم اور علم سے روشنی ڈالتا اور دلائل قاطع سے ثابت کرتا کہ تعلیم عقائد اسلام و تعلیم قرآن شرک کفر سے پاک ہے نہ کہ خالص توحید ذات باری کو شرک کی نجاست سے آلودہ کرتا۔

بھلا غور فرمائیں کہ ایسا شخص امام وقت مانا جاسکتا ہے جو اپنی ہر ایک تصنیف میں سوا خودستائی اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بجائے توحید کے شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور خدا کا ظہور کہتا ہے۔ کہیں احمد بلامیم کہہ رہا ہے۔ کہیں خود ابن اللہ بن بیٹھا ہے۔ کہیں پاک تثلیث کی تعلیم دیتا ہے۔

واضح ہو کہ تثلیث کفر ہے۔ یعنی تین وجود ملکر ایک وجود ہوں جیسا باپ، بیٹا، روح القدس تینوں ملکر خدا ہیں نصاریٰ کے نزدیک۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی تثلیث کے قائل ہیں۔ یعنی اپنی محبت۔ مسیح کی محبت اور روح القدس پاک کو تثلیث فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ فلسفیانہ زمانے کے مجدّد کی عقل ہے کہ تثلیث اور پاک اجتماع نقیضین۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ کبھی پاک تثلیث، پاک کفر، پاک گناہ، پاک جھوٹ، پاک زنا، ہوسکتا ہے۔ یعنی ہر ایک کفر کی ایک پاک قسم ہے اور ایک پلید۔ مرزا صاحب خود بھی کبھی کبھی پاک جھوٹ بولتے ہوں گے، پاک گناہ کرتے ہوں گے، پاک کفر کرتے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ شعر

گر ہمیں مکتب است ایں مُلّا کارِ طفلاں تمام خواہد کرد

انصاف فرمائیں کہ ایسی تعلیم کا منبع ،الہام الٰہی ہے یا وساوس شیطانی کہ ناچیز انسان کو خدائی میں شامل کیا اور وجود باری کو تیسرا جزو خدا کا سمجھا جائے یا خدا کو باپ اور انسان کو اس کا بیٹا۔ کیا ایسی روشنی اور ترقی کے زمانہ میں ایسی مہمل تعلیم کی ضرورت ہے اور ایسے پیر کو جس کی یہ تعلیم خلاف توحید ہو، مان سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بھلا تثلیث، اور پھر پاک؟

باب دوم در بیان
تعلیم مرزا صاحب در اعتقاد نبوت

دیکھو!...... ''دافع البلاء''، صفحہ ۱۱: سچا خدا ہے جس نے **قادیان** میں اپنا رسول بھیجا۔
دیکھو!...... ''دافع البلاء''، صفحہ ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑ دے۔
دیکھو!...... ''دافع البلاء''، صفحہ ۹۔ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے۔

ناظرین! حسب ارادۂ الٰہی ہندوستان کے تمام حصوں میں یکے بعد دیگرے طاعون پڑی اور قادیان بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حالانکہ خدا کا فرستادہ اس میں تھا۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ طاعون سزا یا عتاب کی وجہ سے نہ تھی اگر قادان میں نہ آتی تو مانا جاتا۔ کاری زمین میں جراثیم طاعون قدرتاً کم ہوتے ہیں چنانچہ ملتان ،منٹگمری ،مظفر گڑھ وغیرہ اضلاع کئی سال تک محفوظ رہے۔ قادیان بھی محفوظ رہا تب مرزا صاحب کا الہام تھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگی۔ جب قادیان میں طاعون پڑی تو پھر الہام کو تاویلات سے مرمت کیا۔ مگر آخر کار قادیان میں طاعون پڑی اور دوسرے شہروں کی طرح حسب معمول جن کی قضا تھی ان کو ہلاک کرکے فرو بھی ہوگئی۔ شرط غلط نکلی کہ جب تک خدا کے فرستادہ کو نہ مانیں گے

طاعون فرو نہ ہوگی، پوری نہ ہوئی۔ اور یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی کیونکہ قادیان میں بدستور مخالفین کا زور رہا اور طاعون بھی فرو ہوگئی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خدا کا حکم نہ تھا۔

دیکھو!...... ''دافع البلا''، صفحہ ۱۳ نمبر۔ ''سوا اس مسیح کے کوئی شفیع نہیں''۔

ناظرین! یہ بھی غلط ہے اپنے آپکو خدا کا بیٹا کہلانا اور شرک بھری تعلیم دے کر شفیع ہونے کا دعویٰ بھی بلا دلیل ہے۔ **دوم**: طاعون بھی بلا شفاعت فرو ہوگئی۔ یعنی لوگوں نے مرزا صاحب کو قبول نہ کیا اور طاعون فرو ہوگئی اور خدا نے بھی بلا شفاعتِ مرزا صاحب طاعون کو فرو کردیا۔

دیکھو!...... ''توضیح المرام''، صفحہ ۱۸، ۱۹۔ اگر یہ عذر پیش کریں کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے اُس پر مُہر لگ چکی ہے پس میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔

ناظرین! مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ باب نبوت من کل الوجوہ بند نہیں۔ جزئی طور پر کھلا ہے۔ کس سند شرعی سے ہے؟ قرآن مجید تو خاتم النّبیین فرماتا ہے جسکے معنی اگر مُہر کے بھی کئے جائیں تب بھی بند ہوجانے کے ہیں۔ جیسا کہ محاورہ ہے کہ لفافہ کو مہر کردو۔ خریطہ کو مُہر کردو جس کے معنی بند ہونے کے ہیں۔ یعنی ایسا بند ہونا مراد ہے کہ غیر کھول نہ سکے۔ بعض احمدی بھائی کہتے ہیں کہ مُہر سے مراد وہ مہر ہے جو فرمان شاہی پر یا عدالت کے کاغذ پر لگتی ہے۔ اگر یہ بھی مانا جائے تب بھی اس کے معنی بند کے ہیں یعنی مہر کے بعد کوئی مضمون اور درج نہیں ہوسکتا۔ مہر اس واسطے لگاتے ہیں۔ تاکہ مہر کے بعد وثیقہ یا اسٹامپ وغیر مسندی کاغذات کا مضمون بند ہوجائے۔ پس خاتم النّبیین کے معنی بند کرنے والا نبیوں کا ہوا۔ چاہے بذریعہ مہر نبوت ہو یا ختم کرنیوالا ہو۔ دونوں قرائن کے معنی بند کے نکلتے ہیں۔

کسی آیت قرآنی میں نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا صرف مرزا صاحب کا بلا دلیل فرمانا کہ ''میں کہتا ہوں بالکل بند نہیں ہوا جزوی نبوت کا دروازہ کھلا ہے''۔ کوئی سند قرآنی نہیں ہے اور نہ کوئی تسلیم کر سکتا ہے۔

کہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **من کل الوجوہ** باب نبوت بند نہیں ہے۔ معمولی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ مہر سے بند کرنا **من کل الوجوہ** ہوا کرتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کچھ حصہ پر مہر لگ جائے اور کچھ حصہ بلا مہر رہ کر غیر کے دخل کے واسطے باقی چھوڑا جائے بلکہ ایسے بند کرنے کو بند کرنا نہیں کہتے۔ اگر دروازہ بند کرنا مقصود ہے تو دونوں دروازہ بند کر کے قفل لگاتے ہیں۔ اگر جزوی دروازہ بند ہو تو وہ بند نہیں ہے اور مہر لگانے سے بھی کلی بند ہونا مقصود ہوتا ہے نہ کہ جزوی۔ قرآن مجید میں ختم کے معنی کلی بند کے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ جس کے معنی قلوب کا کلی طور پر بند ہو جانا مراد ہے کیونکہ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ سے ثابت ہے کیونکہ اگر خَتَمَ سے قلوب کفار کلی طور سے بند نہ ہوتے تو عذاب کی وعید مذکور نہ ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ معنی مہر کے بھی کریں تو تب بھی کلی بندش کے ہیں۔

دوم:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو۔ اگر بالکل دروزاہ مسدود نہ ہوتا تو بجائے رَسُوْلَ واحد کے رُسُل جمع کا لفظ ہوتا۔

سوم:۔ اگر کوئی نبی ظلی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنا ہوتا تو قرآن مجید میں ضرور کسی آیت میں مذکور ہوتا۔

یہ عقل بھی قبول نہیں کرتی کہ کامل نبی کے بعد ناقص نبی آئے۔ بلکہ ناقص کے بعد کامل کا آنا معقول ہے کیونکہ ناقص کی تکمیل کامل کرتا ہے۔ ناقص نبی کامل نبی کی تکمیل ہرگز

نہیں کرسکتا ہے۔ کامل نبی کی کامل تعلیم چھوڑ کر ناقص نبی کی ناقص تعلیم کون قبول کرسکتا ہے۔

چہارم:۔ اگر ناقص نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو ۱۳ سو برس میں کون کون ناقص نبی ہوا اور کس کس نے دعویٰ کیا! چونکہ کسی نے نہیں کیا اس واسطے ثابت ہے کہ نبوت کا دروازہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بند ہے۔

پنجم:۔ ﴿اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید کامل تعلیم ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کافی ہے۔

ششم:۔ جب حضرت جبرئیل کا زمین پر آنا ہی بعد رسول مقبول ﷺ کے بند ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''مکاشفۃ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھو باب (۱۱۱) جس کا ذکر تمہید میں کیا گیا ہے، دوبارہ ضرورت نہیں۔ اس جگہ یہ اعتراض کہ خدا گونگا ہو جاتا ہے کہ کبھی بولتا ہے اور کبھی نہیں بولتا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام حکمت سے خالی نہیں۔ ع

بوقت گفتن گفتن و بوقت خاموشی، خاموشی

حکمت ہے اور سنت اللہ یہی ہے۔ مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ خدا تعالیٰ بعد ہم کلامی عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہم کلام ہوا۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۶۰۔ خدا کی ہم کلامی پر مہر لگ گئی ہے اور آسمانی نشانوں کا خاتمہ ہوگیا ہے پھر تازہ معرفت کس ذریعہ سے حاصل ہو۔ یہ دلیل کہ بہ سبب پیروی محمد رسول اللہ ﷺ امت مرحومہ سے ظلی نبی ہوسکتا ہے۔ غلط ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ بلا سند شرعی ہے۔

دوم:۔ پیروی ہر ایک مسلمان، محمد رسول اللہ ﷺ کی کرتا رہا ہے، کرتا ہے، کرتا رہے گا اور

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بہتر و بڑھ کر کسی نے پیروی نہیں کی، وہ نبی نہ ہوئے، جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: **اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا وَ لَا یُوْحٰی اِلَیَّ** اور حدیث شریف میں ہے کہ ''اگر کوئی نبی میرے بعد ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا''۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا، تو مرزا صاحب جنہوں نے پیروی بھی پوری نہیں کی نہ کسی جنگ میں حضرت کے شریک ہوئے نہ ان کی فرمانبرداری کا امتحان ہوا۔ ترک فریضہ کیا۔ یعنی حج کو نہ گئے۔ مدینہ منورہ سے محروم رہے۔ صرف قلم کے زور سے کس طرح نبی تسلیم ہوسکتے ہیں؟ جزوی اشتراک سے کلی اشتراک نہیں ہوسکتا۔ کرم شب تاب آفتاب نہیں ہوسکتا۔ کوا یا کبوتر شاہ باز نہیں ہوسکتا اگرچہ اشتراک چنگل اور پروں کا رکھتا ہے۔ حافظ شیرازی نے خوب کہا ہے۔ شعر

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند　　نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

لومڑی کبھی شیر نہیں ہوسکتی۔ نہ چڑی باز۔ اگرچہ چونچ اور پنجوں میں اشتراک رکھتے ہیں۔ پس مرزا صاحب بھی چند سچے جھوٹے خوابوں اور الہاموں سے نبی نہیں ہوسکتے، اپنے منہ سے جو چاہیں بنیں۔

دعویٰ چیزے دیگر ست　　ثبوت چیزے دیگر

ہفتم:۔ حدیث شریف میں حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ ''ہونگے میری امت میں سے جھوٹے تیس (۳۰) کہ گمان کریں گے کہ وہ نبی خدا کے ہیں حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ ایک جماعت امت میری میں سے ثابت رہے گی حق پر'' الخ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے۔ تمام حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے تین امور کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی ذات نے خود کردیا ہے۔

اوّل:۔ خاتم النّبیین کے معنی نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ صحیح ہیں اور مہر کے معنی نیم کشادہ

دروازہ۔ سمجھنا غلطی ہے زبان عربی رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان ہے اور جو معنی حضور نے خود حدیث میں کر دیئے وہی درست ہیں۔ مرزا صاحب خواہ کتنا ہی زور لگائیں۔ اہل زبان نہیں ہو سکتے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے معنی غلط ہو سکتے ہیں۔ ان کے مرید اگر ان کو رسول اللہ ﷺ پر ترجیح دیں تو ان کا اختیار ہے۔

دوم:۔ نہیں کوئی نبی بعد میرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ناقص نبی کا ہونا من گھڑت کہانی ہے ورنہ ہوتا کہ نہیں کوئی تشریعی نبی بعد میرے۔ پس ثابت ہوا کہ کسی قسم کا نبی رسول اللہ ﷺ کے بعد نہیں ہوگا۔ نبوت کی دو قسم مرزا صاحب کی اپنی ایجاد ہے ورنہ کوئی سند پیش کریں۔

سوم:۔ جو ان جھوٹے تیس (۳۰) مدعیان نبوت کو نہ مانے گا وہی حق پر ہوگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ جو جماعت مرزا صاحب کو نہ مانے گی۔ وہی حق پر قائم رہے گی اور جو مرزا صاحب کا دعوۂ نبوت مان کر **شرک بالنبوۃ** کرے گا حق پر نہ ہوگا۔ اب بھی اگر احمدی جماعت نہ مانے تو اس کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ باوجود آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے مرزا صاحب کے قول کو بلا سند مانتے ہیں۔ گویا خدا اور رسول سے تمسخر کرتے ہیں کہ ایک امتی کے قول کو خدا اور رسول کی کلام پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔

دیکھو!...... ''توضیح المرام''، صفحہ ۷۱۔ ولی پر بھی جبرائیل ہی تاثیر وحی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے دل پر بھی وہی جبرائیل تاثیر وحی کی ڈالتا۔

ناظرین! اس تعلیم سے نبی اور ولی میں کچھ فرق نہیں حالانکہ ولی پر وحی کا بذریعہ حضرت جبرائیل نازل ہونا خلاف نص ہے۔ سنو! ﴿**نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ**﴾ یعنی اتارا اس کو روح الامین نے تیرے دل پر۔ جس سے ثابت ہے کہ وحی بذریعہ جبرائیل خاصہ نبی ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۶۲۔ ''میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسول اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی''۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۲۷۔ ''میرے قرب میں میرے رسول کسی دشمن سے ڈرا نہیں کرتے''۔

ناظرین! اس سے صاف عذر پر رسول ہونے کا دعویٰ ہے جسمیں کسی طرح کا شک نہیں رہتا اور ان کا یہ قول "**من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب**" اس کا متعارض ہے۔ مگر "**دعویٰ چیزے دیگراست وعمل چیزے دیگر**" الہاموں پر یقین تو اسقدر کہ قسموں سے تمام تصانیف پُر ہیں کہ مجھ کو اپنے الہامات پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ **لا الہ الا اللہ** پر۔ مگر عمل یہ ہے کہ خدا تو کہتا ہے کہ ڈرمت اور آپ قادیان سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے ڈر کر قدم باہر نہیں رکھتے تھے۔ پنڈت اندرمن و پیر مہر علی شاہ صاحب مناظرہ کے واسطے لاہور آئے اور مرزا صاحب کا انتظار کر کے بغیر مناظرہ کے واپس چلے گئے۔ باوجودیکہ مرزا صاحب کے مریدوں نے ان کو بہت تشریف لانے کے واسطے تاکید کی۔ مگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے۔ دہلی کے مباحثہ میں ایک انگریز کی ذمہ داری لے کر جلسہ میں بصد مجبوری گئے اور مناظرہ ادھورہ چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے جب ملہم خود اپنے الہام پر ایسا عمل کرتا ہے تو پھر دوسروں کا کیا ٹھکانا ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۷۹۔ ''اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو''۔

ناظرین! یہ **شرک بالنبوۃ** ہے کیونکہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی شان میں اتری تھی۔ جب مرزا صاحب کوئی اپنی شریعت الگ نہیں لائے تو پھر انکی پیروی کا خدا کس طرح حکم

دے سکتا ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۸۸۔ ''اس ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بنا۔ اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے''۔

ناظرین! یہ شرک بالملک ہے۔ اور اسی واسطے مرزا صاحب حج کو تشریف نہیں لے گئے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۷۹۔ ''دنیا میں کئی تخت اترے پر میرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا ہے''۔

ناظرین! یہ شرک باالنبوۃ ہے۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۹۹۔ ''اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا''۔

ناظرین! یہ بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہے اور اب مرزا صاحب اپنی طرف منسوب کر کے **شرک بالنبوۃ** کرتے ہیں۔

دیکھو!...... ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۱۵۷۔ ''اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں اپنا خلیفہ مقرر کروں۔ سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ وہ دین کو زندہ کریگا''۔ اب بھی دعویٰ رسالت میں کچھ شک باقی ہے۔

ناظرین! بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید زبانی تو سب فرماتے ہیں کہ وہ پیغمبری اور نبوت کے مدعی نہ تھے۔ مگر ان کی تصانیف اور الہام اور وحی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو نبی اور ابن اللہ اور مرسل اور خلیفہ سے ملقب کرتا ہے۔ چنانچہ اوپر گذرا ہے کہ تو نبی ہے، مرسل ہے، سردار ہے، تیرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا ہے۔ کس قدر تعجب انگیز ہے کہ کسی جگہ تو تحریر فرماتے ہیں کہ میں محمد رسول ﷺ کا امتی فرمانبردار اور اس کے دین متین کا پیرو اور قرآن وحدیث کا مفتون اور اس کی

شریعت کے تابع اس کے حسن کا دیوانہ اور اس کی محبت عشق سوختہ۔ اور دوسری جگہ ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ جیسا کوئی مخالف کرتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وحی اور ولی اللہ کی وحی برابر ہے۔ جس سے مساوات پائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ برخلاف شریعت ہے۔ کیونکہ ولی خواہ کیسا خدا رسیدہ ہو، نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا الہام پیغمبر کی وحی کے برابر ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ''جس طرح خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں قرآن مجید میں فرمایا، اسی طرح وہی الفاظ میری شان میں بھی فرمائے اور وہی آیتیں دوبارہ مجھ پر نازل ہوئیں''۔ جیسا کہ مذکورہ بالا الہامات سے صاف ظاہر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر حکم نازل فرمایا کہ امت محمدی کو کہدے کہ ''اگر تم خدا کو محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو''۔ ویسا ہی مجھ کو حکم ہوا لوگوں کو کہدے کہ ''تیری پیروی کریں اگر وہ خدا کی محبت رکھتے ہیں''۔ جس طرح ان کی شان میں فرمایا کہ ''اگر تجھ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا''۔ میری شان میں بھی فرمایا۔ جس طرح رسول پاک ﷺ کے اماکن شریفہ کو مطرح فیض ربانی قرار دیا۔ اسی طرح میرے اماکن یعنی قادیان کو بھی مطلع انوار فیض سبحانی ٹھہرایا۔ جس طرح رسول پاک ﷺ کے ہاتھ سے معجزات ونشان ظاہر فرمائے میرے ہاتھ سے بھی نشان ظاہر فرمائے جس طرح مسجد نبوی اور مقابر مدینہ کو شرف عطا ہوا اُسی طرح قادیان کو بھی شرف عطا ہوا۔

ناظرین! غور فرمائیں اور انصاف کریں کہ مرزا صاحب بایں ہمہ مقابلہ **شرک بالنبوۃ** وصفات محمد رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو ان کے فرمانبردار اور امتی قرار دیں۔ اور مقابلہ بھی ایسا کہ ۱۳ سو برس کے عرصہ میں اگرچہ بڑے بڑے اولیاء اللہ **فناہ فی اللہ وفناہ فی الرسول** کے مرتبہ والے گذرے اور بڑے بڑے امام اور مجتہد اس امت مرحومہ میں آئے مگر کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کا ہرگز مقابلہ نہیں کیا۔ اور نہ اس طرح بے

سروسامان بلا اسنادشرعیہ خودستائی اور اپنا شرف تمام انبیاء علیہم السلام پر کیا ہے۔ چنانچہ مکہ کے مقابلہ میں قادیان، محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں خود مرزا صاحب، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حکیم نورالدین صاحب ودیگر خلفاء کے مقابلہ میں قادیانی خلفاء، حدیث وفقہ کے مقابلہ میں بے سند تکیہ نشینوں برائے نام صوفیاء کی باتیں اور تاویلات بعید از نصوص شرعی۔ یہ مانا کہ آزادی کا زمانہ ہے، جوکوئی جو کچھ چاہے بن جائے۔ مگر کیا خوف خدا بھی نہیں کہ منہ سے کہنا ہم مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کی امت اور عمل یہ کہ اس کے مرتبہ میں اور اس کے صحابہ کرام کے مرتبہ میں شریک ہوکر حفظ مراتب ہاتھ سے دیدینا شعر

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

انصاف تو کریں ۱۳سو برس کے بعد مسلمانان ہند اپنا کعبہ الگ قادیان میں مقرر کر کے ڈھائی اینٹ کی مسجد الگ تیار کریں اور شیرازۂ جمعیت اسلام کو توڑ کر باعث ضعف اسلام ہوں اور صریح نص قرآنی کے برخلاف عمل کریں۔ جسمیں حکم ہے کہ ''فرقہ فرقہ نہ ہوں اور اللہ کی رسی کو مضبوط سے پکڑیں''۔ اور پھر آپ تمام اہل اسلام کو کافر بتائیں اور خود احمد کی بیعت توڑ کر غلام احمد کی بیعت کریں۔ اور اس کے قول کو خدا اور رسول کے کلام پر ترجیح دیں۔ کیا دینداری ہے کہ سرسید مرحوم کی تقلید میں بہ تبدیل الفاظ کوئی بات قادیان کی طرف سے آئے یا مرزا صاحب کی تصنیف میں پائی جائے تو اس کا نام حقائق ومعارف وکاشف حجاب قلوب وجلا کنندہ آئینۂ دلہا۔ خود ابن اللہ بنیں تو پاک تثلیث۔ خود بت پرستی کریں اور مرزا صاحب کی فوٹو رکھیں تو موحد۔ خود پیر پرستی کریں اور پیر کے قول کو خدا اور رسول کے قول پر ترجیح دیں تو مسلمان اور دوسرے اگر ایسا کریں تو کافر ومشرک۔ یہ احمدی جماعت کا انصاف ہے۔

باب سوم

تعلیم مرزا صاحب دربارہ وحی والہام وملائکہ

''توضیح المرام''، صفحہ ۴۰۔ ''یعنی یہی نفوس نورانیہ یعنی ارواحِ کواکب کامل بندوں پر بشکلِ جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہوجاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہوکر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تقریر از خطابیانات نہیں بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑے گی''۔

ناظرین! ارواحِ کواکب کا بشکلِ انسان متشکل ہونا اور بشری صورت سے متمثل ہوکر دکھائی دینا محالِ عقلی ہے۔ اور مرزا صاحب محالِ عقلی کے قائل نہیں اسی واسطے وہ رفع جسمانی حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کا نزول محال عقلی سمجھ کر نہیں مانتے۔ اور ان کے معجزات کو عملِ تراب اور سحر سامری اور کل بازی یعنی شعبدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہاں اپنے ہی برخلاف تحریر فرماتے ہیں کہ ارواحِ کواکب بہ شکل بشری متشکل ہوکر دکھائی دیتے ہیں۔ نہ صرف تحریر فرماتے ہیں بلکہ طالب حق کو ضرور ماننے کے واسطے تعلیم دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ وہ بشری وجود کس گدام میں سے لے کر آتے ہیں اور ان بشری شکلوں اور وجودوں کا چولہ ارواحِ کواکب کس طرح پہنتے ہیں۔ جب مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ زمین پر نہیں اترتے۔ آسمان سے ہی تاثیر ڈالتے ہیں۔ اور یہاں اپنی ہی تحریر کے متعارض لکھتے ہیں۔ اب کونسا صحیح مانیں اور قانونِ قدرت کہاں گیا۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۴۱۔ ''اس بات کے ماننے کے لئے بھی مجبور ہیں کہ روحانی کمالات اور دل ودماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہاں تک ترقی کرتا ہے بلاشبہ ان نفوس نورانیہ یعنی ارواحِ کواکب کا اس میں دخل ہے۔ اور اسی کی روسے شریعت غرہ نے استعارہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں ملائکہ کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے''۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۶۲۔ ''انسان کی بدکاری کی حالت میں اس کی طبیعت کے مناسب بدکاری کے الہامات ہوتے رہتے ہیں''۔

ناظرین! وساوس شیطانی جو بدکاری کی حالت میں بدکاری کے خیالات یا شہوت اور غضب کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا نام بھی مرزا صاحب ''الہام'' رکھتے ہیں۔ اور انہیں نفوسِ نورانیہ کے دخل کو ان بدکاری کے خیالات میں مانتے ہیں۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۸۱۔ ''روحانی حواس کے لئے محض آسمانی نور عطا کیا جاتا ہے جیسے ظاہری آنکھوں کے واسطے آفتاب۔ جب باری تعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اپنا کلام کسی ملہم کے دل تک پہنچائے تو اس کی حرکتِ متکلمانہ سے معہ جبرائیلی نور میں القاء کے لئے ایک روشنی کی موج یا ہوا کی موج فہم اور لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حرارت سے بلا توقف وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے یا زبان پر وہ الفاظ الہامی جاری ہوتے ہیں''۔

ناظرین! یہ مضمون ملائکہ ارواحِ کواکب کے برخلاف ہے جیسا۔ کہ اوپر لکھ آئے ہیں کہ ارواحِ کواکب کی تاثیر کا ملہم کے دل پر اثر ہوتا ہے اور یہاں فرماتے ہیں کہ وہ روشنی و ہوا و حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ملہم کو الفاظ الہام سنائی یا دکھائی دیتے ہیں یا اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اور یہاں جبرائیلی نور واسطہ ملہم و خدا کے مانتے ہیں اور اپنی تحریر کہ روحانی حواس کے آسمانی نور عطا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ظاہری آنکھوں کے واسطے آفتاب اس کے برخلاف ہے۔

''توضیح المرام''، صفحہ ۸۴۔ ''جبرائیلی نور کا ۳۶ واں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے تمام کفار و فجار پرلے درجہ کا بدکار اور فاسقہ عورت یعنی کنجری چاہے یار کی بغل میں خواب دیکھے۔ کبھی سچا خواب دیکھ لیتی ہے اور تعجب ہے کہ کبھی بادہ بسر اور آشنا پر بھی کوئی

خواب دیکھ لیتی ہے اور سچی نکلتی ہے۔ کیونکہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورۂ عالم پر حسب استعداد کے اثر ڈال رہا ہے۔ اور کوئی نفس بشر ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ مجذوب بھی جبرائیلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں تو کچھ کچھ انکی آنکھوں پر اس نور کی روشنی پڑتی ہے‘‘۔

ناظرین! اس تحریر سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور بدکار و کفار و فاجر و فاسق وغیرہ سب کے الہامات کا منبع جبرائیل علیہ السلام ہے۔ اور یہ بالکل خلاف قرآن وحدیث ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام پر وحی بذریعہ جبرائیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وہ خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ عوام پر نزول حضرت جبرائیل ممتنع ہے۔ اور خاتم النبیین کے بعد حضرت جبرائیل کا آنا ہی زمین پر نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب نے اپنے الہامات کی خاطر یہ تمام متعارض اور مہمل تحریر فرمائی۔ مگر اُن خود تراشیدہ بیانات وقواعد ایجاد کردہ خود کی کوئی سند قرآن وحدیث واجتہاد ائمۂ اربعہ و اجماع امت وغیرہ سے نہیں دی۔ اور لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب کو خود یاد نہیں رہتا کہ میں پیچھے کیا لکھ آیا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ’’کہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح تاثیر ڈالتا ہے‘‘۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ’’کہ خدا اور رسول کے درمیان القاء کرنے والا ہے‘‘۔ تیسری جگہ لکھتے ہیں۔ ’’کہ بہ شکل انسان متشکل ہو کر آتے ہیں‘‘۔ چوتھی جگہ لکھتے ہیں۔ ’’کہ ارواح کواکب اپنی جگہ سے نہیں ہلتے۔ صرف تاثیر عالم پر ڈالتے ہیں‘‘۔ پانچویں جگہ فرماتے ہیں۔ ’’کہ مجذوب بھی جبرائیلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں جس سے معلوم ہوتا جبرائیلی نور ہمیشہ نور افگن رہتا ہے۔ جو شخص اس کے نور کے نیچے آجائے اس کی باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں‘‘۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ ’’جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی ملہم تک اپنا کلام پہنچائے۔ تب جبرائیلی نور کو حرکت ہوتی ہے۔ حضرت جبرائیل کو روح مانا ہے اور اس کی جزء یعنی ۴۶ واں حصہ تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس

میں عقلاء کا اتفاق ہے کہ روح کی ہستی قابل تقسیم وتجزیہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقسیم جبرائیل محال عقلی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ۴۵ حصے جبرائیل کے کہاں رہتے ہیں۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۱۶۔ ''اس کے کان کو مغیبات کے سننے کی قوت دی جاتی ہے۔ اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز سنتا ہے۔ اسی طرح اس کے رہنے کے مکانات میں بھی خدا عزوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں''۔

ناظرین! یہ فرشتے کون ہیں؟ ''توضیح المرام'' میں تو مرزا صاحب ملائکہ کو ارواحِ کواکب فرما کر آئے ہیں جو کہ خلافِ مذہب اسلام ہے۔ ارواحِ کواکب کو ملائکہ تعلیم دینا خلاف قرآن ہے۔ قرآن مجید میں صاف صاف بطور قصہ بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے نہ کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملائکہ ایک الگ وجود ہے۔ پھر قرآن شریف میں ہے ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ جس سے صاف ظاہر ہے کہ روح اور فرشتے یعنی ملائکہ دو الگ الگ وجود ہیں۔ جناب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں ملائکہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ ''فرشتے بالکل نورانی ہیں، علوی ہیں، قدسی ہیں۔ شہوت غضب نقصان کی صفتوں سے پاک ہیں''۔

انسان کی فطرت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالم برزخ میں ہے درمیان ملائکہ اور حیوانات عجم کے۔ عقل بھی اس بات کے ماننے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ جس طرح انسان کے ماتحت مخلوق اس سے ناقص ہے اسی طرح اس کے مافوق کوئی مخلوق کامل ضرور ہے۔ کیونکہ کمال انسانی بالاتفاق جمیع مذاہب شہوت وغضب، حرص وبخل، درندگی وبہیمی صفات سے پاک ہو کر لطافتِ قدوسیت، علویت کا حاصل کرنا انسانی کمال ہے۔ پس فوق

البشر مخلوق کا وجود ماننا پڑے گا۔ اگرچہ وہ بسبب لطافت وجود محسوس درخارج نہ ہو۔ شعر

آدمی زادہ طرف معجونے است　　گر فرشتہ سرشتہ و از حیوان

در کند میل ایں شود بد ازیں　　در کند میل آں شود بہ ازاں

ترجمہ: آدمی کا جنا ہوا ایک عجائب معجون ہے۔ یعنی آدمی کا وجود مرکب ہے۔ کیونکہ فرشتہ اور حیوان کے خواص رکھتا ہے۔ اگر حیوانات کی طرف رجوع کرے ان سے بدتر ہوگا۔ اور اگر فرشتوں کی طرف مائل ہو یعنی ملکوتی کام کرے تو ان سے بہتر ہوگا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں میں شہوت وغضب، نیند، بھوک نہیں۔ اور حیوانات میں عقل وضمیر وقوت ادراک وترقی نہیں۔ جس سے نیکی وبدی میں تمیز نہیں کرسکے یا کوئی نئی چیز ایجاد کرسکے۔ اور انسان ان سب کا مجموعہ ہے۔ پس جس وقت انسان شہوت وغضب، نیند وبھوک کو روک کر رجوع خداتعالیٰ کی عبادت کی طرف کرے گا اور موانعات سے مجاہدہ کر کے اپنے نفس پر جبر کرے گا تو اس وقت یہ انسان فرشتوں سے افضل ہوگا۔ اور جب باوجود عقل وتمیز ہونے کے روشنی قلب ودماغ وچراغِ عقل کو گل کر کے حیوانات کی سی حرکات کرے گا اور شہوت اور غضب میں مبتلا ہوگا تب حیوانات سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ باوجود ہونے ملکی صفات کے اور موانعات عقلی کے حیوانوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ کامل انسان فرشتوں سے افضل ہے اور ناقص حیوانات سے بدتر۔ اکثر لوگ اس جگہ اعتراض کریں گے کہ اگر فرشتوں کا وجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ وجود لطیف رکھتے ہیں اور لطیف وجود محسوس وخارج نہیں ہوتا اس لئے فرشتے نظر نہیں آتے۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ روح ہر ایک جاندار میں ہے اور اس کے ہونے سے کوئی فرقہ بھی انکار نہیں کرتا۔ مگر روح آج تک کسی کو نظر نہیں آئی، ہوا کس قدر قوی ہے کہ اس سے کئی طرح کے کام روزمرہ کئے جاتے ہیں اور اہل سائنس نے تو اس سے بے انتہا کام لئے ہیں اور کئی نئی ایجادات سے عالم

کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے۔ اور ہم بھی کئی دفعہ دیکھ چکے ہیں کہ بڑے بڑے درخت تموج ہوا سے جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ تمام اقسام کے باجے ہوا کے ذریعہ روح افزا نغمات سے تمام عالم کو مسرور کر رہے ہیں۔ بعض جگہ ہوا کے ذریعہ سے مشینیں چل رہی ہیں۔ پنکھا ہلانے سے آپ کو ہوا تو محسوس ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ کیا آپ اس کے وجود سے بھی انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر فرشتوں کے وجود سے کس طرح؟ صرف اس دلیل سے کہ نظر نہیں آتے۔ انکار کر سکتے ہیں۔ روح تو آپ کے پاس یا اندر ہے کبھی آپ نے دیکھا ہے یا ٹٹولا ہے؟ یا کسی طرح بھی حس کیا ہے؟ جب اپنے پاس کی چیز آپ نہیں دیکھ سکتے تو آسمان کے رہنے والے علوی قدسی لطیف وجود کو ان ظاہری آنکھوں سے کیونکر دیکھ سکتے ہو۔ ان کو تو صرف انبیاء علیہم السلام جن کی فطرت ملائکہ سے نسبت رکھتی ہے دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کسی کو نظر نہ آتے۔ جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ان کی فطرت میں وہ نسبت نہ تھی جس کے ذریعہ سے وہ دیکھ سکتے۔

ملائکہ کو ارواح کواکب کہنا پرانی دقیانوسی یونانیوں کے خیالات ہیں۔ جن کے نزدیک تمام مخلوقات ارواح کواکب یا تاثیرات کواکب سے بنی ہوئی ہے اور کواکب حرکات وتغیرات وتبدیلات عناصر سے مرکب ہیں۔ پرانے علم ہیئت میں جو کچھ خیالات یونانی فلاسفروں کے درج ہیں وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر ایک قسم کی مخلوق ایک خاص سیارہ کی تاثیر سے پیدا ہوئی ہے۔ جیسا کہ وہ نباتات کی نسبت اس طرح کہتے ہیں کہ:

”پنبہ، کتان۔ ہر دو خیار وقصب چاند کی تاثیر سے ہو رہے ہیں۔ باقلا، کشنیز، کدو، کلک نے عطارد سے۔ انجیر، شفتالو، انگور، ودیگر میوہ با زہرہ سے۔ نیشکر، عسل، ترنجبین

وشیرینی آفتاب سے۔عود،تقم،سپندان و پیاز،کندنا مریخ سے۔گندم،جو،رنج،جوز،پستہ، خرما وغیرہ شیریں اشیاء مشتری سے"۔

چونکہ یہاں اختصار منظور ہے۔اس واسطے تمام تفصیل لکھنی مشکل ہے۔اسی طرح حیوانات بھی مرغ آبی،دُرّاج،قمری،چاند سے۔شتر ومکان یوز،ردیہ،بوزینہ،چرغ، طوطی عطارد سے۔خرگوش ماہی،فاختہ ہزاردستان،بلبل،کبوتر زہرہ سے۔اسپ،گوسپند، آہو،شیر،پلنگ،باز شاہین،آفتاب سے۔بز گورخر،گرکر،شغال،افعی،عقرب،خار،پشت مریخ سے۔گاؤ شتر،ہما،کبک ومرغان آبی مشتری سے۔موش،بار،حشرات وغیرہ زحل سے۔اور ایسا ہی انسان کی پیدائش بھی سیارہ اور ستارہ کی تاثیرات سے مذکور ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

باید دانست مقصود اصلی طباع   وانجم وجود محض وجود آدم است

غرض جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے سب کواکب کے ارواح سے ہورہا ہے۔اور یہی خلاصہ تعلیم مرزاصاحب ہے۔جو کہ خدا کو بالکل معطل قرار دیتی ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ ایسی مضحکہ خیز تعلیم اس روشنی کے زمانہ میں مرزاصاحب اہل اسلام میں پھیلا کر کیا امید رکھتے ہیں۔اور ایسے پرانے خیالات جن کی تردید جدید علوم سائنس اور فلکیات سے ہورہی ہے قوم کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ اور ان کو جن کا ایمان ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ارادہ کیا کسی چیز کے پیدا کرنے کا۔پس کہدیا اس کو ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے۔کیا باعث تقویت ایمان ہے؟ ہرگز نہیں۔بلکہ باعثِ ضعفِ ایمان ہے۔

مختلف وحی والہامات وتعلیم

''ازالہ اوہام''،صفحہ ۷۲۱ لغایت ۷۲۵۔''قرآن زمین سے اٹھ گیا تھا۔میں

قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں''۔

ناظرین! قرآن مجید کا اٹھ جانا۔ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ نص قرآنی کے برخلاف ہے۔ آسمان سے لاتے ہوئے مرزا صاحب کو کسی نے نہیں دیکھا بلکہ مرزا صاحب نے خود دنیا میں آ کر اپنے اُستاد سے پڑھا۔ البتہ تحریف معنوی قرآن کی مرزا صاحب نے کی ہے۔ یعنی قرآن کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ معنی الٹے کرتے ہیں۔ جسکو عالموں نے رد کیا ہے۔ اگر اس کا نام قرآن کا لانا ہے تو ہمارا اسلام ہے۔ ۱۳سو برس کے بعد ''قادیان'' قرآن میں لکھوانے خدا کے پاس آسمان پر لے گئے ہونگے اور قادیان لکھا کر واپس لائے ہونگے۔ مگر اب بھی تو قرآن قادیان سے پاک ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر کے صفحہ ۳۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾ کے معنی یہی ہیں کہ قرآن مجید کے معانی حسب خواہش نفس کے کئے جائیں۔ اور سباق وسیاق قرآن کا لحاظ نہ کر کے اپنے مفید مطلب معنی کئے جائیں۔ اور ضمائر کو خلاف قرینہ عبارت راجع کرنے کو کہتے ہیں، اکثر گمراہ فرقے اسلام میں سے کیا کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب بھی اسی طرح اپنے مفید مطلب معنی کرنے کے خاطر غیر مشہور معنی لغت کے لے کر سباق قرآن کا لحاظ نہیں کرتے اور ضمیر بھی الٹے معنی کے مطابق راجع کرتے ہیں۔ جیسا کہ حیات ممات مسیح علیہ السلام میں بلکہ انجیل سے بمقابلہ قرآن تمسک کرتے ہیں جو کہ بالکل خلاف اسلام ہے کیونکہ اگر انجیل بمقابل قرآن معتبر ہے تو پھر قرآن کی کیا حاجت ہے۔

دوم:۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ کیا تم کو قرآن کافی نہیں کہ انجیل دیکھتے ہو مسلمان ہو کر؟ انجیل کو سند پکڑنا مرزا صاحب کا خاصہ ہے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۴۸۔ ''حق الیقین کے درجہ والوں کا خدا ان کو ایسی برکات دیتا ہے کہ اُن کے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے''۔

ناظرین! خدا تعالیٰ مرزا صاحب کے دشمنوں کا دشمن نہیں بنا اور نہ ان کو حسب الہام مرزا صاحب موت کی سزا دی۔ جیسا کہ عبداللہ آتھم عیسائی، محمدی بیگم منکوحہ آسمانی، والد محمدی بیگم، خاوند محمدی بیگم، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، پیر سید مہر علی شاہ صاحب وغیرہ آریہ و عیسائی و برہموں کسی کا خدا تعالیٰ نے کچھ نہیں بگاڑا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یا تو وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھے یا معاذ اللہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کر کے وفا نہ کی یا مرزا صاحب خود اس مرتبہ حق الیقین کو پہنچے ہوئے تھے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۴۴۔ ''غرض وحی الٰہی کے انوار اکمل و اتم طور پر وہی نفس قبول کرتا ہے جو اکمل اور اتم طور پر تزکیہ نفس حاصل کر لیتا ہے''۔

ناظرین! اگر یہی معیار صداقت ہے تو پھر مرزا صاحب کا خدا حافظ۔ بیگانے مال کھانے سے تزکیہ نفس خیال محال ہے۔

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۲۲۔ ''اس مرتبہ کو وہ لوگ پہنچے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ آتش محبت الٰہی میں جلا دیتے ہیں اور خدا کے لئے تلخ زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ آگے موت ہے اور دوڑ کر اسی موت کو پسند کرتے ہیں''۔

ناظرین! یہ تعلیم دیگر براں را نصیحت کا مصداق ہے۔ خود تو مرزا صاحب ایک مرغی ہر روز کھائیں ہر کستوری و غیر مقوی غذائیں استعمال فرمائیں۔ مرغن و مکلف کھانے کھائیں اور پھر اس پر ترک لذات نفسانی کا دعویٰ ؎

عاقلاں خود می دانند

موت کے منہ میں جانا اور نہ ڈرنا بلکہ دوڑ کر موت کے منہ میں جانا بھی مرزا صاحب کا خاصہ ہے۔ خوب سچ ہے ترک فریضہ کیا۔ یعنی حج بیت اللہ کو ڈر کے مارے نہ گئے۔ تحقیق حق کے واسطے جب کبھی مسلمان بھائیوں نے بلایا۔ قادیان سے کبھی قدم باہر نہ رکھا۔ اشتہار بحث کے واسطے خود دیدیا۔ جب کوئی مقابلہ پر آیا تو پہلو تہی کر کے قادیان سے نہ نکلنا۔ اور پھر اس پر دعویٰ یہ کہ نہیں ڈرتے۔ کہاں تک درست ہے اور قول مطابق فعل کے یا فعل مطابق قول کے نہ کرنا رسیدگانِ خدا کا کام ہے۔

افسوس اتنے چلّے کا عالم ہو اور امام ہمام ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق نہ کرے اور نمونہ بن کر نہ دکھائے اور جھوٹے الہامات کے سچ کرنے میں اس قدر زور دے کہ باعث تضحیک ہو اور اپنی بات پر اڑ جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اگر کوئی بھی قرآن یا حدیث کے برخلاف پاتا اور ان کو کہہ دیتا تو وہ فوراً مان لیتے اور ضد نہ کرتے حالانکہ وہ خلافت کے اختیارات بھی رکھتے۔ مگر مرزا صاحب کے دعاوی تو اس قدر ہیں کہ زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ مگر خود عمل ندارد کہ اگر کوئی پیش گوئی جھوٹی نکلے تو اس پر اڑ جانا اور اس جھوٹ کی مرمت کرنے میں جائز و ناجائز سب قلم سے نکال دینا۔ اور ایسی ایسی ردی دلیلیں پبلک کے سامنے پیش کرنا کہ باعثِ شرمساری اہل اسلام ہو۔ سب دنیا کو معلوم ہو گیا کہ عبداللہ آتھم والی پیشین گوئی غلط نکلی۔ اور آپ نے بجائے خاموش رہنے کے ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' پر عمل کر کے لکھا کہ عبداللہ نے چونکہ رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا۔ اس واسطے نہیں مرا۔ حالانکہ وہ دشمنِ دین، اہل اسلام و بزرگانِ دین کو نہیں مانتا اور اخباروں میں تردید کر رہا ہے۔ بلکہ اس نے نہایت سخت جواب دیا کہ ''قسم'' عیسائیوں میں ناجائز اور حرام ہے۔ اس واسطے میں قسم نہیں کھاتا۔ اگر مرزا صاحب سور کا گوشت کھالیں تو میں قسم کھاتا ہوں۔ کیونکہ مرزا صاحب کی یہ

صرف چال تھی کہ عبداللہ قسم نہ کھائیگا تو میں سچا سمجھا جاؤں گا۔ مگر وہ بھی استاد نکلا اس پر مرزا صاحب چپ ہو گئے۔ وہ تاویلیں کیں کہ عقل ہرگز باور نہیں کر سکتی۔ بھلا عبداللہ کو دل میں اسلام کا قائل کہنا حالانکہ دل میں ایمان لانا اور ظاہر نہ کرنا نفاق ہے جو کہ خدا کو منظور نہیں۔ ایسے ایمان سے عذاب الٰہی ہرگز ٹل نہیں سکتا۔

مزید برآں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی کے دل کا حال سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ مگر مرزا صاحب عبداللہ کے دل کا حال جانتے ہیں۔ کونسی معقول دلیل ہے؟ یہ مانا کہ انسان جس وقت ایک بات کو ثابت کرنا چاہے تو بہت زور لگاتا ہے۔ مگر جائز و ناجائز کا تو خیال رکھتا ہے اور کچھ معقولیت بھی مدنظر ہوتی ہے اپنی ضد اور جھوٹی بات پر اڑے جانا نفسانی آدمیوں کا کام ہے نہ خدا کے فرستادوں اور محققین کا۔ اسی طرح نکاح آسمانی اور دشمنوں کی تباہی کے الہامات جھوٹے نکلے اور ناجائز طور پر مرمت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی کو ﴿ **وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** ﴾ کہتے ہیں۔

''ازالہ اوہام''، صفحہ ۳۲۲۔ ''غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد ہے اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جاندار بنا دیتا تھا۔ بلکہ عمل تراب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایک ایسی مٹی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

ناظرین! یہ ایسی عبارت مہمل اور متعارض ہے جس کی خوبی اور عقلی دلائل مرزا صاحب کا ہی حصہ ہے۔ ممکن کا جواب تو ممکن سے ہی ہوا کرتا ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ معجزہ ہو اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب غلطی پر ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں صاف ہے کہ ''بنا دیتا ہوں تم کو مٹی کی

صورت جانور کی۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جائے۔ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے“۔ یہ ہے ترجمہ اصل آیات قرانی کا۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے کس قدر دلیری سے آیات قرآنی میں تصرف کرتے ہیں اور اپنی طبعزاد تقریر سے کس قدر لوگوں کو غلطی میں ڈالتے ہیں۔ مٹی کی صورت کا اڑنا قبول کرتے ہیں اور معجزہ بھی مانتے ہیں کہ وہ عمل الترب تھا۔ اس تالاب کی مٹی میں جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ جانور بناتے ہے۔ اگر یہ بھی مان لیں تو بھی جانوروں کا پھونک سے اڑنے سے کیا مطلب؟ قرآن تو فرماتا ہے کہ جانور پھونک کے مارنے سے اُڑتا جانور ہو جاتا تھا۔ اب آپ انصاف فرمائیں کہ خدا کی قدرت ماننا ایمان ہے یا کہ تالاب کی مٹی کی تاثیر پر ایمان لانا، فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمانے پر کہ میں اللہ کے حکم سے مٹی کی صورت بنا کر پھونک مار کر زندہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اعتقاد لانا فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے یا سحر سامری پر؟ یہ انصاف فرمائیں! فعل کا ظہور تو مرزا صاحب مانتے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت سے نہیں بلکہ تالاب کی مٹی کی تاثیر، روح القدس یا سحر سامری سے۔ اب بتائیں کہ سحر سامری پر ایمان رکھنے والا کافر ہے یا خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور معجزات کے ماننے والا؟

”ازالہ اوہام“، صفحہ ۳۰۳۔ ”کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک کھلونا کل کو دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور سے پرواز کرتا ہو“۔

ناظرین! کیا مرزا صاحب نے گردن سے ہاتھ گھما کر ناک کو لگایا؟ افسوس انسان ایسا اپنے مطلب کے وقت از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ سوا اپنی منزل مقصود کے دوسری طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ یہ تو

اقرار کیا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو عقلی طور پر تعلیم دی مگر معجزہ کہتے ہوئے جھجکتے ہیں۔

حضرت! اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو کوئی خاص طریقہ مٹی کی صورت میں پھونک مار کر اُڑا دینا تسلیم کرینگے۔ تو یہی معجزہ ہے۔ پھر آپ کی تمام محنت اور تاویلات ضائع ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خصوصیت عوام پر ظاہر کرنی تھی۔ اور اس کا ظہور میں آنا آپ تسلیم کرتے ہیں تو پھر اسی کا نام معجزہ ہے۔ یعنی جس کو عام لوگ نہ کر سکتے تھے۔ باقی رہا کہ مٹی کی صورت میں کسی کل وغیرہ کا ہونا اور منکرین کو اس کا معلوم نہ ہونا یہ آپ کی سمجھ میں آتا ہوگا۔ کوئی عقلمند ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ منکر لوگ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے وہ اندھے نہ تھے۔ کہ کل دباتے حضرت کو نہ دیکھتے۔ اور ایسی تو کوئی کل بھی نہیں ہوسکتی جو پھونک مارنے سے مٹی کی صورت ٹھوس اور وزنی پرواز کرے۔ اگر آپ بجائے مٹی کے کاغذات کی مورت تحریر کرتے تو وہ بھی کچھ امکان ہوسکتا تھا۔ مگر قرآن تو مٹی کی مورت فرماتا ہے جسمیں کسی قسم کی کل کا ہونا ممکن نہیں۔ اس آپ کے انکار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کے سخت مخالف ہیں۔ کہ اس کو شعبدہ باز، دھوکادہ اور کھلونے باز خیال فرماتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید ان کی نبوت کی تصدیق فرمارہا ہے اور مسلمانوں کو قرآنی حکم ہے کہ ﴿**لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ**﴾ مگر آپ رسول کی خوب عزت کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مثیل ہونے کا دعویٰ ہے۔

ناظرین! انصاف فرمائیں کہ نبیوں کی بابت ایسا اعتقاد جیسا کہ مرزا صاحب کا ہے مشرکانہ ہے۔ یا قرآن کے مطابق ان کے معجزات ماننا مشرکانہ اعتقاد ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ کہ وہ آگ میں سلامت رہے اور آگ ان پر سرد ہوگئی مانتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام سے کچھ ایسی

رقابت ہے کہ ان کے معجزات سے باوجود شہادتِ قرآنی کے انکار کرتے ہیں۔

''ازالہ''، صفحہ ۱۵۸۔ لواب کھلم کھلا سن لو۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　عیسیٰ کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

سبحان اللہ! جس کے مثیل ہونے کا دعویٰ اسی کی بے ادبی، کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حضور میں گستاخانہ قیل وقال کی جائے اور پاسِ ادب نہ رکھا جائے۔

دوم: یہ بھی غلط ہے کہ حسب بشارات آمدم۔

مرزا صاحب کی والدہ یا والد نے کوئی بشارت مرزا صاحب کی نسبت اللہ کی طرف سے نہیں پائی۔ جیسا کہ حضرت مریم کو دی گئی تھی۔ اور نہ قرآن مجید میں آپ کے آنے کی کوئی بشارت ہے۔ جیسا کہ انجیل میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت تھی۔

''براہین احمدیہ''، صفحہ ۴۳۲ و ۴۳۳۔ ''انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں کہ کسی نے رسّی کا سانپ بنا کر دکھایا اور کسی نے مردہ کو زندہ کر کے دکھایا۔ یہ اس قسم کی دست بازیوں سے پاک ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ یہاں تو مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو مانتے ہیں اور شعبدہ وغیرہ دست بازیوں سے پاک فرماتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں جو اوپر درج ہے۔ اپنے ہی بیانات کے مخالف ہے۔ یعنی دست بازی کا الزام حضرت مسیح علیہ السلام کو دیتے ہیں کہ وہ کوئی کل استعمال کرتے تھے۔ تالاب کی مٹی یا سحر سامری سے معجزات دکھاتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کے سات معجزات درج ہیں۔

اوّل: والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت کا ہونا کہ تجھ کو بیٹا خدا کی طرف سے عطا ہوگا۔

دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا۔

سوم: مہد میں کلام کرنا یعنی بحالت شیر خوارگی۔ جبکہ گویائی کی طاقت نہیں ہوتی۔ اپنی

والدہ کی عصمت تصدیق فرمائی۔

چھارم: مٹی کی مورتیں بنا کر ان کو پھونک مار کر اللہ کے حکم سے اڑانا۔

پنجم: اندھا مادر زاد کو بینا کرنا۔ کوڑی کو اچھا کرنا۔ گھر میں جو رکھا ہوا یا جو کچھ کوئی گھر سے کھا کر آئے اس کو بتانا۔

ششم: مردہ کو زندہ کرنا۔

ھفتم: زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور کفار کے ہاتھ سے نہ قتل ہونا اور نہ مصلوب ہونا۔

ناظرین! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب معجزات کا اقرار بھی فرماتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو شعبدہ و دست بازی سے پاک بھی یقین فرماتے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت دست بازی اور سحر سامری وغیرہ تاویلات کرتے ہیں اس کی وجہ سوا اس کے کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے یقین نہیں فرماتے یا ان سے کوئی خاص عداوت رکھتے ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ نصوص قرآنی کے برخلاف اور اپنی ہی تحریر کے برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور تاویلات میں ایسے مطلق العنان ہو جاتے ہیں کہ جائز و ناجائز کلمات کا بھی خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنی ہی تصنیف کے برخلاف چلے جاتے ہیں۔

”براہین احمدیہ“ صفحہ ۲۴۷۔ ”کیونکہ دنیا میں بجز انبیاء علیہم السلام کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں پیش از وقوع بتلایا کرتے ہیں کہ زلزلے آئیں گے، وبا پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑے گا، ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی۔ یہ ہوگا وہ ہوگا اور بارہا ان کی کوئی نہ کوئی خبر سچی بھی نکل آتی ہے۔“

ناظرین! بقول مرزا صاحب معلوم ہو گیا کہ پیشگوئیاں معیار صداقت نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں اور ان کی بھی مرزا صاحب کی مانند بعض

اتفاقیہ بچی نکل آتی ہیں اور بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کے پاس اپنے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

''براہین'' صفحہ ۵۳۷۔ ''اس کے اذن خاص سے ملائکہ اور روح القدس زمین پر اترتے ہیں اور خلق کی اطلاع کے لئے خدا تعالیٰ کا نبی ظہور فرماتا ہے''۔

ناظرین! یہ مضمون متعارض ہے۔ مضامین ''توضیح المرام'' و''ازالۃ الاوہام'' کے۔ جہاں لکھا ہے کہ میری اور مسیح علیہ السلام کی محبت کے سلسلوں کے نر و مادہ سے روح القدس پیدا ہوتا ہے اور ملائکہ ارواح کواکب ہیں اور زمین پر نہیں اترتے۔

دیکھو!..... ''توضیح المرام'' صفحہ ۳۰ الخ۔ ''جبرائیل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود اور حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا ہے۔ اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرائیل وغیرہ فرشتوں کی، انبیاء دیکھتے تھے وہ جبرائیل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔

ملکوت بذات خود زمین پر اتر کر قبض روح نہیں کرتا بلکہ اس کی تاثیر سے قبض روح ہوتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔ ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں۔ وہ سیاروں کے لئے جان کا حکم رکھتی ہیں۔ لہٰذا وہ کبھی سیاروں سے جدا نہیں ہوتے''۔

ناظرین! یہ وہی پرانی مشرکانہ تعلیم ہے جو یونانی حکماء کے خیال تھے۔ جن کی تردید آج جدید علوم ہیئت اور سائنس سے ہو رہی ہے۔

آفتاب و مہتاب ستارے و سیارے وغیرہ اجرام سماوی سب کے سب کرے ہیں جو بذریعہ اسطرلاب و رصد وغیرہ جدید آلات کے پروفیسرانِ جرمن، فرانس، امریکہ نے مشاہد کیا ہے کہ ان میں آبادیاں ہیں اور مریخ وغیرہ میں انسان جیسی آبادی ہے۔

سیاروں اور ستاروں اور شہاب ثاقب وغیرہ اجرام سماوی کا وجود، مفصلہ ذیل اشیاء سے مرکب پایا گیا ہے: لوہا، کانسی، گندھک، سکہ، گمشیا چونا (لائیم)، الومینا، پوٹاش، سوڈا، آکسائیڈ آف منگیز، تانبہ، کاربن۔ ماخوذ از ''موررانیہ جیالوجی'' مصنفہ ڈاکٹر سیریل کینس، صفحہ ۵۵۔ جو صاحب زیادہ اجرام فلکی کی ترکیب کی تحقیقات کا شوق رکھتے ہوں۔ اس کتاب کو دیکھیں۔ پھر مرزا صاحب کا کمال اور علم وفضل وکشف من جانب اللہ معلوم ہوگا۔

تعجب ہے کہ یہ اپنی ہی تحریر کے برخلاف ہے۔ آپ خود ''براہان احمدیہ'' میں جب ہندوؤں پر اعتراض کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتا کو الوہیت کے کاروبار میں خداتعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

دیکھو!...... ''براہان'' صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۳۔ ''اور اب خود ہی یہاں فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہورہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہورہا ہے۔ اور ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ملائکہ دیوتا فرشتوں کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک ہی ہیں''۔ تو جو اعتراض مرزا صاحب نے ہندیوں پر کیا تھا کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتا کو خدا کے کاروبار میں شریک کرتے ہیں۔ وہی آپ پر آتا ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہورہا ہے۔ ارواحِ کواکب اور نجوم کو کاروبارِ الوہیت میں خود شامل فرماتے ہیں۔

''ازالہ'' صفحہ ۲۶۵۔ میں ''تفسیر معالم'' کا حوالہ دیکر کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے فرشتوں کا آنا اور روح کا لے جانا تسلیم کرتے ہیں اور یہاں فرشتوں کا آنا زمین پر نہیں مانتے۔ خود ہی اپنی تردید فرماتے ہیں۔

دیکھو!...... ''ازالہ'' صفحہ ۲۶۸۔ ''مگر اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہن کی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی

ہے''۔

ناظرین! معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کے عقلی دلائل کے خوف سے آپ اپنے دینی مسائل سے انکار کررہے ہیں اور ناجائز تاویلات سے عقل کے مطابق کرنا چاہتے ہیں تو پھر کیوں سرسید مرحوم کی تعلیم من کل الوجوہ قبول نہیں کرتے۔ اور اس کی بعض باتیں تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ پکے نیچری کیوں نہیں ہوتے اور سب ارکانِ اسلام کو رخصت نہیں کرتے۔ کیا یہ معقول ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے باتیں کرتا ہے اور وہ بھی جھوٹی نکلتی ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ آپ کا نکاح آسمان پر پڑھتا ہے اور زمین میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

دوم:۔ سحر سامری کا کون قائل ہوسکتا ہے؟

سوم:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا سرد ہونا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو غیب سے خوراک کا ملنا۔ جس کے آپ قائل ہیں۔ کون مان سکتا ہے؟

چہارم:۔ فرشتوں کی آواز کا سننا۔ آسمان کے دروازوں کا کھلنا خدا کی گود میں بیٹھنا۔ خدا کو دھندلی نظر سے دیکھنا۔ قبور میں دوزخ کی کھڑکیاں ہونا۔ قرآن کو آسمان سے دوبارہ لانا۔ یہ کونسی فلاسفی ہے؟ اور کن جدید علوم کے موافق ہے؟

قیامت کے دن حشر بالاجساد پر کس کا ایمان لانا ممکن ہے۔ کیونکہ جسم گل سڑ گئے ہونگے۔ بس پھر کھلے کھلے نیچری کیوں نہیں ہوتے۔ پھر ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور نیچریت کے مسائل کو توڑ مروڑ کر پیش کرکے ناحق قرآن کے مدعی ہوتے ہیں۔

تعلیم وعمل مرزا صاحب

''حقیقۃ الوحی''، صفحہ ۷۔ ''خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا لالچ، تکبر، عجب، ریا، نفس پرستی اور دوسرے اخلاقی رذائل حقوق اللہ اور حقوق العباد اور طرح طرح کے حجاب شہوات

خواہشات نفسانی قابل صدر فیضان مکالمہ اور مخاطبہ اللہ کا مانع ہے‘‘۔

’’حقیقۃ الوحی‘‘ صفحہ ۸۔ ’’بلکہ کمال انسانی کے واسطے اور بہت سے لوازم و شرائط ہیں اور جب تک وہ متحقق نہ ہوں تب تک یہ خوابیں اور الہام بھی مکر اللہ میں داخل ہیں‘‘۔

ناظرین! اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ مذکورہ بالا بیان رسمی اور معمولی پیروں کی طرح بیان ہی بیان ہے اور دوکانداری ہے۔ یا اس پر انہوں نے خود عمل کر کے وہ مرتبہ حاصل کیا ہے۔ اگر ان کے عمل انکے بیان کے مطابق ہوں گے تو ان کا مرتبے پر پہنچنا ثابت ہے۔ ورنہ وہی مثال نصیحت برائے دیگراں صادق آئے گی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر نظر انکے اعمال پر ڈالی جائے کیونکہ پیر کا عمل مرید کے واسطے نمونہ ہوتا ہے۔ جب پیر کا عمل اس کے گفتار کے مطابق نہ ہوگا تو مرید کس طرح اس کی تعلیم پر عمل کر سکتا ہے؟ اب ذرا مختصر حالات عمل مرزا صاحب گوش ہوش سے سنو۔

ابتداء میں آپ پندرہ روپے کے ملازم ضلع سیالکوٹ میں تھے اور وہاں حکام کی ان بن سے تنگ تھے۔ کیونکہ ان کو علم کا غرور تھا اور افسر ہمیشہ خوشامد چاہتے ہیں اور یہ خوشامدی نہ تھے۔ اس واسطے نوکری سے بیزار تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اس بندگی یا غلامی کی زندگی سے نجات ہو۔ کوئی اور کام کیا جائے، چنانچہ آپ نے قانون کا امتحان دیا مگر قسمت کی خوبی سے فیل ہو گئے۔ ایک رائے صاحب نے ان کو رائے دی کہ چونکہ آپکو ابتدا عمر میں یعنی مکتب خانہ میں بھی بحث و مباحثہ کا شوق تھا اور آپ وہاں تحفۃ اللہ، تحفۃ الہنود، خلعت الہنود وغیرہ کتابیں سنی و شیعہ اور عیسائی مذہب کی دیکھا کرتے تھے۔ اور اس فن میں آپ کو مہارت ہے اگر آپ مناظرہ کی کتابیں تالیف کریں اور کل مذاہب کی تردید کی کتابیں لکھ کر فروخت کریں تو چند ہی دنوں میں آپ کی شہرت ہو جائے گی۔ اور آپ کو معقول آمدنی شروع ہوگی جس سے آپ کو نہ نوکری کی پروا رہے گی اور نہ کسی اور کارخانہ کے

چلانے کی۔ اس رائے سے ان کے دوسرے دوستوں نے بھی اتفاق کیا اور آپ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے اور مسجد چنیاں والی میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملاقی ہوئے۔ اور فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک ایسی کتاب لکھوں کہ کل ادیان کا بطلان کرے اور حقیقت اسلام ظاہر کرے۔ مولوی صاحب نے اتفاق رائے کی اور مرزا صاحب نے اشتہار جاری فرمایا کہ ایک کتاب ایسی جسمیں تین سو دلیل صداقت اسلام پر ہوگی۔ جس کی قیمت دس اور پانچ روپے بعد پیشگی قرار پائی۔ چونکہ اس زمانہ میں ایک عجیب رنگ زمانہ کا تھا کہ تمام طرفوں سے اسلام پر ہر مذہب کے لوگ اعتراض کرتے تھے اور صرف ایک سرسید مرحوم ہے جن کو اسلام کی حفاظت کا عشق تھا اور اس نے اپنی قوت، ہمت، دولت، عزت وغیرہ سب اسلام پر فدا کر کے کمرہمت ایسی باندھی تھی کہ جس کی نظیر نہیں۔

مرزا صاحب کا ایسے وقت میں اشتہار ایسا تھا کہ جیسا کہ بھوکے کو روٹی یا اندھے کو آنکھ۔ پھر کیا تھا، تمام اطراف سے اہل اسلام نے مرزا صاحب کو ہر طرف سے امداد دینی شروع کی اور جیسے شمع پر پروانہ گرتا ہے، مرزا صاحب پر فدا ہونے لگے۔ اور چاروں طرف سے اہل اسلام نے روپے بھیجنے شروع کئے اور مرزا صاحب کو ایک اسلامی پہلوان یا مناظر سمجھ کر ان کی امداد فرض سمجھ کر دل وجان سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور مرزا صاحب کو چاروں طرف سے روپیہ آنا ایسا شروع ہوا کہ مالا مال ہوگئے۔ قرضہ تمام بھی اتر گیا اور خود بھی آسودہ ہوگئے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جہاں مجھ کو دس روپیہ ماہوار آمدنی کی امید نہ تھی لاکھوں تک نوبت پہنچی۔ پھر ''براہین احمدیہ'' کی جلدیں بھی نکلنی شروع ہوئیں'' مگر ''براہین احمدیہ'' کے لکھتے لکھتے مناظر اسلام سے مجدد و مثیل مسیح ومہدی ہونے کا خیال ہوگیا اور انہوں نے جھک جھک کر اپنا دعویٰ شائع کیا اور پھر نبوت کے دعویٰ تک بھی نوبت پہنچی۔ پھر کیا تھا علماء اسلام نے کفر کا فتویٰ دیدیا۔ اور لوگوں نے جن کو دین اسلام کی حمایت منظور تھی

اور انہوں نے اس غرض کے واسطے روپے بھیجے تھے مرزا صاحب سے برگشتہ ہو گئے کہ مرزا صاحب تو اپنی نبوت کا سکہ اہل اسلام پر جمانے لگے ہیں کیونکہ مخالفین اسلام میں سے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوا اور نہ ان کے مناظرہ سے کچھ فائدہ ہوا۔ صرف مسلمانوں کو ہی بیوقوف سمجھ کر اپنا الّو سیدھا کرینگے اور نبوت کا دعویٰ کرینگے۔ چنانچہ پیشگوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا، خواہ ناقص یا ظلی کا لباس اس پر پہنایا۔ یہ لوگ منشی عبدالحق صاحب، بابو الٰہی بخش صاحب، حافظ محمد یوسف، بابو میراں بخش اکاؤنٹینٹ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ وغیرہ تھے اور وہ لوگ تو پیچھے ہٹ گئے مگر چاروں طرف سے کتاب ''براہین احمدیہ'' کی مانگ شروع ہوئی اور تقاضا ہونے لگا کہ کتاب معہود جس کی قیمت وصول کی گئی ہے خریداروں کے پاس پہنچنی چاہیے ورنہ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ مگر مرزا صاحب نے بجائے دلائل صداقت دین وحقیقت اسلام جس کا وعدہ تھا، اپنی تعلیم اور اپنے الہامات اپنے دعویٰ کی تصدیق میں تصنیف کر کے ''حقیقۃ الوحی'' نام رکھ کر کہہ دیا کہ یہی جلد پنجم ''براہان احمدیہ'' ہے۔ چونکہ اختصار منظور ہے، بہت مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔ جس کو زیادہ شوق ہو وہ کتاب ''چودھویں صدی کا مسیح'' مطبوعہ سیالکوٹ دیکھ سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ آمدنی بروئے شرع جائز ہے؟ کہ وعدہ تو کیا کہ تین سو دلیل عقلی حقیقتِ اسلام پر دوں گا اور پھر لکھا کہ چونکہ قیمت کتاب سو روپیہ ہے اور کتاب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے اور اس کے عوض دس یا پندرہ روپیہ قرار پائی ہے۔ دیکھو اشتہار پس پشت ''براہین احمدیہ'' جلد سوم مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ اور لوگوں کا روپیہ جس غرض کے واسطے انہوں نے دیا تھا۔ وہاں خرچ نہ کیا بلکہ لنگر جاری کر کے معمولی پیروں کی طرح جال پھیلایا۔ اور اسی روپیہ سے اپنے دعویٰ کی تصدیق یعنی اثبات نبوت اور اس کی شہرت میں خرچ کیا اشتہار چھپوائے۔ اور اپنی تالیفات فتح اسلام، توضیح المرام، حقیقۃ الوحی، تحفہ گولڑہ وغیرہ وغیرہ کتب میں صرف کیا۔ اور

''براہین احمدیہ'' جس کا وعدہ تھا وہ شائع نہ کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دراصل کوئی کتاب نہ تھی صرف پہلی جلد میں اشتہار، دوسری وتیسری جلد میں مقدمہ اور تیسری کی پشت پر اشتہار کہ تین سو جُز تک کتاب بڑھ گئی ہے، بالکل غلط اور دھوکا دہی تھی کیونکہ چوتھی جلد میں صرف مقدمہ اور ۸ تمہیدات ہیں اور صفحات ۵۱۲ ہیں۔ تمہیدات کے بعد ''باب اول'' شروع ہوا ہے۔ جس میں وہ تین سو دلائل جن کا وعدہ دیکر روپیہ جمع کیا تھا، ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ چہارم جلد کی پشت پر اشتہار دیدیا کہ اب ''براہین احمدیہ'' کی تکمیل خدا نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور ''حقیقۃ الوحی'' کا نام جلد پنجم تصور کر کے بیگانہ مال اپنا بنالیا۔ اب کوئی احمدی بتا سکتا ہے کہ وہ تین سو دلیل اور تین سو جزو کی کتاب کہاں ہے؟ جسکی قیمت بمد پیشگی وصول کی گئی تھی؟ اگر زر چندہ اس غرض پر خرچ نہ کیا جائے جس کے واسطے جمع ہوا تھا بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کیا جائے تو یہ حلال ہے یا حرام؟

اگر کوئی شخص حمایت اسلام کے واسطے روپیہ جمع کرے اور حمایت اسلام نہ کرے بلکہ اسلام کی مخالفت کرے اور شرک بھری تعلیم دے تو وہ روپیہ اس کے واسطے جائز ہے یا ناجائز اور ایسے روپے کھانے سے قلب انسانی سیاہ ہوتا ہے یا روشن؟

مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کی ایک دلیل یا نشان آسمانی یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جہاں مجھ کو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی کی امید نہ تھی اب مجھ کو لاکھوں روپیہ سالانہ آتا ہے۔ اور ابھی تالیفات کی آمدنی الگ ہے اگر فریب سے روپیہ جمع کرنا اور لوگوں کو دھوکا دیکر من جانب اللہ ہونا جائز ہے تو بیشک آپ مرسل وغیرہ جو کہیں ہم مان سکتے ہیں۔ اور اگر یہ دیانت وامانت اور اتقاء اور حقوق العباد کے برخلاف ہے تو کون مان سکتا ہے؟ اگر یہی دلیل صداقت کی ہے تو کئی ڈاکٹر جھوٹے اشتہار دیکر جو پانچ روپیہ سے، پانچ لاکھ روپیہ کے آدمی ہو گئے ہیں بدرجہ اعلیٰ من جانب اللہ اور نبی ہونے کے مستحق ہیں۔

دوم:۔ نعمت مکالمہ الہیہ سوا تزکیہ نفس اور جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی توجہ کسی خاص کام کی طرف لگی ہوئی ہو اور اس کا بوجھ اس کے دل پر ہو تو وہ دوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ تمام مذاہب کے برخلاف تھا اور انکے دل پر تمام مخالفین کے اعتراضات کے جواب دینے اور جرح کرنے کا بوجھ تھا اور روزی بھی ایسی مشکوک تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تو پھر ان کا دعویٰ کہ ''خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور مجھ کو ابن اللہ کہتا ہے، مرسل کر کے پکارتا ہے اور میرا تخت انبیاء علیہم السلام کے اوپر پہنچاتا ہے''۔ کہاں تک درست ہے۔

سوم:۔ جو معیار انہوں نے خود مقرر کیا ہے اسی کے رو سے وہ سچے نہیں مانے جاسکتے۔

دیکھو حاشیہ نمبر ۲، صفحہ ۳۰۴، براہین۔ کیونکہ اولیاء اللہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کا کمایا ہوا روپیہ سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں مخاطبہ و مکالمۃ اللہ کا ہونا محال ہے پس مرزا صاحب لوگوں کا بے تحقیق مال کھا کر کیونکر شرف مکالمہ ذات باری پاسکتے ہیں۔

ناظرین! شاعرانہ خیال سے علم تعبیر خواب، علم نجوم و رمل سے کوئی شخص اولیاء اللہ نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ نبوت کا مدعی ہو۔ باقی رہی معتقدین کی کہانی سو یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنے پیر پر ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا بلکہ سب سے اس کو افضل جانتا ہے۔ بت پرست بھی اپنے اپنے بتوں پر ایسا اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ پیر پرست اپنے اپنے پیر پر۔ جیسا کہ ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ آٹے کا ٹھاکر بنا کر اس کی پوجا کیا کرتی تھی۔ ایک روز کتا اس ٹھاکر جی کو لے بھاگا۔ اس وقت اس عورت نے بڑبڑا کر کہا کہ مہاراج تم تو بڑے ہی رحم دل ہو کہ کتے شریر کو بھی سزا نہیں دیتے۔ بجائے اس کے کہ اس عورت کا اعتقاد ٹوٹ جاتا بلکہ اور زیادہ ہوا۔ یہی حال مرزائیوں کا ہے

کہ چاہے لاکھ نص قرآنی پیش کرو نہ مانیں گے اور قادیان کی طرف سے سب رطب ویابس بلا دلیل تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم: مرزا صاحب کے ایک خط کو یہاں نقل کرتا ہوں جس سے ان کا انصاف تزکیۂ نفس اور نفی خواہشات نفسانی وتوکل علی اللہ کا پتہ لگتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی. والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور الدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ ہم کو بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنا اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اس طرف عزت بی بی فضل احمد کو طلاق پڑ جائے گی۔ تو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ آپ بجز قبول کرنے کی کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح کی کوشش

کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی، مگر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

(راقم: مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج، ۴ مئی، ۱۸۹۱ء)

ایک طرف محمدی کے باپ مرزا احمد بیگ کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے اور مجھ کو اس الہام پر ایسا ایمان ہے جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ پر میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ بات اَن ٹل ہے۔ یعنی خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا۔ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئیں گی، اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی، کیونکہ میں دس ہزار آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کریں گے تو میرا الہام جھوٹا ہوگا اور جگت ہنسائی ہوگی۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز نہیں بدل سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کے پورے پورے معاون نہیں۔ دوسری جگہ ناطہ غیر مبارک ہوگا۔........(الخ)

(خاکسار غلام احمد ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء)

اسی مضمون کا ایک خط مرزا علی شیر کو لکھا جس میں وہی مضمون دھمکی اور لجاجت آمیز فقرے تھے۔ بغرض اختصار نہیں لکھتا۔ یہ خط ۴ مئی کو اقبال گنج سے لکھا تھا۔

ناظرین! اب صرف معاملہ غور طلب یہ ہے کہ ان خطوں سے جن کا ایک ہی مضمون ہے کیا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

اوّل: الہام جھوٹ تھا۔ اگر اپنے الہام پر ایمان تھا کہ جیسا کہ وہ خود قسم کھا کر لکھتے ہیں تو پھر ایسے خطوط لکھنے اور الہام کو سچا کرانے کی کوشش کرنے کی کیا ضرورت تھی، نکاح جو آسمان پر ہوا تھا زمین پر ضرور ہوتا۔

دوم: جھوٹی قسم کھانی ثابت ہوئی، کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمان پر نکاح ہوتا تو زمین پر کیوں نہ ہوا۔ یہ قسم صرف لڑکی کے والدین اور ورثا کو یقین دلانے کے واسطے کھائی تاکہ وہ یقین کر جائیں۔

سوم: خدا تعالیٰ کا بھروسہ چھوڑ کر انسان عاجز کی منت خوشامد کرنا منافی دعویٰ نبوت ہے۔

چہارم: خدا پر بہتان باندھنا کہ اس نے آسمان پر نکاح کیا ہے حالانکہ یہ غلط نکلا۔

پنجم: انصاف کا خون کر کے ایک بے گناہ عورت کو طلاق دلوانا یعنی عزت بی بی کا کیا قصور تھا کہ اس کو طلاق ہوتی۔

ششم: اپنے بیٹے فضل احمد کو انصاف کرنے کے بدلے یعنی اگر وہ بیوی کو طلاق نہ دے تو اس کو عاق کرنا۔

ہفتم: الہامات کا راز کھلتا ہے کہ اپنے الہامات وہ اسی طرح سچے کرانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور جو الزام اُن پر عبداللہ آتھم اور لیکھرام کے متعلق لگائے گئے تھے، وزن رکھتے تھے۔

ہشتم: زبردستی سے برخلاف مرضی ولی محمدی بیگم کے نکاح کی خواہش کرنا۔

نہم: مرزا صاحب خدا کے مقبول نہ تھے اور نہ مستجاب الدعوات۔ کیونکہ بقول ان کے اگر خدا ان کی مانتا تو آسمان پر نکاح کر کے بندوں سے اپنے دوست و رسول کی بے عزتی نہ کراتا اور اس کا الہام نہ جھٹلاتا۔

دہم: جو جو صفات آپ نے فنافی اللہ اور بقاء باللہ والوں کی نسبت تحریر فرمائی ہیں کہ وہ لوگ خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر دنیا و مافیہا سے غافل ہوتے ہیں، غلط ہے۔ ایسی ایسی چالیں و منصوبے تو دنیا داروں کو جو ہمہ تن دنیا کے ہوتے ہیں، نہیں سوجھتیں۔ جو جو تدابیر مرزا صاحب نے اس ناطہ کے حاصل کرنے اور اپنے الہام کے سچا کرنے میں کیں، خطوط

پھر غور سے پڑھو۔

یازدھم: فضیلت توکّل کو بالکل ہاتھ سے دیدینا اور اپنے نفس کی خواہش نہ پوری ہونے سے اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی نہ ہونا اور معمولی دنیاداروں کی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا جو کہ خلاف قرآن ہے۔

دوازدھم: وراثت سے محروم کرنے سے فضل احمد کا رازق ہونا کہ اب وہ بھوکا مریگا اور اخلاقی کمزوری دکھانا اور نص قرآنی کے برخلاف قطع تعلق قریبی رشتہ داروں سے کرنا۔

ناظرین! اب کوئی شک کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عمل ان کی تعلیم کے مطابق نہ تھا۔ صرف ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور تھے۔ اس پر اگر مسلمان ایسے شخص کو امامِ وقت مانیں تو کس طرح مانیں۔ تحریر میں تو آسمان پر چلا جائے، خدا کی گود میں جا بیٹھے، احدیت کی چادر میں مخفی ہو جائے، ابن اللہ بن بیٹھے، نبی اور مرسل ہو، مگر عملی ثبوت یہ دے کہ ایک معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی بے انصافی اور کمزوری ظاہر نہ کرے۔ اب احمدی جماعت کے لوگ ہمیں فرمائیں کہ کونسا گن ہے جس پر ان کو پیر اور امام مانا جائے۔ اور خاص کر اس روشنی کے زمانہ میں پیری مریدی کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آگے پیروں کے پیچھے لگ کر اسلام کی تھوڑی گت بنی ہے جو اب پیر پرستی شروع کریں، اگر کوئی صداقت ہے تو بتاؤ، صرف دعویٰ بلادلیل کون مان سکتا ہے؟

مرزا صاحب کے مرید کہتے ہیں کہ وہ صوفی المذہب تھے۔ اس واسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا صوفیائے کرام کے قول اور فعل سے مرزا صاحب کے قول اور فعل کا مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کیا یہ سچ ہے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو پیر کی خدمت کی، مجھ کو نعمت فقر، گرسنگی، بے خوابی اور دنیا ترک کرنے اور جو کچھ اس میں، میں دوست رکھتا تھا اور

جو چیز میرے آنکھوں میں اچھی معلوم ہوتی تھی ملی ہے۔ مرزا صاحب نے کسی پیر کی خدمت نہیں کی، لذیذ اور مقوی غذائیں کھائیں اور خوابِ آرام نہیں چھوڑا۔ کبھی ہمہ تن ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول نہیں رہے۔ جو شخص تمام دنیا کو چھیڑ کر مخالف بنالے وہ اُن کو جواب دے یا مشغول بخدا ہو۔ زبانی تو ہر ایک اولیاء ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہِ فقر کو وہی شخص پاتا ہے کہ:

''کتابِ خدا بردستِ راست گیرد، وسنت مصطفی ﷺ بردستِ چپ و در روشنی ایں ہر دو شمع میرود۔ تانہ در مغاکِ شبہت افتد و نہ در ظلمتِ بدعت''۔

مرزا صاحب نے مسیح موعود بننے کی خاطر صریح قرآن وحدیث واجماع امت کے خلاف کیا اور حضرت مسیح کی ممات وحیات میں خلافِ قرآن وحدیث تاویلیں کیں۔ معجزات سے انکار کیا۔ ملائکہ کی تعریف ارواح کواکب کی۔ اپنی تصویری بدعتِ شرک کو جس سے ۱۳ سو برس تک اسلام پاک چلا آتا تھا، رواج دیا۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر در نمازے اندیشہ دنیا آمدے آں نماز را قضا کردمے۔ واگر اندیشہ آخرت در آمدے سجدہ سہو کردمے''

مرزا صاحب کو جنہوں نے تمام دنیا کو چھیڑ کر ان کو جواب دینے اور تاویلات کرنے کا ذمہ لیا تھا۔ کب ایسی نماز نصیب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''کہ یک دفعہ دعا برائے شفا کردم ہاتفے آواز و داد کہ اے جنید درمیان بندہ وخدا چہ کار داری۔ تو درمیان ما میا۔ ہر آنچہ فرمودہ اند مشغول شو در آنچہ ترا ابتلا کردہ اند صبر کن۔ ترا با اختیار چہ کار؟''

ناظرین! حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے الہام کو دیکھو کہ کس طرح مقام عبودیت والوہیت کا لحاظ ہے۔ اور مرزا صاحب کے الہامات سے وزن کرو کہ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں۔ کہ اگر تجھ کو

پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ تو سردار ہے تیرا تخت سب انبیاء کے اوپر بچھایا گیا ہے۔

ع ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے الہام کے مقابلہ میں وساوس ہیں یا نہیں؟ تکبر و خودستائی و خودپسندی ہے۔ جس سے عبودیت والوہیت کا کچھ فرق نہیں پایا جاتا۔ کبھی مرزاصاحب کو بھی خدا نے ان کی لغزش پر تنبیہ فرمائی؟ ہرگز نہیں۔ مرزاصاحب نے کبھی نہیں لکھا کہ مجھ کو وسوسہ ہوا یا خداتعالیٰ نے مجھ کو یہ نصیحت کے طور پر فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام خدائی نہ تھے بلکہ وساوس تھے کہ اسباب غرورِ نفس تھے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا پاؤں درد کرتا تھا۔ میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور دم کیا۔

''ہاتفے آواز داد کہ شرم نداری کہ کلام مارا درحقِ نفسِ خود صرف کنی''۔

اور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں کسی درویش نے سوال کیا اور میرے دل میں گذرا کہ یہ شخص تندرست ہے اور سوال کیوں کرتا ہے؟ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک طبق سرپوش میرے آگے رکھا گیا ہے۔ جب اس سرپوش کو اٹھایا تو وہی درویش مردہ اس میں تھا۔ میں نے کہا کہ میں مردہ نہ کھاؤں گا جواب دیا گیا کہ چرا درمسجد خوردی۔

ناظرین! مرزاصاحب کے الہامات تمام خواہش نفس پر مملو ہیں: تو عیسیٰ ہے۔ تیرے دشمن تباہ ہوں گے۔ خدا تیری مدد کو لشکر لے کر آرہا ہے۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خداتعالیٰ کس شخص کی وساوس سے حفاظت کرتا ہے کہ ذرا لغزش ہو تو فوراً عتاب کے طور پر متنبہ کر دیا۔ یا خودستائی اور اپنی بڑائی کے الہام تاکہ نفس زیادہ سرکش ہو یا اس کے خواہش کے مطابق نکاح آسمان پر پڑھا جائے۔ کبھی بھی مرزاصاحب کو ایسا الہام ہوا ہے کہ تو غلطی پر ہے یا مرزاصاحب نے فرمایا ہے کہ مجھ کو ایسا وسوسہ ہوا ہے۔

حکایت: کسی شخص نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ میں ننگا اور بھوکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: ''برو ایمن باش کہ خدا برہنگی و گرسنگی بکسے ندہد کہ بروے تشنیع زند۔ و جہاں را پُر از شکایت کند بصدیقان و دوستان خود دہد''۔

ناظرین! معلوم ہوا کہ دولت دنیا خدا تعالیٰ صدیقوں اور دوستوں کو نہیں دیتا۔ سچ ہے:

عاشقاں از بے مرادی ہائے خویش   با خبر گشتند از مولائے خویش

مرزا صاحب کی ملازمت کا زمانہ اور آخری لاکھوں روپیہ کا مالک اور اس کو نشانِ صداقت قرار دینا کہاں تک درست ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''خدا تعالیٰ از بندگان دو علم مے خواہد یکے شناخت علم عبودیت و دوم علم ربوبیت''۔

مرزا صاحب کا علم ان کی تعلیم سے واضح ہوگیا ہے کہ میں اللہ ہوں اور اللہ میرے میں سے ہے ابن اللہ ہوں احدیت کے پردے میں ہوں وغیرہ۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

ناظرین! چونکہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو تو مرزا صاحب اور ان کے مرید مانتے ہیں اس واسطے ان کی تعلیم سے مرزا صاحب کی تعلیم کا مقابلہ کیا ہے۔ انصاف آپ فرمائیں کہ مرزا صاحب صوفی مذہب کہاں تک تھے۔ وہ لوگ تو دنیا سے یوں بھاگتے تھے جیسا کہ کوئی دشمن سے۔ ان کا قول ہے کہ شعر

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دُوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

صوفیائے کرام کا اصول ہے کہ چونکہ انسان کا ایک دل ہے۔ اس میں صرف ایک کی محبت کی جگہ ہے۔ خواہ وہ خدا کی محبت کو دل میں جگہ دے یا دنیائے دوں کو۔

حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی

اے آنکہ بقبلہ بتاں روست ترا   بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا

دل بستن بایں داں نہ نیکو ست ترا　　چوں یک دل داری بس است یک دوست ترا

کیا وہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا نہیں ہے کہ زر اور دولت حاصل کرنے کے واسطے فریب کرے، جھوٹ بولے، دھوکا دے، خلاف وعدہ کرے، عیش دنیا سے نفس کو لذت دے، اپنے دشمنان کو ڈانٹ بتائے، بعض وقت معمولی اخلاق کو بھی ہاتھ سے دیدے۔ اور پھر منہ سے کہے کہ میں خدا کے لئے لذات نفسانی کی قربانی کر چکا ہوں۔ دنیا جیفہ ہے۔ میں اس سے کنارہ کش ہوں۔ کیا ایسے شخص میں اور معمولی پیروں میں جو مریدوں کو رات دن اپنی کرامتوں کے پھندے میں پھنسا کر ان کے مال سے مزے اڑاتے ہیں۔ کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا اس روشنی کے زمانہ میں اُن کی تعلیم اور خودستائی کی تصنیف ایک سچے رہبر کا کام دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا مرزا صاحب نے ہم کو معمولی پیروں کے پنجے سے چھوڑا کر قادیان میں ہمارا وہی حال نہیں کیا جو ایک زاہد نے ایک بکری کے بچے کو بھیڑیئے سے چھوڑایا اور خود گھر میں لا کر ذبح کر کے کھا گیا؟ اور کیا ہم اب زبان حال سے نہ کہیں گے کہ شعر

کہ از چنگال گرگم در ربودی　　چو آخر دیدمت خود گرگ بودی

ضرور کہیں گے اور مناسب حال ہے کیونکہ ہر ایک احمدی سے ماہواری چندہ وصول ہوتا ہے اور مال مفت دل بے رحم کی مصداق سے بے دریغ خانگی خرچ میں آتا ہے اور کالج وغیرہ لنگر میں بھی خرچ ہوتا ہے۔ جیسا ان پیروں نے نذریں لینے کے واسطے اور مریدوں سے زر وصول کرنے کا آلہ لنگر جاری کیا ہوا ہوتا ہے۔ ویسا ہی مرزا صاحب کا بھی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے چندہ وصول ہوتا ہے۔ ان دوکاندار پیروں، گدی نشینوں میں اور مرزا صاحب میں کچھ فرق ہے تو یہ ہے کہ وہ اشتہاری نہیں اور نہ کالج رکھتے ہیں۔ ویسا ہی اُن کو چندہ بھی کم ملتا ہے۔

ناظرین! کیا صوفیائے کرام کا یہی طریقہ تھا؟ وہ تو اگر طیّب لقمہ نہ ملتا تو فاقہ کشی کرتے مگر بے تحقیق لقمہ ہرگز منہ میں نہ ڈالتے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حدیث شریف میں ہے کہ ”عبادات کے دس ٹکڑے ہیں اس میں سے نو ٹکڑے فقط طلب حلال ہے“۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”حلال کا کھانا کھاؤ تا کہ دعا قبول ہو“۔

حضرت نے فرمایا ہے کہ: ”دس درم دے کر کوئی چیز خرید کرے اور اس میں ایک درم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ اس کی نماز قبول نہ ہوگی“۔

حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غلام کے ہاتھ سے دودھ کا شربت پیا۔ جب پی چکے تو معلوم ہوا کہ یہ شربت وجہ حلال سے نہیں تھا۔ حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دفعہ صدقہ کا دودھ پلایا گیا تھا۔ انہوں نے بھی قے کر دی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تو اتنی نماز پڑھے کہ تیری پیٹھ خمیدہ ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بال کی طرح باریک اور دبلا ہو جائے تو جب تک حرام سے پرہیز نہ کریگا تو روزہ نہ نماز مفید ہوگا اور نہ قبول ہوگا۔

وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ کوئی چیز نہ کھاتے تھے جب تک اس کی اصل حقیقت نہ معلوم ہو کہ کیسی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ ایک دفعہ ان کی والدہ نے دودھ کا پیالہ انہیں دیا۔ پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے اس کی قیمت تم نے کہاں سے دی ہے کہ کس سے مول لیا ہے؟ بعد دریافت کل حال پوچھا کہ بکری کو چارہ کہاں سے دیا ہے۔ یعنی کس جگہ چری ہے۔ معلوم ہوا کہ بکری ایسی جگہ چری ہے جس جگہ مسلمانوں کا حق نہ تھا پس انہوں نے

دودھ واپس دیا اور شبہ میں بحالت پیاس بھی نہ پیا۔

اب ہم باادب تمام دریافت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پندرہ روپیہ ماہوار کا روزگار چھوڑ کر قناعت سے منہ موڑ کر جو قوم کا روپیہ انہوں نے جس غرض کے واسطے لیا تھا۔ جب وہ غرض پوری نہ ہوئی۔ یعنی نہ تین سو جُزو کی کتاب چھپی اور نہ تین سو دلیل مذاہب باطلہ کی بطلان میں شائع ہوئی۔ نہ قوم کو پوری کتاب حسب وعدہ جس کی قوم نے قیمت دی تھی تو اب وہ روپیہ ان کو استعمال کرنا جائز اور حلال تھا؟

دوم: بجائے بطلان ادیان باطلہ، مسلمانوں کی ہی تردید عقائد اور شرک و بدعت کی تعلیم بخلاف وعدہ کی۔ یعنی وعدہ بطلان ادیانِ باطل کا تھا نہ کہ اسلام حقہ کا۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کے ماننے والوں کو مشرک اور حضرت مسیح کو شعبدہ باز کہہ کر قرآن کے برخلاف کیا۔

سوم: جب کبھی رقوم چندہ آتی تھیں کوئی ایسی مثال پیش ہوسکتی ہے یا کوئی احمدی جماعت میں سے پیش کرسکتا ہے کہ فرستندہ چندہ کی آمدنی کا شرعی امتحان کیا جاتا تھا کہ آیا فرستندہ کی آمدنی اور چندہ وجہ حلال سے ہے اور اس میں حرام کا شبہ نہیں۔ یعنی رشوت وغیرہ ناجائز طریقہ سے نہیں اور اگر شبہ ہوا تو زرِ چندہ کبھی واپس کی گئی۔

ناظرین! اگر جواب نفی میں ہے اور ضرور نفی میں ہوگا تو پھر تزکیہ نفس کیا۔ مذہب صوفیائے کرام کیسا ترک، لذات کیسی تمام، کارخانہ ہی درہم برہم ہے۔ بھلا لاکھوں روپیہ آئے اور سب کو ہضم کرنے کے واسطے کچھ وجہ حلال تحقیق نہ کی جائے بلکہ اپنا طریق اس کو حاصل کرنے کا ناجائز ہو۔ یعنی وعدہ کچھ، اور کرنا کچھ، تو پھر ناجائز روپیہ سے فنافی اللہ اور بقاباللہ کا درجہ پانا امر محال بلکہ ناممکن اور مدعی کا دعویٰ قابل تسلیم نہیں۔

پس طریق سلامتی ایمان یہی ہے کہ الگ رہیں کیونکہ مرزا صاحب کو مسیح موعود

ماننا ان کے قول سے لازمی نہیں۔ اگر ہم مرزا صاحب کو نہ مانیں تو گنہگار نہیں اور نہ ہم پر قطع حجت ہے۔ کیونکہ پیشگوئی میں یعنی حدیث پیشگوئی میں صاف صاف عیسیٰ ابن مریم وعیسیٰ نبی اللہ لکھا ہے اور جائے نزول دمشق ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ تم نے مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ کو عیسیٰ ابن مریم کیوں نہ تسلیم کیا اور قادیان کو دمشق کیوں نہ مانا تو ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ خداوند ہم کیونکر سمجھتے کہ تیری مراد دمشق سے قادیان اور عیسیٰ ابن مریم سے غلام احمد تھی۔

کیونکہ جب اسم معرفہ ہو تو وہاں استعارہ مراد نہیں ہوتا۔ دوسرا کلیہ قاعدہ ہے کہ ولدیت خصوصیت کے واسطے ذکر کی جاتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس نام کا دعویٰ نہ کرے اس لئے ولدیت لکھی جاتی ہے غلام احمد کئی شخصوں کا نام ہوسکتا ہے مگر جب ساتھ ہی ولدیت بیان ہو کہ غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ تو اس وقت اسی غلام احمد خاص شخص سے مراد ہوگی اور اس کا اور دوسرا شخص مراد نہیں ہوسکتا۔ پس عیسیٰ ابن مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھی نہ کہ غلام احمد۔ کیونکہ اگر ابن مریم نہ ہوتا تو شبہ ہوسکتا تھا اور مرادی معنی لئے جاسکتے تھے۔

مرادی معنی یا استعارہ کے معنی اسم معرفہ پر کبھی نہیں آسکتے عیسیٰ دمشق دونوں اسم معرفہ ہیں اگر اسم صفات ہوتے تو استعارہ یا مرادی معنی ہوسکتے تھے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ ہمارا ولایت سے چٹھی بھیجے کہ لارڈ جیمس ولد لارڈ سٹورٹ کلکتہ میں فروکش ہوگا۔ اس کا حکم ماننا۔ مگر ایک شخص پشاور میں جاکر کہے کہ میرا نام غلام فرید ہے مجھ کو لارڈ تسلیم کرو اور بادشاہ کی مراد کلکتہ سے پشاور اور جمیس سے مراد غلام فرید ہے تو کون غلام فرید کی من گھڑت بات مان سکتا ہے۔ پس مرزا صاحب کے ماننے کے واسطے ہم پر کوئی قطعی حجت نہیں۔ مرزا صاحب کی تعلیم ماننے سے ہمارے ایمان اور توحید میں شرک واقعہ ہوتا ہے تو جائز طریق یہی ہے کہ ہم الگ رہیں اور ایمان کی سلامتی کا باعث علیحدگی میں ہے۔ انکے

ماننے میں ہمارا حرج ہے اور نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ خود بھی مسلمانوں پر قطع حجت کر گئے ہیں کہ میرا ماننا ضروری نہیں۔ جزو ایمان نہیں۔ مانند دیگر صدہا پیشگوئیوں کے ایک پیشگوئی ہے جو رکن دین نہیں تو ہم کیوں اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالیں اور سلامتی کے کنارہ پر کیوں نہ رہیں؟ کیونکہ ان کی تعلیم مشرکانہ ہے اور شرک ایسا گناہ ہے کہ معاف نہیں ہوسکتا اور دوسری ان کا ماننا جزو ایمان رکن دین نہیں اور نہ ان کے ماننے میں کوئی حرج اور مواخذہ ہے۔ اس واسطے الگ رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ راہ نجات یعنی قرآن اور حدیث چھوڑ کر مشرکانہ تعلیم کے پیچھے پڑنا مواخذۂ آخرت اور عذاب الٰہی کا باعث ہے پس سلامتی ایمان اسی میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت توڑ کر مرزا صاحب کی بیعت قبول نہ کریں اور **خَسِرَ الدُّنیَا وَالأخِرَة** کا مورد نہ بنیں۔ خدا تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس فتنہ اور ابتلا سے بچائے اور اس جماعت میں رکھے جو قیامت تک حق پر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: ”میری امت میں سے تیس آدمی ہوں گے جو جھوٹا دعویٰ نبوت کا کریں گے حالانکہ کوئی نبی میرے بعد نہیں ہے۔ مگر ایک جماعت میری امت میں سے حق پر قائم رہے گی“۔ یعنی قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والی ہے۔ آمین ثم آمین بحرمت محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

ناظرین! میں خاتمہ پر چند سوال و جواب واسطے افادہ اہل اسلام کے لکھتا ہوں تاکہ وہ ان مختصر جوابات کو یاد کر کے مقابلہ کے واسطے تیار رہیں کیونکہ مرزا صاحب کا ہر ایک مرید رات دن تیار ہے اور اسی فکر میں ہے کسی نہ کسی طرح کسی کو گمراہ کروں اور مسلمان چونکہ تیار نہیں ہوتے اس لئے ان کے دھوکا میں آجاتے ہیں۔ وہ مسیح علیہ السلام کی موت کا مسئلہ ہر ایک مجلس میں چھیڑ دیتے اور وہ خود تو طوطی کی طرح اپنے سوال و جواب حفظ کئے ہوتے ہیں اور مسلمان اس سے واقف نہیں ہوتے اس لئے متحیر ہو جاتے ہیں۔

سوال وجواب

سوال احمدی: آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود کیوں نہیں مانتے؟

جواب: چونکہ مرزا صاحب کی تعلیم مشرکانہ ہے اور یہ حضرت مسیح موعود کی شان سے بعید ہے کہ وہ شرک بھری تعلیم دے اس لئے ہم نہیں مانتے۔ کیونکہ مشرک کو نجات ہرگز نصیب نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا ماننا رکنِ دین و جزوِ ایمان نہیں ہے۔ (دیکھو ازالہ اوہام، ص ۱۴۰ اور ۲۰۷)

سوال احمدی: توبہ کرو۔ ایسا الزام مت لگاؤ۔ کہاں اُن کی تعلیم مشرکانہ ہے؟

جواب: ۱...... مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے زمین بنائی آسمان بنایا اور میں اس کی خلق پر قادر تھا۔ (دیکھو صفحہ ۷۹، کتاب البریہ)

۲...... میری اور مسیح کی محبت کے نر، مادہ سے روح القدس پیدا ہوتا ہے اور یہ پاک تثلیث ہے۔ (دیکھو توضیح المرام، صفحہ ۲۱) ناظرین تثلیث کیا اور پاک کیا!

۳...... محمد رسول اللہ ﷺ کا آنا خدا کا آنا تھا۔ یعنی محمد رسول خود خدا ہی دنیا پر آیا تھا۔ (توضیح المرام، ص ۲۸)

۴...... جب کوئی شخص اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے تو خدا کی روح اس میں آباد ہوتی ہے۔ (توضیح المرام، صفحہ ۵۰)

۵...... مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو کہا کہ تو میرے سے بمنزلہ بیٹے کے ہے یعنی ابن اللہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۶۸)

۶...... خدا کی تصویر انسان کے اندر کھینچ جاتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۴۵)

۷...... انسان احدیت کی چادر میں مخفی ہو جاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۵۶)

دوم: مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی اور ان کے معجزات سے انکار کرتے ہیں۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۱۱۔ وہ سچا خدا ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑ دے۔

دیکھو دافع البلا، صفحہ ۱۳۔ بجز اس مسیح کے یعنی مرزا صاحب کے کوئی شفیع نہیں۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۶۲۔ میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنی کوشش سے اس نعمت سے حصہ پالیا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو دی گئی تھی۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۷۲۔ میرے قرب میں میرے رسول کسی سے ڈرا نہیں کرتے۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۷۹۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۰۷۔ اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔

علاوہ دعویٰ نبوت کے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے انکار کرتے ہیں اور جب کبھی اُن کی غلطی یا جھوٹی پیشگوئی بتائی جاتی ہے تو نہایت گستاخی سے جھوٹا الزام تمام انبیاء علیہم السلام پر لگاتے ہیں کہ ان کی پیشگوئیاں غلط نکلتی رہیں بلکہ ان کی بے ادبی سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہ بچ سکے۔ ان کی بھی ایک پیشگوئی معاذ اللہ جھوٹی نکلی۔ کیا ایسا شخص امتی ہونے کا دعویٰ کرے تو سچا ہے؟ ہرگز نہیں۔

دیکھو ازالۃ الاوہام، صفحہ ۳۲۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۱۵۸، ۳۷۵۔ صاف معجزات کے منکر ہیں۔ خاص کر حضرت مسیح کو شعبدہ باز۔ سحر سامری کے کرنے والا بتاتے ہیں اور عمل بالتراب تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ تالاب کی مٹی کفار بھی لا سکتے تھے اور مٹی کی مورتیں بنا سکتے تھے۔

سوال احمدی: مرزا صاحب کامل نبی نہ تھے۔ وہ ناقص اور ظلی نبی تھے۔

جواب: کامل نبی کے بعد ناقص نبی کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہماری عقل ماری ہے کہ کامل نبی کو چھوڑ کر ناقص نبی کی ناقص تعلیم مانیں۔ جیسا کہ وہ تثلیث کی تعلیم دیتے ہیں جو کہ قرآن کے برخلاف ہے: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ...... (الخ)﴾

دوم: نبی کا کوئی اُستاد نہیں ہوتا۔ وہ محض امی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بطور معجزہ علم عطا کرتا ہے تاکہ عوام یہ نہ کہیں کہ سلف کی کتابوں سے دیکھ کر بتاتا ہے اور مرزا صاحب استاد سے پڑھے ہیں۔ اس واسطے نبی نہیں ہوسکتے کیونکہ انہوں نے سرسید مرحوم اور ابن عربی وغیرہ سلف کی تصانیف سے مضامین اخذ کر کے اپنی طرف منسوب کیے ہیں اور حقائق و معارف نام رکھا ہے۔

سوم: کسی نص شرعی سے دو قسم کے نبی کا ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ بعد محمد رسول اللہ ﷺ جس کی تعلیم خدا تعالیٰ نے کامل فرما دی۔ کسی وحی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ ناقص کے بعد کامل کو تسلیم کرسکتے ہیں کہ نقص رفع کر کے تعلیم ناقص کی تکمیل کرے۔ مگر کامل کے بعد ناقص کا آنا ناممکن وغیر واجب ہے۔ محمد رسول ﷺ کے بعد اگر کوئی ناقص نبی ہوا ہے یا کسی نے دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ؟

سوال احمدی: جھوٹے مدعی کو بھی کبھی فروغ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے بہت مرید ہوگئے ہیں۔

جواب: مسیلمہ کذاب کے بہت پیرو ہوگئے تھے چنانچہ چند ہی ہفتوں میں لاکھ سے اوپر مرید ہوگئے تھے اور اس کے آگے عزیز جانیں قربان کرتے تھے اور مسلمانوں سے جنگ و جدال کرتے تھے۔ مرزا صاحب کو اگر کوئی جنگ پیش آتی تو ایک مرید بھی ساتھ نہ دیتا۔ حسن صباح و دیگر مدعیان کا حال روشن ہے کہ ان کے بہت مرید اور پیرو ہوگئے اور آخر کار فنا ہوگئے۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ جس کے مرید بہت ہوں وہ حق پر ہے۔ تعلیم معیار ہے اگر تعلیم

ناقص ہے تو کوئی نہیں مان سکتا۔ جب مرزا صاحب کی تعلیم خلاف شریعت محمدی ہے تو کون مان سکتا ہے؟

سوال احمدی: ہم سے حیات وممات مسیح میں بحث کرلو اگر قرآن سے حیات مسیح ثابت کردو تو ہم مان جائیں گے۔

جواب: قرآن فرماتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ﴾ ﴿وَمُطَهِّرُکَ﴾ یہ ضمائر تمام حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف راجع ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو اپنے قبضے میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور پاک کردوں گا۔

اوّل: عیسیٰ روح اور جسم دونوں کو کہا جاتا ہے۔ نہ کہ صرف روح کو، کیونکہ روح تو پہلے ہی سے پاک ہے اس کو کیا پاک کرنا ہے۔

دوم: اگر رفع روح مانیں تو خصوصیت مسیح علیہ السلام کیا ہوئی۔ روح تو ہر ایک مومن کی بعد مفارقت جسم کے آسمان پر جاتی ہے۔

سوم: خدا کا وعدہ کہ میں تم کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور پاک کردوں گا۔ اس صورت میں سچا ہوتا ہے جب رفع جسمانی ہو اور مسیح علیہ السلام سولی پر نہ چڑھایا جائے۔ جب ہم سولی پر چڑھایا گیا مان لیں۔ تو خدا کا وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ مار کر یعنی طبعی موت سے مار کر تو خدا ہر ایک نیکوکار کا رفع کرتا ہے پھر مسیح علیہ السلام کی خصوصیت اور خدا کا یہ فرمان کہ میں تجھ کو اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا، بے ربط ہے۔ پھر صاف یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے تجھ کو ماروں گا اور روح کو اٹھالوں گا۔ مگر وہاں تو صاف **یٰعیسیٰ** جو کہ روح اور جسم دونوں مرکبی حالت کا نام ہے۔ صرف روح کا رفع کہاں لکھا ہے۔ یہ بالکل محال عقلی خیال ہے کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا ہے، مگر مرا نہیں۔ جب سولی پر چڑھانا

ملعون ہونے کی دلیل ہے تو پھر چاہے جان نکلے یا نہ نکلے۔ وہ ہتک اور بے حرمتی جو ایک نبی کی نہ ہونی چاہئے تھی ہوگئی تو پھر خدا کا وعدہ کیا ہوا۔ دوسرا یہ بالکل بودی دلیل ہے کہ یہودی معہ بادشاہ وقت ایک شخص کو سلطنت کا دشمن یا مدعی سمجھ کر سولی پر لٹکا دیں اور بغیر موت کے اُتار لیں اور اگر مسیح علیہ السلام ایسا ہی قریب المرگ ہوگیا تھا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ صلیب کے عذاب سے بیہوش وقریب المرگ ہوگیا تھا۔ مرا نہیں تو یہ بھی علاوہ خلاف عقل ہونے کے خدا کے وعدہ کے برخلاف ہے۔ وہ تو کافروں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ جب کافروں نے طرح طرح کے عذاب سے مسیح علیہ السلام کو قریب المرگ کردیا یا اپنے زعم میں ہلاک کردیا اور تمام خدائی میں یہ خبر پھیل گئی اور مشہور ہوگیا کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا اور طرح طرح کے عذابوں سے اس کو ہلاک کیا گیا تو پھر خدا کا وعدہ ﴿مُطَهِّرُكَ﴾ ﴿وَ رَافِعُكَ﴾ نعوذ باللہ جھوٹا نکلا چونکہ خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا اور قرآن نے تصدیق بھی کردی کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ اور اللہ نے کافروں سے خفیہ تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر غالب رہی کہ ان کو شبہ میں ڈالا کہ انہوں نے مشبہ مسیح کو مسیح سمجھ کر صلیب پر چڑھایا اور مسیح علیہ السلام کو حسب وعدہ بچالیا اور خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی حکمت سے کام کرتا ہے کہ کوئی تجویز اس پر غالب نہیں آسکتی اور کوئی شخص اس واقعہ کا انکار نہ کرے کہ محال عقل ہے کہ حضرت مسیح کا مثیل خدا نے بھیج دیا اور مسیح کو اٹھالیا کیونکہ وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ اعتقاد بالکل خلاف نص قرآنی اور حدیث نبوی بلکہ اجماع امت ہے کہ مسیح علیہ السلام سولی پر چڑھایا گیا اور مرا نہیں۔

بھلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کو سولی پر لٹکایا جائے اور بموجب رواج امتحان بھی کیا جائے اور ہر ایک قسم کا عذاب بھی دیا جائے۔ مگر مصلوب کی جان نہ نکلے اور اہل مردہ اور زندہ میں تمیز نہ کرسکیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی بے ہوش ہو اور قریب المرگ ہو۔ اس کے سانس

کا آنا جانا تو ضرور محسوس ہوتا ہے اور نبض بھی چلتی رہتی ہے۔ علاوہ براں وہاں تو کئی حکیم اور ڈاکٹر شناخت کے واسطے موجود ہوں گے کیونکہ سلطنت کے مدعی کو پھانسی دی گئی تھی۔ یہ اعتقاد علاوہ نامعقول ہونے کے خلاف واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ اس وقت ایک شخص نے مسیح علیہ السلام کی پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا تھا کہ مسیح مردہ ہے کیونکہ جس جگہ بھالا مارا وہاں سے لہو اور پانی نکلا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مصلوب مسیح جو مثیل تھا، واقعی مر گیا تھا اگر بفرض محال یہ مان بھی لیں کہ صلیب پر قریب المرگ تھا اور ایسی حالت نازک تھی کہ مردہ اور زندہ میں تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ تو مدفون ہو کر تو قبر میں ضرور ہے۔ دم گھٹ کر مر گیا تھا ایسے باغی کی قبر کو بغیر پہرے و حفاظت چھوڑ دینا کہ کوئی اس کو قبر سے نکال نہ سکے معقول نہیں۔ مزید براں جب قرآن کی تائید میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَ اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ**. ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں۔ تحقیق وہ تم میں واپس آنے والا ہے قیامت کے دن سے پہلے۔

پس جو امر قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ وہ بودی عقلی دلائل سے کیونکر مشکوک ہو سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جیسا قرآن سمجھا دوسرا نہیں سمجھ سکتا پس رسول اللہ ﷺ کے معنی جو اخذ کئے گئے ہیں درست ہیں اور جو معنی **مُتَوَفِّیْکَ** کے تجھ کو ماروں گا کرتے ہیں، غلط ہیں۔

سوال احمدی: قرآن سے حضرت مسیح کی موت ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو **مُتَوَفِّیْکَ وَ تَوَفَّیْتَنِیْ**......(الخ)

جواب: **تَوَفّٰی** کے معنی موت کے اس جگہ درست نہیں ہیں **اَخْذُ شَیْءٍ وَ افِیًا** کے ہیں کیونکہ ﴿**مَا قَتَلُوْهُ**﴾ ﴿**وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ ﴿**رَافِعُکَ**﴾ ﴿**وَ مُطَهِّرُکَ**﴾ ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا**﴾ قرینہ معنی اخذ شے کا ہے اور یہی معنی مترجمان و مفسران نے کئے ہیں۔

اختصار کے طور پر لکھتا ہوں۔

۱..... ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب: ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ ''اے عیسیٰ ہر آئینہ برگیرندۂ توام۔ وبردارندۂ توام بسوئے خود''۔

۲..... ترجمہ رفیع الدین صاحب: ''اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف''۔

۳..... ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب: ''اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف''۔

۴..... ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی: ''عیسیٰ دنیا میں تمہاری مدت رہنے کی پوری کر کے ہم تجھ کو اپنی طرف اٹھالیں گے''۔

فائدہ: داؤ جس کا مذکور اس آیت میں ہے۔ وہ یہ تھا کہ یہودیوں نے یکا یک حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر لیا اور براہِ عداوت ان کو سولی پر چڑھایا یہ تو یہودیوں کا داؤ تھا۔ خدا کا داؤ یہ کہ حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ ان کا ایک ہم شکل سولی دیا گیا اور وہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے گئے (نذیر احمد)۔

مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ ''ماروں گا اور تیری روح کو اٹھاؤں گا اپنی طرف'' کسی نے نہیں کیا، اگر کسی نے کیا ہے تو بتاؤ۔ مرزا صاحب کا خود ہی مدعی ہونا اور خود ہی اپنے دعویٰ کے معنی کرنا قابل تسلیم نہیں۔

اب مفسرین نے جو کچھ معنی متوفی کے کئے ہیں۔ بیان کئے جاتے ہیں۔

۱..... تفسیر بیضاوی: **التوفی اخذ شیء وافیا والموت نوع منه**

۲..... تفسیر ابوسعود: **التوفی اخذ شیء وافیا. والموت نوع منه واصله قبض شیء بتمامه.** بھی آیا ہے۔

۳.....قسطلانی: التوفی اخذ شیء وافیا وللموت نوع منه

۴.....تفسیر کبیر: التوفی اخذ شیء وافیا والموت نوع منه

یہ کلیہ قاعدہ ہر ایک زبان کا ہے کہ جب ایک لفظ جسکے کئی ایک معنی ہوں یعنی بہت معنی ہوں تو آگے پیچھے عبارت کو دیکھا جاتا ہے اور جو معنی سیاق عبارت کے مطابق ہوں، وہی معنی درست ہوتے ہیں اب قرآن کی پہلی عبارت کی طرف دیکھو کہ کیا قرینہ ہے اور پھر خود فیصلہ ہو جائیگا کہ کونسا معنی درست ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا پر کہ خدایا مجھ کو ملعون موت سے بچانا۔ پھر خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں تجھ کو اپنے قبضے میں کرلوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھ کو پاک کردوں گا کافروں کے شر سے۔ داؤ کیا کافروں نے اور خفیہ تدبیر کی اللہ نے۔ پر اللہ کی تدبیر غالب رہی کہ کافروں کو شبہ ہوا مگر مسیح نہ تو قتل ہوا اور نہ مصلوب ہوا بلکہ نہیں قتل ہوا یقیناً۔ اب آپ انصاف اور غور سے فرمائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ملعون موت سے نجات مانگتا ہے اور خدا وعدہ دیتا ہے تو پھر **مُتَوَفِّیکَ** کے معنی اس موقعہ پر موت کے کرنے کس قدر غلطی ہے اور مذکورہ بالا آیات قرآنی کے ترجمہ کے کس قدر متعارض ہیں۔ یعنی خدا وعدہ فرماتا ہے کہ تجھ کو پاک کروں گا اور اٹھالوں گا۔ اگر یہ مانیں کہ صلیب پر چڑھایا گیا اور سخت سخت عذاب اس کو دیئے حتیٰ کہ بے ہوش ہوگیا۔ قریب المرگ ہوگیا۔ اور عوام نے اس کو مردہ سمجھ لیا تو پھر خدا کا وعدہ کافروں سے پاک کرنے کا اور رفع کرنے کا معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرتا ہے کیونکہ جب بے حرمتی ہوئی۔ ذلت کی موت مشہور ہوئی۔ صلیب پر ملعون موت سے مرنا یہودیوں کو یقین ہوگیا تو پھر وہی مثال کہ گدھے پر چڑھے مگر پاؤں نیچے رہے تھے۔ صادق آتی ہے۔

جب ایک شخص جس بے عزتی سے ڈرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا مجھ کو اس ذلت سے بچانا اور دعا بھی قبول ہوتی ہے اور وعدہ بھی پاک کرنے اور اٹھائے جانے کا دیا جاتا ہے

تو پھر یہ اعتقاد کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا طرح طرح کے عذابوں سے اس کو تکلیف دی گئی۔ جن کے باعث وہ بے ہوش اور قریب المرگ ہوگیا۔ کیسا وعدہ کے متعارض ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ سولی پر بے ہوش ہوگیا۔ سانس اور نبض بھی بند ہوگئی اور عوام نے اس کو مردہ بھی سمجھ لیا اور پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا مگر مرا نہیں۔

کیا مرزا صاحب کے نزدیک مردے کے سر پر کوئی سینگ ہوتے ہیں۔ کیسی بے دلیل تاویل ہے کہ دیکھنے والے تو مردہ کہتے ہیں اور عذابوں کی سختیوں سے بے ہوش اور قریب المرگ ہونا خود مانتے ہیں مگر اپنے دعویٰ میں محو ہو کر بلا دلیل کہے جاتے ہیں کہ مرا نہیں۔ یہ ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک عزت دار آدمی اپنے مکان کی نیلامی سے ڈر کر اپنی بے حرمتی سے بچنے کے لئے دعا کرتا ہے کہ خدایا مجھ کو اس ذلت سے بچاؤ اور خدا وعدہ بھی کرے کہ میں تیری عزت کا پاس رکھوں گا۔ خدا تعالیٰ کے خوش اعتقاد بندے خدا کا وعدہ بھی پورا ہونا مانیں اور یہ بھی کہیں کہ مکان کی نیلامی کا ڈھنڈورا بھی پھروایا گیا اور مکان نیلام بھی ہوا۔ ہر ایک چھوٹے بڑے میں بلکہ تمام عالم میں نیلام مشتہر بھی ہوا اور ہر ایک کو یقین بھی آ گیا کہ مکان نیلام ہوا مگر پھر بھی بلا دلیل کہنے والا کہتا ہے کہ اس شخص کی نہ تو بے عزتی ہوئی اور نہ مکان نیلام ہوا صرف بولی اور ڈھنڈورا پھروایا گیا تو کیا کوئی شخص مان سکتا ہے کہ اس شخص کی عزت بنی رہی اور خدا نے جو وعدہ کیا تھا کہ تجھ کو بے عزت نہ ہونے دوں گا۔ سچا نکلا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ پس یہی حال مسیح کا ہے کہ بے گناہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ سخت سخت عذاب بے گناہ کو دیئے گئے۔ مار پیٹ سے ایسا بیہوش ہوا کہ مر گیا اور دفن بھی کیا گیا۔ مگر ہمارے بہادر مرزائی کہے جاتے ہیں کہ مرا نہیں۔ یہ وہی مثال ہے کہ گدھے پر چڑھایا گیا اور تشہیر بھی ہوئی، مگر خدا نے اس کی عزت بھی رکھ لی۔

بھلا اجتماع ضدین اس فلسفیانہ زمانہ میں کون مان سکتا ہے۔ قرآنی سیاق عبارت

تو یہی چاہتا ہے کہ اس جگہ **تَوَفّی** کے معنی اپنے قبضے میں لینے اور پناہ دینے کے کیے جائیں۔ نہ کہ موت کے، کیونکہ قرینہ موت کا ہرگز نہیں۔ پس جو جو معنی متقدمین مترجمان ومفسران نے کئے ہیں، وہی درست ہیں کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا ملعون موت کے الزام سے بچانے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا۔ وہ اسی صورت میں وفا ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ چڑھایا جائے اور نہ اس کو صلیب کے عذاب دیئے جائیں۔

مرزا صاحب نے خود بھی ''براہین احمدیہ'' میں **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** کا ترجمہ ''اے عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا'' کیا ہے۔ کیا پوری نعمت سولی پر چڑھانا اور سخت سخت عذاب اور مار پیٹ اور ذلیل کرنے کا نام ہے۔ **مُتَوَفِّیْکَ** کا ترجمہ ''میں تجھ کو ماروں گا''، مرزا صاحب کے اپنے بھی برخلاف ہے۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۳۳۲ میں مرزا صاحب نے **تَوَفّی** کے معنی نیند کے خود قبول کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ''اس جگہ **تَوَفّی** کے معنی حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت ہے جو کہ نیند ہے''۔

قرآن مجید میں **تَوَفّی** کے معنی ''لین دین پورے'' کے ہیں اور ''نیند'' کے بھی ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: (دیکھو قرآن مجید) ﴿**هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ**﴾ (پھر دیکھو قرآن مجید) ﴿**اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی**﴾

ترجمہ: ''خدا تعالیٰ موت کے وقت جانوں کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے، ان کی **تَوَفّی** نیند میں ہوتی ہے۔ یعنی نیند میں ان کو پورا قبض کر لیا جاتا ہے پھر ان میں جس پر موت کا حکم لگ چکتا ہے۔ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور دوسرے کو جس کی موت کا حکم نہیں دیا، نیند میں **تَوَفّی** کے بعد ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے''۔

(پھر دیکھو قرآن): ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾
ترجمہ:'' جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے خدا ان کوثواب پورا پورا دے گا۔ (دیکھو قرآن): ﴿ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ﴾ ترجمہ:'' پھر جس نے جیسا کیا اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا''۔ ﴿وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ یعنی قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دے۔

ناظرین! قرآن مجید میں جس جگہ **تَوَفّٰی** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں ہمیشہ پورا لینے یا دینے کا مطلب اور معنی ہیں **تَوَفّٰی** کے معنی موت کے بھی، ایک نوع ہے۔ یعنی ایک قسم ہے جسکے مجازاً معنی موت ہوتے ہیں۔ نہ کہ حقیقی معنی۔ کیونکہ موت بھی اصل میں روح پر قبضہ حاصل کرنا ہے جس کے صاف صاف معنی لینے کے ہیں۔ حقیقی معنی **تَوَفّٰی** کے پورا لینے کے ہیں اور نیند کے بھی ہیں۔ صرف قرینہ دیکھا جاتا ہے۔ قرآن میں جس جگہ **تَوَفّٰی** سے مراد موت ہے۔ وہاں ضرور قرینہ ہے۔ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾، ﴿یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ﴾، ﴿تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ﴾ غرض ہر ایک میں قرینہ موت موجود ہے۔ اگر قرینہ نہ ہوتا تو کبھی موت کے معنی نہ ہوتے اور ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ میں قرینہ موت نہیں ہے، پس معنی موت کے، غلط ثابت ہوئے۔

سوال احمدی: یہ تو عقل نہیں مانتی کہ ایک شخص ہمیشہ زندہ رہے اور جسم خاکی آسمان پر جاسکے یا زندہ رہ سکے؟

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام کو ہمیشہ زندہ کوئی نہیں مانتا۔ بموجب حدیث شریف کے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعد نزول پینتالیس (۴۵) برس زندہ رہیں گے، نکاح کریں گے، ان کی اولاد ہوگی پھر فوت ہوکر مدینہ منورہ روضہ رسول اللہ ﷺ میں مدفون ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی۔

رفع جسد عنصری معجزہ کے طور پر تھا جس طرح کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے معجزہ تھی۔ اگر آپ معجزہ سے انکار کرتے ہیں تو ہم عقلی ثبوت دینے کو تیار ہیں۔

سوال احمدی: میں معجزہ نہیں مانتا۔ عقلی ثبوت دو۔

جواب: محال عقلی انسان اپنے جہل کے باعث کہا کرتا ہے جب اس کو علم ہو جائے تو پھر اُسی امرِ محال کو ممکن مانتا ہے۔

۱……اربعہ عناصر کے خواص متضاد ہیں۔ یعنی آگ، پانی، خاک، ہوا۔ یہ چاروں ایک ہی وقت ایک ہی جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور انسان اس کو محال عقلی کہتا ہے۔ مگر جب اس کو اپنی جسم کی ترکیب کا علم ہو جاتا ہے تو مان لیتا ہے کہ بیشک متضاد عناصر جمع ہو سکتے ہیں۔

۲……جسد عنصری میں ہوا۔ آگ عالم علوی سے ہیں۔ پانی اور خاک عالم سفلی سے اور یہ سائنس کا مسئلہ ہے کہ غالب عنصر مغلوب عنصر کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔ پس اب غور کرو کہ انسان کے جسد عنصری میں آگ و ہوا پہلے ہی عالم علوی سے ہیں اور تیسرا روح بھی عالم علوی سے ایک لطیف جوہر ہے اور پانی اور خاک دو سفلی عنصر بھی عقلاً مغلوب ہو کر اپنی ہستی دوسرے دو لطیف عنصر میں محو کر سکتے ہیں اور لطیف ہو کر عالم بالا کو جا سکتے ہیں۔ یعنی پانی اور خاک، ہوا اور آگ میں تبدیل ہو کر آسمان پر جا سکتے ہیں تو اس میں محال عقلی تو نہ رہا۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے چاہا کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کرے اور کافروں سے بچائے تو حسب وعدہ اس نے قوی عنصر یعنی آگ و ہوا میں ضعیف عناصر یعنی خاک و آب کو محو کر کے اور روح جو پہلے ہی عالم علوی سے تھا۔ قوت صعود عنایت فرمائے تو اس میں محال عقلی کیا ہوا بلکہ عقلاً تو ہو سکتا ہے کہ جسد عنصری آسمان پر جائے اور یہ بھی علم طبعیات کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ خاک اور پانی دو عنصر اثر قبول کرنے والے ہیں یعنی یہ جھٹ دوسرے عنصر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ پانی کا ہوا ہو جانا روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو پھر رفع جسد عنصری محال عقلی کہنا سخت غلطی

ہے۔

سوال احمدی: مگر ایسا کبھی نہیں ہوا، اگرچہ عقلاً ممکن ہے مگر عادتاً محال ہے۔

جواب:

۱...... عادتاً تو کتب سماوی سے ثابت ہے۔ حضرت ایلیا آسمان پر تشریف لے گئے چنانچہ بائیبل باب سلاطین میں لکھا ہے کہ آتشی رتھ بگولے کے ذریعہ حضرت ایلیا آسمان پر اٹھائے گئے۔ جسکو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔

۲...... حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی آسمان پر جانا انجیل و قرآن سے ثابت ہے اور وہ بذریعہ ملائکہ جن کا آسمان سے آنا اور آنا جانا بلکہ بشکل انسانی متشکل ہونا۔ مرزا صاحب بھی مانتے ہیں، رفع ہوا ہوگا۔ جس طرح فرشتہ آسمان پر چلا گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی لے گیا اس میں محال کیا ہے۔ روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ پرواز کرنے والا وجود نہ پرواز کرنے والے وجود کو ساتھ لے جا سکتا ہے۔

۳...... حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی رفع قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ''ہم نے اسکو اٹھالیا ہے''۔

۴...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا معراج اس جسم عنصری سے جس پر قرآن و حدیث اور اجماع اُمّت ناطق ہے اور یہ معراج حضرت کا آسمان پر جانا بمعیت جبرائیل علیہ السلام ہوا تھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ساتھ تھے اور آپ ایک نوری براق پر سوار تھے۔

سوال احمدی: آسمان پر تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ اعتراض بھی باعثِ جہل علوم جدیدہ سے ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک فرنچ عالم علم ہیئت کی رائے لکھتا ہوں تا کہ آپ کو اپنی غلط فہمی ثابت ہو جائے کیونکہ اب ثابت

ہوگیا ہے کہ تمام سیاروں میں آبادیاں ہیں اور وہاں بھی حرارت یبوست تری ہوا ہے اور انسان اپنے سبب تناسب تاثیراتِ عناصر وہاں زندہ رہ سکتا ہے بلکہ آسمان کے بروج بھی عناصر ہی کی سی تاثیرات رکھتے ہیں۔

فرنچ عالم علم ہئیت آرا گو صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفٹر ڈیتھ''، صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں، لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے، آیا ہم ایسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں تو اثبات میں جواب دینے سے گریز نہ کروں گا۔

سوال احمدی: جو دنیا سے ایک دفعہ مر کر جاتا ہے پھر نہیں آتا تو حضرت مسیح علیہ السلام کس طرح آسکتے ہیں؟

جواب:

اوّل: تو مسیح علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوا۔

دوم: حضرت عزیر علیہ السلام کا دنیا میں آنا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ دیکھو ''ازالہ الاوہام''، صفحہ ۳۶۵۔ خدا کے کرشمہ قدرت نے یک لحہ کے لئے عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے دکھلایا۔ مگر دنیا میں آنا صرف عارضی تھا۔ جب مرزا صاحب عارضی طور پر آنا مانتے ہیں تو ناممکن نہ رہا پس نزول حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ کا دمشق میں واقعہ ہوگا۔ یعنی جس کرشمۂ قدرت سے خدا تعالیٰ عزیر علیہ السلام کو لایا اسی کرشمۂ قدرت سے مسیح علیہ السلام کو لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کرا کر پنتالیس (۴۵) برس زندہ رہ کر طبعی موت سے وفات پا کر مدینہ منورہ میں حضرت کے روضہ مقدس میں مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مدینہ میں مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔

سوال احمدی: یہ تو حضرت محمد رسول اللہ کی کسر شان ہے کہ حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر مانیں اور ان کو زمین پر۔

جواب: یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ خدا تعالیٰ جل وعلیٰ نے ہر ایک نبی کو الگ الگ رُتبہ عطا کیا ہے اور خاص خاص معجزہ عنایت فرمایا۔ ایک نبی کا معجزہ دوسرے نبی سے اکثر نہیں ملتا تو کیا اس میں کسی کی کسر شان ہے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور زندہ اٹھائے گئے تو اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کیا کسر شان ہے کہ وہ باپ سے پیدا ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا عطا ہوا اور ان کے واسطے دریا پھٹ گیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے ایسا نہیں ہوا تو کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کسر شان مانو گے؟ ہرگز نہیں۔

یہ وسوسہ شیطانی ہے کہ خدا تعالیٰ کے پُر حکمت کاموں میں اپنے عقلی دلائل پیش کرنے۔ یہ آپ نے کہاں سے سمجھ لیا جو آسمان پر ہے افضل ہے۔ خالی پلہ ترازو کا اوپر ہوتا ہے اور پُر نیچے۔

ع   خس بود بالائے دریا زیر دریا گوہرے

شیطان نے بھی خدا تعالیٰ کے آگے یہ دلیل پیش کی تھی کہ میری پیدائش آگ سے ہے اور آدم کی پیدائش خاک سے اور آپ لوگوں کی طرح سمجھ بیٹھا کہ خاک عالم سفلی سے ہے اس لئے کم رتبہ رکھتی ہے اور آگ عالم علوی سے ہے اور بلند رتبہ رکھتی ہے۔ جس پر وہ کافر ہوا۔ پس آپ بھی خدا کے واسطے لوگوں کو دھوکا دینے کی خاطر ایسی دلیل پیش نہ کریں۔

خدا تعالیٰ نے تو زمین کو شرف بخشا اور خاکی کو نوری سے تعظیم کرائی، سجدہ کرایا۔ مگر آپ کسر شان سمجھتے ہیں، اس عقیدہ سے توبہ کرو اور خدائی حکم کے برخلاف مت جاؤ اور مرزا

صاحب کی ہر ایک بات بلا دلیل مت مانو اور مرزا صاحب کی ایسی تقلید مت کرو کہ قرآن کے مقابلہ میں اس کی تحریر کو ترجیح دو۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا اور رسول سے تمسخر کرنا ہے کہ غیر کے قول کو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں وقعت دی جائے اور ایسا عقیدہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔

محمد رسول ﷺ کی تو اس میں بلندیٔ رتبہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے اس کے امتی ہونے کی خاطر آسمان پر وقت نزول کے منتظر ہیں اور بموجب احادیث بعد نزول اشاعت دین محمدی کریں گے اور مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پس اس میں افضلیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے نہ کہ کسرِ شان۔

سوال احمدی: حضرت عیسیٰ آسمان پر بول براز کرتے ہونگے۔ حوائج انسانی خوراک وغیرہ ضعفِ پیری سے مرگئی ہوں گی۔

جواب:

اوّل: تو آپ کے اس اعتراض سے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی دینداری معلوم ہوتی ہے کہ خدا اور رسول پر ہنسی اڑاتے ہیں۔

دوم: بول براز کے ایسے مشتاق ہیں کہ تہذیب کو بھی ہاتھ سے دیدیا۔ یہ اعتراض کسی نص شرعی کے مطابق نہیں ہے۔

اب جواب سنو! کہ خدا تعالیٰ جس مخلوق کو جس جگہ رکھتا ہے اپنی حکمت بالغہ سے اس کی طبیعت و حوائج اس جگہ کے مطابق کر دیتا ہے۔ آسمان پر جس قدر مخلوق ہے۔ ان کے حوائج و ضروریات آسمان کی آب و ہوا اور خواص کے مطابق ہیں۔ وہاں کی مخلوق آپ کی طرح نہ روٹی کھاتی ہے۔ نہ پانی پیتی ہے اور نہ بول براز کرتی ہے۔ آپ کوئی موقعہ بتا سکتے ہیں کہ کسی نے آسمان سے آپ پر بول براز کیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی

نسبت یہ اعتراض کس طرح معقول ہے۔ آپ روزمرہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ بچہ ماں کے پیٹ میں غذا بھی لیتا ہے اور پرورش بھی پاتا ہے مگر بول براز نہیں کرتا۔ جب خدا تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی جگہ یعنی ماں کے پیٹ میں بول براز کا انتظام کر دیا ہے اور خوراک بھی ماں کے پیٹ میں اس جگہ کے مطابق کر دی ہے تو آسمان پر جس کا ہر ایک ستارہ زمین سے کئی درجہ بڑا ہے اور وہاں کی مخلوقات بھی زمین کی مخلوقات سے زیادہ ہے۔ بوجہ احسن انتظام کر سکتا ہے۔ جب انسان کو دانت نہیں ہوتے تو اس کے واسطے دودھ ماں کی چھاتی میں پیدا کر دیتا ہے۔ حالانکہ نر مادہ یعنی عورت مرد کی نیچر ایک ہی قسم کی ہے تو خدا تعالیٰ جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس قدر امداد کی کہ کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس کا ہم شکل بھیج کر کفار کو شبہ میں ڈالا، اس کو آسمان پر اٹھا لیا اور اس کو قتل اور صلیب سے حسب وعدہ بچا لیا۔ وہ اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اور اس نے کیا ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام حالت نیند یعنی خواب میں ہے اور تا نزول خواب میں رہیں گے کیونکہ **توفی** کے معنی خواب کے بھی ہیں اور حالت خواب میں انسانی حوائج کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ضعف پیری آتا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مسیح تا نزول ذکر و تسبیح میں مانند ملائکہ مشغول رہیں گے اور کھانے پینے دیگر حوائج سے پاک ہیں کیونکہ ذکر شغل ذات باری تعالیٰ ان کی غذا ہے''۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صوفیا کرام میں سے برگزیدہ بزرگ ہیں، فرماتے ہیں: دیکھو مثنوی جلال الدین۔ شعر

مے خواست کہ گرد و ہمہ عالم یکے دم از بہر تفرح
عیسیٰ شد و بر گنبد دوار بر آمد تسبیح کناں شد

غرض دونوں مذہبوں کا اتفاق ہے کہ حضرت مسیح رحمۃ اللہ علیہ آسمان پر زندہ ہیں اور بعد نزول

امت محمدی کی شریعت کے مطابق نکاح کرکے فوت ہوکر مدینہ میں مدفون ہونگے۔ یعنی نصاریٰ بھی نزول کے قائل ہیں اور مسلمان بھی۔ پس اس صورت میں جس قدر اعتراض مرزا صاحب نے بابت حوائج انسانی وضعف پیری وغیرہ وغیرہ کے ہیں، سب باطل ہوئے۔ ذکرو تسبیح ذات باری تعالیٰ جب زمین پر یہ تاثیر رکھتی ہے، اکثر انسان چالیس دن تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک کچھ نہیں کھاتے تو آسمان پر جس کی ہر ایک چیز لطف ہے۔ بدرجہ اعلیٰ انسان کو انسانی حوائج سے پاک رکھ سکتی ہے۔ قصہ اصحاب کہف بھی حوائج انسانی سے عرصہ تک پاک رہنے کا مؤید ہے۔ صرف بصیرت کی آنکھ درکار ہے۔

یہ اعتقاد کہ حضرت مسیح سولی پر چڑھائے گئے اور طرح طرح کے عذاب سے قریب المرگ ہوگئے تھے اور مرے نہیں۔ علاوہ برخلاف قرآن کے، اناجیل کے بھی جو واقعات کو بتاتی ہیں، برخلاف ہے۔ کیونکہ ہر چہار انجیل میں لکھا ہے ’’کہ مسیح صلیب پر فوت ہوگئے تھے اور بعد امتحان اتار کر دفن کیے گئے اور قبر پر بھاری پتھر لگایا گیا تاکہ کوئی مردہ کو نہ نکال سکے۔ جس سے مرزا صاحب کی تاویل غلط ثابت ہوتی ہے کہ مسیح مرا نہیں ہے۔ صرف صلیب کی تکالیف سے بیہوش ہوگیا تھا اور یہودیوں کو شبہ ہوا کہ مرگیا ہے اور حقیقت میں مرا نہ تھا۔ یہ تاویل بالکل قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح ایسا ہی قریب المرگ اور بیہوش ہوگیا تھا کہ زندہ سے مردہ تمیز نہ ہوسکے اور باوجود امتحان بھی زندہ نہ سمجھا جائے اور داروغہ اور محافظان اس کو مردہ یقین کرکے اس کی لاتوں کو بھی نہ توڑیں کیونکہ شک کی حالت میں مصلوب کی ٹانگیں توڑی جاتی ہیں اور دونوں چور جو کہ مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے ان کی ٹانگیں توڑیں اور مسیح کو مردہ پاکر چھوڑ دیا۔ صاف دلیل یقین کرنے کی ہے کہ جو مشتبہ مسیح مصلوب ہوا تھا۔ سولی پر مرگیا تھا اور مرزا صاحب صرف اپنے دعویٰ کی خاص کر جبکہ قرآن مجید کا مضمون انکی رائے کے برخلاف ہو۔ جب مسلمان کسی حدیث متعارض

قرآن کے قائل نہیں تو مرزا صاحب کی رائے کو قرآن کے مقابل کب مان سکتے ہیں۔ پس قرآن مجید کا فرمانا کہ مسیح علیہ السلام نہ مصلوب ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا درست ہے اور مرزا صاحب کی خود تراشیدہ کہانی جو کہ اناجیل و قرآن کے برخلاف ہے کہ مسیح کشمیر میں مدفون ہے، بالکل غلط ہے۔

بحث قبر عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر

کیونکہ سری نگر کشمیر ایسی جگہ ہے کہ وہاں کوئی عیسائی سوا کشمیری پنڈتوں کے اسلام سے پہلے باشندہ نہ تھا تو حضرت مسیح علیہ السلام جس کو تمام دنیا نے مانا، ممکن نہیں جس جگہ وہ خود رہا ہو اور موت سے مرا ہو ایک شخص بھی ایمان نہ لائے اور ایسے نبی صاحب کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی قبر جس شہر میں ہو وہاں اس کا کوئی پیرو نہ ہو۔

دوم: ایسے بڑے واقعہ کو کوئی مؤرخ بیان نہ کرے بلکہ تاریخ میں تو صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ سوا ہندوؤں کے اسلام سے پہلے غیر ہندو کی کشمیر میں بود و باش نہ تھی۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا ہونا غلط ہے۔

کشمیر کی تاریخ میں صاحب زبدہ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’آبادیش بعد از طوفان نوح است۔ و در زمان سابق رایان ہندو حکمران بودند۔ چہار ہزار سال دہ صد و کری متصرف ماندند۔ تا آنکہ در سنہ ہفت صد و نسبت و پنج ہجری بردست سلطان شمس الدین مفتوح شد۔ و زیادہ بر دو صد سال حکومت در خاندان وے بماند‘‘۔

مفصلہ ذیل مؤرخین یعنی ابو محمد شعری مؤلف زبدہ، شرف الدین یزدی مؤلف ظفرنامہ، اخوند میر مؤلف حبیب السیر، امین احمد رازی مؤلف ہفت اقلیم، محمد بن احمد مؤلف نگارستان، عبداللہ شیرازی، مؤلف وصاف خاوند، شاہ بلخی مؤلف روضۃ الصفا، مرزا حیدر

کاشغری، مؤلف تاریخ رشیدی، شیخ عبدالحق دہلوی مؤلف تاریخ دہلی، و دیگر مؤلفان باغ سلیمان، طبقات ناصری، آئین اکبری، اقبال نامہ۔ سب نے کشمیر کے حالات لکھے۔ مگر ایک نے بھی مسیح علیہ السلام کی قبر کا حال نہیں لکھا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام سری نگر کشمیر میں فوت ہوئے نہ وہاں ان کی قبر ہے۔

سوم: مؤلف خود ساڑھے تین سال خاص سری نگر کشمیر میں رہا ہے اور اس زمانہ میں مرزا صاحب سے حسن ظن اور کچھ عقیدت بھی رکھتا تھا۔ مگر وہاں نہ تو قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی پائی اور نہ کسی اہل علم خاندان کے افراد سے سنا بلکہ نقشبندی خاندان اہلِ علم وہاں مشہور ہے اور بندہ سے واقفیت بھی تھی، کسی نے کبھی مسیح علیہ السلام کی قبر کا ہونا نہیں فرمایا۔ اگر الہام سے مرزا صاحب کو پتہ لگا ہے تو یہ الہام بھی عبداللہ آتھم اور آسمانی نکاح وغیرہ الہامات سے ہے کیونکہ اس کے برخلاف قرآن و اناجیل گواہی دیتے ہیں۔

پس ہر حال میں قرآن مجید کا فرمانا ہی اہلِ اسلام کے لئے معتبر ہے اور قرآن کے مطابق عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے اور مسیح کو مردہ اور اناجیل پر ایمان لانے والا مرتد ہے کہ قرآن سے پھر کر اناجیل کو ماننے لگا اور ان کو قرآن کے مقابل اعتبار دیکر اس پر عمل کرنے لگا۔ جب مسلمانوں نے اناجیل پر عمل کرنا تھا تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی اور ﴿اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ کے کیا معنی؟ یہ قرآن مجید کی صداقت ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت تصدیق کی اور حضرت مریم کی عصمت کی تعلیم دی اور قرآن پاک نے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کا نہ مصلوب ہونا اور نہ قتل ہونا اور ملعون موت سے نہ مرنا اور ذلت کی موت یعنی صلیب پر نہ مرنے کا عقیدہ تمام دنیا میں پھیلایا۔ ورنہ عیسائی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ثابت کر سکے اور نہ یہودیوں نے جو ملعون و ذلیل موت سے مارنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشہور کیا تھا اس کی تردید کر سکے۔ یہ قرآن کا ہی معجزہ ہے کہ ایسے دقیق مسئلہ

کوصاف کردیا کیونکہ اگر بموجب اناجیل حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب پر مرنا مانا جائے تو اس کی نبوت ثابت نہیں ہوتی اور اگر نبوت ثابت کرنا چاہیں تو ملعون موت سے نجات ہوکر ثابت ہوسکتی تھی اس لئے قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا کہ حضرت مسیح نبی اللہ تھے اور وہ نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول ہوئے بلکہ زندہ اٹھائے گئے آسمان پر اور ان کا مشبہ یعنی ہم شکل صلیب پر لٹکایا گیا اور اس پر مرا۔ جیسا کہ اناجیل میں واقعات بیان ہوئے ہیں کہ ''مصلوب مسیح صلیب پر فوت ہوا اور بعد امتحان مردہ پاکر اس کو یوسف کے حوالہ کیا گیا جس نے ان کو دفن کیا''۔ آگے جاکے اناجیل سے رفع حضرت مسیح علیہ السلام ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پھر زندہ ہوکر آسمان پر تشریف لے گئے۔ اب اناجیل اور قرآن کا صرف فرق یہ ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوا اور اٹھایا گیا اور اناجیل کہتی ہیں کہ صلیب پر فوت ہوکر پھر زندہ ہوکر آسمان پر اٹھایا گیا۔ بہرحال مسیح کی زندگی اور آسمان پر جانے میں تو دونوں مذہبوں کا اتفاق ہے اور نزول پر بھی نصاریٰ اور مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ قرآن صلیب پر چڑھنے اور مرنے کی تردید کرتا ہے اور اناجیل ثابت کرتی ہیں۔ چونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ نبی پھانسی دیا جائے اور اس کی ذلیل موت عوام میں مشہور ہو، اس لئے اناجیل کی سند معتبر نہیں کیونکہ ذلیل موت سے مرنا ثابت ہوگیا تو نبی نہ رہا اس لئے قرآن کی تعلیم درست ہے۔

اب اس جگہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشبہ کون ہوا اور بقول مرزا صاحب اس نے اس وقت فریاد کیوں نہ کی کہ میں اصل مسیح نہیں ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس کام کو کرتا ہے، کامل حکمت سے اس کا ہر پہلو کامل کرتا ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی شبیہ جس پر ڈالی گئی تھی تو اس میں تردید کی طاقت ہی نہیں رہی تھی۔ کیونکہ من کل الوجوہ وہ مثیل مسیح ہوگیا تھا اور وہ خود بھی اپنے آپ کو مسیح جانتا تھا اس لئے اس

نے صلیب پر ایلی ایلی پکارا اور جان دی۔

اور روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان کے دماغی حواس پر اگر کوئی عارضہ واقع ہو تو وہ اپنی اصلی حالت بیان نہیں کرسکتا تو پھر مسیح کا مشبہ کیونکر کہہ سکتا تھا۔ جب وہ پورا پورا مسیح بنایا گیا اور یہ ایک قدرت کا کرشمہ تھا۔

دوم: فرشتوں کا متشکل ہونا اور وجود عنصری میں آنا جب اہل اسلام میں مسلم ہے اور مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ بہ شکل انسان متشکل ہوکر زمین پر آجاتے ہیں تو پھر کیا مشکل اور محال ہے کہ خداتعالیٰ نے حسب وعدۂ خود کہ ''تجھ کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا اور کافروں سے پاک کردوں گا''۔ کسی ملائکہ کو بشکل مسیح بھیج دیا ہو اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اٹھالیا ہو۔ کیونکہ اناجیل میں ہے کہ ''جب مریم اور دوسری عورت نے قبر پر جاکر پتھر اٹھوا کر دیکھا تو کفن خالی تھا یعنی اس میں مسیح کی لاش نہ تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ بعد دفن آسمان پر چلا گیا''۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو قبر سے کسی نے چوری نہیں نکالا۔ کیونکہ کفن خالی پایا گیا اگر کوئی چوری لے جاتا تو کفن ساتھ لے جاتا۔

اب ہمارے بعض معترضین کہیں گے کہ وہ لاش فرشتہ کہاں رکھ کے آسمان پر گیا تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس جگہ سے لایا تھا۔

غرض خداتعالیٰ نے جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش خاص طور پر بطریق معجزہ کی تھی اسی طرح اس کی رفع بطریق معجزہ کی۔

اور خداتعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے اور اسی شک کے دور کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ یعنی اللہ غالب حکمتوں والا ہے کافروں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا چاہا تاکہ ان کی نبوت ثابت نہ ہو مگر خدا نے ان کے

ساتھ غالب تجویز کی کہ مشبہ مسیح بھیج دیا اور مسیح علیہ السلام کو بچالیا اور ذلت کی موت سے نجات دی اور یہودیوں کو بزعم خود مسیح علیہ السلام کے قتل کا شبہ ہوا جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ میں قرآن نے فیصلہ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح صلیب پر چڑھایا گیا'' اور قرآن فرماتا ہے کہ ''صلیب پر نہیں چڑھایا گیا''۔ پس اب مسلمانوں کو قرآن ماننا چاہئے یا مرزا صاحب کا فرمانا؟ جو بلادلیل ہے۔

سوال احمدی: مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ تو مسیح موعود ہے اس لئے جب تک مسیح کو فوت شدہ نہ مانیں تو انکا دعویٰ درست نہیں ہوتا۔

جواب: یہ غلط فہمی ہے کہ موت مسیح ثبوت دعویٰ مرزا صاحب سمجھی جائے۔ مدعی کو اپنے دعویٰ کا ثبوت ساتھ لانا چاہئے نہ کہ اگر مسیح زندہ ہے تو دعویٰ نہیں اور اگر مسیح فوت ہو گیا ہے تو مرزا صاحب مسیح موعود ہیں، یہ تو معقول نہیں۔ اگر بفرضِ محال حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان لیں تو پھر بھی بارِ ثبوت مرزا صاحب پر ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی ہی مسیح موعود ہیں اور دوسرا نہیں۔

دوم: الہام تو شریعت میں حجت نہیں، کیونکہ اس میں وسوسہ کا احتمال ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے مرشد کو بھی الہام ہوا تھا کہ تو ''عیسیٰ'' ہے مگر ان کے پیشوا نے ان کو اس وسوسہ سے نکال لیا اگر مرزا صاحب کا بھی کوئی پیر طریقت ہوتا تو ان کو اس وسوسہ سے نکال لیتا۔

سوم: مرزا صاحب کے اپنے الہام اپنے ہی دعویٰ کی دلیل نہیں ہو سکتے اگر مدعی عدالت میں دعویٰ پیش کر کے خود ہی گواہی دے کہ میں سچا ہوں تو عدالت ہرگز قبول نہیں کر سکتی اور نہ ہی مدعی ڈگری پا سکتا ہے۔

چهارم: مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ سچے اور جھوٹے خواب و الہام بدکار و فجار مسلم وغیر مسلم چوہڑے چمار کنجر ڈوم سب کو آتے ہیں اور کنجری بدکاری کی حالت میں بھی سچے خواب دیکھ لیتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خواب و الہام معیارِ صداقت نہیں اور نہ ہی دلیل تصدیق دعویٰ مرزا صاحب ہوسکتی ہے کیونکہ ایک فعل مرزا صاحب کیواسطے دلیل صداقت ہو اور اگر غیر سے وہی فعل صادر ہو تو دلیل صداقت نہ ہو، بعید از انصاف ہے۔ اگر خواب والہام قابلِ اعتبار ہیں تو دونوں کے واسطے اور اگر ناقابل اعتبار ہیں تو دونوں کے واسطے۔ چونکہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ مسیح موعود ہونے میں اپنے خواب و الہام پیش کرتے ہیں اور یہ معیارِ صداقت نہیں، اس لئے وہ مسیح موعود نہیں۔

سوال احمدی: مرزا صاحب قرآن کے حقائق و معارف وتفسیر لاثانی فرماتے ہیں اور یہ ان کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: قرآن مجید کی تفسیر اور حقائق تو ہر ایک زمانہ میں علمائے وقت کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ دُر منثور، بیضاوی، کشاف وغیرہ وغیرہ تفاسیر میں حقائق و معارف کم ہیں۔ کیا وہ سب مسیح موعود تھے؟

شیخ فیضی نے بے نقط تفسیر ''سواطع الالہام'' لاثانی لکھی تھی۔ جس کا جواب یا مثل آج تک کسی نے نہیں لکھا۔ کیا وہ مسیح موعود تھا؟ سر سید مرحوم نے قرآن کی تفسیر وحقائق ومعارف جن کا اخذ اکثر مرزا صاحب کی تصانیف میں ہوتا ہے۔ نئے علوم کے موافق تصنیف فرمائی اور ضروری مسائل تقدیر و تدبیر، دوزخ، بہشت وغیرہ پر روشنی ڈالی، خاص کر مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات پر بحث کی۔ جس کی تقلید مرزا صاحب نے فرمائی۔ کیا سر سید بھی مسیح موعود تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کیونکر مسیح ہوسکتے ہیں؟

سوال احمدی: مرزا صاحب نے قوم کی خدمت کی اور اسلام کی حمایت میں تمام

مذاہب کی بطلان کی یہ ان کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: یہ غلط ہے، بلکہ اہل اسلام نے مرزا صاحب کو مناظر و پہلوان اسلام سمجھ کر مالا مال کر دیا۔ اسلام اور قوم کی خدمت سر سید مرحوم نے کی کہ اپنی کل جائداد، تنخواہ، پنشن وغیرہ سب آمدنی کالج و قوم کی خدمت میں صرف کرتا رہا حتیٰ کہ کفن تک نہ رکھا۔ اس کے مقابل مرزا صاحب نے قوم کے روپیہ سے قرضہ اتارا۔ جائداد بنائی، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ''جہاں مجھ کو دس روپے کی ماہوار آمدنی کی امید نہ تھی اب لاکھوں سالانہ کی آمدنی ہے جس سے اولاد مزے اُڑا رہی ہے''۔ اب غور فرماؤ کہ سر سید زیادہ اہل ہے مسیح موعود ہونے کا یا مرزا صاحب؟ بلکہ سر سید کو لوگوں نے بغیر دعوت قبول کیا اور مرزا صاحب نے اشتہاروں سے تمام دنیا ہلا دی مگر کسی نے ان کو قبول نہ کیا حالانکہ مرزا صاحب نے کرشن جی کا روپ بھی دھارا سر سید ایسا عالی حوصلہ تھا کہ اس نے کیا اور کر دکھایا مگر دعویٰ کوئی نہیں کیا اور مرزا صاحب نے کچھ نہیں کیا اور دعویٰ نبوت کیا۔

یہ سر سید کی تعلیم ہے جو بہ تبدیل الفاظ مرزا صاحب اہل اسلام میں پھیلا رہے ہیں تو کیوں نہ اصل یعنی سر سید کو مانا جائے جس سے مرزا صاحب نے محال عقلی وغیرہ سیکھ کر مسیح کی حیات و ممات و نزول پر بحث شروع کر کے اپنی ایک الگ جماعت بنالی۔ جس کی تہہ میں نیچریت ہے اور قرآن اور حدیث کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پس کھلے کھلے نیچری ہونا چاہئے۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہیں ہونا چاہئے۔

سوال احمدی: چاند اور سورج کو گرہن رمضان میں ہوا اور یہ مرزا صاحب کے دعویٰ کی دلیل ہے۔

جواب: مرزا صاحب نے اُس قول حضرت باقر و محمد بن حسین ﷺ کے غلط معنی کئے ہیں۔ اصل عبارت دیکھو اور اس کے معنی کر کے دیکھو: **قَالَ لِمَهْدِيِّنَا ايَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا**

مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ یَنکَسِفُ القمر فِیْ اَوَّل لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمْضَانَ وَ تَنکَسِفُ الشَّمْسَ فِیْ نِصْفِ مِنْہُ. ترجمہ: ''ہمارے مہدی کے دونشان ایسے ہیں کہ جب سے آسمان اور زمین پیدا ہوئے کبھی ایسے نشان نہیں ہوئے۔ یعنی خرق عادت کے طور پر۔ اول رات رمضان میں چاند کا گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں سورج کا''۔

مرزا صاحب اوّل کے معنی ۱۲و۱۳ اور نصف کے معنی اخیر یعنی ۲۸ و۲۹ کرتے ہیں جو کسی طرح درست نہیں پرائمری جماعت کا لڑکا بھی جانتا ہے کہ اول کے معنی پہلا اور نصف کے معنی آدھا کے ہیں مگر مرزا صاحب اس کے برعکس معنی کرتے ہیں۔ یعنی اول سے نصف اور نصف سے اخیر کے ہیں، جو کسی لغت میں نہیں۔ پس احمدی جماعت کے آدمی وہ لغت کی کتاب لائیں جس میں اول بمعنی نصف رمضان اور نصف رمضان بمعنی اخیر رمضان ہو ورنہ ان کے معنی غلط ہیں۔ تمام زمانہ جانتا ہے کہ سو کا نصف پچاس ہے، نہ کہ ۹۸ پس یہ غلط ہے کہ رمضان میں چاند گرہن خلاف قانونِ قدرت فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اقرار کرتے ہیں کہ رمضان میں خلاف قانون قدرت ہوسکتا ہے یہ منطق مرزا صاحب خود ہی سمجھیں کہ خدا تعالیٰ اول رمضان میں تو خلاف قانونِ قدرت نہیں کرسکتا مگر ۱۲و۱۳ رمضان کو خلاف قانونِ قدرت رمضان میں کرسکتا ہے۔ قول کے الفاظ: ''قانون قدرت کے برخلاف ہونا تھا'' بتا رہے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، جب سے آسمان زمین بنا ہے یعنی بطور نشان خلاف قانونِ قدرت ہوگا مگر مرزا صاحب اس قول کو اپنے دعویٰ کے مطابق کرنے کی خاطر الفاظ کے غلط معنی کرکے تطبیق چاہتے ہیں۔ مگر اول کے معنی نصف کس لغت سے لاسکتے ہیں۔ صرف مدعی اپنے کہنے سے تو ڈگری نہیں پاسکتا، کوئی لغت کی کتاب دکھائیں۔

ماہ رمضان میں سورج اور چاند کو گرہن لگنا

مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ ''رمضان میں کبھی پہلے چاند گرہن و سورج گرہن نہیں

ہوا" غلط ہے۔ نظام قمری کے حساب سے جب چاند و سورج اپنے اپنے دورے کے موافق اس موقعہ پر آئیں گے جس پر یہ اجتماع گرہن ہوا تھا تو ضرور انکو گرہن لگے گا۔ چنانچہ علم ہیئت سے ثابت ہے کہ نظام قمری کے حساب سے ایک دن جو آج گذرا ہے یعنی جس جس مقام پر چاند آج منازل طے کریگا وہ دن دوسو دس برس بعد پھر آئیگا۔ جس سے ثابت ہے کہ رمضان میں ہمیشہ بموجب رفتارِ قمر اسکو گرہن لگتا رہا ہے یعنی دوسو دس برس پہلے لگا تھا اور پھر دوسو دس برس کے بعد لگے گا۔ جیسا کہ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء میں چاند اور سورج کا گرہن ایک ہی مہینہ میں ہوا ہے پھر یہ اقتران گرہن ماہ اپریل میں دوسو دس برس کے بعد ہوگا۔ اب اگر ایک شخص یہ کہے کہ اپریل میں گرہن چاند اور سورج کا میری صداقت کا نشان ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو کوئی مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ رمضان میں اقتران گرہن چاند و سورج میری صداقت کا نشان ہے، غلط ہے۔ کیونکہ قول میں اول رمضان لکھا ہے۔ اول رمضان کو گرہن نہیں لگا نہ سورج گرہن نصف رمضان میں واقع ہوا۔

معجزات وخوارق ومحالات عقلی کے تو مرزا صاحب قائل نہیں بلکہ تمسخر اڑاتے ہیں اور یہاں اپنے مطلب کے واسطے وہ امر جو ابتدائے آفرینش سے یعنی جب سے آسمان و زمین پیدا ہوئے کبھی نہیں ہوا تھا، اس کا ہونا مانتے ہیں۔ یعنی چاند و سورج کے گرہن کا اجتماع رمضان میں صرف مرزا صاحب کی خاطر ہوا اور وہ بھی کھینچ تان کہ غلط معنی کر کے، جو ہرگز قرین قیاس نہیں اور نہ کسی لغت کی کتاب میں ہے تو ہم اب مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اب قانونِ قدرت ومحال عقلی کہاں گیا؟ اول رمضان میں تو محال عقلی اور خلاف قانون قدرت ہے اور جب سے آسمان و زمین بنے ہیں، نہیں ہوسکتا مگر مرزا صاحب کی خاطر قانون ٹوٹ سکتا ہے۔ یعنی وہ امر جو آسمان و زمین کے پیدا ہونے کے وقت سے کبھی نہ ہوا تھا۔ اب ہوا۔ یہ فیصلہ مرزا صاحب کے ہاتھ میں ہے چاہیں کرلیں، کون پوچھ سکتا ہے۔

مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ اگر دہرم پال کہے کہ میری خاطر اپریل ۱۹۱۲ء میں اجتماع گرہن ہوا تو احمدی جماعت مان لے گی کہ بیشک اپریل میں کبھی اجتماع گرہن نہیں ہوا جب سے آسمان وزمین بنا ہے اور دہرم پال کے دعویٰ کو بھی مان لیں گے۔ یہاں تو الفاظ کے معنی بھی غلط نہیں کرنے پڑتے جس طرح مرزا صاحب نے کئے ہیں۔

دوم: حدیث شریف میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:

''کیونکر گمراہ ہو سکتی ہے وہ اُمت جس کے اول 'میں' ہوں اور درمیان 'مہدی' اور آخر میں 'عیسیٰ''۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی اور مسیح الگ الگ ہیں۔ اور مرزا صاحب کا دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے۔ جو کہ مہدی کے بعد آنیوالا ہے پس یہ قول کسوف خسوف کا اجتماع مرزا صاحب کی صداقت کا نشان نہیں۔ کیونکہ یہ ظہور مہدی کا نشان ہے۔ نہ مسیح موعود کا۔ اس کے مقابلہ میں **''لا مهدی الا عیسٰی''** ضعیف ہے۔

سوم: اس قول کو کیوں نہیں پیش کرتے **مِنهَا خُسُوفُ القَمَرِ مَرَّتَینِ فِی رَمَضَانَ** یعنی رمضان میں دو دفعہ چاند گرہن ہوگا چونکہ دو دفعہ نہیں ہوا، دعویٰ درست نہیں۔

عَنْ شَرِیکٍ قَالَ بلخی ان قبل خروج المهدی ینکسف القمر فی شهر رمضان مرتین رواه نعیم عن ابن عباس لایخرج مهدی حتی یطلع من الشمس ایة. یعنی مہدی کا ظہور نہیں ہوگا جب تک آفتاب سے نشان ظاہر نہ ہو۔

عن کسب قال یطلع من المشرق قبل خروج المهدی نجم له ذاب۔ یعنی چونکہ یہ نشان ابھی ظاہر نہیں ہوئے اس لئے دعویٰ صادق نہیں ہے۔

مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اور مہدی کا بھی ہے اور مجدد کا بھی ہے اور کرشن جی کا بھی ہے۔ مگر ان میں علامات اور ثبوت ایک کا بھی نہیں ہے۔ صرف دعویٰ پر کوئی مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر ایک دعویٰ کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ جھوٹا اور سچا

اوراس میں فرق کرنے والی معیار ہوتی ہے۔ مثلاً سونا اور پیتل ایک ہی دعویٰ رکھتے ہیں۔ مگر جب معیار سے پرکھا جائے تو سونا سونا ہے اور پیتل پیتل، پس اسی طرح جب معیار پیشگوئیاں ہیں اوران میں علامات بھی ذکر کردی گئی ہیں تو پھر کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔ علامات کو دیکھ لواور مدعی کو دیکھ لو اگر معیار پر کھرا ہے تو مانو، ورنہ آپ کو اختیار ہے۔ اب میں نیچے علامات ہر ایک کی لکھتا ہوں۔

ناظرین! اگر وہ علامات مرزا صاحب میں پائی جائیں تو ماننے میں کچھ عذر نہیں، کیونکہ اگر صرف دعویٰ ہی پر ماننا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مہدی جاوا، مہدی سوڈانی، مہدی سُمالی لینڈ، مہدی فرانس کو نہ مانا جائے کیونکہ انہوں نے بھی دعویٰ کیا ہے، پس بغیر امتحان شرعی صرف دعویٰ اس بنا پر نہیں مان سکتے کہ مدعی کہتا ہے، کیونکہ دعویٰ جھوٹا بھی ہوتا ہے اور سچا بھی۔

یہ آپ کی سخت غلطی ہے کہ آپ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی کفار نے نہ مانا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مرزا صاحب کی تشبیہ صحیح نہیں۔ مرزا صاحب غلام ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ آقا و مالک۔ جیسا کہ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ ”تو غلام جس طرح آقا نہیں ہوسکتا اسی طرح مرزا صاحب محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہوسکتے۔

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

محمد رسول اللہ ﷺ اپنی صداقت اور نبوت، شریعت، معجزات، کامل وحی براوامر ونواحی اپنے ساتھ لائے تھے اور انہوں نے یک لخت دعویٰ نبوت کر کے اپنا پیغمبر صادق ہونا لوگوں کے دلوں پر جما دیا تھا۔ جنہوں نے معجزات طلب کئے دکھائے اور انکو نور اسلام سے منور کیا۔ ایک امتی کی مثال اس کے نبی سے دینا، بے دینی و گمراہی و کفر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بدزبانی سے مار کھائے اور کہے کہ پیغمبروں اور نبیوں کو لوگ ستاتے رہے ہیں۔ پس میں بھی نبی ہوں تو کیا غیر معقول دعویٰ ہوگا۔ اگر ایک احمدی جھوٹ بولے اور کہے کہ مرزا صاحب

بھی جھوٹ بولتے تھے تو آپ کو کس قدر غصہ آئیگا اور اس کو احمدی سمجھیں گے۔ ہرگز نہیں اسی طرح مرزا صاحب اُمتی ہو کر محمد رسول ﷺ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ مرزا صاحب کی مثال صادق ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب امتی ہیں۔

کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپکو اُمتی بتایا تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس ایمان سے کہتے ہو کہ اگر مرزا صاحب کو جو نہ مانے وہ ان سے ہوگا جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانا۔ کجا بادشاہ کا انکار اور کجا چپڑاسی و مذکوری کا نہ ماننا۔ جب شانِ احمد شانِ غلام احمد سے بالاتر ہے تو غلام احمد کا منکر، احمد ﷺ کا منکر کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب کی مثال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہرگز درست نہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریںگے''۔ اگر انکو نہ مانیں تو حق پر رہیں گے یا غیر حق پر؟ اگر یہ قاعدہ آپ کا درست ہے کہ جو مدعی نبوت کو نہ مانے اُن کفار کی مانند ہے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانا تھا تو آپ فوراً دہرم پال کو جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، مانو۔ اگر نہ مانو گے تو ابوجہل وغیرہ سے ہوں گے۔

دہرم پال تو مرزا صاحب سے دعویٰ نبوت میں زیادہ دلیر ہے اور ڈرتا بھی نہیں۔ مرزا صاحب نے تو ڈر کر باقساط دعویٰ نبوت کیا ہے۔ پہلے مناظر اسلام، پھر مجدد، پھر مثیل مسیح، پھر مسیح موعود، پھر مہدی، پھر کرشن جی۔ غرض یک انار و صد بیمار، ایک جان ہزار دکھ، ایک مرزا صاحب اور اس قدر دعاوی۔ ابھی شاید ان کو علم نہیں تھا کہ زردشت، سید احمد مجدد سرہندی، رام سنگھ کوکا وغیرہ وغیرہ نے بھی آنا ہے۔ ورنہ ان کا بھی دعویٰ کرتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ صرف دعویٰ پر ہی ایک کو مان لینا ہے یا کچھ جھوٹے اور سچے مدعی کی تمیز بھی درکار ہے؟ جس کا جواب معقول یہی ہے کہ جھوٹے اور سچے میں تمیز کر کے ماننا چاہئے۔ پس مسلمانوں کے پاس پیش گویاں مخبر صادق کی ہیں ان کے مطابق جو شخص ہوگا، وہی سچا ہوگا۔

اوّل: تو مسیح موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں کسی میں بھی پنجاب یا ہندوستان جائے نزول مذکور نہیں اور نہ اس کا نام کرشن ہی بتایا گیا ہے، وہاں صاف دمشق ہے۔

دوم: جس قدر یہ پیشگوئی صاف ہے یعنی نام مسیح موعود اس کی والدہ کا نام کیونکہ بغیر باپ پیدا ہوا تھا اور اس کی جائے نزول مذکور ہے۔ تا کہ کسی قسم کا شک مانند حضرت ایلیا نہ رہے اور کوئی جھوٹا مدعی بھی نہ ہو۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ شرقی منارہ دمشق پر نزول فرمائیں گے اگر کوئی پنجاب قادیان کا رہنے والا جس کا باپ بھی ہو اور نام اور باپ کا نام بھی اور رکھتا ہو۔ کیونکر سچا مدعی مانا جاسکتا ہے اگر کہا جائے کہ ان نشانات یعنی جو جو نام صفات حدیثوں میں مذکور ہیں، ان کے مرادی معنی ہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرادی معنوں میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور ہوتی ہے ورنہ بلا مناسبت مرادی معنی تو ہر ایک شخص کرسکتا ہے اور اپنے دعویٰ میں سچا ہوسکتا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہے اور مرادی معنی دمشق کے قصور ضلع لاہور لیتا ہے اور عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ سے مراد زید ولد بکر، تو مرزا صاحب اور اس میں کچھ فرق نہیں اگر مرزا صاحب نے بلا دلیل شرعی مرادی معنی بغیر مناسبت کے لئے ہیں تو مانے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یعنی دمشق سے مراد قادیان کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ حدیث میں ہندوستان کا نام تک نہیں اور نہ موضع قادیان جو اُس وقت آباد بھی نہ تھا، کیونکر دمشق ہوسکتا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ سے مراد غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ لینا بالکل بے ربط ہے۔ اول تو حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ نہ تھا، اس لئے والدہ کا نام مذکور ہوا اور ولدیت سے ہمیشہ مقصود تمیز ہوتی ہے تا کہ کوئی اور شخص اس نام کا دعویٰ نہ کرے۔ جب یہ کہا جائے کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو اس سے صاف مراد وہی شخص ابن مریم نبی اللہ ہوگا، نہ کوئی اور دوسرا شخص بلا دلیل جو چاہے سو بن بیٹھے۔ مگر خدا تعالیٰ قیامت کے دن جب سوال کرے گا کہ تم نے غلام احمد کو عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کیوں مانا تو اس وقت کیا جواب ہو

گا؟ بجز ندامت کے کچھ نہیں۔ پس اب میں نیچے نمبروار نشانات وعلامات حضرت مسیح ومہدی ومجدد کے لکھتا ہوں۔

ناظرین! غور سے علامات پڑھیں اور مرزا صاحب میں اگر وہ صفات پائیں تو بیشک مانیں ورنہ ہلاکت سے بچیں۔

۱...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے'' ......(الخ)

ناظرین! یہاں غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ نہیں ہے صرف عیسیٰ نبی ہے۔ یعنی وہی عیسیٰ جو نبی اللہ تھے، آئیں گے۔

۲...... آنحضرت نے فرمایا: ''ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا: آئیے نماز پڑھائیے۔ فرمائیں گے نہیں۔ تم ایک دوسرے کے امام ہو خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل، امت محمدی ﷺ کے پیچھے اقتدا کریں گے''۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے، واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ مسلم کی دوسری حدیث جو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ؟** یعنی ''**اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ**'' سے دوسرا شخص عیسیٰ ابن مریم کا مغائر مراد ہے نہ جیسا کہ مرزا جی نے اپنے مطلب کے لئے ''**وَھُوَ اِمَامُکُمْ**'' نکال کر، امام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

۳...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''شب معراج، میں ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ قیامت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہوا، انہوں نے کہا: مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بات ڈالی گئی، انہوں نے

کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا تصفیہ رکھا گیا، انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے اور میرے ہاتھ میں شمشیرِ بُرندہ ہوگی، جب وہ مجھے دیکھے گا تو کانپنے لگے گا جیسے رانگ پگل جاتا ہے''۔

۴......آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم خدا پاک کی ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر اُتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو اُٹھائیںگے مال کی کثرت ہوجائے گی اور زرو مال کو کوئی قبول نہ کریگا۔ یہاں تک کہ تمام دُنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا''۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل جانتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اب آیت کے معنی جو مرزا صاحب کرتے ہیں کہ اہل کتاب ایمان لے آئے، غلط ہوئے۔ آیت کی رو سے حضرت مسیح موعود پر سب اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ مگر مرزا صاحب فوت بھی ہوگئے اور اہل کتاب یعنی یہود نصاریٰ سے ایک بھی مسلمان نہ ہوا جس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے۔

۵......عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ شہد ہوکر بہ جا، وہ بہ چلے گی۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں اور بعد نزول زمین پر چالیس سال رہیں گے۔

سیرتِ مسیح

اوّل: عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے، پھر اہلِ

دمشق کو ساتھ لیکر طلب دجال میں نہایت سکینہ سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے سمٹ جائیگی۔ مرزا صاحب قادیان سے کبھی نہیں نکلے۔

دوم: جس کافر کو ان کی سانس کا اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائیگا۔ مرزا صاحب کے سانس سے کافر وہ دلیر ہوئے کہ بزرگانِ اسلام کی ہتک کرتے ہیں اور علانیہ گالیاں دیتے ہیں اور یہ مدعی مسیح موعود کی مہربانی ہے کہ قلمی جنگ کر کے شکست کھائی اور کافر دلیر ہوئے۔

سوم: بیت المقدس کو بند پائیں گے۔ دجال نے اس کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔ اس وقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔

ناظرین! مرزا صاحب نے بیت المقدس دیکھا تک نہیں۔ محاصرہ جنگ کر کے لڑنا پڑتا تو دعویٰ سے دست بردار ہوتے۔ کیونکہ یہ تو قلم کے بہادر ہیں، وہ بھی بلا دلیل۔ جب کفار سے جنگ کرتے تو توپوں اور بندوقوں کے مقابلہ میں جدید ایجاد شدہ قلمیں کفار کو دکھاتے تو کفار بھاگ جاتے۔ اب بھی طرابلس میں قلموں کے جہاز روانہ کرنے چاہئے کہ اسلام کی فتح ہو۔

چہارم: ان کے وقت میں یاجوج وماجوج خروج کریں گے۔ تمام خشکی وتری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔

ناظرین! مرزا صاحب کا کوہ طور بھی قادیان تھا۔

پنجم: روضۂ رسول اللہ ﷺ میں مدفون ہونگے۔ بموجب حدیث جو امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی اور ابن عساکر نے بیان کی ہے **يُدْفَنُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ صَاحِبَهُ فَيَكُوْنَ قَبْرُهُ رَابِعًا.** ترجمہ: یعنی عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہونگے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

ناظرین! مرزا صاحب ناگہانی موت سے لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن

ہوئے۔

ششم: دجال کو باب لُد پر قتل کریں گے، اس کا خون نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے۔

ناظرین! مرزا صاحب نے بجائے قتل دجال کے قلمی اشتہار دے کر جنگ مقدس میں شکست کھائی اور عبداللہ آتھم عیسائی کی موت کی پیشگوئی معیار صداقت ٹھہرا کر شکست کھائی۔ نعوذ باللہ اسلام جھوٹا ثابت کیا۔ سچ ہے دعویٰ کرنا آسان ہے پر ثبوت دینا مشکل ہے۔

نشانات مہدی ؓ مختصر طور پر

۱......"مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور فاطمی النسب ہوگا"۔

ناظرین! مرزا صاحب کا نام غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ قوم مغل ہے۔ مگر ساتھ ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نکتہ چینی بھی فرماتے ہیں کہ فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت! فاطمی ہونے کی ضرورت اس واسطے ہے کہ بوقت جنگ پشت نہ دکھائے یا جھوٹی تاویل کر کے سیف کا نام قلم نہ رکھے۔

۲......مہدی کا ظہور مکہ میں ہوگا۔

مرزا صاحب کبھی مکہ نہیں گئے۔

۳......مہدی رکن میں بیعت لیں گے۔

مرزا صاحب نے قادیان سے قدم باہر نہیں رکھا اور حج تک نہیں کیا۔

۴......رسول اللہ کی تلوار و علم و کرتہ مہدی کے پاس ہوگا۔

مرزا صاحب کے پاس سوا تاویلات کے کچھ نہیں۔

۵......لوگ مہدی کو بیعت لینے کے واسطے مجبور کریں گے اور وہ انکار کریں گے۔

مرزا صاحب اصرار کرتے ہیں اور لوگ انکار۔

۶......مہدی کا ظہور ۳۱۳ آدمیوں کے ساتھ ہوگا۔ جو سب ابدال ہونگے رات کو عابد اور دن

کوشیر۔

مرزا صاحب کے ساتھیوں کی شیری اور عابدی سب کو معلوم ہے۔

۷……سفیانی کے ساتھ جنگ کریں گے۔

مرزا صاحب کو اگر جنگ خواب میں بھی دکھائی دیتی تو دعویٰ سے دست بردار ہوجاتے۔

۸……لاین ٹونس رے وغیرہ میں جنگ کریں گے۔

مرزا صاحب نے یہ مقامات دیکھے تک نہیں۔

۹……کالے جھنڈے پانی پر اتریں گے۔

ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

۱۰……مہدی کی جنگ روم والوں سے ہوگی۔

مرزا صاحب کی جنگ کے نام سے جان جاتی تھی۔

ناظرین! خود غور فرمائیں کہ کوئی بھی علامت مرزا صاحب میں عیسیٰ ومہدی کی پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مرزا جی تو کرشن جی ہیں اور کرشن جی کی حدیث میں نہیں آیا ہے۔

مجدد کی بحث

مجدد کا کام دین میں جو امور بدعی مُرُورِ ایام سے رواج پاگئے ہوں، دور کرنا ہے۔ مگر مرزا صاحب نے بجائے دور کرنے کے اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ بت پرستی، تصویر پرستی کی بنیاد ڈالی جو کہ خلافِ قرآن وحدیث ہے۔ یعنی اپنی عکسی تصاویر بنوائیں اور تقسیم کیں اور غیر ممالک میں روانہ کیں۔ جس سے ۱۳ سو سال سے اسلام، پاک چلا آتا تھا۔ چونکہ یہ فعل خلافِ قرآن وحدیث واجماعِ امت ہے اور مدعی مجدد سے سرزد ہوا ہے اس لئے مجدد مرزا صاحب نہیں ہوسکتے۔

دوم: ''مجالس الابرار'' مجلس ۸۳ میں مجدد کی تعریف ہے کہ ''علمائے وقت اس کا علم وفضل وناقد حدیث ہونا مان کر اس کو مجدد تسلیم کریں''۔ نہ کہ وہ اپنے منہ سے کہے کہ میں مجدد ہوں۔ اور علمی لیاقت یہ کہ علمائے وقت نے کم علم اور حدیث کے نہ جاننے والا مان کر کفر کے فتویٰ ان کی تصانیف کو خلافِ قرآن وحدیث پا کر دیئے جن میں شرک کی تعلیم ہے۔

مجدد کو خود علمائے وقت مانتے ہیں۔ وہ خود دعویٰ نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام شافعی، امام رازی، جلال الدین سیوطی، امام غزالی رحمہم اللہ علیہم اجمعین

مرزا صاحب کو تو معمولی عالم دینیات بھی کسی عالم نے نہیں مانا۔ پس مرزا صاحب مجدد نہیں ہوسکتے۔

سوم: مجدد مشرک وکافر کو نبی نہیں مانتا۔

مرزا صاحب نے کرشن جی کو جو قیامت کے منکر، تناسخ کے قائل، اوتاروں کے قائل، حلول ذات باری کے انسانی وجود میں قائل کو نبی مانا ہے اور کرشن جی کی بروزی تاثیر سے تصویر بنوائی اور شرک کی بنیاد ڈالی۔ یہ کام مجدد کا نہیں۔ پس مرزا صاحب مجدد نہیں ہوسکتے۔

چہارم: مجدد کا کام دین میں جو فتنہ پیدا ہو اس کو دور کرنا ہوتا ہے۔ تعلیم انگریزی وعلم سائنس وغیرہ سے اہل اسلام کے ایمان جو متزلزل ہوگئے تھے اور عقلی جواب دینے سے عاجز ہوکر خود اسلام پر اعتراض کرتے تھے، مجدد اپنی علمی لیاقت سے ان کے اعتراضوں کا جواب دیتا اور اصول اسلام کو غالب کر دکھاتا۔ تب مجدد ہوسکتا تھا۔ مگر مرزا صاحب نے کچھ سرسید سے اخذ کیا کچھ شیخ اکبر محی الدین عربی سے لیا۔ کسی جگہ ملائکہ کو روح کواکب مانا۔ بہشت و دوزخ کی تاویل، حیات وممات مسیح پر محال عقلی کے اعتراض۔ کسی جگہ خودستائی ایسی کہ اس فلسفیانہ عقل اور روشنی کے زمانہ میں جگت ہنسائی کا باعث ہے۔ کہیں ابن اللہ ہونا۔ کہیں خدا

میں ہونا اور خدا ان میں ہونا۔ کہیں خدا کی گود میں بیٹھنا۔ قرآن کو آسمان سے لانا۔ کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو خدائی کے مرتبہ تک پہنچانا۔ انصاف تو کرو! ایسا شخص مجدد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعود مجدد بھی ہوگا اور کرشن بھی ہوگا۔ اور ہندوستان میں ہوگا۔ کوئی نص شرعی ہے تو پیش کرو۔ ورنہ جھوٹے دعوے چھوڑ دو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنَ

کرشن جی کی تعلیم شرک

(ماخوذ از گیتا مترجمہ فیضی)

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام   تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

منم ہر چہ ہستم خدا از من است   فنا از من است و بقا از من است

باشجار پیپل بدانی مرا   برگہائے نارو بدانی مرا

اگر گوش داری چہا میشوی   خدا مے شوی و خدامی شوی

تناسخ

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند   بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند

گرفتار زندان آمد شہ اند   ذبیداَنش جھیم جان خود اند

اور تمام نبیوں کی ہتک کی۔ اور یہ نہ سمجھے کہ ایک وقت ہی میں ایک ہی جگہ چار سو نبی جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ مندروں کے پجاری اور کاہن تھے۔

پنجم: حضرت مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ مرزا صاحب خود ہی مطمئن نہیں ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں مدفون ہے، کبھی طرابلس میں۔ کبھی بیت المقدس میں اور کبھی سری نگر کشمیر میں۔ اور ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ البتہ سری نگر والی قبر کے مجاوروں کو طمع دیکر لکھوانا چاہا مگر مجاور جھوٹ بولنے اور جھوٹی تحریر دینے سے انکار کر گئے۔

(سیف چشتیائی، ص ۱۶۵)

ششم: عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب سے کوئی عالمِ اسلام بحث نہ کر سکتا تھا۔ مرزا صاحب کسی کے ساتھ بحث نہ کر سکتے تھے۔ صرف مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی سے دہلی میں مباحثہ ہوا اور مرزا صاحب وفات مسیح ثابت نہ کر سکے۔ اور صرف ونحو کے قواعد کے خلاف معنی کے الزام کو قبول کر کے علم صرف ونحو سے انکار کر دیا اور مباحثہ بھی ادھورا چھوڑ کر قادیان واپس تشریف لے گئے۔ دیکھو مباحثہ مرزا صاحب۔ مولوی محمد بشیر صاحب جس کا نام حیات مسیح ہے اس کے بعد مرزا صاحب کسی عالم کے روبرو نہیں آئے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو خود دعوت دی جب وہ لاہور میں آئے آپ قادیان سے نہ نکلے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری قادیان تک پہنچے۔ مگر مرزا صاحب نے بحث نہ کی۔ امرتسری مولویوں کو دعوت دی۔ مگر میدان میں نہ آئے۔

حکیم نور الدین صاحب کو مولوی عبد الحکیم صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے وہ تین خط لکھے، مگر سوال دیگر جواب دیگر پا کر انہوں نے کھلی چٹھی پیسہ اخبار ۸ جنوری ۱۹۱۲ء میں حکیم صاحب کے نام شائع کرائی۔ مگر صدائے برنخاست۔

ہفتم: مرزا صاحب کو نبی یقین کرتے ہیں اور عوام کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ موسوی شریعت کے تابع بہت نبی گذرے، کیا وجہ ہے کہ شریعت محمدی کے تابع نبی نہ ہوں۔ پس مرزا صاحب غیر تشریعی اور ظلی نبی نہیں اور بسبب پیروی محمد رسول اللہ ﷺ انکو ظلی نبوت عطا ہوئی۔

ناظرین! یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ کے پہلے باب نبوت مسدود نہ تھا اور اُس وقت غیر تشریعی نبی، تشریعی نبی کے بعد برائے تجدید احکام دین آتے تھے اور خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یا کسی اور مرسل کو خاتم النبیین نہیں فرمایا تھا۔ اس واسطے غیر

تشریعی نبی، موسوی شریعت میں آتے تھے۔ مگر جب محمد رسول ﷺ پیغمبر آخر زمان تشریف لائے اور اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور خَاتِمُ النَّبِیِّیْن کی سند ساتھ لائے تو انکے بعد کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ غیر تشریعی نبی کا کام علمائے امتِ محمدی دینگے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہونگے جو کہ تبلیغ وتجدید شریعت محمدی کرتے رہیں گے''۔ اور اسی پر اجماع امت رہا ہے کہ ۱۳سو برس تک کوئی غیر تشریعی وظلی نبی نہیں ہوا۔ صحابہ کرام سے تو بڑھ کر کسی نے پیروی رسول اللہ ﷺ کی نہیں کی۔ جب وہ نبی نہ ہوئے اور حضرت نے صاف صاف فرمادیا: ''**لانبی بعدی**'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصدیق بھی کردی کہ میں نہ نبی ہوں اور نہ مجھ کو وحی آتی ہے۔ تو مرزا صاحب کیونکر نبی ہوسکتے ہیں۔ حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ جو کہ نزول فرمانے والا ہے اس کو نبوت رسول اللہ ﷺ سے پہلے عطا ہوچکی ہے اور وہ امتی محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوگا۔ اور سابقہ لقب اس کا نبی اللہ کا ہوگا نہ کہ اس کو بعد نزول نبوت عطا ہوگی۔ حضرت محی الدین ابن عربی ''فتوحات'' کے باب ۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کرینگے اور قیامت میں ان کے دو حشر ہونگے ایک حشر انبیاء کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر اولیاء کے زمرہ میں۔ پس مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت سے نبی نہیں ہوسکتے۔

ہشتم: مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نہ مانے یہودی صفت ہے حالانکہ یہودیوں کی مانند مسیح کو فوت شدہ اور اس کے معجزات کو شعبدہ وعمل ترب وسحر سامری کہتے ہیں۔ اور یہودیوں کی مانند حضرت مسیح علیہ السلام کی بے ادبی کرتے ہیں۔ پس یہودی صفت مرزائی ہوئے نہ کہ مسلمان۔

☆☆☆☆☆

بشارتِ محمدی

فی

ابطالِ رسالتِ غلام احمدی

(سنِ تصنیف: 1337ھ بمطابق 1918ء)

تصنیفِ لطیف

قاطع فتنہ قادیان

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

آج کل قادیانی جماعت کی طرف سے زیادہ زور اکثر اس بات پر دیا جاتا ہے کہ حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا نام چونکہ والدین نے محمد (ﷺ) رکھا تھا اس لئے ''سورۂ صف'' میں جو بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے کہ ﴿**یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ**﴾ ''میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہے''۔ اس بشارت کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہے نہ کہ محمد رسول اللہ۔

چنانچہ **انوار خلافت** کے صفحہ ۱۸ پر مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں ''میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں مگر اس کے برخلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم کا ہے''۔

اگرچہ اس دعویٰ بے دلیل اور تاویلات باطلہ متعلقہ دعویٰ ہذا کا جواب لاہور کی مرزائی جماعت خود دے رہی ہے اور مرزا صاحب کی نبوت مستقلہ سے انکار کر کے مجازی وغیر حقیقی نبوت مانتی ہے۔ لاہوری جماعت کا اور ہمارا اتفاق ہے کہ مرزا صاحب بیشک غیر حقیقی یعنی کاذب نبی تھے کیونکہ ہم مرزا صاحب کو بھی ویسا ہی کاذب نبی مانتے ہیں جیسا کہ مذہب اسلام میں ہو کر پہلے بھی کئی اشخاص نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ لاہوری مرزائی جماعت سے ہمارا صرف لفظی تنازعہ باقی ہے۔ اس لئے کہ کاذب نبی مجازی، مجازی نبی، ظلی نبی، غیر حقیقی نبی سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کاذب نبی۔ اور ایسے مدعیان نبوت کا نام حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ نے کاذب ہی رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا: **لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج ثلاثون کذابا کلهم یزعم انه نبی.**

(رواہ الطبرانی عن نعیم بن مسعود، کنز العمال جلد ۷ص ۱۷۵)

یعنی طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ ’’قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کاذب نہ نکلیں، تمام زعم (گمان) یہی کریں گے کہ وہ نبی ہیں‘‘۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبی ورسول ہونے کا جو شخص دعویٰ کرے خواہ اس کا دعویٰ کیسے ہی ذو معنی اور مغالطہ دہ الفاظ میں ہو وہ جھوٹا نبی ہے یعنی اسی کا نام ’’کاذب نبی ہے‘‘۔ کیونکہ ظلی و بروزی نبی کسی شرعی سند سے ثابت نہیں۔ پس مرزا صاحب کو نبی تو ہم بھی مانتے ہیں مگر کاذب نبی نہ کہ صادق نبی۔ ہاں مرزا صاحب کے مرید اور بیٹا ان کو سچا نبی تسلیم کریں تو کریں جیسا کہ دوسرے کذابوں کو گمراہوں نے مانا ہے جو مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا صاحب تک اسی امت محمدیؐ میں سے گزرے ہیں ہر ایک اپنے آپ کو امتی اور قرآن وحدیث کا پیرو بھی کہتا تھا اور مدعی نبوت بھی تھا۔ اسی واسطے ہر زمانہ کے علماء اور خلفاء ان کو کاذب نبی کا نام لے کر نابود کرتے آئے ہیں۔ مرزا غلام احمد چونکہ اسلامی سلطنت کے ماتحت نہ تھے اور نہ ان کو یہ حوصلہ ہوا کہ آپ روم، شام، ایران، افغانستان وغیرہ اسلامی سلطنتوں میں جا کر دعویٰ کرتے اور اپنی صداقت کا ثبوت دیتے۔ کیونکہ خود انہی کا ضمیر انہیں کہتا تھا کہ ’’تو سچا نبی تو ہے نہیں‘‘۔ اسلامی سلطنت میں دوسرے کذابوں کی طرح عدم ثبوت دعویٰ نبوت میں ضرور مارا جائے گا لہٰذا پنجاب سے کبھی باہر نہیں گئے حالانکہ تبلیغ کے لئے ہجرت کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے مگر مرزا صاحب مارے ڈر کے حج تک نہ گئے۔ اس پر دعویٰ کہ میں متابعت تامہ سے فنا فی الرسول ہو گیا ہوں۔ نبی ورسول کا رتبہ براہ راست حاصل کر لیا ہے۔ اور خبر اتنی نہیں کہ ایک عظیم القدر رکن ہی اسلام کا جب ادا نہیں کیا تو پھر متابعت تامہ کس طرح ہوئی کہ منجملہ پانچ ارکان اسلام کے ایک رکن ہی مدار اس دعویٰ بلا دلیل کو کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ لاہوری مرزائی قادیانی مرزائی

جماعت سے اعتقاد میں الگ ہے۔ظلی ، بروزی، استعاری، مجازی، اشتراکی، مختاری و غیر حقیقی وغیرہ وغیرہ سب کے معنی جھوٹے نبی کے ہیں۔مثلاً ایک نے کہہ دیا میں مرزا صاحب کو کاذب نبی مانتا ہوں۔دوسرے نے کہا میں ان کو غیر حقیقی نبی مانتا ہوں۔تیسرے نے کہا میں مرزا جی کو مجازی نبی مانتا ہوں۔چوتھے نے کہا میں مرزا صاحب کو جھوٹا نبی جانتا ہوں۔اور پانچویں نے کہا کہ میں انہیں اصلی اور سچا نبی نہیں مانتا۔تو اہل علم و عقل کے نزدیک سب کا مطلب ایک ہی ہے۔کہ مرزا صاحب سچے نبی ہرگز نہ تھے۔اب ظاہر ہے کہ حسن وجود میں سچ کی نفی ہو تو پھر جھوٹ کا اثبات ہے۔کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔پس جب نبی ہے اور حقیقی نبی نہیں تسلیم ہوا تو ضرور جھوٹا نبی ہے۔اور یہ معنی امتی نبی اور کاذب نبی کے ہیں۔جس کی تشریح اس حدیث نے کی ہے کہ ”امتی ہو کر نبوت کا دعویٰ کرنے والا کاذب نبی ہے“۔نتیجہ یہ ہوا کہ لاہوری جماعت مرزائیہ اور دوسرے مسلمانان روئے زمین مرزا صاحب کو سچا نبی نہیں تسلیم کرتے۔اب رہا قادیانی مرزائیوں کا اعتقاد کہ وہ مرزا کو مستقل نبی تسلیم کرتے ہیں بلکہ تمام انبیاء سے افضل۔اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بعض صورتوں میں کم اور بعض میں برابر اور بعض صورتوں میں آپ سے بھی افضل مانتے ہیں اور اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بسا اوقات اہل علم و عقل کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ ان کے حواس درست نہیں۔مرزا صاحب خود لکھتے ہیں ؏

ہر نبوت را بروشد اختتام

اور ”نزول مسیح“ صفحہ ۵ کے حاشیہ میں صاف لکھ دیا کہ مستعار طور پر مجھ کو نبی و رسول کہا گیا ہے۔جس کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی نہیں تو غیر حقیقی نبی مجھے ضرور کہا گیا ہے۔مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی خدا نے کہا ہے یا کسی اور نے دھوکہ سے وسوسہ میں ڈالا ہے تاکہ امت محمدی میں فساد برپا ہو۔

جس آیت میں آنے والے رسول (احمد) کی بشارت ہے، وہ یہ ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ترجمہ:۔ جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ کتاب تورات جو مجھ سے پہلے نازل ہوچکی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک اور پیغمبر کی تم کو خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب وہ احمد آیا بنی اسرائیل کے پاس کھلے معجزے لے کر تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

(صفحہ ۱۹۷، نذیر احمد)

قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے کہ اس کی اصلی عبارت دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اصلی مطلب کیا ہے۔ اور دھوکہ دینے والا خواہ لاکھ دھوکہ دے، غلط بیانی کرے، اس کی ایک نہیں چل سکتی۔ اب قرآن شریف کے الفاظ و معانی اور ترکیب نحوی تو صاف بتارہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہے۔ پیشگوئی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری سے پوری ہوگئی۔ اور آج تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ احمد و محمد و فارقلیط جو آنے والا تھا وہ رسول عربی تشریف لاچکے اور آپ کی نبوت و رسالت کا سکہ چاردانگ عالم میں بیٹھ گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اکناف عالم میں اسی رسول عربی ﷺ کو عملی طور پر اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کر دکھایا جس کا ثبوت دلائل ذیل سے ظاہر ہے:

۱...... چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ چونکہ بَعْدِیْ میں ''ی'' متکلم کی ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد رسول

اللہ ﷺ تشریف لائے۔ نہ کہ مرزا غلام احمد جی آئے۔ جب واقعات شاہد ہیں کہ غلام احمد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ۱۳ سو برس بعد آیا تو ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا رسول مرزا غلام احمد ہرگز نہیں۔ کیونکہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی بَعْدِیْ کی شرط ہے یعنی جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے گا وہی رسول موعود ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اسی ''سورۃ صف'' میں آگے فرماتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ط وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ترجمہ: وہ خدا ہی تو ہے جس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین کو برا ہی معلوم ہو۔ اب فرمان خداوندی سے معلوم ہو گیا کہ وہ رسول آنے والا جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ رسول آ گیا اور کس طرح آیا اور کیا کچھ ساتھ لایا؟ اس کی علت غائی کیا تھی؟ اس آیت شریف میں ایک تو اس رسول آنے والے کی یہ صفت ہے کہ وہ ہدایت اور دین حق لے کر آیا۔ دوسری صفت اس رسول کی یہ ہے کہ وہ اس دین کو جو ساتھ لایا ہے اسے دوسرے دینوں پر غالب کر دکھائے۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ وہ صفات جو رسول کی قرآن شریف نے بیان فرمائی تھیں کس رسول میں تھیں۔ آیا رسول عربی ﷺ میں یا پنجابی مدعی رسالت میں جس کا نام غلام احمد تھا۔ یہ ظاہر ہے اور تاریخ اسلام اور احادیث نبوی بلکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ رسول عربی ﷺ ہی اپنے ساتھ ہدایت اور دین حق یعنی قرآن مجید لائے اور بینات یعنی معجزات بھی ساتھ لائے تاکہ کفار پر حجت قائم کریں۔ چنانچہ بہت سے معجزات دکھائے از انجملہ شق القمر کا معجزہ خاص تھا۔ جس کو خاص طور پر کفار عرب نے جادو کہا تھا۔ چنانچہ پنجابی کا ایک شعر ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کا نام تورات میں ایک لڑکے نے دیکھا تو یہود سے پوچھا محمد کون ہے؟ یہود نے کہا ؎

کہے یہود محمد وڈا ساحر ہے لاثانی　　چن اتار کرے دوٹکڑے بھیج دیوے آسمانی

پس حضرت محمد ﷺ کے معجزات کو کفار عرب نے جادو کہا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کو معجزہ ایسا دیا گیا جو اس کی ذات سے مخصوص تھا مگر میرا معجزہ ایسا ہے کہ قیامت تک رہے گا۔ جس سے ثابت ہوا کہ ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ رسول عربی کے آنے سے پورا ہوگیا۔ کیونکہ قرآن سب سے بڑھ کر معجزہ ہے اور نشانات بیّنات سے پُر ہے۔ کیونکہ جآءَ صیغہ ماضی کا ہے اور اس میں ضمیر مستتر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ جس رسول کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ نزول قرآن کی اس آیت کے وقت ہی آگیا تھا اور کفار نے آپ کے معجزات دیکھ کر ہی ﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ بھی کہا تھا۔

۲...... **دین حق** یعنی شریعت ساتھ لایا۔ اس کے مقابل مرزا غلام احمد صاحب نہ تو کوئی دین حق ساتھ لائے اور نہ کوئی کتاب آسمانی جو دستور العمل ہوسکتا تھا ساتھ لائے نہ صاحب معجزہ تھے۔ صرف رمل و نجوم کے علم سے پیشگوئیاں کرتے اور جب وہ جھوٹی ثابت ہوتیں تو تاویلات باطلہ کرلیا کرتے۔ مرزا جی نے کبھی کوئی معجزہ نہ دکھایا۔ اور نہ قوم نے ان کا معجزہ سحر سمجھ کر انہیں ساحر کہا۔ چنانچہ مرزا جی خود فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

یعنی نہ میں رسول ہوں اور نہ کوئی کتاب ساتھ لایا ہوں۔ پس جب رسول کی صفات مرزا جی میں موجود نہیں تو پھر وہ اس قرآنی پیشگوئی کے مصداق کیوں کر ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

دوم: بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں کہ **اسْمُهٗ اَحْمَدُ** والی پیشگوئی مسیح موعود کے حق میں ہے تو بوجوہات ذیل غلط ہے۔

الف:۔ مسیح موعود تو وہی عیسیٰ بن مریم ہے جو پیشگوئی کر رہا ہے کہ میرے بعد ایک رسول ایسا دین لے کر آتا ہے کہ سب ادیان پر اسے غالب کر دے گا۔ اگر مسیح موعود مراد ہوتے تو اسے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں ہی پھر بروزی رنگ میں آؤں گا، نہ یہ کہ میں ایک آنے والے رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ اور انجیل میں ہے کہ وہ رسول ایسا ہوگا کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ جب متکلم کہے کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز یعنی صفت نہیں اور وہ کسی دوسرے رسول کی بشارت دے اور یہ بھی کہے کہ سردار آتا ہے۔ انجیل میں سردار کا لفظ موجود ہے جو بتا رہا ہے کہ متکلم کے سوا کوئی اور رسول آنے والا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ رسول اور ہے اور آنے والا رسول اور ہے۔ پس **اسْمُهٗ اَحْمَدُ** سے مسیح موعود مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو خود بشارت دے رہا ہے کہ میرے بعد ایک ایسا جلیل القدر رسول آنے والا ہے جس کی مجھ میں کوئی صفت نہیں۔

ب:۔ اگر یہ تسلیم کر لیں کہ **اسْمُهٗ اَحْمَدُ** والی پیشگوئی مرزا جی کے حق میں ہے تو اس سے (نعوذ باللہ) محمد ﷺ سچے نبی ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ جس رسول ﷺ کے آنے کی بشارت تھی وہ تو نہ آیا مگر احمد کی جگہ ایک محمد نے دعویٰ رسالت کر لیا اور حقیقت یہ دعویٰ رسالت سچا نہ تھا کیونکہ بقول جماعت قادیانی اس کا نام احمد نہ تھا۔ اور احمد ہی سچا رسول آنے والا تھا۔ خدا تعالیٰ ایسے فاسد باطل عقائد سے بچائے۔ کہ غلام احمد کی رسالت ثابت کرتے کرتے محمد ﷺ کی رسالت بھی ہاتھ سے جاتی رہے۔ اگر کوئی آریہ یا عیسائی کہے کہ محمد تو احمد نہ تھا اس لئے سچا نبی و رسول نہ تھا تو پھر ان قادیانیوں کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ بیشک (خاک در دہنش) محمد سچا رسول نہ تھا۔

افسوس جو اعتراضات مخالفین اسلام کو نہیں سوجھتے وہ اس خودسر اور نڈر جماعت کو سوجھتے ہیں۔ اور یہ نادان نہیں جانتے کہ اس طرح غلام احمد کی رسالت ثابت کرتے ہوئے

تو احمد ﷺ کی رسالت بھی جاتی ہے۔ کیونکہ اب ۱۳سو برس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس رسول کی بشارت دی تھی وہ اب آیا ہے اور (نعوذ باللہ) محمد ﷺ یونہی رسول بن بیٹھے تھے۔

ج:۔ایسے اعتقاد سے تو قرآن بھی خدا کا کلام نہیں رہتا۔ کیونکہ جو بات اس کی قادیانی مخلوق کو معلوم ہوئی وہ خالق عالم الغیب خدا کو معلوم نہ ہوئی اور وہ غلطی سے محمد کو رسول پکار کر فرماتا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ یعنی ”محمد رسول اللہ اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت ہیں“۔ اور پھر فرماتا ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ یعنی ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا محمد ﷺ پر اور وہی حق ہے پروردگار کی طرف سے“ (سورہ محمد)۔

خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے، وہ تو تصدیق فرماتا ہے کہ جس رسول کے آنے کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ رسول محمد ﷺ ہی ہیں اور خود بشارت دہندہ یعنی خدا تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو احمد موعود قرار دے رہا ہے۔ پھر لفظوں میں ہی نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کو وہ عملی طاقت بھی بخشی کہ جس دین حق کو وہ لایا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا۔ مگر مرزا جی کے صاحبزادے اور اس کی جماعت کا اعتقاد اس پر نہیں بلکہ وہ مرزا غلام احمد کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ قرارداد باعتقاد واقعات قرآن اور خدا کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور دوسری طرف ایک امتی کو اس کا نام غلام احمد ہے، اس کی غلامی کی تحریف کر کے احمد بنا کر مصداق اس پیشگوئی کا قرار دیتی ہے۔ اور نہیں جانتے ہیں کہ صرف نام کی بحث کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایک بزدل کا نام اگر رستم رکھ دیا جائے یا بخیل اور کنجوس کا نام حاتم رکھ دیا جائے یا کسی ظالم کا نام نوشیروان

رکھا جائے تو اس میں شجاعت وسخاوت وعدالت ہرگز ہرگز نہیں آسکتی۔ اسی طرح مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ اگر مرزا جی کا نام مجموعہ تمام اوصاف بھی رکھ دو گے تب بھی وہ نبی ورسول ہرگز نہیں ہوسکتے۔ جب تک کوئی ثبوت پیش نہ کرو۔ کیا وہ شخص اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے جو اپنے دعویٰ میں خود ہی مذبذب ہے۔ کبھی کہتا ہے نبی ورسول ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ حاشا وکلا میں ہرگز نبی ورسول نہیں۔ میں تو غلامان محمد ﷺ ہوں اور نبوت کا جو دعویٰ کرے اس کو کافر جانتا ہوں۔ ایسا شخص جو دعویٰ میں ہی مستقل نہیں اور نہ کوئی دین لایا نہ کتاب۔ جس سے ۲۳ برس کے عرصہ میں کچھ بھی نہ ہوسکا۔ ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان بھی کفر سے پاک نہ کرسکا اس کو آیت بالا کا مصداق سمجھتے ہے۔ افسوس واقعات کے خلاف کہتے ہوئے خوف خدا بھی نہیں آتا۔

جس روز عبداللہ آتھم والی پیشگوئی جھوٹی ہوئی اور عیسائیوں نے عبداللہ آتھم کو ہاتھی پر بٹھا کر شہر امرتسر میں پھرایا اور پرانے مسیحیوں نے جوش مسرت میں آکر بہت کچھ بیجا الفاظ بھی بحق اسلام خوشی میں آکر لکھ مارے۔ (دیکھو چودھویں صدی کا مسیح صفحہ ۳۹۹)

ارے او بیوفا غدار مرزا ارے پُر فتنہ ومکار مرزا
رگِ جاں کاٹنے آیا تھا تیری تکبر کی چھُٹی کا تار مرزا

(مسیح کاذب صفحہ ۳۳)

اور اسلام کی وہ ہتک ہوئی جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ جس کی تصدیق نواب محمد علی صاحب مالیر کوٹلہ والے مرزائی نے اپنی چٹھی میں جو مرزا صاحب کو اس پیشگوئی کے جھوٹے نکلنے پر لکھی تھی ان الفاظ میں کی ہے:

’’پس اگر اس پیشگوئی کو سچا سمجھا جائے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی‘‘۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب

کوئی تاویل نہیں ہوسکتی...... الخ۔

اب کوئی مرزائی بتائے کہ جب معیار صداقت یہ پیشگوئی قرار پاچکی تھی اور مرزاصاحب نے اسلام غالب کرنا تھا تو پھر پیشگوئی جھوٹی ہوکر اسلام مغلوب کیوں ہوا۔ پس نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ خدا نے عیسائیت کو سچا کیا اور مرزائی اسلام کو جھوٹا ثابت کر کے مرزاصاحب کا کاذب ہونا دنیا پر ثابت کر دیا۔ کیونکہ خود ہی مرزاصاحب نے اس پیشگوئی کو معیار صداقت قرار دیا تھا۔ دوسری طرف آریوں نے براہین احمدیہ کے جواب ''تکذیب'' میں اور ''خبط احمدیہ'' وغیرہ کتابوں میں اسلام کو اس قدر گالیاں دیں کہ خود مرزاصاحب اور حکیم نورالدین صاحب چیخ اٹھے اور تنگ آکر آخیر صلح کی درخواست کی اور اسلام کی یہاں تک ہتک گوارا کی کہ ہندوؤں کے بزرگوں کو نبی اور ویدوں کو خدا کا کلام مانا حالانکہ آریوں نے مسلمانوں کی کوئی بات تسلیم نہ کی۔ یا کوئی مرزائی بتائے کہ مرزاصاحب ﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ کے مصداق ہیں یا وہ سچا رسول عربی ﷺ جس نے چند ہی سال میں دین حق کا غلبہ تمام عرب میں ثابت کر کے دکھادیا اور دوست، دشمن کا اتفاق ہے بلکہ مخالف عیسائی بھی اقرار کرتے ہیں کہ جس قدر جلد اور تیز رفتاری سے اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہوا کبھی کسی دین کا نہ ہوا تھا۔ سیل صاحب جیسا متعصب پادری بھی اقرار کرتا ہے کہ عقل انسانی حیران ہے کہ اسلام جس تیزی سے دنیا پر پھیلا اور دوسرے ادیان پر غالب آیا۔

اب قادیانی جماعت خدا کو حاضر ناظر جان کر ایمان سے بتادے کہ دین کا غلبہ کس کے وقت میں ہوا۔ اور اس پیشگوئی کا مصداق کون ثابت ہوا۔ صرف زبان سے کسی زنانہ کو رستم نہیں بناسکتے جب تک اس میں بہادری کی صفت نہ پائی جائے۔

د:... ﴿مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ میں صرف ایک رسول کی بشارت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تم کو ایک رسول کی بشارت دیتا

ہوں۔اب غور کرو کہ عہدۂ رسالت تو صرف ایک ہے اور دعویدار دو ہیں۔اور یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ دو میں سے صرف ایک ہی سچا ہوگا۔دونوں مدعی کسی صورت میں سچے نہیں ہو سکتے۔پس دعویٰ رسالت میں یا تو مرزاصاحب جھوٹے ہیں۔یا (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ اپنے دعویٰ رسالت میں سچے نہیں۔یہ فیصلہ اب ہر مسلمان اپنے دل میں کرسکتا ہے کہ وہ محمد ﷺ کو رسول موعود مانے جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی یا مرزاصاحب کو۔دونوں میں سے ایک کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا تسلیم کرنا ہوگا۔اب کسی مسلمان کا ایمان تو ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا رسول تسلیم نہ کرے۔اس لئے ضروری ہوا کہ مرزاصاحب ہی سچے رسول نہ تھے اور نہ وہ **اسْمُهٗ اَحْمَدُ** والی بشارت کے مصداق تھے۔اب مسلمان خود فیصلہ کرلیں کہ مرزابشیرالدین محمود صاحب کا ''انوار خلافت'' کے صفحہ۱۸ پر یہ لکھنا کہ ''میرا عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں'' انہیں کہاں تک پہنچاتا ہے۔اللہ ان پر رحم کرے۔

•: جب مرزاصاحب خود احمد کی غلامی کا اقرار کرتے ہیں تو پھر آپ کے جانشین کا اعتقاد نہ معلوم کیوں ان کے برخلاف ہے ؎

برتر گمان ووہم سے احمد کی شان ہے　　　جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

دوسرے شعر میں کہتے ہیں ؎

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا　　　سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے

مرزاصاحب خود تو احمد ﷺ کو رسول موعود افضل الرسل تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے فرزند رشید ان کے برخلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد وہ احمد ورسول نہ تھے جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی سچ ہے کہ ؎

فضیلت بر پدر یابد پسر آہستہ آہستہ　　　شرابے گردد آب نیشکر آہستہ آہستہ

اس شعر میں ایک لطیف اشارہ ہے بلکہ پیشگوئی ہے کہ قادیانی جماعت آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہوئی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ حلال کو حرام کردے گی جس طرح گنے کا رس پہلے حلال ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ مختلف شکلیں قبول کرتی ہوئی شراب بن کر حرام مطلق ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قادیان جماعت مرزاصاحب کو بڑھاتے بڑھاتے غلام سے آقا اور امتی سے نبی بنا کر باطل عقائد میں گرفتار ہوگئی۔

اب ہم میاں صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ احمد کون تھا جس کے غلام مرزاصاحب تھے۔

دوم: مرزاصاحب کے والد غلام مرتضیٰ صاحب جنہوں نے اپنے بیٹے کا نام غلام احمد رکھا وہ کون احمد تھا، جس کے خوش اعتقاد امتی نے اپنے نوزائیدہ بچہ کو اس کی غلامی میں دیا۔ مرزاصاحب خود ’’ازالہ اوہام‘‘ کے صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں: ’’تم سوچو کہ جو لوگ اپنی اولاد کے نام موسیٰ، داؤد، اور عیسیٰ وغیرہ رکھتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ وہ نیکی وخیر وبرکت میں ان کے مثیل ہوجائیں‘‘۔ پس بقول مرزاصاحب ان کے والد نے جوان کا نام غلام احمد رکھا تھا تو ان کی نیت بطور تفاول کے یہی تھی کہ خداتعالیٰ اس مولود کو احمد کی غلامی نصیب کرے وہ احمد کون تھا؟ آیا وہی رسول عربی ﷺ یا یہی احمد۔ اگر کہو یہی احمد تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ کسی زبان کا محاورہ نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ احمد جو رسول ہے جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اس کو اسی کی غلامی عطا کر۔ یعنی کوئی شخص خود آقا ہو کر خود ہی اپنی غلامی کی دعا یا تفاول کرے کیونکہ تفاول ہمیشہ ادنیٰ درجہ والا اعلیٰ درجے والے کے نام سے کرتا ہے۔ جب مرزاصاحب کا نام غلام احمد رکھا گیا اور تمام عمر مرزاصاحب اپنی تصنیف کردہ کتابوں پر غلام احمد ہی لکھتے رہے بلکہ کاغذات نجی و سرکاری میں غلام احمد ہی لکھا جاتا رہا تو صاف ثابت ہے کہ جس احمد کے غلام مرزاصاحب تھے وہ وجود پاک رسول عربی ﷺ کا تھا۔ لہٰذا یہ بالکل باطل عقیدہ ہے کہ جس احمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ

احمد اب ۱۳ سو برس کے بعد آیا۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعد قرآن مجید کے رسول اللہ ﷺ کا فرمانا سند ہے۔ ہم اوپر قرآن سے ثابت کر آئے ہیں کہ آنے والا رسول جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ محمد ﷺ کے آنے سے پوری ہوگئی۔ اب ہم حدیثوں سے بتاتے ہیں کہ احمد موعود حضرت مجمع مکارم اخلاق، رحمت العالمین محمد عربی ﷺ ہی تھے مرزا غلام احمد نہیں بلکہ افراد امت میں سے جن کا نام صرف احمد ہی تھا وہ بھی اس پیشگوئی کے مصداق نہ تھے حالانکہ وہ بھی مدعی نبوت ہو گزرے ہیں۔ مثلاً احمد بن کیال، احمد بن حنیفہ یہ بھی مدعی تھا کہ میں مہدی و مسیح موعود ہوں (مذاہب اسلام ص ۲۵۰) یہ شخص قرآن کے ایسے معارف و حقائق بیان کرتا تھا جس کی نظیر نہیں۔ مختار جو کہتا تھا کہ میں صرف محمد ﷺ کا مختار ہوں۔ اس لئے مختاری نبی ہوں۔ یہ سنت و دستور کذابوں کا چلا آتا ہے کہ وہ اپنی نبوت کا من گھڑت نام رکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا نام ظلی و بروزی رکھ لیا۔ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا نام ظلی نبوت رکھا ہے حالانکہ ظلی نبوت کسی شرعی سند سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت فقط مرزا صاحب کی ہی ایجاد ہے۔ چنانچہ قادیانی جماعت کے سرگروہ عالم سرور شاہ صاحب اپنی کتاب ’’القول المحمود‘‘ میں لکھتے ہیں کہ یہ مرزا صاحب کی ایجاد ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ ’’حالانکہ حضرت مسیح موعود نے ہی یہ اصطلاح رکھی ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں کوئی اس کا ذکر نہیں‘‘۔ اور اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فیض سے اور آپ کے واسطہ سے جو نبوت ملے اس کو ظلی نبوت کہنا چاہئے‘‘۔ اور آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب اس اصطلاح کے بانی ہیں۔ اور یہ خبر نہیں کہ **ثلاثون کذابون** والی حدیث نے ایسے مدعیان نبوت کو کاذب کہا ہے۔ کیونکہ تمام کذاب ہیچمدان جو مرزا صاحب سے پہلے گزرے ہیں سب یہی کہتے تھے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی

نبوت کے ماتحت دعویٰ کرتے ہیں اور ہم کو نبوت آنحضرت ﷺ کی وساطت سے ملی ہے۔ تمام کذاب پہلے مسلمان ہوتے تھے اور اسلام کی پیروی کرتے تھے اور ذکر وشغل ذات باری تعالیٰ اسلامی طریقہ پر کرتے کراتے اور پھر ان کو زعم ہو جاتا تھا کہ ہم آنحضرت کی وساطت سے مرتبۂ نبوت کو پہنچ گئے ہیں۔ اور یہی زعم غلط ہوتا تھا اور وہ کافر سمجھے جاتے تھے۔ مسیلمہ کذاب مسلمان تھا اور آنحضرت کی نبوت کی تصدیق کرتا تھا اور خود بھی نبوت کا مدعی تھا اس لئے آنحضرت نے اس کو کذاب کہا۔ ایسا ہی اسود عنسی مسلمان تھا بعد حج کے اس کو نبی ہونے کا زعم ہوا۔ مرزا صاحب نے توجہ بھی نہیں کیا اور ان کو نبی ہونے کا زعم ہوا۔ اور ضرور ہونا تھا کیونکہ حبیب خدا محمد ﷺ کی پیشگوئی پوری ہونے والی تھی کہ تیس (۳۰) کاذب امتی نبی ہوں گے۔ **سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انه نبی اللّٰه و انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی۔** پس محمد ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرے گا وہ کاذب ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ حدیثیں نقل کرتے ہیں جن میں حضور ﷺ نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے لئے دی تھی اور میں ہی اس کا مصداق ہوں۔

پہلی حدیث:۔عن العرباض ابن ساریة عن رسول اللّٰه ﷺ انه قال انا عند اللّٰه مکتوب خاتم النّبیین وان ادم لمنجدل فی طینته وسأخبرکم باول امری دعوة ابراھیم وبشارة عیسیٰ ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نور اضاء لھا منه قصورالشام رواہ فی شرح السنة ورواہ احمد عن ابی امامة من قوله سأخبرکم...... الخ۔ یعنی روایت ہے عرباض بن ساریہ سے اس نے نقل کی رسول اللہ ﷺ سے فرمایا تحقیق لکھا ہوا ہوں میں اللہ کے نزدیک ختم کرنے والا نبیوں کا کہ بعد میرے کوئی نبی نہ ہو اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے سوتے تھے

زمین پر اپنی مٹی گوندی ہوئی میں اور اب خبر دوں میں تم کو ساتھ اول امر اپنے کے کہ وہ دعا ابراہیم علیہ السلام کی ہے اور نیز بدستور اور میرا خوشخبری دینا عیسیٰ علیہ السلام کا ہے یعنی جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ ﴿مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ اور بدستور اول خواب دیکھنا میری ماں کا ہے کہ دیکھا انہوں نے اور تحقیق ظاہر ہوا میری ماں کے لئے ایک نور، کہ روشن ہوئے اس نور سے محل شام کے نقل کی یہ بغوی نے ''شرح السنۃ'' میں ساتھ اسناد عرباض کے۔ اور روایت کیا اس کو احمد بن حنبل نے ابی امامہ سے سأخبرکم سے آخر تک۔ (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم، صفحہ ۵۰۷، مطبوعہ نولکشور)

اب محمد رسول اللہ ﷺ نے خود فیصلہ کر دیا کہ یہ پیشگوئی ﴿مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ میرے حق میں ہے۔ پس میاں صاحب بحیثیت مسلمان ہونے کے ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتے کہ یہ پیشگوئی مرزا صاحب کے حق میں ہے۔ یہ تو کھلے لفظوں میں صریح محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور سخت ہتک ہے کہ حضور ﷺ تو فرمائیں کہ میرے حق میں ہے اور ۱۳ سو برس کے بعد ایک عام امتی کہے کہ نہیں صاحب یہ پیشگوئی میرے باپ غلام احمد کے حق میں ہے۔

دوسری حدیث: عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی یمحو اللّٰہ بی الکفر وانا الحاشر الی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ (متفق علیہ)

روایت ہے جبیر سے کہ کہا سنا میں نے آنحضرت ﷺ سے فرماتے کہ تحقیق میرے لئے نام ہیں یعنی بہت سے اور مشہور ایک نام میرا محمد ﷺ ہے اور دوسرا احمد ﷺ اور میرا نام ماحی ہے یعنی مٹانے والا ایسا کہ مٹاتا ہے اللہ میری دعوت کے سبب کفر کو اور میرا

نام حاشر ہے کہ اٹھائے اور جمع کئے جائیں گے لوگ میرے قدم پر اور میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے کہ نہ ہو پیچھے اس کے کوئی نبی۔ نقل کی یہ بخاری و مسلم نے۔

(مظاہر حق، جلد ۴، ص ۵۱۴)

اس حدیث سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱..... حضرت خاتم النبیین کا نام صرف محمد ﷺ ہی نہ تھا بلکہ احمد ﷺ، ماحی، حاشر، عاقب بھی تھا۔ یعنی پانچ نام تھے۔

۲..... یہ کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اگر بفرض محال یہ مانا جائے کہ مرزا صاحب وہ رسول ہے جس کی بشارت آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ میں ہے تو پھر خاتم النبیین مرزا غلام احمد ہوئے نہ کہ محمد ﷺ۔ اور اس فاسد عقیدہ کا انجام بکفر ہوا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نہ تھے۔ مرزا صاحب غلام احمد چونکہ عاقب ہے اس لئے جو خصوصیت آنحضرت ﷺ کو دوسرے انبیاء پر تھی وہ بھی غلط ہوگئی اب افضل الرسل مرزا غلام احمد ثابت ہوا اور ایسا اعتقاد درگاہ رسول اللہ ﷺ سے دھکیل کر نکالنے والا ہے۔ اعوذ بک ربی۔

تیسری حدیث: ۔وبشر بی المسیح ابن مریم۔ (ابو نعیم فی الدلائل و ابن مردویہ عن ابن مریم) یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بشارت دی میرے لئے مسیح بیٹے مریم نے۔

چوتھی حدیث: ۔انا دعوۃ ابراھیم وبشریٰ عیسیٰ ابن مریم۔ (لا بن سعد عن عبد اللہ ابن عبد الرحمن) یعنی میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ اور عیسیٰ بن مریم کی بشارت کا مصداق ہوں۔

پانچویں حدیث: ۔صفتی احمد المتوکل...... الحدیث (طب عن ابن مسعود)

چھٹی حدیث:۔انا دعوۃ ابراھیم وکان اخر من بشر بی عیسیٰ بن مریم

(ابن عساکر عن عبادۃ ابن صامت)

ساتویں حدیث:۔اخذ عزّوجل منی المیثاق کما اخذ من النّبیین میثاقھم وبشربی المسیح ابن مریم ورأت امی فی منامھا انہ خرج من بین رجلیھا سراج اضاء ت لہ قصور الشام(طب ابونعیم فی الدلائل وابن مردویہ عن ابی مریم المصاف)

آٹھویں حدیث:۔وسأخبرکم بتاویل ذلک ودعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ.

ناظرین! یہاں پوری احادیث نہیں لکھی گئیں تاکہ طول نہ ہو۔صرف وہ وہ ٹکڑے حدیث کے نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خود مدعی ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام کی میرے حق میں ہے۔اب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل میاں محمود صاحب کی طبع زاد اور بلاسند شرعی دلائل کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔

اب ہم ذیل میں چند حوالہ جات تاریخ اسلام سے نقل کرتے ہیں اس ثبوت میں کہ سلف نے احمد و محمد ایک ہی رسول مانا ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور کسی ایک کو بھی وہم نہ ہوا کہ یہ تو محمد ہے احمد نہیں۔کیونکہ وہ عربی دان تھے اور جانتے تھے کہ محمد واحمد ایک ہی ہے کیونکہ ان کا مادہ حمد ہے۔

۱......لیوقنا ذکر کرتے ہیں ابوعبیدہ بن جراح سے حلب (ایک مقام کا نام ہے) میں فتح اسلام کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی تمہارے احمد و محمد بالضرور وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔(فتوح الشام ص۳۲۶)

۲......خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔**لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمد رسول اللّٰہ بشربہ المسیح عیسیٰ.** (فتوح الشام ص۲۲۶)

۳......افاطہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوئے یہ شعر فرماتے ہیں۔**اماتستحی من احمد یوم القیامۃ والخصومی**۔یعنی نہیں حیا کرتا تو احمد سے بیچ دن قیامت اور خصومت کے۔(فتوح الشام،ص۳۵۵)

۴......محمد رسول اللہ ﷺ کا احمد نام اس قدر مشہور تھا کہ مسلمان کفار کے اشعار رجز کے مقابلہ میں جو شعر کہتے ان میں بھی احمد نام کوذکر کرتے ہے

ادخل الجنۃ ذات نسق مجاور الاحمد فی الرفق

یعنی داخل ہوں گا میں بہشت میں جو آراستہ اور مرتب ہے۔نزدیک میں احمد سے رفاقت میں۔(فتوح الشام،ص۴۲)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی نقل کیا جاتا ہے

لانی نجم نبی محروم وصاحب احمد کریم

اس واسطے میں ستارہ نبی محروم کا ہوں اور صحابی احمد کریم کا۔

(فتوح الشام ص۱۴۹ماخوذ از القول المحب)

اب روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ نبی آخر الزمان جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہی محمد مصطفیٰ واحمد مجتبےٰ ﷺ تھے۔جیسا کہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے ثابت کیا گیا ہے۔اب ہم میاں صاحب کے دلائل نمبروار درج کر کے ہر ایک کا جواب عرض کرتے ہیں۔تاکہ معلوم ہو کہ میاں صاحب اور ان کی جماعت کہاں تک حق پر ہے اور کس قدر دلیری سے کلام خدا میں تحریف کرتے ہیں اور ﴿**یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ**﴾ کے مرتکب ہوکر اجماع امت محمدی سے الگ مسلک اختیار کرتے ہیں۔اور پھر لطف یہ ہے کہ یہودیت کا الزام ان مسلمانوں پر لگاتے ہیں جو تحریف وتفسیر بالرائے سے پرہیز کرتے ہیں۔اور خدا کا خوف کر کے جو معانی وتفاسیر ۱۳سو برس سے چلے

آتے ہیں ان پر یقین کرتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم میاں محمود صاحب کے دلائل کا رد کریں مسلمانوں کی تسلی کے واسطے چند تاویلات ومرادی معانی وتفسیر بطور نمونہ ان کذابوں مدعیان مہدویت ومسیحیت کے لکھتے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب سے پہلے دعویٰ کئے اور ایسی ایسی تاویلیں کرتے آئے ہیں جیسی کہ اب مرزا صاحب اور مرزائی کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ میاں محمود صاحب نے کوئی نرالی بات نہیں کی کہ قرآن مجید کی آیات کے غلط معنی کر کے اپنے والد (مرزا صاحب) کی نبوت ورسالت واحمد ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کے مریدوں نے بھی کوئی اچنبا کام نہیں کیا کہ میاں محمود صاحب کی تحریرات خلاف شرع کو بلاچون وچرا مانتے ہیں۔ کیونکہ پہلے بھی ایسے ایسے سادہ لوح گزرے ہیں کہ سچے اور جھوٹے میں تمیز نہ کر کے انہوں نے اپنے پیشوا اور پیر کی پیروی میں مخالفت شروع کی ہے۔

۱…… ''شواہد الولایت'' کے اکتیسویں باب میں لکھا ہے کہ مہدی جونپوری نے کہا کہ فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ ﴿فَاِنْ حَاجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ اور ﴿لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ اور ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾ یہ تمام ''مَنْ'' کہ ان آیات میں وارد ہوئے ہیں مراد ذات تیری ہے فقط ولا غیر۔ یعنی خدا تعالیٰ نے جونپوری مہدی کو کہا کہ یہ آیات تیرے حق میں ہیں۔ اب میاں محمود صاحب اور ان کے والد (مرزا غلام احمد صاحب) نے اِسْمُهٗۤ اَحْمَدُ والی آیت کے غلط معنی یعنی ماضی کے صیغے جآء کے معنی بجائے ''آ گیا'' کے ''آئے گا'' کر ڈالے تو کیا اچنبا کیا۔ مہدی جونپوری نے کتنی آیتیں قرآن مجید کی اپنے حق میں بنالی تھیں۔

۲…… باب ۲۹ میں لکھا ہے کہ فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے ﴿اُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ

﴿يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾ الایۃ۔ یعنی اے سید محمد یہ آیت فقط تیرے گروہ کی شان میں ہے۔ مرزاصاحب نے بھی بہت سی آیات قرآن کو اپنے حق میں دوبارہ نازل شدہ بتایا۔ جیسا ﴿اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾۔ یعنی خدا تعالیٰ مرزاصاحب کو کہتا ہے کہ اے غلام احمد تو مرسلوں میں سے ہے۔ اور ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ﴾ الایۃ۔ یعنی اے غلام احمد تو کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں مگر مجھ کو وحی ہوتی ہے۔ اور ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ الایۃ میرے (مرزاجی کے) حق میں ہے۔ (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزاصاحب ص۷۰ سے ۱۰۸ تک) یہاں سب الہاموں کی گنجائش نہیں جو چاہے ”حقیقۃ الوحی“ مصنفہ مرزاصاحب دیکھ لے۔

۳..... پندرھویں باب میں لکھا ہے کہ میراں یعنی مہدی نے اخوندمیر کو کہا کہ تمہاری خبر حق تعالیٰ نے اپنے کلام میں دی ہے۔ **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ سینہ اخوندمیر فِيْهَا مِصْبَاحٌ تجلی حق تعالیٰ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ دل اخوندمیر ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ برقہ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ذات بندہ** کہ چوتھے آسمان پر بندے کا نام سید مبارک ہے۔ مرزاصاحب نے بھی کہا کہ میرا نام آسمان پر ابن مریم واحمد ومحمد وابراہیم ونوح وغیرہ وغیرہ ہیں۔

۴..... باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ میراں یعنی مہدی نے دعویٰ کیا کہ حق تعالیٰ سے میں نے معلوم کیا کہ اسی قسم کی ۱۸ آیات بعضی حق ذات مہدی میں اور بعضی ان کے گروہ کے حق میں ہیں۔ اور وہ مہدی میں ہوں۔ مرزاصاحب بھی بہت سی آیات اپنے حق میں دوبارہ نازل شدہ سمجھ کر نبی ورسول ومہدی ومسیح موعود بن بیٹھے۔ اگر کوئی آیت خواب میں (جیسا کہ اکثر مسلمانوں کی خواب میں کوئی آیت قرآن کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے) مرزاصاحب کی زبان پر جاری ہوتی تو مرزاجی اسے دوبارہ نازل شدہ آیت یقین کرتے تھے۔ اور زعم کر

بیٹھے کہ باب میں اس آیت کا مخاطب ہوں اگر آیت میں محمد ﷺ و احمد کا نام آیا تو زعم کیا کہ اب خدا نے میرا نام احمد و محمد رکھا ہے اور اگر آیت میں نام عیسیٰ علیہ السلام کا سنائی دیا۔ یا زبان پر جاری ہوا تو زعم کر بیٹھے کہ میں عیسیٰ بن مریم نبی اللہ ہوں۔ یہاں تک کہ اگر مریم کا نام سنا تو مریم بن بیٹھے اور حاملہ ہو کر بچہ بھی نکال دیتے اور یہ نہ سمجھے کہ میں مرد ہو کر عورت کس طرح ہو سکتا ہوں۔ اور یہی زعم ان کی ٹھوکر کا باعث ہوا۔ کہ معمولی خواب کی باتوں کو وحی الٰہی سمجھتے تھے اور خواب کے وسوسہ کو وحی الٰہی یقین کرتے تھے حالانکہ معمولی عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ مرد کو عورت بنانے والا خواب کبھی خداتعالیٰ عالم الغیب کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔

۵...... میاں اخوند میر مکتوب ملتانی میں لکھتے ہیں کہ ”حق تعالیٰ در کلام خویش خبر داو ”ثم علینا بیانہ‌ای بلسان المھدی“۔ اور سورہ جمعہ میں جو آیات ہیں۔ ﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ اور ﴿اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ سب مہدی جونپوری اور اس کی جماعت کے حق میں ہیں۔ (دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحات ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸) مرزاصاحب نے بھی سید محمد جونپوری مہدی کاذب کی نقل کر کے اسی سورۃ جمعہ کی آیت ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْبِهِمْ﴾ اپنے اور اپنی جماعت کے حق میں ”حقیقۃ الوحی“ میں لکھی ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ ”اس سے ثابت ہے کہ رجل پارسی اور مسیح موعود ایک ہی شخص کے نام ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْبِهِمْ﴾ یعنی آنحضرت کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں۔ اور اس سے تعلیم و تربیت پائیں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا“۔

(حقیقۃ الوحی ص ۶۷)

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ سمجھا اور خود نبی بنے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ یہی آیت ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ مہدی جونپوری اپنی جماعت کے واسطے کہتا ہے اور متبع نبی بنتا ہے اور مرزا صاحب بھی اسی آیت سے نبی بنتے ہیں اور یہ آیت اپنی جماعت کے حق میں فرماتے ہیں اور دونوں مہدی ہونے کے مدعی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بھی کذابوں کی چال ہے جو مرزا صاحب چلے اور آیت ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ اپنی جماعت کے حق میں بتائی۔ حالانکہ آیت کا مطلب اور ہے جو ہم آگے چل کر اپنے موقعہ پر بیان کریں گے۔ اب میاں بشیر الدین محمود فرزند مرزا غلام احمد قادیانی کے دلائل اور ثبوت کے جواب ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ **وھو ھذا۔**

پہلی دلیل:۔ آپ (مرزا صاحب) کے اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کی یہ ہے کہ آپ کا نام احمد تھا۔ اور آپ کے نام احمد ہونے کے مفصلہ ذیل ثبوت ہیں۔

اول:۔ اس طرح کہ آپ کا نام والدین نے احمد رکھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے نام پر ایک گاؤں بسایا ہے جس کا نام احمد آباد رکھا ہے۔ اگر آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا تھا تو گاؤں کا نام بھی غلام احمد ہوتا۔

الجواب:۔ گاؤں کا نام رکھتے وقت ہمیشہ اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ صرف ایک جزو نام پر گاؤں کا نام رکھا جاتا ہے۔ کبھی کسی نے تمام نام سے کسی گاؤں کا نام موسوم نہیں کیا۔ آلہ آباد کسی شخص کا نام غلام اللہ خان یا کریم اللہ خان یا سمیع اللہ خان یا رحیم اللہ خان وغیرہ ہوگا۔ گاؤں کا نام بنا بر اختصار بجائے غلام اللہ خان آباد یا کریم اللہ خان آباد یا سمیع اللہ خان آباد یا رحیم اللہ آباد کے صرف آلہ آباد رکھا جاتا ہے۔ گاؤں کا نام آلہ آباد رکھنا ہرگز دلیل اس بات کی نہیں کہ آلہ آباد گاؤں بسانے والے کا نام یا جس کے نام سے گاؤں بسایا گیا ہے اس کا نام اللہ تھا۔ کیونکہ یہ صریح شرک ہے۔ ایسا ہی اورنگ آباد بسانے والے کا نام صرف اورنگ نہ تھا

اور حافظ آباد بسانے والے کا نام صرف حافظ نہ تھا۔ خیر پور کے بسانے والے کا نام صرف خیر نہ تھا۔ بھاولپور بسانے والے کا نام صرف بھاول نہ تھا۔ لہٰذا آپ کی یہ دلیل وثبوت غلط اور واقعات کے برخلاف ہے۔ کہ اگر مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہوتا تو گاؤں کا نام بھی غلام احمد آباد ہوتا۔ کجا گاؤں کا نام اور کجا ذی روح انسان کا نام۔ باپ بیٹے کا نام اپنی عقیدت کے مطابق رکھتا ہے۔ مرزا صاحب کے والد نے مرزا جی کا نام رکھتے وقت یہی خواہش اور عقیدت رکھی تھی کہ میرا بیٹا غلام احمد ہوگا۔ یعنی ایسا پابند شریعت اور فرمانبردار محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوگا جیسا کہ ایک غلام اپنے آقا کا ہوتا ہے۔ اس واسطے اس نے اپنے بیٹے کا نام غلام احمد رکھا۔ اور اس کو ہرگز اس امر کا وہم وگمان تک نہ تھا کہ میرا بیٹا غلامی چھوڑ کر خود احمد بنے گا اور آقا ہونے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ اس نے مرزا صاحب کے بڑے بھائی کا نام غلام قادر رکھا۔ اگر مرزا صاحب کے نام سے پہلا لفظ غلام اڑا کر صرف احمد بناتے ہو تو مرزا صاحب کے بڑے بھائی کے نام سے پہلا لفظ غلام اڑا کر قادر بناؤ۔ اور یہ مناسب بھی ہے اور قادیان کی آب وہوا کی تاثیر کے مطابق بھی ہوگا کہ اگر چھوٹا بھائی رسول وپیغمبر بنایا جائے تو بڑا بھائی ضرور قادر وخدا بنے۔ تا کہ حق بحقدار رسید کا معاملہ ہو۔ مرزا غلام احمد چونکہ عمر میں چھوٹے تھے جب وہ پیغمبر بن گئے تو غلام قادر جو عمر میں بڑا تھا اس کو مرزا صاحب پر تقدم بالوجود کا شرف بھی حاصل تھا اس لئے وہ خدا بننے کا مستحق ہے۔ اس کے نام سے پہلا لفظ (غلام) اڑا کر خدا بناؤ۔

دوم: مرزا صاحب ہمیشہ خود اپنے آپ کو غلام احمد کے نام سے نامزد کرتے رہے۔ دیکھو جس قدر اشتہار وکتابیں مرزا صاحب نے شائع کیں سب کے اخیر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے تھے۔ بلکہ غلام احمد قادیانی کے حروف سے بحساب جمل **۱۳۰۰** نکال کر اپنی صداقت کی دلیل قائم کی۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز

اس عاجز کے تمام دنیا میں **غلام احمد قادیانی** کسی کا نام نہیں۔ اب آپ کو (جو مرزا صاحب کو صاحب کشف والہام یقین کرتے ہیں) اس الہامی وکشفی نام غلام احمد کا انکار کرنے کی ہرگز جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات غلطی سے پاک ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے کشفی طور پر مرزا صاحب کا نام غلام احمد قادیانی تصدیق فرمادیا۔ تو آپ کا غلط خیال خدا تعالیٰ کے مقابل کس طرح تسلیم کیا جائے کہ مرزا صاحب کا نام صرف احمد تھا جب کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی تھا۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے نام پر اسقدر بحث کی جاتی ہے کہ صرف غلام کا لفظ اسکے اول آنا بھی جب اثبات دعویٰ کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ مگر جب یہ کہا جائے کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور وہ فاطمہ کی اولاد سے ہوگا تو اس وقت نام کی بحث فضول سمجھی جاتی ہے اور ہر ایک لفظ کے معنی غیر حقیقی یعنی اپنی خواہش کے مطابق مرادی تراش لئے جاتے ہیں جیسے قادیان کے معنی دمشق، عیسیٰ بن مریم کے معنی غلام احمد قادیانی، منارۂ مسجد دمشق سے قادیان کا اپنا بنایا ہوا نامکمل منارہ، فرشتوں کے معنی نورالدین ومحمد احسن امروہی۔ مہدی کے سید ہونے کی کیا ضرورت؟ مغل کو ہی سید سمجھ لیا۔ اب کیا مصیبت پڑی ہے کہ صرف نام احمد پر بحث ہو رہی ہے۔ جہاں تمام باتیں مجازی وغیر حقیقی ہیں اور ان سے مراد اپنے مطلب کے مطابق لے لی جاتی ہے۔ غلام احمد کے معنی بھی عیسیٰ بن مریم والے رسول کے تصور کرلیں بحث کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح دوسرے سب کارخانہ بلاثبوت چل رہے ہیں اسے بھی چلنے دو۔

دوسرا ثبوت:۔ آپ (مرزا غلام احمد) کا نام احمد ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے اپنے تمام لڑکوں کے ناموں کے ساتھ احمد لگایا ہے۔ الخ

الجواب:۔ آپ کی اس دلیل کا رد تو آپ کے خاندان میں ہی موجود ہے۔ افسوس کہ آپ نے غور نہ کیا۔ مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے اپنے بیٹے کے نام

کے پہلے احمد لگایا حالانکہ ان کا نام احمد نہ تھا بلکہ ان کے نام کی جزو بھی احمد نہ تھی جس سے ثابت ہوا کہ آپ کا من گھڑت قاعدہ غلط ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کے نام کے پہلے احمد لگائے وہ احمد ہوتا ہے۔

دوم:۔ آپ ہزاروں مسلمان دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنے بیٹوں کے نام کے اول یا اخر احمد لگایا ہے بلکہ بعضوں نے صرف احمد ہی نام رکھے۔ لیکن فقط نام رکھنے سے ہوتا کیا ہے۔ بہت شخصوں کے نام بشارت احمد، مبارک احمد، فضل احمد، احمد علی، احمد بخش رکھے۔ کیا وہ سب احمد بن گئے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کس قدر ردی دلیل ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے بیٹوں کے نام کے پہلے احمد لگایا اس واسطے وہ احمد تھے۔ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ نام صرف تفاول کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ جو لوگ اپنی اولاد کا نام موسیٰ وعیسیٰ وداؤد رکھتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ مولود خیر و برکت میں ان نبیوں کے مثیل ہوں۔

(دیکھو ازالۂ اوہام، صفحہ ۱۷۰، حصہ اول)

سوم:۔ مولود کی صفات میں اس کا نام کچھ اثر نہیں رکھتا۔ مشاہدہ ہے کہ بعض لوگوں کے نام بہت اچھے ہوتے ہیں۔ مگر ان کے افعال ایسے ناگفتہ بہ ہوتے ہیں کہ پناہ بخدا۔ بلکہ نام کے معانی سے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ پادری عماد الدین کے والدین نے اس کا نام کیسا اچھا رکھا مگر وہ بجائے عماد (رکن) دین ہونے کے مخرب دین نکلا اور عیسائی ہو گیا اور دین کی اس قدر خرابی کی کہ اسلام کے رد میں کتابیں لکھیں۔ اور ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ خاص پادریوں میں شمار ہوتا تھا۔ نام نے اس کی کچھ مدد نہ کی۔ ایسا ہی عبد اللہ آتھم عیسائی جس کے مقابل مرزا صاحب مغلوب ہوئے۔ لہٰذا صرف نام رکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک صفات حسنہ نہ ہوں۔ کسی شخص کا نام اگر آپ حاتم طائی ثابت کر دیں۔ یا فلسی و منطقی دلائل سے یہ ثابت کریں کہ فلاں شخص کا نام والدین نے حاتم طائی رکھا تھا تو کیا اس میں صفت

سخاوت بھی آسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ایسا ہی اگر آپ بیجا کوشش کر کے مرزا صاحب کا نام صرف احمد ثابت کر بھی دیں تاہم وہ احمد رسول ہرگز نہیں ہو سکتے۔تاوقتیکہ رسول کی صفات مرزا صاحب میں ثابت نہ کریں۔آپ ہزاروں مسلمان پائیں گے جن کے نام صرف احمد ہیں مگر وہ احمد کی صفات سے عاری ہیں۔ایسا ہی مرزا صاحب میں جب احمد کی صفات نہیں تو پھر صرف احمد ثابت کرنے سے کیا ہوگا؟ اگر کوئی صفت احمد رسول والی مرزا صاحب میں ہے تو بیان کرو۔صرف نام کی بحث فضول ہے۔کسی شخص کا نام رستم رکھ دو گے یا ثابت کر دو گے تو وہ شخص اس نام سے بہادر نہیں ہو سکتا۔پس یہ ثبوت بھی ردی ہے۔

تیسرا ثبوت:۔ حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے کا یہ ہے کہ جس نام پر وہ بیعت لیتے رہے ہیں وہ احمد ہی ہے۔الخ انوار خلافت۔

الجواب:۔ مرزا صاحب کا احمد سے بھی غلام احمد قادیانی مطلب تھا۔یعنی اپنی ذات نہ کہ رسول پاک احمد مجتبیٰ ﷺ کی۔کیونکہ قاعدہ ہے کہ عقلمند انسان اپنا لمبا چوڑا نام اپنے منہ سے کہنا پسند نہیں کرتا۔اور مختصر نام ظاہر کرتا ہے۔خاص کر وہ لوگ جو بزرگوں میں پاؤں رکھتے ہیں ان کو ضرور کسر نفسی کرنی پڑتی ہے چاہے اصل نہ ہو بناوٹی ہی ہو۔مریدوں کے طبقے میں پیر اپنا بڑا نام نہیں لیا کرتے صرف مختصر نام لیتے ہیں تاکہ فخر نہ پایا جائے۔جیسا کہ شبلی، منصور،فرید،وغیرہ وغیرہ۔اسی قاعدہ سے مرزا صاحب اپنا نام کسر نفسی کے طور پر احمد ظاہر کرتے تھے نہ کہ احمد رسول اللہ ﷺ ہونے کا ان کو یقین ہوتا تھا۔کیونکہ احمد رسول مرزا صاحب کے جسم میں کسی طرح نہیں آسکتا تھا۔اگر جسم مبارک آئے تو یہ حلول اور تداخل ہے جو کہ باطل ہے اور اگر روح مبارک مرزا جی کے جسم میں آئے تو یہ تناسخ ہے یہ بھی باطل ہے۔اگر صفات محمدی کا عکس کہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ جب تک سایہ اور عکس ڈالنے والے کا وجود مقابل نہ ہو عکس نہیں پڑ سکتا۔اور اگر تو ارد صفات کہو تو یہ کم و بیش ہر ایک مسلمان میں

پایا جاتا ہے مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ مرزا صاحب سے بڑھ کر فنا فی الرسول امت میں گزرے ہیں مگر کوئی نبی ورسول نہیں کہلایا۔ خواجہ اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال شاہد ہے کہ محبت رسول اللہ ﷺ میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ مرزا صاحب نے تو کبھی محبت رسول ﷺ کا ثبوت نہ دیا۔ صرف زبانی دعویٰ کون مان سکتا ہے۔ پس یہ غلط ہے کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے۔ کیونکہ جب الفاظ بیعت پر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مراد احمد سے اپنی ذات یعنی غلام احمد قادیانی ہوتی تھی۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی نسبت بیعت لیتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سلسلہ احمدیہ غلام احمد قادیانی نے نکالا ہے اور یہ سلسلہ احمد رسول اللہ ﷺ سے ۱۳۰۰ سال بعد نکلا ہے تو پھر یہ سلسلہ احمدیہ کہ دراصل سلسلہ غلام احمدیہ ہے غلام احمد کی طرف منسوب ہے، نہ کہ صرف احمد کی طرف۔ پس یہ ثبوت بھی غلط ہے۔

چوتھا ثبوت: آپ (مرزا جی) کے احمد ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے اپنی اکثر کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے۔ الخ

الجواب: مرزا صاحب کے سب سے پہلے اشتہار پر جو ''براہین احمدیہ'' کا موٹے الفاظ میں تھا اس کے خاتمہ پر غلام احمد لکھا ہوا ہے اور تمام کتابوں اور ہزاروں اشتہاروں کے خاتمہ پر خاکسار غلام احمد قادیانی چھپا ہوا ہے۔ بلکہ جو خطوط محمدی بیگم منکوحہ آسمانی کے حاصل کرنے کے واسطے لکھے تھے سب کے خاتمہ پر غلام احمد تھا۔ رہن نامہ جائداد یعنی باغ کی رجسٹری جو مرزا صاحب نے اپنی بیوی کے نام کرائی اس میں صاف لکھا ہے کہ ''منکوحہ غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور''۔ اور دہلی کے مباحثہ میں جتنے رقعے لکھے سب کے خاتمہ پر غلام احمد لکھتے رہے۔ یہ آپ کا فرمانا صحیح نہیں کہ صرف احمد لکھتے تھے لہٰذا یہ دلیل بھی غلط ہے۔ اگر کہیں شاذ و نادر ہو بھی تو وہ سند نہیں سند وہی ہے جس کی کثرت ہو۔

پانچواں ثبوت:۔ یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب وخواجہ کمال الدین صاحب (مریدان مرزا صاحب) مرزا صاحب کو احمد قادیانی لکھتے رہے ہیں۔ الخ

الجواب:۔ اس کا جواب تو مولوی محمد علی صاحب وخواجہ کمال الدین صاحب دے چکے ہوں گے اور ان کا جواب یہ ہوگا کہ احمد قادیانی سے ان کی مراد ہمیشہ سے غلام احمد قادیانی تھی۔ صرف اختصار کے طور پر احمد قادیانی لکھ دیا جاتا تھا۔ پس یہ کوئی دلیل نہیں۔

دوم:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میں صرف **احمد** ہے نہ کہ غلام احمد قادیانی۔ پس احمد قادیانی سے مراد غلام احمد قادیانی ہوسکتی ہے نہ کہ احمد عربی ﷺ۔ اگر کوئی صرف قادیانی ہی لکھ دے تب بھی مراد غلام احمد قادیانی ہی ہوتی ہے نہ کہ احمد عربی ﷺ۔

چھٹا ثبوت:۔ حضرت (مرزا) صاحب کے الہامات میں کثرت سے احمد ہی آتا ہے ہاں ایک دو جگہ غلام احمد بھی آیا ہے۔

الجواب:۔ آپ کی اس دلیل سے تو مرزا صاحب کا ملہم من اللہ ہونا بھی جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ الہام کرنے والا مرزا صاحب کے نام سے واقفیت نہیں رکھتا۔ جب غلام احمد کہتا ہے تو مرزا صاحب کا صرف احمد ہونا غلط ہوتا ہے اور جب صرف احمد کر کے بلاتا ہے تو غلام احمد ہونا غلط ٹھہرتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ الہام کرنے والا عالم کل اور جلی خفی کا جاننے والا نہیں۔ غلام اور آقا میں ایسا ہی فرق ہے جیسا دن اور رات میں۔ ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص غلام اور آقا نہیں ہوسکتا۔ پس یہ اجتماع نقیضین ہوا۔ اور یہ بعید از شان خداوندی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن شریف میں معیار مقرر کر چکا ہے کہ جس کلام میں اختلاف ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آپ کی اس دلیل سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا رتبہ ہرگز حاصل نہ تھا۔ کیونکہ اگر خدا کی طرف سے الہام ہوتا تو اس میں اختلاف ہرگز نہ ہوتا۔ اور آپ اقرار کرتے ہیں کہ کبھی غلام احمد اور کبھی صرف احمد مخاطب کر

کے الہام ہوتا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کی طرف سے وہ الہام نہ تھے۔ کیونکہ ایک ہی شخص کبھی غلام احمد اور کبھی احمد ہرگز درست نہیں۔

دوم:۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اختصار سے کام لینے کے واسطے غلام احمد پورا نام لینے کے عوض کبھی صرف احمد ہی کہہ دیا ہو۔ مگر پھر بھی مراد خداوندی احمد سے غلام احمد ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مخاطب غلام احمد ہے۔ پس آپ کی یہ دلیل بھی غلط ہے۔

ساتواں ثبوت:۔ پھر آپ (مرزاجی) کے نام احمد ہونے پر حضرت خلیفہ اول کی بھی شہادت ہے۔ کہ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف والنحو میں لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ خاص نام ہمارے سید و مولیٰ خاتم النبیین کا ہے اور احمد نام ہمارے اس امام کا ہے جو قادیان سے ظاہر ہوا۔ الخ

الجواب:۔ حکیم نورالدین صاحب کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ اول (حکیم نورالدین صاحب) نے محمد ﷺ کے نام کے ساتھ خاص کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور مکہ شہر کے ساتھ بھی خاص کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر امام قادیان کا نام خاص نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کے نزدیک احمد قادیانی اور احمد عربی ﷺ میں فرق تھا۔ اور وہ فرق یہ تھا کہ عربی احمد صرف احمد تھا اور قادیانی احمد غلام احمد تھا۔

دوم:۔ جب ہمارے پاس امام کا قول موجود ہے   مصرعہ

جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

جس میں وہ صاف غلام احمد کو مسیح الزمان کہہ رہا ہے۔ تو امام کا قول ہوتے ہوئے اس کے خلیفہ کے قول کو تسلیم کرنا گویا اس امام کی ہتک ہے۔ میں مرزا صاحب کا مرید نہیں تاہم عقل سے بعید سمجھتا ہوں کہ امام کو چھوڑ کر اس کے ایک خلیفہ کی بات کو قبول کروں۔ پس آپ کی تاویلات اور دلائل کے واسطے آپ کے امام کا قول ہی کافی ہے۔ جب خود مسیح موعود

احمد کا غلام بنا ہے تو آپ اس کو صرف احمد ہرگز نہیں کہہ سکتے۔لہٰذا آپ کی یہ دلیل بھی ردی ہے۔

آٹھواں ثبوت: یہ وہی ثبوت ہے جو اوپر گزر چکا ہے کہ احمد کے نام بیعت لیا کریں۔ الخ۔

الجواب: جواب بھی اس کا وہی ہے جو اوپر دیا گیا ہے کہ تمام بیعت لینے والوں کی مراد احمد سے غلام احمد قادیانی ہی ہے نہ کہ احمد عربی ﷺ۔

نواں ثبوت: یہ ہے کہ خود آپ نے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ''ازالۂ اوہام'' میں فرماتے ہیں: ''اس آنے والے کا نام احمد رکھا گیا ہے۔ وہ بھی اس کا مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد ﷺ جلالی اور احمد جمالی اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے جمالی معنی کے رو سے ایک ہی ہیں۔ ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد ﷺ بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ الخ

الجواب: یہ ثبوت پیش کر کے آپ نے خود اپنی تردید کر دی۔ اس عبارت میں کہیں نہیں لکھا کہ آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ کا میں مصداق ہوں بلکہ صاف لکھتے ہیں کہ اس آنے والے کا نام احمد رکھا گیا ہے **وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے** مرزا صاحب کی یہ عبارت تو ظاہر کرتی ہے کہ آنے والا مسیح موعود مثیل احمد ہوگا نہ کہ اصل احمد۔ اور یہ پیشگوئی اصل احمد کے حق میں ہے جس کا دوسرا نام محمد ﷺ ہے۔ مثیل احمد ہونا جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں تو اصل احمد آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ یہ مدعی سست گواہ چست کا معاملہ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ آپ نے غلط لکھا ہے کہ خود مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بتایا ہے۔ وہ تو مثیل احمد کہہ رہے

ہیں۔ مثیل اور اصل میں جو فرق ہوتا ہے وہی فرق احمد اور غلام احمد میں ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا فرمانا کہ میں مثیل احمد ہوں یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ وہ کبھی مسیح کے مثیل بنتے ہیں۔ کبھی عیسیٰ کے اور کبھی مریم کے اور کبھی آدم کے اور کبھی کرشن جی کے۔ پس یہ معجون مرکب کبھی اس قابل نہیں کہ آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ﴾ کی مصداق ہو سکے۔ یہ بھی غلط ہے کہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی نام ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی جن کے پاس مرزا صاحب کی اسناد فضیلت وعلم موجود ہیں وہ ''القول المجد فی تفسیر اسم احمد'' میں لکھتے ہیں کہ احمد جلالی نام ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ واقعات بتارہے ہیں اور تاریخ اسلام ظاہر کررہی ہے آنحضرت ﷺ ایسے بہادر تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ہیبت سے شجاعان کفار کے دل چھوٹ جاتے تھے۔ اور جس جگہ کفار کی تلواروں اور تیروں کا بارش کی طرح زور ہوتا تھا تو ہم آنحضرت ﷺ کے زیر بازو قتال کرتے تھے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مجھ کو پانچ چیزیں عنایت ہوئی ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ میرا رعب اس قدر غالب ہے کہ کفار میرے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ اور یہ صفت جلالی کا ہی خاصہ ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ **عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ اعطیت خمسا لم یعطیھم احد قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت الارض مسجدا وطھورا قائما رجل من امتی ادرکتہ الصلوۃ فلیصل وحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ** (متفق علیہ) **ترجمہ:۔** روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دیا گیا میں پانچ خصلتیں کہ نہیں دیا گیا کوئی نبی پہلے مجھ سے۔ مدد دیا گیا میں دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالنے کے ساتھ کہ ایک مہینہ کی سے مارے ڈر کے بھاگتے ہیں۔ اور گھبراتے

ہیں۔اور ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی اور پاک کرنے والی تیمم ہے۔اور حلال کی گئی میرے لئے لوٹ کفار کی جو نہ حلال کی گئی مجھ سے پہلے کسی کے لئے۔اور دیا گیا مجھ کو مرتبہ شفاعت عظمیٰ عامہ کا کہ شامل رہے تمام مواضع شفاعت کو۔اور مجھ سے پہلے نبی بھیجا جاتا تھا خاص اپنی ہی قوم کی طرف۔اور میں بھیجا گیا تمام لوگوں کی طرف۔نقل کی یہ حدیث بخاری نے۔ (مظاہر حق جلد۴ص۵۱۳)

اس حدیث میں پانچ خصلتیں حضرت ﷺ نے اپنی خود بیان فرمادیں۔

اول:۔ فتح دیا جانا دشمنوں پر بسبب رعب کے۔

دوم:۔ تمام زمین سجدہ گاہ ہوئی حضرت کی امت کے لئے۔

سوم:۔ حلال کی گئی غنیمت۔

چہارم:۔ شفاعت کا مرتبہ دیا گیا۔

پنجم:۔ کل جن وانس کے واسطے نبی ہونا۔

پہلی اور دوسری صفات خاص جلالی ہیں اور یہ خاصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے کسی امتی کا حق نہیں کہ خاصہ رسول میں اس کو شریک یا مساوی کیا جائے۔پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات جامع صفات جلالی و جمالی تھی اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک کامل رسول کے آنے کی بشارت دی تھی کہ جو صاحب کتاب وشریعت وحکومت ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ صاحب کتاب وشریعت وحکومت نبی تھے۔چنانچہ انجیل یوحنا،۱۴،۱۵، ۱۶ میں ہے کہ ”میں حکم نہیں کرتا اور ایک حکم کرنے والا آتا ہے۔تو یہ حکم کرنے والا احمد ﷺ رسول عربی تھا نہ کہ مرزا غلام احمد۔جو کہ تمام عمر انگریزوں کی رعیت وغلامی میں رہا۔اور انجیل برنباس میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کردے گا۔(انجیل برنباس فصل:۹۷،آیت۵)

اب غور کرو کہ وہ کون رسول تھا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو جھوٹے خیال تھے۔ یعنی ان کا مقتول ومصلوب ہونا۔ حضرت عیسیٰ کا سچا نبی نہ ہونا۔ ان کی ناجائز ولادت کا ہونا وغیرہ الزامات جو یہودی ان پر لگاتے تھے۔ ان الزاموں سے کس رسول نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پاک کیا۔ آیا محمد ﷺ، احمد ﷺ نے یا مرزا غلام احمد نے۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ ہتک کی جو یہودیوں نے بھی نہ کی تھی۔ نمونہ کے طور پر غلام احمد کی عبارت لکھتا ہوں۔

۱...... حضرت عیسیٰ کنجریوں سے میل جول رکھتا تھا۔

۲...... حضرت کی دادیاں نانیاں زانیہ تھیں۔

۳...... حضرت عیسیٰ ایک بھلا مانس آدمی بھی نہ تھا چہ جائیکہ اس کو نبی مانا جائے۔

۴...... حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کرتا تھا اور عجوبہ نمائیاں عمل الترب یعنی مسمریزم سے کرتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم و ازالہ اوہام)

اس لئے یہ بشارت خاص انہی کے حق میں ہے۔ اور مرزا صاحب چونکہ نہ کوئی کتاب لائے اور نہ کوئی شریعت لائے اس لئے وہ اس پیشگوئی کے ہرگز مصداق نہ تھے۔ مگر ہم اہلسنّت والجماعت کے مذہب میں ایسی ایسی من گھڑت اصطلاحات بدعت ہیں جن سے امت اور دین میں فساد وارد ہوتا ہے۔ اور یہ پہلے کذابوں کی چال ہے جو مرزا صاحب چلے ہیں کہ نبوت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے شریک ہونا چاہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک کوئی بھی سلف صالحین سے گزرا ہے جس نے کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ البتہ کذاب لوگ ایسے ایسے حیلے کرتے آئے ہیں۔ ایک کاذب نبی کا نام محکم دین تھا اور وہ صاحب ذکر و فضل الٰہی تھا۔ اور سجادہ نشین بھی تھا اور مسلمان بھی۔ اس کے بہت سے مرید بھی تھے۔ اس کو بھی مرزا صاحب اور دوسرے

کذابوں کی طرح نبی ہونے کا زعم ہوا۔مگر مرزا صاحب کی طرح کھلا کھلا دعویٰ کرنے سے ڈرتا بھی تھا کہ کہیں مرید بھاگ نہ جائیں۔وہ مریدوں کو کہتا تھا کہ میں رسول ہوں۔اور اپنا کلمہ بھی پڑھواتا تھا۔یعنی **لا اله الا الله محکم دین رسول الله**۔یعنی معبود سوائے اللہ کے نہیں اور محکم دین رسول اللہ ہے یعنی اللہ کا رسول۔مگر جب اعتراض کیا جاتا تو لاہوری مرزائی جماعت کی طرح جس طرح ظلی و بروزی کی شرط لگا دیتے ہیں اور مرزا صاحب کی کفریات اور خلاف شرع باتوں کی تاویل کرتے ہیں۔محکم دین کاذب مدعی نبوت بھی اسی طرح تاویل کرتا تھا کہ دین رسول اللہ کا محکم ہے خام نہیں۔اس لئے محکم دین رسول اللہ کہنا کفر نہیں۔کیونکہ اصل مطلب یہ ہے کہ دین محمد محکم ہے۔مگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور تھے۔محکم دین اور اس کے مرید صرف علما اور دوسرے اشخاص کو دھوکا دے کر کہتے کہ ہمارے مرشد کا مطلب یہ ہے کہ محکم دین رسول اللہ کا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ محکم دین نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ محمد رسول اللہ کا دین محکم ہے۔ایسا ہی مرزا صاحب کی لاہوری جماعت اپنے مرشد کے دعویٰ نبوت و رسالت کی تاویل کرتی ہے کہ وہ حقیقی مستقلہ نبوت کے مدعی نہ تھے حالانکہ مرزا صاحب صاف لکھ چکے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔دیکھو مرتے دم بھی ''اخبار عام'' میں آپ نے جو مضمون دیا اس میں صاف لکھا کہ میں نبی و رسول ہوں۔اصل عبارت یہ ہے۔

ا......اس (خدا) نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔

(مکتوب آخری اخبار عام)

۲......ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توریت میں مذکور ہیں میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچے جانتے ہو۔

(دیکھو اخبار بدر قادیان ۹، اپریل ۱۹۰۸ء)

۳......میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا اس نے ابراہیم سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحاق سے اور اسماعیل اور یعقوب سے اور یوسف سے اور موسیٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب سے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن و پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف بخشا اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔ (دیکھو تجلیات الٰہیہ مصنفہ مرزا صاحب، صفحہ ۲۴)

اب لاہوری جماعت ان عبارات اور دعاوی کو کہاں چھپا سکتی ہے اور باوجود مرزا صاحب کے مرید ہونے کے کس طرح کہتی ہے کہ مرزا صاحب کو ہم نبی نہیں مانتے اور نہ مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت و رسالت کا تھا۔ یا مرزا صاحب کا لکھنا غلط ہے یا لاہوری مرزائی تقیہ کرتے ہیں۔

محمد جلالی نام اور احمد جمالی نام کی بدعت مرزا صاحب نے خود ہی اپنے مطلب کے واسطے ایجاد کی ہے ورنہ شرع محمدی کی کسی کتاب میں نہیں ہے کہ احمد جمالی نام ہے اور نہ کوئی سند شرعی اس پر دلالت کرتی ہے۔ جب تک کوئی سند شرعی قرآن وحدیث واجتہاد آئمہ دین نہ ہو تب تک قابل تسلیم نہیں۔ پس پہلے کوئی سند شرعی پیش کرو لیکن ہرگز پیش نہ کرسکو گے ﴿لَمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾۔ لہٰذا یہ نویں دلیل بھی ردی ہے۔

دسواں ثبوت: یہ ہے کہ انجیل میں لفظ احمد نہیں آیا۔ پس گویا ایک صورت تو یہ ہے کہ انجیل سے یہ لفظ مٹ گیا۔ الخ۔

الجواب: یہ بالکل غلط خیال ہے کہ تحریف سے لفظ احمد مٹ گیا۔ کیونکہ لفظ تو موجود ہے اور چونکہ انجیل عربی زبان میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ تو پھر یہ امید ہی فضول ہے کہ احمد کا نام انجیل میں ہوتا۔ ہاں جس لفظ کا ترجمہ احمد ومحمد کیا گیا۔ وہ لفظ فارقلیط ہے جس کے معنی اور ترجمہ احمد ہے۔ موجودہ انجیلوں میں بھی لفظ پیریکلیطاس لکھا ہوا موجود ہے اور یہ لفظ یونانی

زبان کا ہے چونکہ انجیل عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اس لئے عبرانی لفظ فارقلیط تھا جس کے معنی ترجمہ عربی میں احمد ہوا۔ پس یہ کہنا کہ انجیل میں لفظ احمد کا کہیں نہیں آتا غلط بات ہے۔ افسوس پادری تو قبول کریں کہ احمد جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ انجیل میں موجود ہے مگر مرزائی قادیانی کی امت باوجود دعوائے اسلامی صاف کہہ دیں کہ انجیل میں احمد کا لفظ نہیں۔ اور یہ نہ سمجھے کہ ایسا کہنے سے تو عیسائیوں کو موقع دینا ہے کہ وہ محمد ﷺ کی نبوت کا بطلان کریں کیونکہ انجیل میں احمد کا نام نہیں (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں غلط لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمد رسول کے آنے کی خبر دی۔ تو پھر قادیانی خودغرضی نے نہ صرف محمد ﷺ کی رسالت کو کھویا۔ بلکہ قرآن پر افترا کا الزام دلایا۔ اور نہ صرف قرآن کو جھٹلایا بلکہ مرزا صاحب کو بھی جھٹلایا۔ کہ جب آقا کا ہی ثبوت نہیں تو غلام کس باغ کی مولی ہے۔ سچ ہے نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔

اب ہم میاں بشیر الدین محمود صاحب (فرزند مرزا غلام احمد قادیانی) کو بتاتے ہیں کہ پادریوں کے سردار سر ولیم میور صاحب اپنی تصنیف ''لائف آف محمدؐ'' کی جلد اول صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ:۔

''یوحنا کی انجیل کا ترجمہ ابتداء میں عربی میں ہوا اس میں اس لفظ کا ترجمہ غلطی سے احمد کر دیا ہوگا یا کسی خودغرض جاہل راہب نے محمد ﷺ کے زمانہ میں جعلسازی سے اس کا استعمال کیا ہوگا''۔ انتہی

اس پادری (سر ولیم میور صاحب) کی زبان سے خدا تعالیٰ نے خود بخود نکلوا دیا کہ کسی راہب نے جعلسازی سے ترجمہ احمد کر دیا۔ یا جعلسازی کا بارِ ثبوت پادری صاحب پر ہے۔ اور چونکہ انہوں نے جعلسازی کا کوئی ثبوت نہیں دیا اس لئے ان کا خیال غلط ہوا۔ مگر یہ امر مخالف کی زبان سے ثابت ہوا کہ فارقلیط کے لفظ کا ترجمہ عربی زبان میں احمد ایک راہب

نے کیا ہے۔ سبحان اللہ۔ سچ کبھی چھپا نہیں رہتا۔ پادری صاحب کو کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ انہوں نے راہب کا نام لیا۔ یہ الزام صرف کسی مسلمان کے سر تھوپ دیتے مگر خدا تعالیٰ نے احمد ﷺ کی رسالت ثابت کرنے کی خاطر سر ولیم میور کے قلم سے لکھوا دیا کہ فارقلیط کا ترجمہ احمد ہے اور یہ ایک راہب کا ترجمہ ہے کسی مسلمان کا نہیں۔ وللہ الحمد۔

دوسرا الزام پادری صاحب نے یہ لگایا ہے کہ محمد ﷺ کے زمانہ میں یہ ترجمہ ہوا لیکن پادری صاحب نے اس کا ثبوت کچھ نہیں دیا۔ اگرچہ یہ اعتراض بھی قابل اعتبار نہیں مگر ہم اس الزام کو جھوٹا کرنے کے واسطے تاریخی ثبوت پیش کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ پادری صاحب کا یہ الزام بھی غلط ہے کہ فارقلیط کا ترجمہ احمد محمد ﷺ کے زمانہ میں ہوا۔ ''فتوح الشام'' کے صفحہ ۷۰ میں مذکور ہے۔ تبع نے قبل ظہور آنحضرت ﷺ کے اشعار نعت کے تصنیف کئے تھے از انجملہ ایک شعر نقل کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ آنے والے رسول کا نام جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی احمد تھا۔ اور احمد عربی انجیلوں میں قبل ظہور اسلام ترجمہ ہو چکا تھا۔ وہ شعر یہ ہے ؎

''شهدت على احمد انه رسول من اللّٰه جارى النعم''

یعنی گواہی دیتا ہوں میں احمد پر کہ تحقیق وہ بھیجے ہوئے خدا کے ہیں جو پیدا کرنے والا جانوں کا ہے۔

دوسری صورت جو آپ نے بیان کی ہے ''**العود**'' **احمد** کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہے کہ دوبارہ لوٹنا احمد ہوتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دوبارہ احمد کبھی نہیں آسکتا کیونکہ حضور دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما کر مدینہ طیبہ میں استراحت فرما رہے ہیں۔ آپ کا دوبارہ اس دنیا میں تشریف لانا عقیدۂ اہل اسلام کے برخلاف ہے اور نص قرآنی کے صریح مخالف جس میں صاف فرما دیا ہے کہ قیامت سے پہلے کوئی شخص دوبارہ اس

دنیا میں نہیں آ سکتا۔ پس اس نص قرآنی سے احمد کے معنی لوٹنا کرنے کے بالکل غلط ہیں۔ باقی رہی آپ کی وہی پرانی رام کہانی کہ مسیح موعود کا آنا گویا دوبارہ احمد کا آنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے بوجوہات ذیل۔

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت احمد یا محمد ﷺ دو الگ الگ وجود ہیں۔ پیشگوئی کرنے والا عیسیٰ ہے۔ اور یہ عقلاً باطل ہے کہ احمد کے معنی دوبارہ عود کرنے کے ہوں اور دوبارہ عیسیٰ آئے اور اصلی احمد نہ آئے جس کی نسبت بشارت ہے۔ اگر کہو کہ عیسیٰ اور احمد ایک ہی ہیں تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ حضرت احمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس بعد ہوئے۔ اگر عیسیٰ کا دوبارہ آنا یہی معنی رکھتا کہ استعارہ کے طور پر دوسرا رسول اپنا آنا حضرت عیسیٰ کا آنا بتائے گا تو حضرت احمد ﷺ مسیح موعود کہلاتے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صاف صاف فرماتے کہ میرا آنا مسیح کا دوبارہ آنا ہے۔ کیونکہ میں احمد ہوں اور احمد دوبارہ آنے کو کہتے ہیں۔ مگر حضرت محمد ﷺ نے ببانگ دہل اپنی نبوت و رسالت کا الگ دعویٰ کیا اور ہر ایک سے اس کی شہادت لی کہ **اشهد ان محمدا عبده ورسوله** ایک شخص تو نکالو کہ جس کو احمد ﷺ نے کہا ہو کہ میں دوبارہ دنیا میں آیا ہوں۔ اور میں پہلے عیسیٰ تھا۔ جب کوئی ایسا نہیں ہے اور احمد ﷺ کا آنا ایک ہی دفعہ ہوا تو پھر یہ معنی کہ **العود احمد** دوبارہ آنے کے معنی ہیں۔ غلط ہے۔

۲...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب مبعوث ہوئے اور کل ادیان پر حاکم ہو کر آئے تو جناب کا فرض تھا کہ اختلافی مسائل یہود و نصاریٰ کا فیصلہ کریں چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا۔ تثلیث کے عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ ابنیت کے مسئلہ کو باطل بتایا۔ الوہیت مسیح کے مسئلہ کو جڑ سے اکھاڑا۔ مسیح کے قتل و صلب کی تردید کی۔ مسیح کے معبود اور الٰہ ہونے کی تردید کی۔ از انجملہ مسیح کی آمد ثانی کا بھی مسئلہ تھا۔ جو کہ انجیل میں اب تک موجود ہے۔ (دیکھو انجیل

متی باب ۲۴، آیت ۲۶) کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسے ہی انسان کے بیٹے کا آنا ہوگا۔

۲۸......فی الفور ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔

۲۹......اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نام آسمان پر ظاہر ہوگا اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے (عیسیٰ) کو **بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔**

ناظرین! بادلوں کا لفظ ملاحظہ ہو جو صاف صاف بتا رہا ہے کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری سے ہوگا۔ کیونکہ روح کے واسطے بادلوں کی ضرورت نہیں چونکہ نزول فرع ہے صعود کی۔ پس رفع جسمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہوا کیونکہ وہی جسم نزول کر سکتا ہے جو کبھی اوپر چڑھایا گیا ہو۔

عیسائیوں کے اس انتظار واعتقاد کا حضور علیہ السلام نے کیا فیصلہ کیا؟ ظاہر ہے اس کا فیصلہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا جو نبی اللہ و روح اللہ تھا اور نبیوں میں سے ایک نبی تھا وہ قرب قیامت میں ضرور نازل ہوگا اور علامات قیامت میں سے یہ بھی ایک علامت ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء۔** (رواہ ابن عساکر فی کنز العمال) یعنی ابن عساکر کنز العمال میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”نازل ہوگا یعنی اترے گا میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے“ اور ایک حدیث میں جو ”فتوحات مکیہ“ میں ہے لکھا ہے۔ **فانه لم یمت الی الان بل رفعه اللّٰہ الی هذا السماء۔** یعنی ”فی الواقعہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے بلکہ خدا

نے ان کو آسمان پر اٹھایا"۔ یہ دونوں حدیثیں تفسیر ہیں قرآن مجید کی آیات ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی۔ اب رسول اللہ کی اس تفسیر کے آگے تمام روئے زمین کے مسلمان کذابوں، مفتریوں، مدعیان نبوت و مسیحیت کے من گھڑت معانی اور تفسیر کی کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ جو علامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے نزول کی فرمائی ہیں کہ ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اور چاند اپنی روشنی چھوڑ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے وغیرہ علامات قرآن مجید نے بھی تصدیق فرمائی ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرما کر سورۃ تکویر میں بدیں الفاظ انجیل کی تصدیق کی۔ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ یعنی "جس وقت سورج لپیٹا جائے گا سورج اپنی روشنی چھوڑ دے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے" اس وقت قیامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نزول فرمائیں گے اور یہ علامت قیامت کی ہوگی جیسا کہ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ سے ظاہر ہے۔

اور یہ جہالت کے اعتراضات اور علوم دین سے ناواقفیت کی دلیل ہے جو کہا جاتا ہے کہ اصالتہً نزول محالات عقلی و خلاف قانون قدرت ہے۔ جب خود قیامت ہی محالات عقلی سے ہے کہ گلی سڑی ہڈیاں اور خاک شدہ بدن خدا کی قدرت کاملہ سے زندہ ہوگا۔ اور مردے قبروں سے نکلیں گے۔ یہ سب کچھ محالات عقلی سے ہے۔ جب ایک مومن قیامت کے حشر بالاجساد کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے تو نزول عیسیٰ علیہ السلام (جو علامات قیامت سے ایک علامت ہے) کا منکر کیوں کافر نہیں ہے پس نزول مسیح کا انکار قیامت کا انکار ہے اور یہ کفر ہے۔ اگر یہ عقیدہ غلط یا شرک ہوتا تو رسول مقبول ﷺ اس کی بھی تردید فرما دیتے جیسا کہ مسائل الوہیت مسیح و ابن اللہ و کفارۂ مسیح و مصلوبیت مسیح وغیرہ کی تردید فرمائی تھی

ساتھ ہی اس نزول مسیح کے عقیدہ کی بھی تردید فرما دیتے۔ چونکہ رسول مقبول ﷺ نے اصالتہً نزول مسیح کے مسئلہ کو قائم رکھا اور عیسائیوں کے حیات مسیح کے مسئلہ کو جائز رکھا تو اب کس قدر گستاخی و بے ادبی اور ہتک حضور ﷺ کی ہے کہ آپ نے شرک کے ایک مسئلہ کو جائز رکھا۔ اور مسیح کی حیات اس قدر طول وطویل عرصہ کی کیوں تسلیم کی اور اپنی امت کو ابتلاء میں ڈالا۔ مسئلہ نزول کو بھی کیوں باطل نہ قرار دیا۔ اور کیوں نہ فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے نبیوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اور مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آتے اس لئے نزول مسیح کا اعتقاد غلط ہے۔ اور شرک ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کا بیٹا ہونا یا معبود ہونا شرک ہے۔ ویسا ہی عرصہ دراز تک اس کا زندہ رہنا اور پھر اصالتہً نزول شرک ہے۔ مگر حضور علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ اعتقاد شرک نہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جائز قرار دیا اور صحابہؓ کرام کو اسی عقیدہ پر رکھا۔ چنانچہ دجال والی حدیث میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ تو دجال کا قاتل نہیں دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے جو بعد نزول اس کو قتل کرے گا۔ پھر دوسری حدیث معراج والی میں فرمایا کہ میں نے جب سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بات ڈالی گئی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ انہوں نے کہا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کروں گا۔ اور بعد ازاں قیامت آئے گی۔

الغرض اس مضمون پر بہت حدیثیں ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتہً نزول فرمائیں گے جیسا کہ قرآن وانجیل سے بھی ثابت ہے۔ اور احادیث میں تو اترنے کی جگہ بھی

فرمادی گئی ہے۔

طبرانی میں حدیث ہے۔**ینزل عیسیٰ عند المنارة البیضاء شرقی دمشق** ۔یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی سفید مینار پر اتریں گے۔ چونکہ کذاب مدعیان مسیحیت ونبوت نے بھی ضرور ہونا ہے کیونکہ دو اولوالعزم پیغمبروں کی پیشگوئی ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ جھوٹے مسیح بہت ہوں گے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ میری امت سے تمیں جھوٹے نبی ہوں گے۔ اس لئے یہ بھی ضروری تھا کہ کذاب مدعی ہوں تا کہ دونوں مرسل پیغمبروں کی پیشگوئیاں پوری ہوں۔ چنانچہ مفصلہ ذیل اشخاص مرزا صاحب سے پہلے گزرے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی۔ اور نہایت بے باکی سے سچے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور کہا کہ یہ عقلاً جائز نہیں کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں۔ کیونکہ وہ مر چکے ہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات پر پیدا ہوگا۔ پس وہ شخص یعنی مسیح موعود میں ہوں۔ چنانچہ فارس بن یحییٰ، ابراہیم بزلہ، شیخ محمد خراسانی، بیسک، مسٹر وارڈ، جزیرہ جمکہ میں ایک حبشی، ملک روس میں ایک فرنگی نے دعویٰ کیا۔ (دیکھو مسل مصفّٰی) ملک سندھ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا (دیکھو مجمع البحار) یہ نو ۹ نام ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن مریم، مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت لوگ ان کے مرید اور پیرو ہو گئے۔ اور وہ بھی مرزا صاحب کی طرح کامیاب ہو کر اپنے آپ کو سچا موعود سمجھنے لگ گئے تھے۔ شاید کوئی مرزائی یہ کہے کہ انہوں نے صرف عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا صاحب نے عیسیٰ اور مہدی دونوں عہدوں کا دعویٰ کیا ہے اس لئے سچے ہیں۔ تو ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ ایک شخص نے جس کا نام احمد بن محمد تھا اس نے مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ (دیکھو تاریخ ابوالفدا) اس کا نام احمد تھا نہ کہ غلام احمد۔ پس اس کا دعویٰ بہ نسبت مرزا صاحب بہت قوی ہے کیونکہ اس کا نام احمد تھا۔ اگر کوئی مرزائی کہے کہ

مرزا صاحب کل انبیاء علیہم السلام کے مظہر تھے اس لئے سچے تھے اور ان کے متعدد دعوے تھے۔ تو ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ یہ بھی کذابوں کی چال ہے جو مرزا صاحب نے متعدد دعوے کئے۔ کرمتیہ مدعی کاذب نے بھی متعدد دعوے کئے تھے جو کہ معتمد کی خلافت میں مدعی نبوت گزرا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں عیسیٰ ہوں، داعیہ ہوں، حجت ہوں، ناقہ ہوں، روح القدس ہوں، یحییٰ بن زکریا ہوں، مسیح ہوں، کلمہ ہوں، مہدی ہوں، محمد بن حنفیہ ہوں، جبرئیل ہوں (دیکھو خیر الخصائص ص ۵۷) ایسا ہی اگر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ میں عیسیٰ ہوں، مہدی ہوں، مثیل مسیح ہوں، رجل فارسی ہوں، مجدد ہوں، مصلح ہوں، آدم ہوں، مریم ہوں، کرشن ہوں وغیرہ وغیرہ تو یہ کذابوں کی چال ہے۔ صحابہ کرام سے لے کر تابعین و تبع تابعین میں سے ایک نہ بتا سکو گے کہ جس نے ایسے دعوے کئے ہوں۔ پس جیسے وہ کاذب تھے ایسے ہی مرزا صاحب تھے۔ غرض یہ دعاوی ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور خلافت اسلامی انہیں مٹاتی آئی ہے۔ ایسا ہی مرزا صاحب نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صریح تکذیب کی۔ بلکہ نہایت دلیری سے کہا کہ عیسیٰ مر گیا۔ اور قرآن کی تیس آیات غلط معنی کر کے پیش کر دیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن سے ثابت ہے۔ اور رسول مقبول ﷺ کو (نعوذ باللہ) نہ تو قرآن آتا تھا اور نہ حقیقت مسیح موعود معلوم ہوئی تھی آپ نے یونہی فرما دیا کہ عیسیٰ میرا بھائی نبی اللہ ابن مریم آسمان سے اترے گا۔ اب ظاہر ہے کہ جیسا نو ۹ مدعیان مسیحیت پہلے گزرے جنھوں نے یہی کہا کہ عیسیٰ اصالتاً نہیں آ سکتا اور ہم بروزی رنگ میں مسیح موعود ہیں۔ ایسے ہی مدعی مرزا صاحب ہیں اور انہی کذابوں کی طرح اسلامی عقائد کی الٹ پلٹ کی۔

اول:۔ انسان کا خدا ہونا جیسا کہ خود خدا بن گئے۔

دوم:۔ خالق زمین و آسمان ہونا۔

سوم: خالق انسان ہونا۔ (دیکھو کشف مرزا صاحب مندرجہ کتاب البریہ، ص ۷۹)

چہارم: خدا کا تجسم یعنی مرزا صاحب نے اپنی پیشگوئی پر خدا تعالیٰ کے دستخط کرائے اور خدا نے قلم جھاڑا تو سرخی کے قطرے مرزا صاحب کے کرتہ پر پڑے۔

(دیکھو حقیقۃ الوحی، نشان ۲۶)

پنجم: خدا کی اولاد (دیکھو الہام مرزا صاحب) **انت منی بمنزلۃ اولادی** (حقیقۃ الوحی) **انت منی بمنزلۃ ولدی۔**

ششم: خدا کا چہرہ اور خدا کا گھنگٹ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدا مجھ سے گھنگٹ اٹھا کر ذرہ چہرہ ننگا کر کے باتیں کرتا ہے (دیکھو ضرورت الامام، مصنفہ مرزا صاحب)

ہفتم: خدا کا حلول۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

آں خدائے کہ از و اہل جہاں بے خبر اند ۔۔۔ بر من جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

یعنی وہ خدا جو جہان کی نظروں سے دور ہے یعنی نظر نہیں آتا اس نے میرے میں جلوہ کیا ہے اگر تم اہل ہو تو قبول کرو۔

ہشتم: اوتار کا مسئلہ۔ سیالکوٹ والے لیکچر میں لکھا ہے کہ میں کرشن جی کا اوتار ہوں۔ غرض یہ بہت طویل مضمون ہے یہاں گنجائش نہیں۔ نبوت و رسالت کے مدعی ہوئے، نمازیں جمع کیں، اپنے مریدوں کو مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے سے روک گیا۔ مسلمانوں کے جنازے پڑھنے سے منع کر دیا، رشتے ناطے منع کر دیئے، تمام انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی ہتک کی اور ان پر اپنی فضیلت جتائی۔ آپ کا ایک شعر ہے ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام

یعنی جو کچھ نعمت ہر ایک نبی کو دی گئی ہے وہ سب ملا کر مجھا کیلئے کو دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ میں کوئی نیا دین نہیں لایا۔ اجی حضرت! یہ نیا دین

نہیں تو اور کیا ہے جب نئے اوامر ونواہی اپنے مریدوں کو بتائے تو یہی نیا دین ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے دعوے کی بنیاد حیات مسیح کے انکار پر رکھی۔ کیونکہ اصالتاً نزول کے واسطے حیات ضروری ہے۔ اسی واسطے انجیل، قرآن واحادیث حیات مسیح کے ثبوت میں یک زبان شاہد ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے اس بحث کی بنیاد ایسے طریق پر رکھی کہ جیسے ہر ایک کاذب اپنا ہتھکنڈہ رکھتا تھا۔ اور اناپ شناپ سوال وجواب بنا رکھے ہیں کہ ہر ایک مرید اس میں بحث کرتا ہے۔ اور نصوص شرعی کی صریح مخالفت کرتے ہیں اور طبعزاد ڈھکوسلے لگاتے ہیں حالانکہ کئی دفعہ شکست کھا چکے ہیں اور کچھ جواب نہیں دے سکتے اور نہ قرآن وحدیث سے کوئی سند پیش کی۔ کہ جس میں لکھا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے یا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے موت دے دی اور نہ مرزا صاحب کو مسیح موعود ثابت کر سکتے ہیں۔ ہر ایک بات استعاری، اور مجازی ظلی وبروزی ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود تو عیسیٰ بن مریم نبی اللہ ہے۔ جس کو رسول اللہ نے اپنا بھائی عیسیٰ فرمایا ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے آپ کو کرشن کہتے ہیں کسی حدیث میں نہیں آیا کہ مسیح موعود میں کرشن بھی ہوگا۔ تو جواب ملتا ہے کہ ہر ایک صدی کے سرے پر ایک مجدد آیا کرتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ مجدد بدعتی نہیں ہوتا۔ اور مرزا صاحب نے اسلام میں بدعتیں نکالی ہیں۔ جیسا کہ ان کے ایجاد کردہ مسائل اوپر درج ہوئے تو کہتے ہیں کہ ایک رجل فارسی کی آمد کی پیشگوئی ہے۔ مرزا صاحب رجل فارسی تھے۔ حالانکہ وہ حدیث سلمان فارسی کے حق میں تھی۔ جس میں محمد رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی کے حق میں فرمایا تھا کہ یہ شخص ایسا متلاشی حق ہے۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو وہاں سے بھی یہ رجل فارسی ایمان حاصل کرتا۔ یہ پیشگوئی ہرگز نہیں صرف سلمان فارسی کی تعریف ہے کہ وہ نہایت درجہ کا محقق ومتلاشی دین تھا۔ جس نے آخر تلاش کر کے کئی ایک دوسرے دین چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا۔ غرض مرزا صاحب کا ایک دعویٰ بھی با استقلال نہ تھا۔ اور

دعاوی بہت کچھ تھے جیسا موقع ہوتا ویسا جواب دیتے۔ عود احمد کا ڈھکوسلا آپ نے ایجاد کیا ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ عود عیسیٰ علیہ السلام موعود ہے نہ عود غلام احمد واحمد ﷺ ذرا غور تو کرو کہ آنحضرت ﷺ نے عود عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ کرنا تھا کہ اس کا عود کرنا درست ہے، یا نہیں۔ نہ یہ کہ احمد خود ہی اپنا دوبارہ آنا فیصلہ کردیتا۔ دعویٰ تو ہو عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کی نسبت اور حاکم ڈگری دے کہ میں ہی دوبارہ بروزی رنگ میں یعنی غلام احمد قادیانی بن کر آؤں گا۔ اور یہ میری ہی بعثت ثانی ہوگی۔ اس فیصلہ سے تو تمام حدیثیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی ردی ہو جاتی ہیں۔ اس فیصلہ میں تو سراسر لغویت ہتک محمد رسول اللہ ﷺ ہے کہ دعویٰ کچھ اور ہے اور فیصلہ کچھ اور۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ مطلب ہوتا کہ میری امت کا کوئی فرد امام ہوگا۔ اور وہی مسیح آخر الزمان ہوگا تو صاف فرما دیتے کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا باطل ہے۔ کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے اور جو فوت ہو جائے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ جب سارے انبیاء آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک فوت ہو چکے اور کسی ایک کا نزول نہیں ہوا تو عیسیٰ کی کیا خصوصیت ہے کہ وہ دوبارہ آئے۔ پس یہ باطل عقیدہ ہے کہ نزول مسیح کا مسئلہ جو انجیل میں ہے مانا جائے مسلمانوں کو ہرگز نہ ماننا چاہیئے۔ مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا فیصلہ نہیں کیا بلکہ بالکل انجیل کے اس مسئلہ کی تصدیق فرمائی۔ اور وہ اس طرح کہ مسیح فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر فوت ہو جاتا تو بموجب نص قرآنی واپس نہ آتا جیسا کہ تمام دوسرے انبیاء میں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا پس عود کے واسطے حیات مسیح لازمی امر تھا۔ اس واسطے آنحضرت ﷺ نے حیات مسیح ثابت کی اور فرمایا **انہ لم یمت**۔

دوم:۔ اسم علم فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم نبی اللہ اور روح اللہ اور اخی فرمایا۔ یعنی اس قدر تمیزی الفاظ استعمال فرمائے کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتے۔ پہلے عیسیٰ فرمایا اور پھر اس کی والدہ کا نام فرمایا کہ کوئی بروزی عیسیٰ نہ بن بیٹھے اور لوگ دھوکہ نہ کھا جائیں۔ اور ابن مریم اس واسطے

فرمایا کہ اس کا باپ نہ تھا۔ اور پھر نبی اللہ فرمایا کہ کوئی امتی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ اور پھر روح اللہ فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ نبی ناصری کا ہی نزول ہوگا جس کا لقب روح اللہ تھا۔ اور پھر اَخِیْ کے لفظ سے خاص کر کے امتی سے مستثنیٰ کر دیا۔ کیونکہ امتی محمد رسول اللہ ﷺ کا بھائی نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی دلیری دیکھئے کہ ایک غلام احمد کو نبی اللہ اور برادر محمد بنا کر کس قدر محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک اور تکذیب کی جاتی ہے کہ ہر ایک بات کو جھٹلایا جاتا ہے۔ اور اس کی تاویل بعید از عقل و نقل کی جاتی ہے کہ انجیل و قرآن کا مطلب (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ﷺ نہ سمجھے اور نہ انہوں نے صحیح فیصلہ کیا۔ صحیح فیصلہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اب جاتا ہوں اور پھر قیامت کے قریب آؤں گا۔ اور قرآن نے بھی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرما کر تصدیق فرما دی تھی سب غلط ہے۔ مطلب تو یہ تھا کہ غلام احمد قادیانی بروزی رنگ میں آیا اور یہی مسیح موعود ہے۔

اب ہم مختصر طور پر مسئلہ بروز کی حقیقت لکھتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ مسئلہ بروز ایسا ہی باطل ہے جیسا کہ مسئلہ اوتار و تناسخ باطل ہے۔ اسلامی مسئلہ ہرگز نہیں۔ شیخ بو علی سینا نے ''شفا'' میں اور قطب الدین شیرازی نے ''شرح حکمت الاشراق'' میں لکھا ہے کہ بعض حکما بروز و کمون کے قائل تھے۔ ان کا قول ہے کہ **استحالہ فی الکیفیت** ممکن نہیں مثلاً پانی گرم کیا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس کی برودت جاتی رہی۔ اور بجائے اس کے اس میں کیفیت حرارت آ گئی۔ اس لئے کہ حرارت و برودت وغیرہ کیفیات اولیہ محسوسہ عناصر کی صور نوعیہ ہیں اور ممکن نہیں کہ صور نوعیہ فنا ہونے پر بھی حقائق نوعیہ باقی رہیں۔ پھر پانی جو گرم ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں حرارت بھی کامن یعنی پوشیدہ تھی۔ جب حرکت جو باعث حرارت ہے اس کو لاحق ہو یا آگ اس سے متصل ہو تو وہ حرارت ظاہر ہو جاتی ہے جو اس میں کامن تھی الخ۔ (افادۃ الافہام حصہ اول ص۳۰۳)

اس اختصار سے معلوم ہوا کہ بروز مسئلہ اسلامی نہیں بلکہ مادہ پرست حکما کا مسئلہ ہے مرزاصاحب نے مسئلہ بروز کوصرف اپنی خاطر مانا ہے۔اوراسی مسئلہ کی بنا پر خدا بنے۔ رسول بنے بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے بروز بنے۔اورآخر کرشن جی بھی بنے۔مگر حقیقت میں کچھ بھی نہ تھے۔جیسا کہ سابقہ عبارت سے ظاہر ہے ایک وجود سے باہر سے کوئی چیز موثر نہیں ہوسکتی صرف اس کے اتصال سے کیفیت کا بدلنا عارضی طور پر ہوتا ہے۔اور جب وہ اتصال دور ہوتو وہ کیفیت بھی دور ہو جاتی ہے۔مثلاً جب تک لوہا آگ میں رہے گا تب تک اس میں حرارت رہے گی جب آگ سے دور ہوا تو پھر اپنی اصلی صفت وخواص پر آجاتا ہے۔پس مرزاصاحب بھی جب تک اتصال خیالی ووہمی سے رسول ونبی کے قریب ہوئے اس کی صفت عارضی طور پر مرزاصاحب نے اپنے آپ میں تصور کرلی۔اور جب وہ تصور دور ہوا تو بروز کے اصول کے مطابق مرزاصاحب کی بھی کیفیت رسالت ونبوت ومسیحیت ومہدویت جاتی رہی اور پھر مرزاغلام احمد کے غلام احمد رہ گئے۔پس حقیقی طور پر نہ تو مرزا صاحب عیسیٰ بن مریم ہوئے اور نہ ابن مریم ہوکرنزول کیا۔صرف اپنے آپ کوایک تصوری اوروہمی صفات سے متصف بنا کر مدعی ہوئے جوکہ عارضی طور سے بروزی رنگ میں رنگین ہوکراس شغال کی طرح جونیل کے مٹکے میں گر گیا تھا اوراپنے آپ کوعجیب الخلقت تصور کر کے جنگل کا بادشاہ جانتا تھا۔اسی طرح مرزاصاحب نے بھی اپنے آپ کوقوت خیالی سے عیسیٰ بن مریم سمجھ کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اورانجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہے۔کیونکہ جب ان کا فیصلہ ناطق ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم دوبارہ آئے گا نہ کہ اس کا کوئی مثیل۔اگر مثیل کوئی سچا مسیح موعود ہوتا تواب تک جوآٹھ/نومدعیان مسیحیت گزرے ہیں کوئی تو سچا نکلتا۔اور چونکہ مسیح کا عود قیامت کی نشانی تھی تو قیامت بھی آگئی ہوتی۔مگر قیامت نہیں آئی۔دنیا کا سلسلہ اس طرح جاری

ہے حالانکہ پہلے مدعیان کاذب بڑے بڑے کامیاب بھی ہوئے انھوں نے مثیل ہونے کا ثبوت بھی دیا کہ جو کام خارق عادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے وہ کر کے بھی دکھائے۔ چنانچہ ''کتاب المختار'' میں لکھا ہے کہ معتز باللہ کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام فارس ابن یحییٰ تھا مصر کے علاقہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل بن بیٹھا تھا اور کہتا کہ میں مُردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ اور ابرص اور جذامی واندھے کو شفا دے سکتا ہوں۔ چنانچہ طلسم وغیرہ تدابیر سے ایک مردہ کو زندہ بھی کر دکھایا۔ اسی طرح ''برص'' وغیرہ میں بھی تدابیر سے کام لے کر بظاہر کامیاب ہوگیا۔ (افادۃ الافہام، حصہ اول، ص ۳۶۱)

مرزا صاحب سے تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ ہو سکا۔ جب عبداللہ آتھم نے مباحثہ میں مرزا صاحب سے کہا کہ آپ جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتے تھے آپ بھی ایک آدھ مریض کو اچھا کر کے دکھائیں تاکہ معلوم ہو کہ آپ کی دعا مسیح کی طرح قبول ہوتی ہے اور بغیر دوا کے خدا ان کو شفا دیتا ہے تاکہ آپ کا مثیل مسیح ہونا تصدیق ہو۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ آپ کی انجیل میں لکھا ہے کہ اگر آپ کا ایمان رائی بھر بھی ہو تو آپ پہاڑ کو جگہ سے ہلا سکتے ہیں۔ آپ پہاڑ کو جگہ سے ہلا کر دکھائیں تو میں ان مریضوں کو اچھا کروں گا۔ کیا خوب جواب ہے یہ۔ جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ جیسے تم جھوٹے عیسائی ہو کہ پہاڑ کو اپنے ایمان کے وسیلہ سے نہیں ہلا سکتے ایسا ہی میں بھی جھوٹا مسیح ہوں کہ مریضوں کو اچھا نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب کو الزامی جواب دینے میں کمال حاصل تھا۔ مگر وہ یہ نہ جانتے تھے کہ الزامی جواب ایک طرح کا اقرار ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ تو کانا ہے۔ اور دوسرا اس کو جواب دیتا ہے کہ تو اندھا ہے اور اس کا اندھا اور کانا ہونا ثابت بھی کر دے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میں کانا ضرور ہوں مگر تو مجھ سے زیادہ عیب دار ہے۔ اسی طرح الزامی جواب دینے والا اپنے عیب کا اقرار کر کے

دوسرے کوالزام دیتا ہے۔ مرزا صاحب چونکہ خود معجزہ نمائی سے خالی تھے اور دعا کا قبول نہ ہونا یقینی تھا۔ وہ جانتے تھے کہ نہ ان کی دعا قبول ہوگی نہ مریض شفا پائیں گے لہٰذا عبداللہ آتھم کوالزامی جواب دے کر ٹال دیا۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تو بحال رکھا مگر معجزات مسیح کو مسمریزم کہہ دیا اور ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ اگر میں اس عمل کو مکروہ نہ سمجھتا تو مسیح سے بڑھ کر عجوبہ نمایاں دکھاتا۔ چونکہ مرزا صاحب مسمریزم سے بھی کوئی معجزہ نہ دکھا سکتے تھے اس لئے پیشبندی کے طور پر کہہ دیا کہ یہ مکروہ کام ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ حضرت آپ مسمریزم سے ہی کچھ کر کر دکھاؤ۔ مرزا صاحب کا معجزات مسیح کو ایک مکروہ فعل قرار دینا ایسی بے جا حرکت ہے کہ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکروہ کام کرنے کے ملزم ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایک اولوالعزم پیغمبر سے مکروہ کام کراتا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (نعوذ باللہ) مکروہ کام کیا۔ جب رسول و نبی مکروہ کام کرے تو عام لوگوں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

دوم:۔ الزام خدا پر آیا کہ اس نے اپنے ایک رسول سے مکروہ کام کرایا اور اور منع نہ کیا۔ حالانکہ اس سے باتیں کرتا تھا۔

سوم:۔ قرآن مجید نے بھی غلط تصدیق کی کہ فرماتا ہے۔ **﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾** یعنی حضرت جب احمد ﷺ معجزات کے ساتھ آیا تو کفار نے کہا کہ یہ تو جادو ہے کھلا کھلا۔ (نعوذ باللہ) قرآن اور محمد نے بھی جھوٹ کہا۔ یہ ہے اثر مرزا صاحب کی دریدہ ذہنی کا۔ چونکہ مرزا صاحب خود خالی تھے اس لئے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بھی انکار کر دیا۔ تا کہ نبوت کا دعویٰ سن کر کوئی معجزہ نہ طلب کرے۔

ان تمام حالات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نہ مسیح موعود تھے۔ نہ احمد تھے اور نہ ان کا من گھڑت دعویٰ کہ میں مظہر جملہ انبیاء ہوں۔ درست تھا۔ اور نہ

وہ جلالی محمد اور جمالی احمد تھے   مصرعہ

بناوٹ کی تھی ساری کاریگری

اب تو ثابت ہوا کہ آپ کی یہ دلیل کہ العود احمد سے مسیح موعود مراد ہے بالکل غلط ہے۔عود عیسیٰ علیہ السلام موعود تھا نہ کہ عود احمد ﷺ۔اور اگر مدعیان مسیحیت پر غور کریں تو مرزا صاحب سے بڑھ کر دعویٰ کرنے والے مرزا صاحب سے بڑھ کر ایسے کامیاب گزرے ہیں جنہوں نے سلطنتیں اسی دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کی بدولت قائم کرلیں۔اور اس قدر کامیاب رہے کہ تین سو برس تک ان کے خاندان میں سلطنت قائم رہی۔دیکھو تومرت،محمد احمد،حسن بن صباح جو پچیس وچالیس برس تک دعویٰ نبوت ورسالت ومہدویت کے ساتھ زندہ رہے۔اور مرزا صاحب کی دلیل **لاتقول** والی کو کہ جھوٹے مفتری کو مہلت نہیں ملتی باطل ثابت کر گئے۔پس یہ دسواں ثبوت بھی آپ کا ردی ہے۔

دوسری دلیل: آپ کی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ**﴾ ۔''پس جب وہ رسول کھلے کھلے نشانات کے ساتھ آئے گا تو لوگ ان دلائل وبراہین کو سن کر (جو وہ دے گا) کہیں گے کہ یہ تو سحر مبین یعنی کھلا کھلا فریب ہے یا جادو''۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود سے یہی سلوک ہوا ہے۔الخ۔ (انوار خلافت ص۴۰)

الجواب: یہ ترجمہ آیت کا جو آپ نے کیا غلط ہے۔کیونکہ ﴿**فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنَاتِ**﴾ میں جآء ماضی کا صیغہ ہے اور جآء میں جو ضمیر مستتر ہے وہ ایسے رسول کی طرف راجع ہے جو آچکا ہے نہ کہ آئندہ زمانہ میں آئے گا۔یہ قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ خواہ کوئی خود غرض کیسا ہی دھوکہ دینا چاہے الفاظ قرآن،ترکیب معنوی وترتیب لفظی فوراً اسے باطل کر دیتی ہے اور دیکھنے والے کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ اس جگہ قائل ﴿**يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ**

مَوَاضِعِهٖ﴾ کا مرتکب ہوا ہے۔

اب ہم قرآن مجید کی پوری آیت لکھتے ہیں اور اس کا صرف لفظی ترجمہ کر دیتے ہیں تا کہ ناظرین خود سوچ لیں اور فیصلہ کرلیں کہ میاں صاحب نے کس قدر دلیری کی ہے اور تفسیر بالرائی کے مرتکب ہوئے ہیں جو فرماتے ہیں کہ وہ رسول آئے گا۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ﴾ اور جب کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے ﴿یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ﴾ اے بنی اسرائیل تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں طرف تمہاری تصدیق کرنے والا توریت کو جو کہ میرے ہاتھ میں ہے ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ اور بشارت دینے والا ساتھ ایک رسول کے جو میرے بعد آئے گا نام اس کا احمد ہوگا۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ پس جب آیا وہ پاس ان کے ساتھ معجزوں کے ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ تو کہا انہوں نے (بنی اسرائیل) نے کہ یہ تو جادو ہے کھلا کھلا۔

اس آیت شریف میں دو ماضی کے صیغے ہیں ایک قال اور دوسرا جآء ان دونوں ماضی کے صیغوں میں جو ضمیریں واحد کی ہیں ان میں سے پہلی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ آیت میں مذکور ہیں۔ دوسری ضمیر کا مرجع رسول ہے جو کہ اسی آیت میں مذکور ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس رسول کی بشارت دی تھی جب وہ رسول آیا اور معجزات دکھائے تو کفار نے کہا کہ ”یہ جادو ہے کھلا کھلا“ یعنی صاف جادو ہے اس کی باتوں میں اس قدر جادو ہے کہ جو اس سے گفتگو کرتا ہے اسکے دام میں آجاتا ہے۔ اسکے پاس ایک کتاب ہے وہ کتاب ایسی سحر انگیز ہے کہ جس نے اسے پڑھا وہ فریفتہ ہوگیا۔ چنانچہ محمد ﷺ نے جب عتبہ کو قرآن ﴿حٰمٓ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ تک سنایا تو عتبہ کے دل پر کلام ربانی کی

وہ تاثیر ہوئی کہ محو ہو کر سنتا رہا اور آخر چپکے سے اٹھ کر چل دیا۔ سرداران قریش جو نتیجہ ملاقات کے سخت منتظر تھے جا کر ان کو عتبہ نے اطلاع دی کہ میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ تو شعر ہے نہ سحر ہے اور نہ کہانت۔ میں تم کو یہی صلاح دیتا ہوں کہ محمد ﷺ کو کچھ نہ کہو۔ سردار بولے یہ بھی سحر زدہ ہو گیا۔ اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہے کہ محمد ﷺ کو کفار ساحر کہتے تھے پس ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ میں جو ضمیر ہے وہ حضرت محمد ﷺ کی طرف راجع ہے۔ اور انہی کو ساحر کہا گیا ہے نہ کہ مرزا صاحب۔ جن کو کافر، دجال، فرعون وہامان وغیرہ وغیرہ کہا گیا۔ (النبی والاسلام، ص ۲۵۸)

خواجہ کمال الدین صاحب اپنی کتاب ''اسوۂ حسنہ، ص ۱۵'' میں لکھتے ہیں کہ قریش آنے والوں کو اطلاع دیتے کہ محمد نامی ایک ساحر ان میں پیدا ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس رسول کی بشارت عیسیٰ نے دی تھی اس رسول کو ساحر کہا گیا۔ اور وہ رسول بنی اسرائیل میں آنے والا تھا۔ کیونکہ جآء ھم کی ضمیر صاف بتا رہی ہے کہ وہ رسول جس کی بشارت بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ نے دی تھی جب وہی رسول بنی اسرائیل میں آیا تو انہوں نے قبول نہ کیا۔ مرزا صاحب اسکے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ بنی اسرائیل میں نہیں آئے۔ مرزا صاحب کے مد مقابل آریہ، عیسائی، سکھ و ہنود وغیرہ ہندوستانی و پنجابی تھے۔ اس واسطے استقبال کے معنی کرنا ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ پھر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ'' جس وقت کہے گا عیسیٰ بیٹا مریم کا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں تصدیق کرنے والا توراۃ کا جو میرے ہاتھ میں ہے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جس کا نام احمد ہے اور جس وقت وہ آئے گا تو لوگ کہیں گے (یعنی بنی اسرائیل) کہ یہ تو جادو ہے ظاہر کھلا ہوا ان معنوں سے تو محمد ﷺ کی نبوت بھی جاتی ہے۔ نحوی غلطی کو جانے دو اور مفسرین کے اجماع کو بالائے طاق رکھو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ عیسیٰ

نے تو ابھی کہا ہی نہیں۔ تو پھر نہ محمد ﷺ رسول ہوئے اور نہ مرزا صاحب ان کے مظہر ہوئے۔

دوم: آپ اقرار کر چکے ہیں کہ محمد ﷺ بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں اور مرزا صاحب بھی۔ تو یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ ایک رسول کی بشارت ہے نہ کہ دو رسولوں کی۔ پس دونوں میں سے ایک سچا رسول ہوگا۔

سوم: آپ کا یہ فرمانا بھی صحیح نہیں کہ آئندہ کی بات کو بیسیوں جگہ قرآن کریم میں ماضی کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ بعض جگہ دوزخیوں اور جنتیوں کے اقوال کو ماضی کے صیغہ میں ادا کیا ہے۔ کیا خوب آپ نے خود ہی اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے کہ دوزخیوں اور جنتیوں کے اقوال کو ماضی کے صیغوں میں ادا کیا ہے۔ اس سے کس کو انکار ہے مگر یہ طرز قرآن کریم نے صرف قیامت اور روز جزا کے واسطے خاص اختیار کی ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح گذشتہ زمانے کی باتوں پر یقین ہوتا ہے اسی طرح قیامت کے آنے اور جزا سزا کا امر یقینی ہے۔ یہ خصوصیت صرف یوم از آخرت کے امر یقینی ثابت کرنے کے واسطے ہے جیسا کہ ﴿**إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا**﴾ سے ظاہر ہے نہ کے ہر جگہ جو ماضی کا قصہ گزرا ہوا ہے اور قرآن شریف اس کو عبرت کے واسطے بیان کرتا ہے وہ بھی خواہ مخواہ ماضی کے قصے استقبال کے سمجھے جائیں۔ کیا ﴿**وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ**﴾ کے معنی آپ یہ کرتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ فرشتوں کو آدم کے سجدے کے واسطے کہے گا، یا ﴿**أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ**﴾ کے معنی یہ کر سکتے ہیں کہ جب شیطان انکار اور تکبر کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر آپ حضرت عیسیٰ کے قصہ میں (جو مذکور ہو رہا ہے) صیغہ ہائے ماضی کے معنی کس طرح مستقبل کے کر کے کہیں کہ ایک رسول آئے گا کہ اس کا نام احمد ہوگا۔

چہارم: یہ بالکل غلط ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی معجزہ دکھایا اور لوگوں نے اسے جادو کہا۔ مرزا صاحب تو معجزات کو محال عقلی و خلاف قانون قدرت کہہ کر انکار کرتے تھے۔ بلکہ مرزا صاحب تو ایسے زمانہ روشنی علم میں مدعی ہوئے کہ کوئی شخص جادو طلسم وغیرہ محالات عقلی کا قائل ہی نہیں۔ اور مرزا صاحب خود بھی نیچری خیالات کے تھے۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کے معراج جسمی کے بباعث اثر نیچریت ہی کے منکر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے پرندوں کے زندہ ہونے سے انکار کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے اور مریضوں کو اچھا کرنے سے انکار کیا۔ معجزہ شق القمر کے واقعی ہونے سے انکار کیا اور عقلی معجزہ کہا غرض کہ جب وہ خود معجزات سے انکاری تھے تو پھر انکا معجزہ دکھانا اور لوگوں کا انکار کر کے ﴿سحرٌ مُّبِیْنٌ﴾ کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ مرزا صاحب سے ایک معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا ہاں البتہ رمل ونجوم سے انہوں نے پیشگوئیاں کیں جو سب جھوٹی نکلیں۔ بلکہ تین پیشگوئیاں مرزا صاحب نے معیار صداقت مقرر کیں۔ محمدی بیگم کے نکاح والی، احمد بیگ کے داماد کی وفات والی، مولوی ثناء اللہ امرتسری کی وفات والی، سب جھوٹی نکلیں۔ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ مسلمان مرزا صاحب کے نشان کو جادو کہتے تھے۔ مسلمان، آریہ، عیسائی جن کے متعلق مرزا صاحب نے پیشگوئیاں کیں اور وہ جھوٹی نکلیں انہوں نے مرزا صاحب کو کاذب کہا۔ علمائے اسلام نے ان کو کافر کہا مفتری و دجال کہا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۲۰۳ نشان ۱۷۰) چراغ دین جموں والے نے مرزا صاحب کو دجال کہا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے مرزا صاحب کو جو کچھ کہا مرزا صاحب خود ''حقیقۃ الوحی'' میں بعد ص ۳۹۲ کے زیر عنوان ''خدا سچے کا حامی ہو'' لکھتے ہیں کہ۔ ڈاکٹر عبدالحکیم نے رسالہ ''المسیح الدجال'' میں میرا نام کذاب، مکار، شیطان، دجال، شریر، حرام خور رکھا ہے۔ بابو الٰہی بخش مرحوم نے مرزا صاحب کو فرعون کہا۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۲) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بابو الٰہی بخش نے بار بار لکھا کہ مجھ کو

الہام ہوتے ہیں کہ یہ شخص یعنی مرزا صاحب کذاب اور دجال اور مفتری ہے۔مولوی عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے والے لکھتے ہیں کہ اس عاجز نے دعا کی کہ **یا خبیر اخبرنی** یعنی مجھے خبر دیجئے کہ مرزا کا کیا حال ہے۔تو خواب میں یہ الہام ہوا ﴿**اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خَاطِئِيْنَ**﴾ یعنی مرزا صاحب فرعون وہامان اور ان کے لشکر خطا کار ہیں (حقیقۃ الوحی،زیر عنوان"خدا سچے کا حامی ہو"ص ۱۹) یہ مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے ثابت ہے کہ ان کوان کے مقابل کے لوگ دجال، کذاب، شریر، حرام خور، فرعون وغیرہ وغیرہ کہتے تھے۔کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ مرزا صاحب نے جادو کر کے یہ کام کر دکھایا۔انہوں نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔اس مصری مسیح کی طرح اگر کوئی مردہ طلسم سے ہی زندہ کر دکھاتے، اندھوں اور لولوں، لنگڑوں کو مسمریزم سے ہی شفا دے دیتے تو شائد کوئی دیکھ کر جادوگر کہہ دیتا۔مگر مرزا صاحب تو ایسے زمانہ میں مدعی ہوئے کہ علمی روشنی کا زمانہ تھا جس سے متاثر ہو کر خود مرزا صاحب سحر وطلسم وشعبدہ وغیرہ تعویذ گنڈے کے قائل نہ تھے۔خلاف قانون قدرت ومحال عقلی امور عجوبہ کو مانتے تک نہ تھے تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو لوگوں نے جادوگر کہا۔بالکل غلط ہے۔

مرزا صاحب سے نہ کبھی کوئی معجزہ ظہور میں آیا اور نہ کسی نے ان کو ساحر کہا۔ مرزا صاحب اپنی سچائی کے ثبوت میں ہمیشہ پیشگوئیاں پیش کرتے رہے جو کہ جھوٹی نکلتی رہیں اور تاویلات بعید از عقل کر کے آبلہ فریبی کرتے رہے۔انکے مرید بھی انہی کی پیروی میں خواہ مخواہ الفاظ پیشگوئی کے الٹے پلٹے معنی کر کے کوئی واقعہ یا حادثہ وقوع میں آئے تو مرزا صاحب کے شاعرانہ تخیلات وعبارت سے نکال کر شور محشر برپا کر دیتے ہیں کہ یہ دیکھو مرزا صاحب نے اتنے برس پہلے یہ پیشگوئی کی تھی جو اب پوری ہوئی اتو ری نے مرزائیوں کے حق میں کئی سو برس پہلے پیشگوئی کر رکھی ہے۔**وھو ھذا**

ہر ملائکہ زآسماں آید گرچہ بر دیگرے قضا باشد
برزمیں نارسدہ مے پرسد خانۂ قادیاں کجا باشد

انوری نے اجتہادی غلطی سے ''خانۂ انوری کجا باشد'' لکھا ہے کیونکہ اس کو بہ سبب نہ ہونے نمونہ کے حقیقت حال معلوم نہ تھی۔ اب قادیانیوں کا نمونہ موجود ہے۔ ہم نے اصلاح کر دی ہے۔ جس طرح مرزا صاحب نے دجال و مسیح موعود کی اصلاح کی ہے۔ آج کل مرزا صاحب کی نظم میں سے (جس کے ۲۰۸ شعر ہیں) چند شعر لے کر ان میں سے صرف زار کا لفظ لے لیا ہے کہ زار کا لفظ مرزا صاحب نے بارہ برس پہلے بتایا تھا حالانکہ مرزا صاحب نے زار کا لفظ فقط اپنے قافیہ زار کی تجنیس خطی کے لحاظ سے لکھا تھا اور یہ پیشگوئی ۱۹۰۵ء میں زلزلہ کی نسبت کی تھی جو کہ حسب معمول پوری نہ ہوئی۔ اب دس بارہ برس کے بعد اتفاقاً جنگ یورپ شروع ہوئی اور حسب معمول جیسا کہ جنگ کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ کوئی تخت سے اتارا جاتا ہے اور کوئی بٹھایا جاتا ہے۔ شہنشاہ روس تخت سے علیحدہ کیا گیا یا وہ خود الگ ہوا تو مرزائی صاحبان نے جو موقعہ کے منتظر تھے جھٹ ہندوستان و پنجاب میں شور مچا دیا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ زار کی حالت زار ہوئی۔ حالانکہ مرزا صاحب زلزلہ کی مصیبت کی گھڑی کی تکالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ع

''زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار''

جیسا کہ اوپر لکھ آئے ہیں کہ ع

''یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے''

یعنی ایک ایسا زلزلہ آئے گا کہ اس گھڑی کی مصیبت کے حال زار سے کوئی نہ بچے گا چاہے اس وقت زار روس ہی ہو تو وہ بھی حال زار میں ہوگا۔ جنگ کی پیشگوئی ہرگز نہ تھی، بلکہ مرزا صاحب تو اپنے کو صلح کا شہزادہ کہتے تھے پھر جنگ کی پیشگوئی کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم

نے ایک ٹریکٹ میں جس کا نام ''ایک عظیم الشان مغالطہ کا ازالہ'' ہے اس میں مفصل لکھا ہے۔ اور مرزا صاحب کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ یہ پیشگوئی زلزلہ کی تھی۔ جب ہمارا ٹریکٹ شائع ہو چکا تھا تو میاں محمود صاحب کا ٹریکٹ پہنچا جس میں وہی پرانی باتیں جو ہزاروں دفعہ وہ لکھ چکے ہیں کہ دنیا میں جب فسق و فجور ہوتا ہے تو نبی آتا ہے اور مرزا صاحب چونکہ نبی تھے اس لئے یہ پیشگوئی زار روس کی معزولی کی ان کی صداقت پر دلیل ہے۔ اس لئے اس جگہ مناسب ہے کہ میاں محمود صاحب کا جواب ان کے والد صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تحریرات سے ہی دیا جائے۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ وہ بالکل غلطی پر ہیں اور اس زلزلہ کی پیشگوئی کو جنگ کی پیشگوئی ظاہر کر کے مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ جب مرزا صاحب نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ پیشگوئی زلزلہ کی نسبت ہے۔ اور یہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا اور یہ زلزلہ میری سچائی کی دلیل ہوگا۔ وہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہ آیا اور مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوئے۔ اور لطف یہ کہ اپنی ہی مقرر کردہ معیار سے کاذب قرار پائے اور مر بھی گئے۔ ان کے مرنے کے بعد جو جنگ ہوئی وہ جنگ کیوں کر زلزلہ تصور کر کے مرزا صاحب کو سچا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ع

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آمد بر کلہ خود باید زد

کا مصداق ہے۔ مرزا صاحب خود تو فرمائیں کہ میری زندگی میں زلزلہ آئے گا اور میری صداقت ظاہر ہوگی۔ اور میاں صاحب اپنے والد کے برخلاف کہیں کہ یہ جنگ کی پیشگوئی تھی مرزا صاحب کی سخت ہتک اور تکذیب ہے۔ مرزا صاحب کی اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے تاکہ کسی مرزائی کو کوئی حیل وحجت کرنے کا موقعہ نہ رہے۔

اب میں یہ پیشگوئی ''زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار'' لکھی ہے اس میں یہ لکھا ہے۔

اول:۔ ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں **خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں**

(ضمیمہ براہین، حصہ پنجم، ص۹۲ سطر۲۰ سے ص۹۳ تک)

اب بتاؤ کہ یہ جنگ مرزا صاحب کی زندگی میں ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر خوف خدا کرو کہ جو جنگ دس برس کے بعد ہوئی وہ زلزلہ کیوں کر ہوا۔ اور مرزا صاحب کیوں کر سچے نبی ثابت ہوئے؟

دوم:۔ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشگوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئی گی۔ (براہین، حصہ پنجم کا ضمیمہ، ص۹۷ س۴)

اب ایمان سے بتاؤ کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ میرے ملک یعنی پنجاب میں زلزلہ آئے گا اور میری زندگی میں آئے گا۔ اور جنگ ہوئی یورپ میں۔ یہ خدا کا انصاف ہے کہ انکار تو مرزا صاحب کا کریں اہل پنجاب اور پکڑا جائے زار روس۔ ایسی سکھا شاہی تو خدا کی شان سے بعید ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

مجرموں کو چھوڑ کر بے جرم کو دینی سزا مرزا صاحب یہ عدالت ہے بھلا کیا خاک کی

تیسرا:۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔ (براہین، حصہ پنجم، ص۹۷ س۱۱) کیا یہ حادثہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہوا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ دس برس بعد ہوا۔

چوتھا:۔ ہماری رائے تو یہی ہے کہ سو میں سے ۹۰ وجوہ تو یہی بتاتی ہیں کہ حقیقت میں وہ زلزلہ ہے نہ اور کچھ۔ (ضمیمہ براہین، حصہ پنجم، ص۹۹ س۱۳) مگر میاں صاحب کی رائے مرزا صاحب کے برخلاف ہے۔

پانچواں:۔ جب کہ صریح اس میں زلزلہ کا نام بھی موجود ہے کہ اس میں ایک حصہ ملک کا نابود ہو جائے گا اور یہ بھی موجود ہے کہ میری زندگی میں ہی آئے گا۔ اور اس کے ساتھ یہ پیشگوئی ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔ الخ

(ضمیمہ براہین، حصہ پنجم ص۹۰، ص۱۰)

اب قادیانی جماعت خدا کو حاضر ناظر کر کے بتائے کہ ان کا یہ کہنا کہ یہ پیشگوئی زلزلہ کی جنگ یورپ سے پوری ہوئی کہاں تک غلط اور مرزا صاحب کے برخلاف ہے۔ مرزا صاحب تو صاف صاف چار شرطوں سے یہ پیشگوئی مشروط فرماتے ہیں۔

شرط اول:۔ مرزا صاحب کے ملک میں ایسے زلزلہ کا آنا کہ ایک منٹ میں زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ جنگ پنجاب میں نہیں ہوئی یورپ میں ہوئی۔

شرط دوم:۔ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہوگا۔ مگر جنگ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد ہوئی۔

شرط سوم:۔ میرے ملک کا ایک حصہ نابود ہوگا۔ مگر جنگ سے کوئی حصہ ملک کا نابود نہیں ہوا۔ جو مرزا صاحب۔

شرط چہارم:۔ ان لوگوں پر نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔ نہ کوئی زلزلہ آیا اور نہ مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوئی۔ جیسے پہلی دروغ بیانیوں سے میرائی پیشگوئیاں پوری ہوگئیں کہتے آئے ہیں۔ حالانکہ ایک پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ اب بھی خلاف بیانی سے دھوکہ دیتے ہیں۔ ہم نے اوپر مشہور مشہور پیشگوئیاں جو غلط نکلیں لکھی ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ مرزا صاحب ہرگز اپنے دعوئے نبوت میں سچے نہ تھے۔ اور نہ ان کے الہام خدا کی طرف سے تھے۔ پیشگوئیاں نبی بھی کرتے ہیں۔ اور نجومی، رمال، جوتشی، جفری، قیافہ شناس وغیرہ وغیرہ بھی کرتے ہیں اور خواب بھی امر مشترک ہیں عوام کو بھی فطرت انسانی کے باعث

خواب آتے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ نبی ورسول کی پیشگوئی غلط نہیں ہوتی اور کبھی خطا نہیں جاتی۔ بخلاف نجومیوں اور رمالوں وغیرہ کے کہ ان کی پیشگوئیاں درست بھی نکلتی ہیں اور غلط بھی۔مگر نبی کی پیشگوئی کبھی غلط نہیں نکلتی۔ جب مشاہدہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط نکلتی تھیں اور شاعرانہ لفاظی عبارت آرائی اور مضمون نویسی سے تاویلات کر کے ان کو سچا کرنے کی بے سود کوشش کی جاتی تھی۔اس لئے ہرگز سچے نبی نہ تھے۔ بلکہ رمل ونجوم سے پیشگوئیاں کرتے تھے۔ کیونکہ سیالکوٹ میں سید ملک شاہ صاحب جو علوم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے تھے اور مرزا صاحب کو ان سے محبت وملاقات تھی اس سے استفادہ کا کوئی تعلق تھا اس لئے پیشگوئیاں کرتے۔ (دیکھو اشاعۃ السنۃ، جلد ۱۵، ص ۲۹)

پس جب مرزا صاحب نے کوئی عجب کام ہی نہیں دکھایا اور نہ کبھی کسی مخالف نے مرزا صاحب کو یہ کہا ہے کہ آپ کا یہ کام عجوبہ نمائی کا تھا۔اور آپ نے یہ کام بذریعہ جادو یا طلسم کیا ہے تو پھر آپ کا کہنا غلط ہے۔کوئی ایک تو بتاؤ جس نے مرزا صاحب کو ساحر کہا لیکن نہ بتا سکو گے۔شاید آپ یہ کہہ دیں کہ مرزا صاحب کی عربی نظم کا جواب کسی نے نہیں دیا اس لئے جادو ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی عربی میں سے علماء نے صرف ونحو کی غلطیاں نکالیں اور ان کو غلط قرار دیا۔جیسا کہ مسیلمہ وغیرہ کذابوں کی جنہوں نے قرآن کے مقابل اپنی کلام عربی کو معجزہ کہا تھا۔اور علمائے عربی دان نے ادبی غلطیاں نکال کر اس کی لغویت ثابت کر دی تھی۔ مرزا صاحب کے کلام عربی کی بھی علماء نے غلطیاں نکال کر ثابت کر دیا کہ یہ جھوٹی شیخی ہے۔غلط کلام کبھی معجزہ یا اعجاز نہیں ہو سکتا۔کسی عالم نے کبھی نہیں کہا کہ مرزا صاحب کی عربی جادو تھی۔ بلکہ علماء عربی نے عربی میں اس کے جواب لکھے۔

اول:۔ ابطال اعجاز مرزا۔

دوم:۔ قصیدہ مرزائیہ کا جواب۔

سوم:۔ رجم الشیاطین براغلوطات براہین۔ مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔

چہارم:۔ حیات مسیح مولوی رسل بابا امرتسر وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ دلیل بھی ردی ہے۔ اگر کسی عالم نے کہا تو اس کا نام بتاؤ۔ لہٰذا آپ کی یہ دوسری دلیل بھی قابل تسلیم نہیں۔

تیسری دلیل:۔ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِباً وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ﴾ یعنی اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر افتراء کرے دراںحال یہ کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ پر افتراء کرے وہ تو سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ پھر اگر یہ شخص جھوٹا ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو اسے ہلاک ہونا چاہیے نہ کہ کامیاب۔ اللہ تعالیٰ تو ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں کرتا پھر جو شخص خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے ظالموں سے بھی ظالم بن چکا ہے اس کو وہ کب ہدایت دے سکتا ہے۔ پس اس شخص کا ترقی پانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جھوٹا نہیں جیسا کہ تم لوگ بیان کرتے ہو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اس احمد رسول کی ایسی تعیین کر دی ہے کہ یہ احمد، رسول کریم ﷺ کے بعد آنے والا ہے۔ اور نہ آپ ﷺ خود وہ رسول ہیں۔ اور نہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی اس نام کا رسول گزرا ہے۔ الخ۔

الجواب:۔ اس دلیل میں کوئی شرعی ثبوت نہیں بلکہ وہی من گھڑت دلیل ہے۔ جو مرزا صاحب اور مرزائی ہمیشہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب اگر جھوٹے تھے تو کامیاب کیوں ہوئے۔ ان کا کامیاب ہونا ان کے سچے رسول و نبی ہونے کی دلیل ہے جس کا جواب کئی بار دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ دلیل قرآن شریف کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کافروں و کذابوں کو مہلت دیتے ہیں تاکہ ہمارے عذاب کی حجت کے نیچے آ جائے۔ جیسا

کہ ﴿وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ﴾ (سورۃ اعراف) ﴿وَيَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (سورۃ بقرہ) ﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ جولوگ انکار کرتے ہیں۔ اس خیال میں نہ رہیں کہ ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں یہ کچھ ان کے حق میں بہتر ہے ہم تو ان کو ڈھیل صرف اس لئے دے رہے ہیں کہ اور گناہ سمیٹ لیں اور آخر کار ان کو ذلت کی مار ہے۔ (سورۃ آل عمران، پارہ ۴، ص ۹۶، مترجمہ نذیر احمد) یہ نصوص قرآن قطعی ہیں۔ اب ہم اس طبعزاد دلیل کا واقعات سے جواب دیتے ہیں تاکہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ جھوٹے مدعی کو کامیابی نہیں ہوتی۔ صالح ابن یوسف کو دیکھو۔ اس نے نبوت ومہدویت کا دعویٰ کیا اور یہاں تک کامیاب ہوا کہ بادشاہ بن گیا۔ اور مہلت بھی اس کو اس قدر دی گئی کہ ۳۵ سال تک دعویٰ نبوت کے ساتھ زندہ رہا اور اپنی موت سے مرا۔ حالانکہ جنگ کرتا رہا مگر قتل نہ ہوا اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا یہ خیال باطل ہے کہ جھوٹا مدعی فوراً ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس پر کامیابی یہ کہ اس کی نسل میں تین سو برس تک بادشاہت رہی۔ (ابن خلدون) اس کے مقابل مرزا صاحب بالکل ناکامیاب رہے اور تمام عمر غلامی میں بسر کی۔ اور غلامی بھی مخالفین اسلام کی۔ جنہیں آسمانی حربوں کے ساتھ نابود کرنے کا ٹھیکہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے لے رکھا تھا۔ اور ۲۳ برس کے عرصہ میں کچھ بھی نہ کیا۔ بلکہ مخالفین کی عدالتوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حیران وسرگرداں پھرایا۔ یہ کس قدر ذلت وناکامیابی ہے کہ آریہ جج کی عدالت میں کھڑے کھڑے اکڑ جائیں اور بیٹھنے نہ پائیں اگر اس کا نام کامیابی ہے تو پھر ذلت وناکامی کا ڈیرہ دنیا سے کوچ ہے۔

اب ہم پہلے کذاب مدعیان نبوت ومہدویت کو چھوڑ کر صرف مرزا صاحب کے ہم عصروں کا مختصر حال بیان کرتے ہیں۔ تاکہ مرزا صاحب کی ناکامیابی معلوم ہو جائے۔

جب مسلمانوں میں سے مرزا صاحب نے اسلام کی حمایت کے واسطے سر اٹھایا تو دوسری طرف سرولیم بوتھ نے عیسائیت کی ترقی کا بیڑا اٹھایا۔ اور ہندستان وپنجاب میں سوامی دیانند نے اپنے دہرم اور قوم کی ترقی پر کمر باندھی۔ اور راجہ موہن نے برہمو سماج کے عقائد ایجاد کئے۔ اب ہم صاحبزادہ صاحب میاں محمود سے پوچھتے ہیں کہ وہ ایمان سے خدا کو حاضر وناظر جان کر سچ بتائیں کہ سوامی دیانند اور راجہ موہن اور جنرل سرولیم بوتھ کو کامیابی ہوئی یا مرزا صاحب کو؟ لیکن اظہر من الشمس ہے کہ مرزا صاحب کو ان کے مقابل کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آریہ سماجیوں کی ترقی وکامیابی تو آریوں کے سکولوں وکالجوں اور یونیورسٹیوں سے دیکھ لو۔ ملازمان سرکاری وعہدایداران کی فہرستیں ورجسٹر دیکھو۔ افسران سول وملٹری کی طرف نظر دوڑاؤ اور ایمان سے بولو کہ کون کامیاب ہے۔ اور پھر اپنی اس دلیل کو مدنظر رکھ کر اپنے نصیبوں کو پیٹو اور زبان حال سے کہو

جفا کو ہم عطا سمجھے، ستم کو ہم کرم سمجھے غرض جو کچھ کہ ہم سمجھے خطا تھا جو کہ ہم سمجھے

آپ کی اس ردی دلیل سے تو ثابت ہوا کہ مسیح موعود سوامی دیانند تھا۔ کیونکہ اس کو خدا نے اس قدر کامیابی دی کہ جس کے آگے مرزا صاحب کی کچھ ترقی نہیں۔ آریوں کے سالانہ جلسوں کے چندوں کا ہی مقابلہ کرو اور انکی قومی ہمدردی کا اندازہ لگاؤ۔ دہرم کی اشاعت کے خرچ کو ہی دیکھ لو تو سر پیٹ کر رہ جاؤ گے کہ ان کے لاکھوں روپوں کے سامنے آپ کے سینکڑوں روپے کیا وقعت رکھتے ہیں۔ شاید اس کا جواب جھوٹ مجسم کوئی مرزائی کہہ دے کہ روحانی طور یا استعاری ومجازی طور پر اور بحث مباحثہ میں مرزا صاحب آریوں پر حجج ودلائل قطعیہ سے کامیاب ہوئے تو یہ بھی غلط ہے اور واقعات کے برخلاف ہے۔ مرزا صاحب نے آریوں کی بدزبانیوں اور اعتراضوں کے مقابل ہتھیار ڈال دیئے اور صلح کا پیغام دیا کہ آریہ ہمارے بزرگوں کو برا نہ کہیں اور گالیاں نہ دیں ہم ان کے بزرگوں کو نبی و

رسول مان لیتے ہیں وہ ہمارے بزرگوں کو نبی ورسول تسلیم کریں۔ چنانچہ کرشن جی ورام چندر جی کو نبی تسلیم کیا۔ ویدوں کو خدا کا کلام مانا۔ اور کرشن علیہ السلام اور بابا نانک علیہ الرحمۃ لکھنا اور کہنا شروع کردیا۔ اور خوشامد میں ایسی حد سے بڑھے کہ پناہ بخدا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی کتاب ''کرشن اوتار'' میں یہاں تک لکھ دیا کہ پہلے عرب میں کرشن جی نے اوتار لیا اور محمد ﷺ ہوئے۔ اور اب قادیان میں اوتار لیا اور مسیح موعود یعنی غلام احمد قادیانی ہوئے۔ اس کے مقابل میں آریوں نے ایک بات بھی مرزائی جماعت کی قبول نہ کی۔ کسی آریہ نے سب نبیوں کی نبوت کا ماننا تو بجائے خود رہا حضرت محمد ﷺ کو ہی نبی مانا؟ ہرگز نہیں۔ مرزا صاحب کا کوئی مرید بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے پیغام صلح کا اثر آریوں اور سکھوں پر ہوا؟ اور مرزا صاحب اس چال میں کامیاب ہوئے؟ ہرگز نہیں۔

میرے مہربان میاں صاحب بڑی شیخی سے مرزا صاحب کی صداقت مسیح موعود ہونے پر دلیل بیان کرتے ہیں۔ اور یہ وہی دلیل ہے جو مرزا صاحب کا وردزبان اور حوالہ قلم تھی کہ میں ایسے سامان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں کہ وہ سامان کسی نبی ورسول کو نہ دیئے گئے تھے اب کوئی پوچھے کہ حضرت وہ آسمانی حربے وسامان اب کہاں چلے گئے اور کس دن کے لیے آپ نے رکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ آسمانی حربے ایسے ردی ثابت ہوئے کہ آریوں کے زمین والے حربے غالب آگئے۔ اور ان کی ہر طرح سے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ کوئی آریہ آج تک مسلمان ہوا۔ اور مرزا صاحب کی مسیحیت ومہدویت کا قائل ہوا۔ اور مرزا صاحب پر ایمان لایا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ انہوں نے ایسا انتظام کیا کہ آئندہ اسلام میں آریوں کا داخلہ بالکل بند کردیا۔ بلکہ الٹا مسلمانوں کو آریہ بنایا۔ اب ایمان سے بتاؤ کہ کون کامیاب ہے؟ سوامی دیانند یا مرزا غلام احمد؟ اور ایمان سے کہوں کہ آپ کی اس نامعقول دلیل سے سوامی دیانند صادق ثابت ہوا یا نہیں۔ اور اس کا مذہب بھی سچا ثابت ہوا یا نہیں؟ یا اقرار کرو کہ مرزا

صاحب کی اور آپ کی یہ دلیل کہ مرزا صاحب اگر سچے نہ ہوتے تو ان کو اس قدر کامیابی نہ ہوتی۔ بالکل لغو اور غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوگا کہ عیسویت سچی ہے کیونکہ تمام دنیا پر غالب ہے اور کامیاب ہے۔ اور ایسی کامیاب ہے کہ تمام دنیا کی مالک بن گئی ہے اور ہندوستان و پنجاب میں آریہ قوم واہل ہنود ہر محکمہ، ہر صیغہ و ہر صنعت وتجارت میں کامیاب ہیں تو سچے ہیں۔ آپ کی اپنی دلیل سے مرزا صاحب سچے نہیں کیونکہ ان کو اس قدر کامیابی نہیں ہوئی جس قدر آریوں کو ان کے مقابل ہوئی۔ عیسائیوں کی کامیابی اظہر من الشمس ہے بلکہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خود تسلیم کرتے ہیں۔

عسل مصفّٰی کے صفحہ ۶۰۲، ۶۰۳ پر مشن کی ترقی کا حال خود مشن کی رپورٹ سے لکھا ہے۔ وھو ھذا۔

جب ہم چرچ مشن سوسائٹی کی رپورٹ ۱۸۹۷ء کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کی کس قدر ترقی کر لی ہے اور ہرگز انسان خیال نہیں کر سکتا کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی ترقی متصور ہو سکتی ہے۔ ناظرین! ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب بھی اپنے مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے اور عیسائیت کے مٹانے کا ٹھیکہ لے کر آئے تھے مگر عیسائیوں کو اس قدر کامیابی ہوئی کہ فاضل مصنف عسل مصفّٰی اقرار کرتا ہے ۱۸۹۷ء میں ایسی حیرت ناک ترقی ہوئی کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ مرزا صاحب عیسائیت کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اب بتاؤ مرزا صاحب اور یہ آپ کے اس اصول سے کہ جھوٹے کو کامیابی نہیں ہوتی اور کامیاب ہونا صداقت کی دلیل ہے تو پھر (نعوذ باللہ) عیسویت سچی ثابت ہوئی اور پادری لوگ جو کامیاب ہوئے سچے دین کے پیرو ثابت ہوئے۔ جب بجائے کسر صلیب کے ترقی صلیب ہوئی تو مرزا صاحب کیوں کر مسیح موعود ہوئے۔ کیونکہ سچے مسیح موعود کا نشان مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ کسر صلیب کریں گے۔ یعنی عیسویت مٹائیں

گے اور مرزا صاحب کے وقت ۱۸۹۷ء میں اس قدر عیسویت کو ترقی ہوئی کہ بقول عسل مصفٰی ''اس سے زیدہ ممکن نہیں'' تو ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے اقرار سے مرزا صاحب سچے موعود نہ تھے۔ اس جگہ شاید کوئی مرزائی یہ کہہ دے کہ شخص واحد مرزا صاحب کے مقابلہ میں کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ تو اس کی تسلی کے واسطے ہم نیچے صرف ''جنرل ولیم بوتھ'' کی نہایت کامیابی کا حال لکھتے ہیں جس کے مقابل مرزا صاحب ناکامیاب رہے اور ان کی کاروائیاں بالکل ہیچ ثابت ہیں۔

جنرل ولیم بوتھ نے اشاعت عیسائیت کے واسطے تمام دنیا کا سفر کیا اور کامیاب ایسا کہ شاہان وقت سے خطابات اور امداد لیتا تھا۔ اور مرزا صاحب گھر سے کبھی باہر نہ نکلتے۔ جنرل ولیم بوتھ صاحب ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوا ۱۸۴۴ء میں اصطباغ حاصل کیا اور وعظ شروع کیا۔ ۱۸۵۰ء میں کام کاج چھوڑ کر کلیسائی خدمت اختیار کی۔ ۱۸۶۵ء میں لنڈن کے مشرقی گوشہ میں مشن قائم کیا۔ ۱۸۷۸ء میں مکتی فوج کی بنیاد ڈالی۔ یعنی اپنے مشن کا مکتی فوج نام رکھا۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب مرزا صاحب بھی میدان میں نکلے ہوئے تھے اور عیسیٰ پرستی کا مٹانا اپنا فرض منصبی قرار دے رکھا تھا اور یہی اپنی صداقت کا معیار مقرر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود لکھا کہ اگر کروڑ نشان بھی مجھ سے ظاہر ہوں اور وہ کام جس کے واسطے میدان میں کھڑا ہوا ہوں۔ یعنی عیسیٰ پرستی کو مٹانا۔ وہ کام نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں (اخبار بدر، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء) پھر مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ایام صلح'' کے صفحہ ۱۳۶ سطر ۱۸ میں لکھا کہ اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ الخ۔ اب واقعات سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب مر بھی گئے اور سلام کی ترقی کچھ نہ ہوئی اور نہ مذاہب باطلہ ہلاک ہوئے بلکہ مذاہب باطلہ کی ترقی ہوئی اور ان کے مقابل اسلام کو کمی ہوئی۔ یعنی

جس قدر روئے زمی پر مسلمان تھے ان میں سے صرف وہ مسلمان جنہوں نے مرزا صاحب کو نبی ورسول مانا وہی مسلمان رہے باقی سب کے سب کافر ہوئے۔ تو اب انصاف سے بتاؤ کہ تیس کروڑ کی تعداد سے مسلمان تنزل کر کے صرف چند ہزار مرزائی جو مسلمان رہے اور باقی کافر ہوگئے تو اسلام بڑھا یا گھٹا۔ ظاہر ہے کہ گھٹا۔ جب اسلام گھٹا تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے۔ بلکہ اسلام کے واسطے آپ ایک طاعون کی بیماری تھے جو صفایا کر گئے۔

۱۸۸۰ء میں جنرل ولیم بوتھ نے امریکہ وآسٹریلیا کی سیاحت کی اور پہلا مدرسہ قائم کیا۔ ۱۸۸۱ء،۸۲ میں فرانس، ہندوستان، سویڈن، کینیڈا، میں اپنی مشن کی پرجوش تحریک کر کے لنڈن میں ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ ۱۸۸۳ء میں جنوبی افریقہ، نیوزی لینڈ، سوئٹزرلینڈ کی سیاحت کی اور جزیرہ وکٹوریہ میں قیدیوں کی تعلیم وتلقین کا خاص انتظام کیا۔ ۱۸۸۶ء میں ایثار نفس کی عام تعلیم کی غرض سے لنڈن میں انٹرنیشنل کانگرس قائم کی۔ ۱۸۸۸ء میں امریکہ وکینیڈا کی سیر۔ ۱۸۹۰ء میں انگلینڈ میں ''ڈارک'' (یعنی اندھیرا) ایک کتاب شائع کی۔ ۱۸۹۱ء میں۔ آسٹریلیا جنوبی افریقہ اور ہندوستان کا سفر۔ ۱۸۹۴ء میں فوج کی ۵۰ سالہ جبلی۔ ۱۸۹۷ء میں مسٹر گلیڈسٹون وزیراعظم انگلستان سے ملاقات۔ ۱۹۰۱ء میں تجویز بینک ۱۹۰۳ء میں پریزیڈنٹ صوبجات متحدہ یونائیٹڈ اسٹیٹ سے ملاقات۔ ۱۹۰۴ء میں بینکنگ پلیس میں حضور ملک معظم سے مصافحہ کیا۔ ۱۹۰۵ء میں ڈی، سی، ایل کا خطاب حاصل کیا۔ لنڈن اور ناٹنگھم میں تعلیم وتلقین کی آزادی کا حکم حاصل کرنا۔ ترقی بینک۔ ۱۹۰۷ء میں شاہان ناروے وڈنمارک سے ملاقات۔ جاپان کا سفر اور شہنشاہ جاپان سے ملاقات۔ ۱۹۰۸ء میں سات ہزار کے مجمع میں لکچر۔

ناظرین اس سنہ میں مرزا صاحب مرگئے اور جنرل ولیم بوتھ زندہ رہا۔ گویا

مرزائیوں کی اپنی دلیل سے ثابت ہو گیا کہ کاذب صادق سے پہلے مر گیا۔حالانکہ مرزاصاحب سرولیم بوتھ سے چھوٹے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں شاہان اسپین وانگلستان سے ملاقات،سیاحت روس۔۸۰ ویں سالگرہ۔ ۱۹۱۱ء میں بری سوشل کانگریس۔ ۱۹۱۲ء میں انتقال بعمر ۸۴سال۔ اب اس کے فیضان کا اثر یہ باقی ہے کہ ایڈیٹر صاحب ادیب اپنے ایڈیٹوریل میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بھی مکتی فوج کا بہت کام ہو رہا ہے۔شرکاء کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہے۔ ہندی،اردو،مرہٹی، گجراتی،بنگالی، گورمکھی،تلیگو وغیرہ ہندوستانی دیسی زبانوں میں کام ہوتا ہے۔بہت سے ابتدائی مدارس ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ بچے تعلیم پاتے ہیں۔دیہاتوں میں چھوٹے چھوٹے بینک بھی قائم ہیں۔

(ادیب،بابت نومبر ۱۹۱۲ء)

اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مرزاصاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے۔کیونکہ مسیح موعود کے وقت میں عیسائیت اور دیگر مذاہب محو ہونے تھے اور مرزاصاحب کے زمانہ میں وہ ایسی ترقی پر ہوئے کہ اس سے پہلے ایسے کبھی نہ ہوئے تھے۔پس مرزاصاحب ہرگز مسیح موعود نہ تھے۔بجائے کسر صلیب کے ترقی وتقویت ہوئی۔اور جس جگہ توحید کے جھنڈے لہراتے تھے وہاں صلیب کی پرستش شروع ہوئی۔(اخبار زمیندار،۸ ستمبر ۱۹۱۳ء) جس میں لکھا ہے کہ دو،اڑہائی لاکھ مسلمان بلقان کی لڑائی میں صرف صوبہ تھریش ومقدونیہ میں عیسائی بنائے گئے۔ پس مرزاصاحب کو کامیابی ہرگز نہیں ہوئی۔کیونکہ مخالفین اسلام مرزاصاحب سے ہزاروں درجہ کامیاب وغالب رہے اور مرزاصاحب ناکامیاب ومغلوب جن کے وقت میں اسلام گھٹایا گیا اور عیسائی وآریہ وغیرہ بڑھائے گئے۔

رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور۔فروری ۱۹۱۳ء میں بحوالہ اخبار وکیل امرتسر لکھا ہے کہ پطرس،مولک،مرحصار،سرمتر اعثمان جی وغیرہ مسلمان باشندوں کو عیسائی مذہب قبول

کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور اس مدعا کے لئے ان کو شرمناک سزائیں دی گئیں۔ الخ۔

اب بتائیے کہ مرزا صاحب کی یہ کامیابی ہے یا ناکامیابی۔ اگر مرزا صاحب سچے مسیح موعود ہوتے تو یہ بدبختی وادبار کے دن مسلمانوں پر نہ آتے اور نہ ملل باطلہ غالب آتے۔ مگر چونکہ نتیجہ اس کے برعکس ہے لہٰذا اسے ناکامیابی کہتے شرم دامنگیر ہونی چاہیے۔ مگر راستی بھی کوئی چیز ہے۔ ورنہ قلم اور ہاتھ اپنے ہیں جو چاہا لکھ دیا کون پوچھتا ہے مگر یاد رہے آخر مرنا ہے اور احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہوکر جواب دینا ہے۔

دوم: مرزا صاحب کی ناکامیابی اظہر من الشمس ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان ان سے ہمدردی رکھتے تھے جب تک ان کا یہ دعویٰ تھا کہ میں ایک خادم اسلام ہوں اور اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے واسطے ایک مناظر ہوں۔ جب مرزا صاحب نے حد سے باہر قدم رکھا۔ اور اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ اور مظہر محمد ظاہر کرنا شروع کیا اور مسیحیت ورسالت ونبوت کے مدعی ہوئے تو چاروں طرف سے کفر کے فتوے اور دجال ومسرف وکذاب کے سرٹیفکیٹ آنے شروع ہوگئے۔ اور سوائے معدودے چند انسان پرستوں کے جن میں مسیلمہ پرستی کا مادہ مخفی تھا اور کوئی مسلمان محمد ﷺ کی امت سے ان کے ساتھ نہ رہا۔ اب انصاف آپ ہی پر ہے کہ یہ ناکامیابی ہے یا نہیں۔ چالیس کروڑ کے قریب مسلمان الگ ہوگئے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ آپ کس دلیل سے مرزا صاحب کو کامیاب کہتے ہیں۔ پس یہ دلیل بھی ردی ہے اور باطل۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾ لوگ چاہیں گے کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی چھوڑے گا۔ اگرچہ کافر لوگ اسے ناپسند ہی کرتے ہوں۔ یہ دلیل بھی حضرت مسیح موعود کے احمد ہونے پر ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس

پیشگوئی کے اول مصداق نہیں ہیں۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جاتی تھی نہ منہ سے۔ (ملخصاً از انوار خلافت ص ۴۵)

الجواب:۔ اول تو آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے کہ ''لوگ چاہیں گے''۔ حالانکہ **یُرِیْدُوْنَ** کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ محمد ﷺ کو خدا خبر دے رہا ہے کہ یہ کفار ارداہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور (دین اسلام) کو جو بذریعہ وحی تم کو پہنچتا ہے منہ کے پھونکوں (غلط افواہوں) سے بجھادیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا اگرچہ کافروں کو ناپسند ہی ہو۔ اب اس آیت سے یہ سمجھنا کہ چونکہ منہ کے پھونکوں سے بجھانا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس واسطے محمد ﷺ اس کے مصداق نہیں صریح غلطی اور علم معانی سے ناواقفیت کا باعث ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو نور سے تشبیہ دی تھی تو ضروری تھا کہ نور کے لوازمات بھی بیان فرمائے جاتے تاکہ فصاحت و بلاغت قرآن مجید سے ثابت ہو۔ اس واسطے **لِیُطْفِئُوْا** کا لفظ فرمایا۔ اور ساتھ ہی **بِاَفْوَاھِھِمْ** فرمایا۔ تاکہ ارکان تشبیہ پورے ہوں۔ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ نور سے تشبیہ دے کر بجھانے کے واسطے تلوار یا تیر کا ذکر کیا جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا کہ کافر لوگ اسلام کے نور کو تلوار سے قتل کرنا چاہتے ہیں مگر ہم اس نور کو ان کفار پر بذریعہ جنگ وجدال پورا کریں گے۔ تو یہ کلام بالکل غلط اور پایہ فصاحت و بلاغت سے گر جاتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نور کے لفظ کے واسطے بجھانا اور ساتھ ہی پھونکنے کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ لوازمات نور پورے بیان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں قرآن کو نور کہا ہے ﴿ **قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** ﴾ ترجمہ:۔ (غرض کہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور (ہدایت) اور قرآن آچکا ہے (جس کے احکام) صاف (اور صریح ہیں) جو لوگ

خدا کی رضامندی کے طلبگار ہیں ان کو اللہ قرآن کے ذریعے سے سلامتی کے رستے دکھاتا ہے۔ اور اپنے فضل (وکرم) سے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا اور ان کو راہ راست دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ''سورۃ الشعرا'' کے آخر میں فرماتا ہے ﴿ ﴾ ترجمہ:۔ تم نہیں جانتے ایمان کس کو کہتے ہیں۔ مگر ہم نے قرآن کو ایک نور بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعے سے (دین کی) راہ دکھاتے ہیں اور (اے پیغمبر) اس میں شک نہیں کہ تم (لوگوں کو) سیدھا ہی رستہ دکھاتے ہو۔ یہ معنی بالکل غلط ہیں کہ کسی آئندہ زمانے میں نور کو بجھانے کا ارادہ کریں گے۔ کیونکہ نور تو حضرت محمد ﷺ کے وقت ظاہر ہو چکا تھا یعنی قرآن۔ اس وقت تو کفار نے نور کو بجھانے کی کوشش نہ کی اور ۱۳ سو برس کے بعد کوشش کریں گے کس قدر خلاف عقل اور فصاحت سے عاری کلام ہے۔

دوم:۔ یہ بھی غلط ہے کہ مرزا صاحب کے نور کو علماء نے بجھانا چاہا اور مرزا صاحب کامیاب ہوئے۔ کیونکہ واقعات بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نہ کوئی نور (دین) لائے اور نہ کسی جلسہ بحث میں کامیاب ہوئے۔ اور نہ ان کا کوئی نور دنیا پر پھیلا۔ اگر یہ کہو کہ لوگ ان کے مرید ہوئے تو بتاؤ کہ کس کاذب مدعی کے مرید نہیں ہوئے؟ تمام کاذب مدعیان نبوت کے اس کثرت سے مرید ہوتے رہے کہ مرزا صاحب کی کامیابی ان کے مقابل ہیچ ہے۔ بہبود زندگی کاذب مدعی نبوت کے مرید ۵ کروڑ ۱۵ لاکھ تھے (دیکھو تذکرۃ المذاہب) مسیلمہ کذاب کو ہی دیکھ لو کہ پانچ ہفتے کے قلیل عرصے میں لاکھ سے اوپر اس کے مرید و پیرو ہو گئے تھے۔ اور اس کی کامیابی کا اقرار مرزا صاحب نے خود بھی ازالہ اوہام میں کیا ہے۔ لہٰذا صرف مریدوں کا ہونا دلیل صداقت نہیں۔ مرید تو سب کذابوں کے ہوتے آئے ہیں۔ اصلی کامیابی ہم آپ کو بتاتے ہیں اور پھر آپ سے انصاف چاہتے ہیں۔

اصلی کامیابی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئی کہ ان کے رسول ہونے کو چاروں مخالف مذاہب نے جو مدمقابل اور سخت دشمن تھے مانا اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے اور اس کے نور اسلام سے منور ہوئے۔ یہ ہے کامیابی۔ اب اسی قدر مدت مرزا صاحب کو ملی ہے یعنی ۲۳ برس۔ اور ان کے مدمقابل بھی چار گروہ تھے۔ عیسائی، آریہ، سکھ، برہموں۔ اب ایمان سے بولو اور خدا کو حاضر ناظر کر کے بتاؤ کے کون کون عیسائی مرزا صاحب کا مرید ہوا۔ اور کون کون آریہ نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور کس کس سکھ نے مرزا صاحب کی رسالت قبول کی اور کتنے سماجی برہموں مرزائی ہوئے۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ کوئی بھی نہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ناکامیابی اور نامرادی ہو سکتی ہے کہ ایک آریہ، ایک برہمو، ایک عیسائی، ایک سکھ بھی مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہ ہوا۔ اور اگر کوئی ہوا بھی ہے تو شاذ و نادر۔ پھر کس قدر ظلم عظیم ہے کہ کامیابی! کامیابی! پکار کر فضول دھوکا دیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اگر کاذب تھے تو کامیاب کیوں ہوئے۔ کیا یہی کامیابی ہے کہ ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان بھی کفر سے پاک نہ ہوا۔ اور برابر سکھ۔ آریہ و ہنود ان کی چھاتی پہ مونگ دل رہے ہیں اور ان کی ذلت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے وہ مذہب اسلام کی ہتک کرتے ہیں اور مرزائیت کی وہ گت بنتی ہے کہ پناہ بخدا۔ اہل عقل و دانش کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ سچے اور جھوٹے رسول میں کیا فرق ہے۔ سچا رسول تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک عرب کو کفار سے پاک کرتا ہے اور جھوٹے رسول کے وقت میں ایک گاؤں بھی کفر سے پاک نہیں ہوا۔ سچے رسول نے مکہ کو کفر سے پاک کر کے دارالامان فرمایا۔ اور جھوٹے نبی سے فقط قادیان بھی کفر سے پاک نہ ہو سکا۔ اور دروغ بیانی سے اس کا نام دارالامان رکھ لیا۔ بھلا خالی نام سے کیا ہوتا ہے۔

سچا رسول اس وقت اپنے دعویٰ نبوت میں پختہ اور دلیر ہوتا ہے جبکہ کوئی باقاعدہ

سلطنت نہ تھی اور اہل ملک ذراسی مخالفت پر دوسرے کو قتل کر دیتے۔ اور مقتول کے وارث قصاص (خون بہا) میں روپیہ لے کر قاتل کو معاف کر دیتے۔ ایسے وقت میں نبوت کا دعویٰ کرنا سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ مگر سچے رسول (محمد) نے ہر ایک مجلس میں ہر ایک میلے میں اپنا دعویٰ رسالت بہ بانگ دہل سنایا اور ایک دفعہ بھی کہیں نہ کہا کہ میں رسول نہیں ہوں۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری پیروی کرتا۔ اور سب ادیان کا بطلان سر بازار شروع کر دیا۔ اس وقت سارا عرب دشمن تھا مگر سچا رسول اپنے دعویٰ میں اس قدر پکا تھا کہ چچا جس کے زیر حمایت زندگی کی امید تھی وہ بھی جواب دے دیتا ہے مگر اس وقت بھی وہ حق وصداقت مجسم یہ جواب دیتا ہے کہ چچا جان چاہے تو میرا ساتھ دے یہ نہ دے میں اپنا فرض رسالت ضرور ادا کروں گا۔ جھوٹے رسول کے وقت ایسا امن قائم ہے کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ سلطنت انگلشیہ کے زمانہ عدل میں شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہیں۔ یعنی کوئی شخص تلوار تو کجا زبان سے بھی کسی کو بے جا کہے تو مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے۔ ایسی امن کے زمانہ میں اپنے دعویٰ نبوت و رسالت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر ایک جگہ لکھتا ہے کہ میں رسول ہوں تو بیس جگہ لکھتا ہے کہ میں ہرگز رسالت و نبوت کا مدعی نہیں ہوں۔ محمد کا غلام و امتی ہوں۔ سچا رسول اپنی زندگی میں ہی اپنے مخالفین پر غالب آیا۔ اور جھوٹا رسول ہمیشہ مغلوب رہا۔ سچا رسول جس کو خلافت کا وعدہ دیا گیا تھا وہ اپنی زندگی میں ہی مسند خلافت کو اپنے بابرکت وجود سے مزین کر کے شہنشاہ عرب کہلا کر دنیا سے رخصت ہوا۔ جھوٹے رسول کو بھی زعم تو ہوا کہ میں خلیفہ مقرر ہوا ہوں مگر تمام عمر غلام و رعیت رہا اور مخالفوں کے سامنے عدالتوں میں مارا مارا پھرا۔ کسی عدالت سے سزا پائی اور کسی سے چھوڑا گیا۔ کیا یہی کامیابی ہے؟ خدا کے واسطے اتنا جھوٹ نہ بولو جو آخر شرمندہ ہونا پڑے۔ کیا یہ رسول پاک ﷺ کی ہتک نہیں ہے کہ پہلی بعثت میں تو اس قدر کامیاب و بہادر کہ جب اس کو مخالفین نے تلوار کے

ساتھ کامیابی سے روکنا چاہا تو نہ رکا اور اس کے نور کو مخالفوں نے زبردستی بجھانا چاہا تو نہ بجھا۔ مگر جب بعثت ثانی میں آیا تو اس قدر ناکامیاب و بزدل رہا کہ ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ سے الہام بھی شائع نہیں کرسکتا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ محمد ﷺ کے وقت سب کام تلوار سے ہوتا تھا۔ اور تبلیغ وغیرہ صرف تلوار سے ہوتی تھی اور زبانی یا قلمی تبلیغ نہ ہوتی تھی۔ اور نہ تردید حضور علیہ السلام کی زبان سے ہوتی تھی۔ ہاں۔ سنئے جناب ''تاریخ اسلام'' کیا کہتی ہے۔

نبی ﷺ نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ کا کام اس طرح شروع کیا کہ ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے ان کی تعداد چالیس یا کچھ کم زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی ﷺ کو کلام کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھا کر اور دودھ پی کر فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے حاضرین! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔ (ماخوذ از رحمۃ العالمین بحوالہ الفداء ص ۱۱۷)

اب میاں محمود صاحب فرمائیں کہ یہ زبانی تبلیغ تھی یا تلوار سے؟ اور ابولہب نے زبانی مخالفت کی تھی یا تلوار سے؟ وہ کس طرح لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ہی زمانہ زبانی تبلیغ کا ہے اور محمد ﷺ مصداق اسمہ احمد والی بشارت کے نہیں تھے کیونکہ زبانی تبلیغ مرزا صاحب کے وقت میں ہوئی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ محمد ﷺ کے وقت نور اسلام کو زبانی بکواس سے بجھانا چاہتے تھے جیسا کہ ابولہب نے کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میری بکواس سے کوئی محمد ﷺ کی بات کو نہ سنے اور کچھ تعجب نہیں کہ اسی

واسطے یہ آیت نازل ہوئی ہو کہ ”یہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں یعنی تیری بات سننے نہیں دیتے لیکن اللہ ضرور اسے پورا کرے گا“۔ طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے ”سوق المجاز“ میں کھڑا تھا۔ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا۔ **یا ایھا لناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا** لوگو **لا الہ الا اللہ** کہو فلاح پاؤ گے ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا جو اسے کنکریاں مارتا اور کہتا تھا **یاایھا الناس لا تصدقوا فانہ کذاب**۔ لوگو اسے سچا نہ سمجھو یہ جھوٹا شخص ہے۔ (رحمت العالمین ص ۱۸۷، بحوالہ زاد المعاد، ص ۲۴۳) یہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور جو پیچھے پیچھے جاتا تھا وہ آپ کا چچا عبدالعزیٰ تھا (ابولہب کا دوسرا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اب غور کرو کہ محمد رسول اللہ کے نور کو پھونکوں (زبان) سے بجھانے کی کوشش کی جاتی تھی یا مرزا صاحب کے نور کو؟ مرزا صاحب تو کوئی نور لائے ہی نہ تھے پھر اس کا بجھانا کیا معنی رکھتا ہے؟

۲..... ایک روز نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا سب نے ایک آواز سے کہا ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔ (رحمۃ العالمین، بحوالہ مناقب ۱۹۰۱۱) میاں صاحب فرمائیں کہ یہ تبلیغ کا کام زبانی تھا یا تلوار سے۔

۳..... دربار حبش میں جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں تو بادشاہ نے تقریر سن کر کہا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے ”سورۃ مریم“ سنائی۔ بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ رونے لگ گیا اور کہا کہ محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔ (رحمت العالمین ص ۴۵ بحوالہ سیرت ابن ہشام، ص ۱۱۹ جلد اول)

فرمایئے میاں صاحب یہ کون سی تلوار تھی کہ کفار کے دلوں پر کاٹ کرتی تھی اور اپنی صداقت کا سکہ ان کے دلوں پر جماتی تھی۔ کیا سچے رسول محمد ﷺ اور جھوٹے رسول مرزا صاحب میں اب بھی آپ کو کوئی فرق معلوم ہوا یا نہیں کہ ایک عیسائی بادشاہ شہادت دیتا ہے کہ جس رسول کی بشارت عیسیٰ نے دی تھی وہ محمد ﷺ ہے۔

دوم: سچا رسول غیر حاضر ہے۔ مگر اس کی وحی نے وہ تاثیر کی کہ عیسائی بادشاہ بمعہ اپنی رعیت بلکہ ملک کا ملک اس پر ایمان لے آیا۔ اور جھوٹے رسول پر ایک عیسائی بھی ایمان نہ لایا۔ اس پر آپ کا فرمانا کہ محمد ﷺ اس آیت کے مصداق نہ تھے بلکہ مرزا صاحب ہیں کیسا ناپاک جھوٹ ہے۔

دوم: ابن ہشام کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسائیوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بلا فصل کسی اور نبی و رسول کے جو نبی آئے گا وہی مصداق اس آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ کا ہے اور وہ محمد ﷺ ہے۔ مگر ۱۳ سو برس کے بعد محمد ﷺ کی امت میں سے ہی ایسے پیدا ہو گئے جو کہتے ہیں کہ محمد ﷺ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ سچے رسول محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی اور کامیاب ہوا۔ لاکھوں عیسائی مسلمان کئے۔ جھوٹے رسول نے بخیال باطل خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کر کے کامیاب ہونا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا۔

۴..... ایک دفعہ بدمعاشوں اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں اور تالیاں بجائیں کہ خدا کے نبی ایک مکان کے احاطہ میں پناہ لینے کے لئے چلے گئے اس مکان میں عداس عیسائی آپ پر ایمان لایا۔ اور اس کے ایمان لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ حضور علیہ السلام نے بسم اللہ پڑھی اور انگور کھانے شروع کئے جو عداس لایا تھا۔ عداس نے حیرت سے پوچھا یہ کیسا

کلام ہے۔ یہاں کے باشندے ایسا نہیں بولتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے۔ عداس نے کہا میں نینوا کا باشندہ، عیسائی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم مردصالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو۔ عداس نے کہا کہ آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔ اللہ اکبر کیسا سچا مدعی تھا کہ ابھی بدمعاش ستا رہے ہیں مگر آپ فرماتے ہیں کہ میں بھی نبی ہوں۔ عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور نبی کا سر مبارک۔ ہاتھ اور قدم چوم لئے۔ (رحمۃ العالمین)

میاں صاحب بتائیں کہ یہ تلوار تھی یا زبان مبارک۔ اور کفار اس زبان مبارک کے وعظ کو روکتے تھے یا تلوار کو۔ اور کفار جو گالیاں دیتے یا شور کرتے اور تالیاں بجاتے یہ تلوار تھی یا زبان۔

۵..... مصعب نے اسلام قبول کر کے اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا اے بنی عبدالاشہل تم لوگوں کی میرے متعلق کیا رائے ہے۔ سب نے کہا تم ہمارے سردار ہو اور تمہاری تحقیق ہم سے بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ مصعب بولا کہ سنو! خواہ کوئی مرد ہو یا عورت میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک کہ وہ خدا اور خدا کے رسول پر ایمان نہ لائے۔ اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد یا عورت دولت اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا۔ (طبری ص۱۲۱۳)

میاں صاحب بتائیں یہ تلوار تھی یا اسلامی نور تھا کہ اپنی تاثیر نور سے عوام کے دلوں کو منور کرتا تھا اور مخالفین اسی نور کے بجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

۶..... طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے حصہ کا فرمانروا تھا مکہ میں مسلمان ہوا۔ اور اس طفیل کی طفیل اس ملک میں بھی اسلام پھیل گیا۔ ۲۰ کس عیسائی نجران میں مسلمان ہوئے۔

(از رحمۃ العالمین، ص۸۶)

اب میاں صاحب غور فرمائیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت جو تبلیغ اور وعظ ہوتے تھے اور جوق در جوق غیر مذاہب کے لوگ آ کر داخل اسلام ہوتے تھے وہ نور تھا جس کے بجھانے کی کفار کوشش کرتے تھے اور وہ خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی امداد سے اپنی خوبیوں کے باعث پھیلا اور کفار کی پھونکوں نے اس کی کچھ روک تھام نہ کی۔ یا مرزا صاحب کا نور کہ قادیان میں بھی نہ پھیلا۔ سچے جھوٹے میں تمیز کے واسطے یہی معیار کافی ہے۔ پس مصداق **اسمه احمد** کے محمد ﷺ ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد۔

۷..... محمد رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام کرنے والوں کے لئے جو ہدایات فرماتے ان سے صاف ظاہر ہے کہ تبلیغ بذریعہ وعظ ہوتی تھی نہ کہ بذریعہ تلوار۔ فرمایا کہ لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ۔ ان سے نرمی ومحبت کا برتاؤ کرو۔ اس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی۔ ۵ھ میں وہ دوس کے ۷۰، ۸۰ خاندان جو مسلمان ہوئے تھے مدینہ میں ساتھ لایا۔ کیا یہ تلوار کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ (رحمۃ للعالمین، ص۱۸۶)

پس یہ غلط ہے کہ مرزا صاحب کے وقت ہی زبانی تبلیغ ہو سکتی ہے اس لئے اس آیت کے مصداق مرزا صاحب تھے۔

پانچویں دلیل:۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کر کے چھوڑے گا اگرچہ کفار ناپسند ہی کریں۔ یہ آیت بھی احمد رسول کی ایک علامت ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ احمد کا وقت اتمام نور کا وقت ہے۔ الخ۔ (انوار خلافت، ص۲۶)

الجواب:۔ میاں محمود صاحب کا یہ فرمانا کہ اتمام دین کا وقت مسیح موعود کا زمانہ ہے مرزا صاحب کے مذہب کے برخلاف ہے۔ مرزا صاحب تو ''ازالہ اوہام'' میں فرماتے ہیں

کہ ہمارے حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ خاتم النبیین کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبۂ اتمام پہنچ چکی۔ جو شخص اس کے برخلاف خیال کرے۔ یعنی اس دین کو ناتمام ونامکمل کہے تو ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول، ص ۱۳۷) اب میاں صاحب بتائیں کہ وہ سچے ہیں یا ان کا باپ کیوں کہ وہ تو نور اسلام کو پورا اور کامل بتاتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ۱۳ سو برس کے بعد وہ نور تمام ہوا۔

دوم: میاں محمود صاحب کا یہ فرمانا تین وجوہ سے بالکل غلط ہے **ایک وجہ** تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي**﴾ کہ اے محمد ﷺ میں نے تجھ پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اب اس میں کسی طرح کی تنسیخ وترمیم کی ضرورت نہیں اور نہ کسی قسم کا نقص اور کمی ہے اور ﴿**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ**﴾ کی سند عطا فرمائی اگر نعوذ باللہ میاں صاحب کی یہ بات کوئی مسلمان بدبختی سے مان لے کہ یہ آیت مرزا صاحب کے حق میں ہے تو گویا اس نے یہ یقین کیا کہ ۱۳ سو برس تک اسلام ناقص رہا اور مرزا صاحب کے آنے سے نور کامل ہوا۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ اس میں مصادرہ علی المطلوب ہے ابھی مسیح موعود تو مرزا صاحب ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ عیسیٰ بن مریم نبی اللہ (جس کا نزول اصالتاً موعود ہے) ہرگز نہ تھے بلکہ وہ تو دس ہزار آنے والے کذاب مسیح میں سے ایک تھے تو یہ آیت مرزا صاحب کے حق میں کس طرح ہوئی۔ مسیح موعود تو عیسیٰ بن مریم نبی ناصری ہے اور یہاں احمد رسول کی بشارت ہے۔ اگر مرزا صاحب احمد ہیں تو عیسیٰ بن مریم نہیں اور اگر عیسیٰ بن مریم ہیں تو احمد رسول نہیں۔ دونوں صورتوں میں باطل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ واقعات بتا رہے ہیں کہ مرزا صاحب کا وقت اتمام نور کا وقت ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوا ہے مرزا صاحب کے وقت میں اسلام پر وہ وہ حملے ہوئے اور نور اسلام کو ایسی تاریک شکل میں مخالفین نے پبلک کو پیش کیا کہ نور اسلام بجائے نور کے ظلمت ثابت ہوا۔

مرزا صاحب نے خود جو اسلام پیش کیا وہ ایسا تاریک اور ناقص کر یہہ المنظر مضحکہ خیز ہے کہ اس کو نور کہنا برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سنو! مرزا صاحب کا اسلام کیسا ہے۔

۱..... مرزائی خدا مرزا صاحب کو کہتا ہے **انت من ماء نا وھم من فشل** یعنی اے غلام احمد تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے (اربعین نمبر۳، ص۳۴ مصنفہ مرزا صاحب) آپ جس اسلام کو ناقص کہتے ہو وہ ایسے گندے اعتقاد سے پاک ہے اور بتاتا ہے کہ ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُواً اَحَدٌ**﴾ خدا تعالیٰ کی ذات جننے جنانے اور نطفہ اور بیوی سے پاک ہے مگر مرزا صاحب کا خدا ان کو بیٹا اور بیٹا بھی صلبی قرار دیتا ہے۔ اب انصاف سے کہو کہ یہ نور اسلام پورا ہوا۔ یا مرزا صاحب کے وقت میں خالص توحید اسلام شرک کی نجاست سے پلید ہوئی۔ مسلمان ہمیشہ خدا کو واحد لاشریک **علیٰ کل شئی ء قدیر** سمجھتے تھے۔ اولاد بیٹے سے پاک یقین کرتے آئے ہیں۔ اب مرزا صاحب کے آنے سے معلوم ہوا کہ مرزائی اسلام کا خدا بال بچہ والا ہے اور جس جگہ خدا کا پانی گرا وہ خدا کی بیوی ثابت ہوئی۔ گویا مرزا غلام احمد صاحب خدازادے بن گئے اور ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرزا صاحب کے باپ ہونے میں خدا کے شریک ہو گئے اور میاں صاحب اور ان کے بھائی مزے میں رہے کہ خدا کے پوتے ہو گئے۔ (**نعوذ باللہ**)

۲..... مرزائی خدا جسم اور اعضاء والا ہے۔ چنانچہ ''حقیقۃ الوحی'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے خدا کو تمثیلی شکل میں متشکل دیکھا اور اس سے اپنی پیشگوئیوں پر دستخط کرائے اور خدا نے قلم جھاڑا تو میرے کرتے پر سرخی کے چھینٹے پڑے۔ کرتہ موجود ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۵۵ نشان ۱۰۲)

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ اپنی ذات کی نسبت فرماتا ہے ﴿ **لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ** ﴾ یعنی کوئی شے اللہ کی تمثیل نہیں ہو سکتی۔ مگر مرزا صاحب تمثیلی شکل میں انسان کی

صورت میں خدا کو دیکھتے ہیں۔ ''ضرورۃ الامام'' میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ملہم سے بات کرنے کے وقت چہرہ سے ذرا نقاب اتار کر بات کرتا ہے۔ (نعوذ باللہ) خدا ہے یا کوئی پردہ دار عورت کہ حجاب اُٹھا کر مرزا صاحب سے باتیں کرتی ہے

دیدار می نمائی و پرہیز میکنی بازار خویش و آتش تیز ما میکنی

کا مضمون مرزا صاحب نے ادا کیا ہے۔ ''توضیح المرام'' میں لکھتے ہیں کہ خدا جب بندۂ ملہم سے بات کرنے لگتا ہے تو اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اب بتاؤ یہ نور کا اتمام ہے یا شک وشبہات کا سیاہ بادل ہے۔ انصاف آپ پر ہے۔ جس مذہب کا خدا ایسا ہو وہ مذہب ناتمام وناقص ہے یا محمد ﷺ کا مذہب جس میں توحید کامل ہے اور نور اتم۔

۳...... **رسول کی نسبت مرزا صاحب اور مرزائیوں کا اعتقاد۔** ۱۳سو برس تک اہلسنّت جماعت کا یہ اعتقاد تھا کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مرزا صاحب نے نور اسلام کی تتمیم یہ کی کہ آپ خود ہی رسول بن بیٹھے اور مسئلہ نبوت ورسالت کو ایسا مشتبہ کر دیا کہ مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا صاحب تک تمام کاذب مدعی سچے نبی ورسول ثابت ہوئے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے نبوت کا دروازہ افراد امت پر کھول دیا ہے اور کہا کہ نبوت کا دروازہ بالکل مسدود نہیں۔ اس میں محمد ﷺ کی ہتک ہے اس کی فضیلت اسی میں ہے کہ پیروی کر کے بہت سے اس جیسے نبی ہوں۔ اور ایک اصطلاح ایجاد کی کہ میں امتی نبی ہوں۔ یعنی امتی بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ میری نبوت محمد ﷺ کے ماتحت ہے۔ اور مرزا جی کو شاید یہ خبر نہیں کہ سارے کذاب مدعیان نبوت نے محمد ﷺ کے ماتحت ہو کر ہی دعویٰ نبوت کیا ہے جب وہ کاذب ہوئے تو میں کیوں کر سچا ہو سکتا ہوں۔

۴...... مختصر طور پر چند مشتبہ، باطل اور نامعقول عقائد جو مرزا صاحب نے خالص نور اسلام میں داخل کئے درج کئے جاتے ہیں تاکہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں کو معلوم ہو کہ

پھونکوں سے یعنی باطل تاویلات سے کس نے نور اسلام کو بجھایا ہے۔

١......اولاد خدا کا مسئلہ

٢......ظل کا مسئلہ

٣......بروز کا مسئلہ

٤......عود یعنی رجعت یا بعثت ثانی محمد ﷺ کا مسئلہ

٥......عام امتیوں پر نزول وحی کا مسئلہ

٦......اہل قبلہ کو کافر کہنے کا مسئلہ

٧......صفات باری میں شریک ہونے کا مسئلہ۔ جیسا کہ ان کا الہام ہے کہ اے غلام احمد اب تیرا یہ مرتبہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے صرف اس کو کہہ دے ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔ دیکھو الہام مرزا **انما امرک اذا اردت بشیء ان تقول له کن فیکون** (یعنی مرزا صاحب کو کن فیکون کے اختیارات حاصل تھے)۔

٨......خالق زمین وآسمان ہونا۔

٩......خالق انسان ہونا۔

١٠......خدا ہونا۔ (کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب ص ٧٩)

غرض چشمہ صافی اسلام کو ایسے باطل عقائد سے اہل اسلام نے ١٣ سو برس کے عرصہ میں جو صاف کیا تھا پھر دوبارہ مرزا صاحب نے داخل کئے۔ مگر دعوے یہ ہے کہ مسیح موعود ہوں اور نور اسلام کو تمام کیا ہے۔ اور مجدد ہوں، تجدید دین کی ہے۔ اب مسلمان خود غور کرلیں کہ مرزا صاحب کے وقت نور اسلام تمام وکامل ہوا یا ناقص ومکدر ہوا۔

چھٹی دلیل:۔ ﴿هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ یعنی وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ

اس کو غالب کر دے سب دینوں پر۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود ہی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ اس کے وقت میں اسلام کو باقی ادیان پر غلبہ مقدر ہے۔ چنانچہ واقعات نے بھی اس بات کی شہادت دے دی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ سے پہلے اشاعت دین کے ایسے سامان موجود نہ تھے جو اب ہیں۔ مثلاً ریل، تار، دخانی جہاز، ڈاک خانے، مطابع، اخبارات کی کثرت، علم کی کثرت، تجارت کی کثرت جس کی وجہ سے ہر ایک ملک کے لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں اور ہر ایک شخص اپنے گھر بیٹھا ہوا چاروں طرف تبلیغ کر سکتا ہے۔ الخ

(انوار خلافت، ص ۳۶)

الجواب: خدا تعالیٰ نے سچ بات میاں محمود کے منہ سے نکلوا دی ہے جس نے خود ہی مرزا صاحب کے دعویٰ پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ وہ رسول صاحب شریعت ہوگا اور ایک ایسا دین اپنے ساتھ لائے گا کہ جو تمام دینوں پر غالب ہوگا۔ مرزا صاحب اور تمام مرزائیوں کا (خواہ قادیانی جماعت سے ہوں یا لاہوری جماعت سے) اس بات پر اتفاق ہے کہ مرزا صاحب کوئی نیا دین نہیں لائے اور نہ کوئی کتاب ہی ساتھ لائے بلکہ ان کا مذہب یہ تھا کہ وہ اس دین کے تابع تھے جو محمد ﷺ ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ وہ خود ''ازالہ اوہام'' میں لکھتے ہیں

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دین آمدہ از مادریم ہم بدیں از دار دنیا بگذریم

زعشاق فرقان و پیغمبریم بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے۔ یہ ہے کہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی

جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا لفظ اس کی شرائع یا حدود اور احکام واوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کم ہوسکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ ہو نہیں سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تغیر وتبدیل کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ (ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۱۳۷ ازیر عنوان "ہمارا مذہب")

جب مرزا صاحب کوئی دین ہی ساتھ نہیں لائے اور اسی دین محمدی کو ذریعہ نجات خیال کرتے تھے تو پھر انصاف سے بتاؤ کہ مرزا صاحب اس آیت میں جو رسول ہے وہ کس طرح ہوئے وہ تو انکار کر رہے ہیں ؏

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

کہ میں نہ رسول ہوں اور نہ کوئی کتاب ساتھ لایا ہوں۔ پھر کچھ خوف خدا کرنا چاہیے کہ کس کو رسول بنا رہے ہو جو خود انکاری ہے۔

دوم: واقعات بتا رہے ہیں کہ کل ادیان پر غلبہ کس کے دین کا ہوا۔ محمد ﷺ کے دین کا جس کے غلبہ کا اعتراف مخالفین اسلام بھی کرتے ہیں وہ چاہے وہ تعصب سے کہیں کہ تلوار سے غالب آیا۔ مگر غالب آنا ثابت ہوا۔ مرزا صاحب کا اول تو کوئی جدید دین ہی نہ تھا اور نہ ان کے وقت دین اسلام کو دوسرے دینوں پر کوئی امتیازی غلبہ حاصل ہوا۔ مرزا صاحب کے من گھڑت دین کو یعنی مسیح موعود ہونے کو نہ تو کسی آریہ نے مانا نہ کسی عیسائی نہ سکھ نے مانا بلکہ علمائے اسلام سے بھی کسی نے نہ مانا۔ تو پھر غلبہ کے معنی کیا ہوئے۔ اگر مانا تو صرف انہوں نے مانا جنہوں نے قرآن کریم اور محمد ﷺ کو پہلے ہی سے مانا ہوا تھا۔ اس میں مرزا صاحب کی کوئی خوبی نہیں۔ کیونکہ ان کا جادو صرف انہی لوگوں پر چلا جو قرآن اور محمد ﷺ کو مانے

ہوئے تھے اس لئے اس کو ہرگز غلبہ یا کامیابی نہیں کہہ سکتے۔ غلبہ تب تھا کہ آریہ یا عیسائی مرزاصاحب کو مانتے۔ پس یہ غلط ہے کہ مرزاصاحب کے وقت میں غلبہ دین مقدر تھا۔ کیا غلبہ اسی کا نام ہے کہ چار مذاہب مقابل میں سے ایک پر بھی غلبہ ہوا۔ کیا عیسائیوں پر مرزاصاحب غالب آئے اور عیسائیوں نے ان کا مسیح موعود ہونا مانا؟ ہرگز نہیں۔ کیا کسی برہموسماجی نے مرزاصاحب کو مسیح موعود مانا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر خدا کے لئے بتاؤ کہ غلبہ آپ کس جانور کا نام رکھتے ہیں جو مرزاصاحب کو حاصل ہوا۔ اگر کہو کہ مرزاصاحب کو مسلمانوں میں سے بعض شخصوں نے مسیح موعود مانا تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ غلبہ وہ ہے جس کا پلہ بھاری ہو۔ اگر چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے چند کسان جو قرآن اور محمد ﷺ کو پہلے ہی مانتے تھے مرزاصاحب کو قرآن اور محمد ﷺ کا پیرو سمجھ کر مرزاصاحب کے مرید ہوگئے تو اس میں مرزاصاحب کا کچھ غلبہ نہیں اور دوسرے دینوں پر اسلام کے دین کا کوئی غلبہ نہیں ہوا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ ریل، تار، دخانی جہاز، ڈاک خانہ، مطابع (چھاپے خانے) اخبارات کی کثرت، تجارت کی وسعت و دیگر ایجادات وغیرہ کا اجرا مرزاصاحب کے وقت میں ہوا۔ یا بقول مرزاصاحب ان کے واسطے خدا نے آسمانی حربے دئے اس سے تو مرزاصاحب کی نالائقی ثابت ہوتی ہے کہ یہ اسباب اور حربے تو خدا نے مرزاصاحب کے واسطے پیدا کئے تاکہ اسلام کو غالب کریں۔ مگر ان اسبابوں اور حربوں سے مخالفین اسلام نے فائدہ اٹھا کر مرزاصاحب کو ہی مغلوب کیا۔ اس کی مثال اس نالائق جرنیل کی سی ہے۔ جس کو بادشاہ توپ خانے اور رسالے دے کر دشمن سے لڑنے اور مارنے کے واسطے روانہ کرے اور دشمن اس جرنیل سے وہی توپ خانے اور رسالے چھین لے اور صرف چھین ہی نہ لے بلکہ انہی رسالوں اور توپ خانوں اور سامان جنگ سے اس جرنیل کو شکست فاش دے اور یہ مغلوب ہوکر دشمن سے درخواست صلح کرے۔ بعینہ یہی حال مرزاصاحب کا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے

بقول میاں محمود صاحب۔ ریل، تار، ڈاک خانے، اخبارات وچھاپے خانے مرزا صاحب کے واسطے بنائے تھے یا یوں کہو کہ مرزا صاحب کو عطا کئے کہ اپنے دین کو کل دینوں پر غالب کرو۔ مگر آریوں، عیسائیوں اور سکھوں اور برہموؤں نے وہی آلات مرزا صاحب سے چھین کر مرزا صاحب پر ہی استعمال کر کے مرزا صاحب کو ایسا مغلوب کیا کہ سب ہتھیار ڈال کر آریوں کو پیغام صلح دیا اور اس قدر اپنی مغلوبیت ظاہر کی کہ ان کے وید کو خدا کا کلام تسلیم کیا اور ان کے بزرگوں کو نبی مانا۔ صرف زبانی ہی نہیں مانا بلکہ کرشن جی جو تناسخ کے قائل اور قیامت کے منکر تھے اور اعمال کی جزاوسزا بذریعہ اواگون مانتے تھے۔ مرزا صاحب خود کرشن کا اوتار بن گئے۔ چنانچہ گیتا میں جو کرشن جی کی اپنی تصنیف ہے۔ جس کا ترجمہ فیضی کیا ہے لکھا ہے ۔

بقید تناسخ کنند اردش بانواع قالب دروں آردش

بہ تنہائے معبود در میروند بجسم سگ وخوک درمیروند

یعنی گناہ گاروں کو خدا تعالیٰ قید تناسخ میں لاتا ہے اور قسم قسم کے قالب میں بدلتا ہے حتیٰ کہ کتے اور سور کے جسم میں لاتا ہے۔ (گیتا، مترجمہ فیضی ص ۱۳۱) پھر صاف لکھا ہے۔ جس طرح انسان پوشاک بدلتا ہے اسی طرح آتما بھی یعنی روح بھی ایک قالب (بدن) سے دوسرے قالب (بدن) کو قبول کرتی ہے (اشلوک ۱۲۲، ادھیائے ۲ گیتا) مرزا صاحب کرشن جی کی محبت اور متابعت تامہ میں ایسے فنا فی الکرشن ہوئے کہ کرشن کا اوتار بن گئے دیکھو لیکچر مرزا صاحب جو سیالکوٹ میں دیا تھا۔ اور ان لفظوں میں کرشن ہونا قبول کیا تھا کہ ”حقیقت روحانی کے رو سے میں کرشن بھی ہوں جو ہندوؤں کے اوتاروں میں سے ایک اوتار یعنی نبی تھا“۔ اور اوتار کے معنی نبی کے قبول کئے۔ اب کوئی مرزائی بتادے کہ یہ دین کا غلبہ ہے یا مغلوبیت ہے۔ سبحان اللہ ڈاک خانہ و ریل وتار وغیرہ اسباب ترقی کے ملے تو مرزا صاحب کو مگران

سے فائدہ اٹھایا دیانند صاحب نے جو بانی آریہ سماج تھے۔ اوران کوانہی اسباب کے ذریعہ وہ کامیابی ہوئی کہ مرزاصاحب کے خواب میں بھی نہ آئی۔ یعنی اسی ریل، تار، ڈاک خانہ، وچھاپہ خانہ کے ذریعے سے اس قدر کتابیں اوراشتہارات عیسائیوں اورآریوں نے اسلام کی تردید میں شائع کئے کہ مرزاصاحب سے بدرجہا زیادہ تھے۔ پھراس ناکامیابی کا نام کامیابی کیوں کردرست اورصداقت کامعیار ہوسکتا ہے؟

برعکس نہندنام زنگی کافور

شاید کوئی مرزائی کہہ دے کہ مرزاصاحب روحانی طور پر غالب آئے اور بحث مباحثہ میں کتابیں لکھیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ کتابیں تو عیسائیوں کے رد میں ہمیشہ مسلمان لکھتے چلے آئے ہیں۔ سرسید مرحوم، مولانارحمت اللہ مرحوم، مولوی چراغ صاحب اور حافظ ولی اللہ مرحوم کے نام بطورنمونہ پیش کرتا ہوں۔ ان بزرگوں کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزاصاحب نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر کچھ کیا تو اپنی خاطر کیا کہ وفات عیسیٰ ثابت ہو اورخودعیسیٰ بنوں۔ پس مرزاصاحب نے اپنی ہی ذات کی خدمت کی۔ مرزاصاحب کی کوئی کتاب نہیں جس میں ان کی اپنی تعریف نہ ہو۔ اورعیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہ کیا ہو۔ اوریہ صاف ہے کہ اس سے اپنی دوکان چلانے کی غرض تھی کہ مسلمان میری بیعت کریں اور چندہ دیں اسے کوئی عقل مند اسلام کی خدمت نہیں کہہ سکتا۔ براہین احمدیہ، سرمہ چشم آریہ، شحنہ ہندوست بچن کے مقابل آریوں اورعیسائیوں کی طرف سے انہی چھاپہ خانوں، ڈاک خانوں اوراخبارات کے ذریعے سے آریوں اورعیسائیوں نے ایسی بدزبانی اورہتک اسلام کی کہ مرزاصاحب اوران کے خلیفہ اول حکیم نورالدین چیخ اٹھے اورایسے مغلوب ہوئے کہ صلح کی درخواست کی۔ کیاکسی آریہ نے بھی کسی اسلامی نبی یا کسی اسلامی آسمانی کتاب کو مانا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر طفل تسلی اورسادہ لوحی ہے کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ

مرزا صاحب سب ادیان پر غالب آئے حالانکہ وہ مغلوب ہوئے اور وہ سچا رسول اللہ ﷺ جس کے غلبے کا ثبوت تمام دنیا میں ظاہر و روشن ہے اور مخالفین بھی اقرار کرتے ہیں کہ وہ غالب آیا اور اپنے دین اسلام کو اس نے غالب کیا۔ اس کی اشاعت اور تبلیغ کو ناقص اور ناتمام بنادیں اور ایک شخص جس نے کچھ بھی نہیں کیا اور وہ کوئی دین بھی ساتھ نہیں لایا نہ اس نے اپنے دین کو غالب کر کے دکھایا اسے اس آیت کا مصداق بنائیں، کورچشمی اور سیاہ دلی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مخلوق پرستی کا جن سر پر سوار نہیں تو اور کیا ہے؟ جو ایسے بلا دلیل دعاوی کرتا ہے آخر ثبوت دینے سے عاجز ہو کر شرمسار ہوتا ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یہ غلبہ عورتوں والا ہی غلبہ تھا کہ جو فریق مخالف کو زیادہ گالیاں دے وہ کامیاب سمجھا جائے تو اس میں بھی مرزا صاحب ہی مغلوب ثابت ہوئے۔ جیسا کہ صلح کی درخواست سے ظاہر ہے جو انہوں نے مقابلہ سے عاجز آ کر مخالفوں سے کی اور اگر میدان مناظرہ و بحث کی طرف دیکھا جائے تو مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو مغلوب ہی پاتے ہیں۔ مرزا صاحب دہلی کے مناظرہ میں مغلوب ہوئے۔ لدھیانہ کے مباحثہ میں مغلوب ہوئے، امرتسر کے مباحثہ میں مغلوب ہوئے۔ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب **ادام اللہ فیوضھم** کے مقابلہ پر گھر سے ہی نہ نکلے۔ فروری ۱۸۹۲ء میں لاہور میں جناب مولانا محمد عبدالحکیم صاحب سے مباحثہ ہوا اس میں عاجز آ کر تحریری اقرار دیا کہ میں آئندہ اپنی کتابوں "فتح اسلام و توضیح المرام" میں اصلاح کر دوں گا کہ میں نبی نہیں ہوں۔

(دیکھو اشتہار مرزا صاحب ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

اب میاں صاحب بتائیں کہ اگر اس کا نام غلبہ ہے تو پھر شکست کس کو کہتے ہیں؟ مرزا صاحب کے مرید و پیر جب کبھی بحث کرتے ہیں تو مغلوب ہوتے ہیں۔ میر قاسم علی نے تین سو روپیہ کی شرط ہار کر مغلوبیت ثابت کی۔ مولوی غلام رسول مرزائی نے امرتسر میں

مولوی ثناء اللہ سے بحث کر کے مغلوبیت ثابت کی۔ رسالہ ''ہنڈ بل'' نکالنے میں ایک مرزائی انجمن (ینگ مین ایسوسی ایشن لاہور) ہماری **انجمن تائید اسلام** لاہور کے مقابل مغلوب ہو کر نیست ونابود ہوگئی۔ عدالتوں میں مقدمات کر کے چیف کورٹ اور ہائی کورٹ تک ناکامیاب ہوئے حال ہی میں مسجد کا ایک مقدمہ ہائی کورٹ بہار میں ہارا اور ناکامیاب ہوکر افتاں وخیزاں عدالت سے آئے۔ مگر دروغ بانی وتسلی یہ ہے کہ محمد ﷺ تو کامل طور پر غلبہ دین کا نہ کر سکے اور وہ غلبہ دین مرزا صاحب کے وقت میں مقدر تھا۔ جو شخص سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھے تو پھر اس کے سوا ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں

ستم کو جو کرم سمجھے جفا کو عطا سمجھے دعا دل سے نکلتی ہے کہ اس بت سے خدا سمجھے

تعجب ہے کہ مرزا صاحب تو اقرار کریں کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ سوائے قرآن اور محمد ﷺ کے کوئی اور راستہ نہیں اور یہی ذریعہ نجات ہے۔ مگر ان کے فرزند رشید میاں صاحب ان کی تردید کریں کہ جب تک میرے باپ کو نبی نہ مانو تب تک نہ تم مسلمان ہو اور نہ تمہاری نجات ہے۔ اور نہ ہی وہ اسلام جو ۱۳سو برس سے چلا آیا ہے تمام وکامل ہے۔ اور نہ ہی وہ خدا تک پہنچ سکتا ہے جب تک مرزا صاحب کو وسیلہ نہ بنایا جائے۔ اور وسیلہ بھی ایسا کہ اگر تین ماہ تک قادیان میں چندہ نہ پہنچے تو بیعت سے خارج اور جماعت احمدی (مرزائی) سے علیحدہ سمجھا جائے۔ اور باقی امت محمدیہ کی طرح **(نعوذ باللہ من الھفوات)** کافر سمجھا جائے یہ تو محمد ﷺ کی صاف معزولی کہ اب انکی متابعت کچھ فائدہ نہیں دیتی اور نہ ذریعہ نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ قادیانی جماعت پر رحم کرے۔ مذہب اسلام میں ہزاروں فرقے ہوئے اور کئی مدعی رسالت ونبوت ومہدویت بھی ہوئے مگر کسی نے آج تک محمد رسول اللہ ﷺ کو ایسا معزول نہیں کیا تھا جیسا کہ قادیانی جماعت نے (بزعمہم الفاسد) کیا ہے کہ جو مرزا صاحب کو نبی ورسول نہ مانے خواہ وہ کیسا ہی قرآن وسنت کا پیرو ہو اس کی نجات نہیں

اور وہ کافر ہے۔ کیونکہ (ان کے زعم باطل میں) اسمہ احمد والی پیشگوئی قرآنی کا مصداق مرزا غلام احمد ہی ہے اور ۱۳ سو برس تک تمام مسلمان غلطی سے محمد ﷺ کو سچا نبی ورسول مانتے چلے آئے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ اب آیا۔ (نعوذ باللہ)

شفاعت والی حدیث میں جو لکھا ہے کہ جتنی دیر تک خدا تعالیٰ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ **محمد ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع** یعنی اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ جو مانگو گے ملے گا اور جس کی شفاعت کرو گے قبول ہوگی۔ اور حدیث کے اخیر لکھا ہے کہ ''یہ قائم ہونا ہے مقام محمود میں جس کا وعدہ قرآن میں ہے''۔ اب سوال یہ ہے کہ مقام محمود میں کھڑے ہو کر محمد ﷺ اپنی امت کی شفاعت کریں گے یا غلام قادیانی کی امت کی؟ اور شفاعت کرنے والے محمد ﷺ ہوں گے یا غلام احمد قادیانی ہوگا؟ اگر غلام احمد ہوگا تب تو وہ اس پیشگوئی کا مستحق بھی ہوسکتا ہے۔ اور اگر مقام محمود میں محمد ﷺ کھڑے ہوں گے اور شفاعت کریں گے۔ (اور یقیناً وہی ہوں گے جیسا کہ تمام امت محمدیہ کا ایمان ہے) تو پھر اس پیشگوئی کے مصداق بھی وہی ہوں گے نہ کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا۔ پس یہ دلیل بھی ردی ہے۔

ساتوں دلیل:۔ ﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''وہ آنے والا رسول لوگوں کو کہے گا کہ اے لوگو تم جو دنیا کی تجارت کی طرف جھکے ہوئے ہو کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جس کی وجہ سے تم عذاب الیم سے بچ جاؤ''۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ اس زمانہ میں تجارت کا بہت زور ہوگا۔ لوگ دین کو بھلا کر دنیا کی تجارت میں لگے ہوں گے۔ چنانچہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں دنیا کی تجارت کی اس قدر کثرت ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود نے ان الفاظ میں بیعت لی کہ ''کہو میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں

گا''۔ پس یہ آیت بھی ثابت کرتی ہے کہ ان آیات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔ الخ'' (انوار خلافت ص۳۸)

الجواب:۔ اس قسم کی عقل کے لوگ پہلے بھی گزرے ہیں جن کو قرآن کی آیات سے اپنا مطلب ملتا تھا اور ملنا چاہیے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

بسکہ در جان فگارم چشم بیدارم توئی ہرچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

یعنی ''اے محبوب تو میرے دل اور آنکھوں میں ایسا سمایا ہے کہ جو کچھ بھی دور سے دکھائی دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ہے۔'' میاں محمود صاحب کو اپنے باپ مرزا غلام احمد صاحب کی رسالت کا اس قدر ثبوت قرآن سے ملتا ہے کہ ہر ایک آیت سے مرزا صاحب کی رسالت ثابت ہے اور ہر ایک آیت قرآن مجید مرزا صاحب کے زمانہ اور ان کی ذات کے واسطے تھی۔ یہ تو پہلے خدا تعالیٰ سے (نعوذ باللہ) غلطی ہوئی کہ ۱۳سو برس پہلے قرآن نازل کر دیا۔ اور جس کی طرف قرآن نازل کرنا تھا وہ پیدا نہ ہوا۔ اس لئے قادیانی خدا کو ۱۳سو برس کے بعد پھر دوبارہ قرآن نازل کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ رسول جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اب ۱۳سو برس بعد پیدا ہوا۔ یا خدا نے جان کر عمداً اپنی مخلوق کو گمراہ کیا۔ کیا یہ فرمانا میاں صاحب کا اس لطیفہ سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ''قرآن تو حضرت علی پر اترا تھا اور رسالت بھی انہی کے واسطے تھی لیکن جبرئیل علیہ السلام نے غلطی سے محمد ﷺ کو رسالت دے دی اور قرآن بھی انہی کے حوالہ کر دیا''۔ اب زمانہ روشنی کا ہے اور الحاد بھی قدرے عقل سے ہو سکتا ہے چونکہ وہ زمانہ سادہ لوحی اور کم عقلی تھا اس لیے بجائے خدا تعالیٰ کو الزام دینے کے جبرائیل کو ملزم بنایا گیا حالانکہ اسے بھیجنے والا خدا تعالیٰ تھا۔ لیکن میاں محمود صاحب نے اس غلطی کو بھی نکال دیا ہے کہ اصل غلطی کرنے والا (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ مخاطب اور اصل مصداق تو غلام احمد قادیانی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے باوجود دعویٰ علام الغیوب کے محمد بن

عبداللہ کو ۱۳سو برس پہلے خطاب کر دیا ہے۔

اب ہم میاں صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کے زمانہ میں جب یہ تعلیم نہ تھی اور محمد ﷺ نے آخرت کی تجارت نہ بتائی تھے صرف مرزا صاحب نے ہی بتائی اور مرزا صاحب ہی اس امر پر بیعت لیتے تھے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا تو ۱۳سو برس تک جو اس قدر اولیاء اللہ تارک الدنیا گذرے ہیں انہوں نے کس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔

دوم:۔ وہ دین کس طرح کامل ہو سکتا ہے جس میں اس قدر کمی ہے کہ اس کو آخرت کی تجارت کی خبر تک نہیں وہ اپنے تمام پیروؤں کو صرف دنیاوی تجارت کی طرف جھکاتا ہے۔

سوم:۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ جو قرآن میں ہے غلط ثابت ہوگا۔ کیونکہ جو دین تجارت دنیا ہی بتائے وہ ناقص ہے۔ دین کی نعمت میں اس قدر کمی تھی کہ دنیا پر دین مقدم کرنا نہیں بتایا گیا۔ وہ ۱۳سو برس بعد بتایا جاتا تھا تو خداتعالیٰ کا یہ فرمانا کہ:۔

﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ بھی غلط ہوا۔

چہارم:۔ مرزا صاحب کا ''ازالہ اوہام'' میں یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ **اکمال دین** ہو چکا اور وہ دین **محمد** اور قرآن کا دین ہے۔ مرزا صاحب کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ میرے آنے سے دین کامل ہوا اور میں نے تعلیم دی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو اور ناقص دین کو کامل کیا۔

پنجم:۔ یہ ڈھکوسلا واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ ذیل کے دلائل قاطعہ دیکھو۔

اول:۔ مرزا صاحب نے خود پندرہ روپیہ کی ملازمت چھوڑ کر کتابیں تالیف کرنے کی دوکان کھولی اور ان کو رات دن مخالفین کے جواب لکھنے کی فکر رہتی کیونکہ وہ جمعیت خاطر کے دشمن تھے جس کے سبب مرزا صاحب نمازیں بھی وقت پر نہ پڑھ پاتے اور جمع صلوتین پر عمل کرتے۔ شب بیداری اور ذکر و شغل باری تعالیٰ تو در کنار جو شخص فریضہ نماز بھی وقت پر ادا نہ

کرے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے شخص نے دین کو دنیا پر مقدم کیا؟ ہرگز نہیں۔

دوم:۔ مرزا صاحب نے پیری و مریدی کی دوکان کھول کر جس قدر روپیہ کمایا اس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ جس جگہ مجھ کو دس روپے ماہوار آمدنی کی امید نہ تھی اب تک تین لاکھ روپیہ آچکا ہے (حقیقۃ الوحی ص۲۱۱، مصنفہ مرزا صاحب) علاوہ برآں تالیفات کتب کا روپیہ، لنگر خانے کا روپیہ، کالج کا روپیہ، منارے کا روپیہ وغیرہ وغیرہ۔ حیلوں سے جو روپیہ لیا جاتا ہے اور اپنی جائیداد بنائی۔ یہ دین کو دنیا پر مقدم کیا یا دنیا کو دین پر مقدم کیا۔ کوئی دنیاوی تجارت ایسی نہیں کہ تاجر کو ایسی ترقی نصیب ہو۔ کوئی بھی دنیاوی تجارت ایسی بتا سکتے ہو جس میں بغیر زحمت سفر وخرید وفروخت صرف گھر بیٹھے کتابوں کی فروخت وفیس بیعت سے تاجر مالا مال ہو سکے۔

لطیفہ:۔ ایک ترک مرزا صاحب کی زیارت کو گیا۔ جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ وہاں کیا کیا دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ ’’پیغمبر کتب فروشان است‘‘۔ ایسی دنیاوی کامیابی تو کسی کسب وتجارت میں نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کے الفاظ بیعت کا شاید یہ مطلب ہو کہ ’’دین کے بہانہ سے دنیا کماؤ‘‘ یعنی دنیا کمانے کے لیے بھی دین ہی کو مقدم رکھوں گا۔ گویا کہ دین کے بہانہ سے دنیا کماؤں گا۔

سوم:۔ مرزا صاحب کی خوراک ولباس ومکان رہائش ودیگر تکلفات واخراجات ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دنیاوی آرام کو مقدم رکھتے تھے۔ یہ صرف مریدوں کے واسطے تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں، نہ تو یہ عمل مریدوں کا تھا اور نہ ہی خود بدولت (مرزا صاحب) کا عمل تھا۔ کیونکہ مرزا صاحب کے سونے کے زیورات جن کی فہرست ذیل میں درج جاتی ہے مرزا صاحب کا تارک الدنیا ہونا ثابت نہیں کرتے۔

کڑے طلائی قیمتی ۵۰۰ روپے، کڑے خورد طلائی قیمتی ۲۵۰ روپے، ۲۴ عدد ڈنڈیاں، بالیاں ۲، نسبیاں ۲، ریل ۲، بالے گھنگھریاں والے ۲، کل قیمت ۶۰۰ روپے، کنگن

طلائی ۲۲۰ روپے، بند طلائی قیمتی ۱۰۰ روپیہ، کنٹھ مالا ۲۵۰ روپے، جھناں حور طلائی ۳۰۰ روپے، پونچیاں طلائی ۴ عدد ۱۵۰ روپے، جھناں کلاں ۴ عدد طلائی ۲۰۰ روپے، چاند طلائی ۵۰ روپے، بالیاں جڑاؤ سات عدد ۱۵۰ روپیہ، نتھ طلائی ۴۰ روپے، ٹیکہ طلائی خورد ۲۰ روپے، حمائل ۲۵ روپے، پونچیاں خورد طلائی ۲۲ عدد ۲۵ روپے، بندی طلائی ۴۰ روپے، سیپ جڑاؤ طلائی ۷۰ روپے۔ (ماخوذ از کلمہ فضل رحمانی بحوالہ نقل رجسٹری)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے

ترک دنیا بمردم آموزند خویشتن سیم وغلہ اندوزند

مریدوں سے تو بیعت لی جاتی ہے کہ ”دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا“۔ مگر خود مرزا صاحب اس سے مستثنیٰ تھے کیونکہ انہوں نے کسی سے بیعت نہیں کی تھی۔ لہٰذا آپ کا عمل ضروری نہ تھا۔

اب حضرت سرور عالم محمد ﷺ کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں (جن کی نسبت میاں صاحب کا خیال ہے کہ ان کی تعلیم یہ نہ تھی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو) تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ میاں صاحب نے یا تو جان بوجھ کر دھوکا دیا ہے یا انہیں علم نہیں۔

۱...... آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی «**یا رب اجوع یوما واشبع یوما فاما الیوم الذی اجوع فیه فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع فیه فاحمدک واثنی علیک**» یعنی ”الٰہی ایک دن میں بھوکا رہوں اور ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑا کر رویا کروں۔ اور کھا کر تیری حمد و ثنا کروں“ (شفاء ص ۶۲)

۲...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں۔ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی حضرت کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزارہ کرتا۔

(بخاری، کتاب الاطعمہ، عن عائشہ)

۳......حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی ﷺ نے مدینہ آکر تین دن برابر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔

۴......نبی ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی زرہ بغرض غلہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

۵......آنحضرت ﷺ نزع کی حالت میں تھے۔ آپ نے جو اخیر خطبہ فرمایا اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ''لوگو! مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم مشرک بن جاؤں گے۔ لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ جیسے پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں''۔

(از رحمۃ للعالمین ص ۲۶۴، بحوالہ مسلم، عن عقبہ بن عامر)

۶......تیسری شرط بیعت کی۔ میں امور حق میں نبی ﷺ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا ناظرین! سچا رسول تو بقدر استطاعت اقرار لیتا ہے مگر جھوٹا رسول بناوٹی طور پر بیعت لیتا ہے کہ دنیا پر دین کو مقدم کروں گا حالانکہ نہ خود اس نے ایسا کیا اور نہ اس کا کوئی مرید کر سکا۔

۷......خدا اور رسول خدا کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دین کو دنیا و مافیہا پر مقدم رکھوں گا۔ ان الفاظ میں رسول اللہ ﷺ بیعت لیتے تھے۔

۸......**عن ابن عمر قال اخذ رسول اللہ ﷺ ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل و عد نفسک من اھل القبور۔** (رواہ البخاری)

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ پکڑا رسول خدا ﷺ نے بعض بدن میرا یعنی دونوں مونڈھے۔ پس فرمایا کہ رہ تو دنیا میں گویا کہ مسافر ہے تو یا گذرنے والا راہ کا اور گن تو اپنے نفس کو مردوں سے کہ قبر میں آسودہ ہیں اور سب سے گذر گئے ہیں اور مشابہت کر ان کے ساتھ زندگی میں بیچ حکم مردہ کے ہیں۔ (مظاہر حق، جلد ۲، بحوالہ بخاری ۳۵۰)

ناظرین! دیکھا میاں محمود صاحب کس قدر دلیر ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ جنہوں

نے دنیا و مافیہا کو قبول نہیں کیا اور فقر و فاقہ قبول کیا اور دنیا کو لات ماری۔ اس کو تو (نعوذ باللہ دین دنیا پر مقدم کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب نے (باوجود یہ کہ ہر حیلہ سے دنیا کمائی اور لاکھوں روپے کی جائداد چھوڑی) دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب جیسا طالب دنیا کوئی نہ تھا۔ وکالت کا امتحان انہوں نے اس واسطے دیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا؟ شرم!

ایک ضمنی بات:۔ آیات۔ ﴿**تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ**﴾ لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو اپنے مال اور اپنی جانوں کے ساتھ یہ تمہارے لئے اچھی بات ہے اگر تم جاننے والے ہو۔ الخ

الجواب:۔ ان آیات کو پیش کر کے تو آپ نے مرزا صاحب کے رسالت پر بالکل پانی پھیر دیا ہے۔ سچ ہے کہ انسانی منصوبہ نہیں چل سکتا۔ ان آیات میں مال و جان سے جہاد کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ سچے رسول کی نسبت تھا جس نے عمل کر کے دکھا دیا۔ جھوٹے رسول نے نقل تو ساری اتاری مگر انگریزوں کے ڈر سے نفسی جہاد سے ایسا حکم عدول ثابت ہوا کہ اس کو حرام کر دیا۔ (دیکھو تحفہ قیصریہ۔ مصنفہ مرزا صاحب) کہ میں اور میرے مرید جہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آنے والا رسول محمد عربی ﷺ تھا جس نے جہاد نفسی بھی کئے۔ مرزا صاحب نے نہ جہاد نفسی کیا نہ اس آیت کے مصداق بنے۔

آٹھویں دلیل:۔ اس کے بعد فرمایا۔ ﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ**﴾ (اے وہ لوگو جو رسول پر ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ

کے دین کے لیئے مدد کرنے والے بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریین کو کہا تھا کہ تم میں سے کون ہے جو انصار اللہ ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم سب کے سب انصار اللہ ہیں پس ایمان لایا بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ پس ہم نے ان کی مدد کی جو ایمان لائے اوپر ان کے دشمنوں کے پس وہ غالب ہو گئے) اس میں یہ دلیل ہے کہ آنے والا رسول لوگوں کو کہے گا کہ انصار اللہ بن جاؤ۔ لیکن رسول کریم ﷺ کی یہ آواز نہ تھی۔ اے لوگو انصار اللہ بن جاؤ۔ بلکہ آپ کے وقت میں مہاجر و انصار کے دو گروہ تھے۔ الخ

(انوار خلافت ص۴۹)

الجواب: ایک شخص ایک آنکھ سے اندھا یعنی کانا تھا۔ اس کی ایک قرآن دان ملا سے ملاقات ہوئی جو میاں صاحب جیسا قرآن دان تھا۔ ملاں صاحب نے فرمایا کہ تو کافر ہے۔ کانا بیچارہ گھبرایا اور عرض کی کہ جناب میں کیوں کر کافر ہوں میں تو قرآن اور محمد رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ ملا صاحب نے کہا کہ قرآن میں ہے۔ ﴿کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ﴾ جس کے معنی یہ ہیں کہ کانا آدمی کافروں میں سے ہے۔ میاں محمود صاحب بھی ایسے ہی قرآن دان ہیں کہ جو کفریات چاہیں قرآن سے نکال لیتے ہیں۔ صریح نص قرآنی خاتم النّبیین کے مقابل اپنے والد صاحب کی رسالت قرآن سے ثابت کرنے کے واسطے قرآن مجید کے معانی و تفسیر سب کو بدل دیا اور رسول گری کی ایسی عینک لگائی ہے کہ ہر ایک آیت سے مرزا صاحب کی رسالت نظر آتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو جو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے حکم دیتا ہے کہ اے مسلمانو تم اللہ تعالیٰ کے انصار یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ اور آگے تحریص دلانے کے واسطے نظیر کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ نقل فرمایا جس کو ۱۹ سو برس گزر چکے۔ مقصود اس قصہ کے ذکر کرنے کا یہ تھا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کی مدد کرنے کے واسطے حواریین تھے اسی طرح محمد رسول اللہ کی مدد

کے واسطے تم جو صحابی رسول اللہ ہو حواریین کی طرح مددگار بن جاؤ۔ چنانچہ ''تاریخ اسلام'' بتا رہی ہے کہ مسلمانوں اور صحابہ کرام نے اس پر ایسا عمل کر کے دکھایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بھی نہ ہو سکا تھا۔ اور صحابہ کرام و دیگر انصار نے وہ امداد فرمائی کہ مال و جان، خویش و اقارب، غرض جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ پر قربان کیا اور عزیز جانیں اسلام کی امداد میں لڑادیں اور دوسرے مسلمانوں کی ایسی امداد کی جس کی نظیر اکناف عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ انصار رحمھم اللہ علیھم اجمعین نے مہاجرین مسلمان بھائیوں پر اس طرح مال فدا کیا کہ آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر ہر ایک انصار نے اپنا اپنا نصف مال اپنے مسلمان بھائیوں کو دے دیا۔ دنیا میں کسی اور مذہب کے انصار کا ایسا سلوک اور ہمدردی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جیسی امداد اور اطاعت رسول کریم ﷺ کی انصار نے کی کسی اور قوم کی طرف سے ایسی نظیر پیش ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

مگر تیرہ (۱۳) سو برس بعد میاں محمود صاحب کو (وہ کاروائی جو ہوئی تھی اور مسلمان جو انصار اللہ ثابت ہوئے) غیر محل نظر آتا ہے۔ کیونکہ رسول جس کی امداد کے واسطے اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ ﴿كُونُوا اَنصَارَ اللهِ﴾ وہ رسول اب ۱۳ سو برس کے بعد آیا ہے۔ اور اصلی انصار اب ہی پیدا ہوئے (نعوذ باللہ) جس طرح وہ بناوٹی رسول عربی تھا اسی طرح بناوٹی انصار تھے اصلی رسول اور اصلی انصار تو اب آئے ہیں کیونکہ یہ ایک آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ﴾ قرآن کی مرزا صاحب کے حق میں ہے یہ ایسی مثال ہے کہ ایک جاہل جس کا نام محمد، موسیٰ ہو کہے کہ میرا نام خدا نے محمد اور موسیٰ رکھا ہے اور اصلی محمد اور موسیٰ میں ہوں۔ اور قرآن کی آیت ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ جو موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے وہ اپنے حق میں بتائے اور کہے کہ میں نبی و رسول ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں محمد و موسیٰ میرا نام درج ہے۔ کوئی مسلمان اس محمد و موسیٰ کی یاوہ گوئی تسلیم کرلے گا تو میاں صاحب کا استدلال بھی

اس آیت سے وہ مرزا صاحب کے احمد رسول ہونے کا تسلیم کر سکے گا۔ مگر افسوس قرآن ہے یا خود رائی اور ہوائے نفس کی گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور لطف یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہودی صفت کہا جاتا ہے۔ یہودیوں نے تو اس قدر تحریف و کھینچ تان توریت کے معانی وتفسیر میں نہیں کی تھی جیسی کہ میاں صاحب نے دلیل پیش کی ہے۔ کہ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ لوگو انصار بن جاؤ۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب چونکہ انصار اللہ ہونے کی درخواست کرتے تھے اس لئے وہ سچے رسول اور اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ کیونکہ ان کو ایک نسبت عیسیٰ (علیہ السلام) سے ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ سے نسبت ہے تو فنا فی احمد ہونا اور محمد ثانی ہونا باطل ہے۔

میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ ''لیکن رسول کریم ﷺ کی یہ آواز نہ تھی کہ اے لوگو! انصار اللہ بن جاؤ۔ بالکل غلط ہے۔ میں ایک وعظ یا تقریر یا لیکچر آنحضرت ﷺ کا نقل کرتا ہوں جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ میاں صاحب کا یہ کہنا کہاں تک غلط اور راستبازی کے خلاف ہے۔ وہ تقریر آنحضرت ﷺ کی یہ ہے۔

اے لوگو! میں تم سب کے لئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں بتاؤ تم میں سے **کون میرا ساتھ دے گا۔** (یہ بعینہ ﴿مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ﴾ کا ترجمہ ہے) یہ سن کر سب کے سب چپ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔

(از رحمۃ للعالمین ج ص ۱۷۱، بحوالہ ابوالفداء ج ص ۱۷)

اب ہم میاں صاحب سے پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی آواز تھی؟ اور یہ واقعہ ﴿**کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰہِ**﴾ اور ﴿**نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ**﴾ کے مطابق ہے یا نہیں؟

دوم: آپ نے خود ہی آگے جا کر ایک قصہ مہاجرین وانصار کا نقل کر کے بتا دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو انصار بہت عزیز تھے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ’’اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں اس وادی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے ہوں اے خدا انصار پر رحم کر‘‘۔ کیا سچے رسول ﷺ کے اس ارشاد سے یہ امور ثابت نہیں ہیں؟

۱......آنحضرت ﷺ کی آواز ثابت ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے انصار کو اپنے دست بازو ہونے کے واسطے فرمایا تھا جب ہی تو ان لوگوں نے ایسے ہمدردی کی۔

۲......آنحضرت ﷺ ہی وہ رسول تھے جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ کیونکہ جیسا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ﴾ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ ’’بتلاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا‘‘۔ جس طرح حواریان عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ’’ہم انصار اللہ ہیں‘‘ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اٹھ کر عرض کی کہ ’’میں حاضر ہوں‘‘ یعنی میں انصار اللہ میں سے ہوں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے مددگار ثابت ہوئے۔

۳......آنحضرت ﷺ کا انصار کے حق میں دعا فرمانا اور یہ فرمانا کہ جس وادی میں انصار ہوں اسی وادی میں رہوں گا۔ انصار کی کمال ہمدردی اور اخلاص کا ثبوت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بدرجہ بڑھ کر ہے۔ پس جس رسول کے آنے کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اس کا آنا آنحضرت ﷺ کی ذات سے ثابت ہوا اور اس کے انصار اور انصار کے لئے اس کا آواز کرنا بھی ثابت ہوا۔

مرزا صاحب کے انصار ایسے تھے کہ مرزا صاحب خود ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ ’’ان میں نہ اخلاص ہے نہ ہمدردی۔ درندوں کی خصلتیں رکھتے ہیں اور قادیان میں

آ کر کھانے پینے پر لڑتے ہیں اس لئے جلسہ ملتوی کیا جائے''۔ (دیکھو اشتہار شہادۃ القرآن، مندرجہ اخیر کتاب)

وزیر چنیں شہریار چناں جیسے رسول بناوٹی ویسے ہی انصار بناوٹی

پس آپ کا استدلال اس آیت سے بھی غلط ثابت ہوا۔

نویں دلیل: اس سورۃ سے اگلی ہی سورۃ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿**هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ**﴾ اور اس کے بعد فرماتا ہے ﴿**وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ**﴾ اور وہ اس رسول کو ایک اور جماعت میں مبعوث کرے گا جواب تک تم سے نہیں ملی۔ ان آیات میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ اور چونکہ احادیث سے آپ کے بعد ایک مسیح کا ذکر ہے۔ جس کی نسبت آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی وہ اور میں ایک ہی وجود ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری بعثت سے مراد مسیح موعود ہے۔ (صفحہ ۵۰، انوار خلافت)

الجواب: اس آیت کا ترجمہ بھی عادت کے موافق غلط کیا ہے۔ پہلے ہم صحیح ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کا لکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ناظرین خود بخود سمجھ جائیں گے کہ یہ آیات مسیح موعود اور اس کی جماعت کے واسطے ہرگز نہیں۔ **هُوَ الَّذِیْ** وہ خدا ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول۔ اور میاں صاحب لکھتے ہیں وہ اس رسول کو ایک اور جماعت میں مبعوث کرے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول ابھی مبعوث نہیں ہوا۔ گویا آئندہ زمانہ میں مبعوث ہوگا۔ چونکہ **بَعَثَ** کا صیغہ ماضی تھا جس کے معنی ''مبعوث کیا یا اٹھایا'' ہیں۔ اس لئے میاں صاحب کو دھڑکہ ہوا کہ ماضی کو استقبال میں بیان کرنا سوائے

قیامت کے اس جگہ بالکل غلط ہے تو ماضی کے معنی بھی تسلیم کیے کہ وہ رسول محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ مگر ان کی بعثت پھر دوبارہ ہوگی۔ چونکہ یہ بالکل خلاف علم صرف ونحو اور عقل ہے کہ **بَعَثَ** ماضی کے صیغے کو استقبال کر کے مانا جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دوبارہ مبعوث ہوگا۔ اس لئے میاں صاحب کو کوئی سند صرفی ونحوی پیش کرنی چاہئے کہ کس قاعدہ عربیت سے آپ ماضی کے معنی استقبال کے کرتے ہیں۔ یہ قیامت کا ذکر تو نہیں۔

ترجمہ:۔ انہی میں کا، پڑھتا ان کے پاس اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور عقل مندی، اور اس سے پہلے پڑے تھے وہ صریح بھلائی میں اور ایک اور ان کے واسطے انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ ''فائدے'' میں لکھتے ہیں ان پڑھے عرب لوگ تھے جن کے پاس نبی کی کتاب نہ تھی۔

ہم یہاں حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین خوب سمجھ جائیں کہ میاں صاحب نے ترجمہ غلط کیا ہے۔ ''وہ خدا ہی تو ہے جس نے عرب کے جاہلوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ) پیغمبر دنیا کر کے بھیجا۔ وہ ان کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو کفر وشرک کی گندگی سے پاک کرتے اور ان کو کتاب الٰہی اور عقل کی باتیں سکھاتے ہیں ورنہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔ اور نیز خدا نے ان پیغمبر کو اور لوگوں کی طرف بھی بھیجا ہے جو ابھی تک ان عرب کے مسلمانوں میں شامل نہیں ہوئے مگر آخر کار ان میں آملیں گے۔ اور خدا زبردست اور حکمت والا ہے۔ (نذیر احمد ص۷۲۱)

فائدہ:۔ ان سے مراد اہل فارس اور دوسرے اہل عجم (یعنی عرب کے سوا ساری دنیا کے لوگ، فقط۔ ''ملل ونحل'' میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ فرقہ باطنیہ کا عقیدہ ہے کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر تنزیل کے لئے تاویل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ہر آیت قرآن کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے معنی کرتے ہیں۔ میاں صاحب بھی غلط معنی کر کے اپنے

والد (مرزا غلام احمد صاحب) کی نبوت ورسالت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں سب سے پہلے ہم بعثت ثانی کے مسئلہ پر بحث کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ یونانی حکماء و فلسفیوں کا ہے جو کسی دین کے پابند نہ تھے۔ اور مرزا صاحب، ان کے فرزند میاں محمود صاحب نے انہی کی پیروی کی ہے۔ ''تاریخ فلسفہ ویونان'' میں لکھا ہے کہ فیثا غورس کا دعویٰ تھا کہ میں کئی دفعہ دنیا میں آیا ہوں چنانچہ بیان کیا کہ اثالیدس کی روح جب اس کے جسم سے نکلی تو اوکوریہ کے جسم میں گئی اور شہر نرواوہ کے محاصرہ میں اس کو قبیلاس نے زخمی کیا۔ پھر اس کے جسم سے نکلی تو برہونیوں کے جسم میں داخل ہوئی۔ پھر ایک صیاد کے جسم میں آئی جس کا نام یوروس تھا۔ اس کے بعد اس عاجز کے جسم میں بروز کی جس کو تم فیثا غورس کہتے ہو۔ الخ

(ماخوذ از افادۃ الافہام، حصہ اول، ص ۳۰۵)

میاں صاحب مسلمانوں کے ڈر کے مارے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تناسخ نہیں۔ کیا خوب ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اسی کو کہتے ہیں۔

اچھا صاحب محمد ﷺ جب پہلے عرب میں مبعوث ہوئے اور پھر بعثت ثانی میں بقول مرزا صاحب اور آپ کے قادیان میں رونق افروز ہوئے اور یہ بعثت ثانی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تناسخ نہیں تو اور کیا ہے۔ کیونکہ دوبارہ دنیا میں آنا نسخ نہیں تو مسخ ہے یا سلخ یا خلع۔ اب ہر ایک کی تشریح سنو۔

نسخ:۔ زائل شدن روح از قالب خود بہ قالبے دیگر۔ جس کو تناسخ واواگون کہتے ہیں۔ یعنی روح کا ایک جسم سے تعلق چھوڑ کر دوسرے جسم میں آنا۔ اس سے تو مرزا صاحب اور میاں محمود صاحب کو انکار ہے۔

مسخ:۔ ایک صورت کا دوسری صورت میں تبدیل ہو جانا۔ جیسا کہ زید کی صورت بکرے بدل جائے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل شمعون یا یہودا سے بدل گئی تھی یا کرشن جی کی ایک بوڑھی عورت کے بیٹے سے یا راجہ کنس کی اگر سین سے۔

سلخ:۔ اچھی اور اعلیٰ شکل سے بد اور بری شکل میں آنا۔ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ ہونا جیسا کے بنی اسرائیل بندر ہو گئے تھے۔ چنانچہ نص قرآنی کو ﴿کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ﴾ سے ثابت ہے۔

خلع:۔ جان خود را بجسم دیگرے انداختن۔ یہ ایک عمل ہوتا ہے کہ جوگی لوگ ریاضت سے کسی مردہ جسم میں اپنی روح لے جاتے ہیں۔ اس کو انتقال روح بھی کہتے ہیں۔ یہ اکثر صوفیوں میں بھی عمل اہل ہنود سے منتقل ہوا ہے۔

اب محمد ﷺ کی رجعت یا بعثت ثانی کس طرح ہوئی۔ اگر کہو کہ حضرت محمد ﷺ کی روح مبارک مرزا صاحب کے جسم میں داخل ہوئی تو یہ بدو وجہ باطل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ روح مبارک آنحضرت ﷺ کا ۱۳سو برس کے بعد خلد بریں اور مقام اعلیٰ علیین سے خارج ہونا ماننا پڑے گا اور یہ نصوص قرآنی کے صریح برخلاف ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب کی مسیحیت کی خاطر اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی روح پاک کو دوبارہ اس دار فانی میں رجعت کی تکلیف دے اور دوبارہ اسے شربت مرگ چکھائے۔ اور اسی کا نام تناسخ ہے جو بالبداہت باطل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی روح بھی مرزا صاحب کے جسم میں رہے اور روح محمدی بھی مرزا صاحب کے جسم میں داخل ہو کر نبوت و رسالت کی ڈیوٹی بجالائے سو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ ایک جسم میں دو روح منتظم نہیں رہ سکتے۔ پس روحانی رجعت محال بلکہ ناممکن اور خیال باطل ہے۔

دوم:۔ محمد ﷺ کی سخت ہتک ہے۔ کہ پہلی بعثت میں تو افضل الرسل ہوں اور بعثت ثانی میں ایک امتی غلام بن کر آئیں۔ اور پہلی بعثت میں تو شہنشاہ عرب ہوں اور بعثت ثانی میں عیسائیوں اور آریوں کی عدالتوں میں بحیثیت رعیت و مجرم کے مارا مارا پھرے۔ کسی عدالت سے سزا پائے اور کسی سے معاف کیا جائے۔ اگر کہو کہ محمد ﷺ کا جسم مبارک مرزا صاحب کے جسم کے ساتھ ایسا متحد الصفات ہوگیا کہ دوئی بالکل دور ہوگئی اور مرزا صاحب محمد ﷺ سے بدل گئے اور مرزائیت محمدیت میں فانی ہوکر عین محمد بن گئی۔ جیسا کہ **یدفن معی** سے کہتے ہو تو یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی شکل محمد ﷺ کی شکل نہ تھی اور نہ جسم محمد ﷺ کا مرزا صاحب کے جسم سے بدلا تھا۔ پس جسمانی رجعت یا بعثت ثانی کا ڈھکوسلا باطل ہے۔ اور قبر میں دفن ہونا بھی باطل ہے۔ اگر کہو کہ مرزا صاحب بہ سبب پیروی تام محمد رسول اللہ ﷺ کے رنگ محمدی میں ایسے رنگین ہوئے کہ عین محمد بن گئے۔ تو یہ بھی واقعات کے برخلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس اجمال کی تفصیل کئے دیتے ہیں۔

جب شرط فوت ہو تو مشروط فوت ہو جاتا ہے۔ جب شرط متابعت تام کی لازم ہے تو پہلے مرزا صاحب میں متابعت تامہ ثابت کرنی چاہئے۔ متابعت تامہ کے یہ معنی ہیں کہ ”مراتب متابعت سب کے سب پورے کئے جائیں“۔ مگر مرزا صاحب میں متابعت تامہ ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حضور علیہ السلام کی متابعت مرزا صاحب نے پوری نہیں کی۔

الف:۔ حضور علیہ السلام ہمیشہ حج کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے ایک حج بھی نہیں کیا۔

ج:۔ حضور علیہ السلام نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت فرمائی۔ مرزا صاحب نے ہرگز اپنے گاؤں سے کبھی ہجرت نہیں کی۔

د:۔ حضور علیہ السلام نے فقر و فاقہ سے زندگی بسر فرمائی تھی۔ مرزا صاحب ہمیشہ دنیاوی آسائش و آرام سے رہتے رہے اور مقویات استعمال فرماتے رہے۔

۵:۔ حضور ﷺ صدقہ کا مال قبول نہ فرماتے۔ مرزا صاحب نے ہر قسم کی خیرات وصدقات کو قبول کیا اور کبھی کسی نے تحقیق نہیں کی کہ چندہ آمدہ کس قسم کا ہے۔ اور اسی چندہ سے ان کا ذاتی اور خانگی خرچ ہوتا تھا۔ جب مرزا جی میں مماثلت تامہ کا ثبوت نہیں ہے تو پھر وہ صرف زبانی دعویٰ فنافی الرسول سے عین محمد ﷺ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کا وجود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس قاعدہ متابعت تامہ سے تو مرزا صاحب ایک کامل امتی بھی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ امت محمدی میں ہزاروں بلکہ لاکھوں سنت نبی کے ایسے پیرو گزرے ہیں کہ تمام کام حضور ﷺ کی پیروی اور متابعت میں کئے ہیں۔ کئی کئی دفعہ حج کو گئے۔ جہاد کئے فقر وفاقہ میں عمریں بسر کیں۔ مرزا صاحب کا صرف زبانی دعویٰ بلاثبوت قابل تسلیم نہیں اگر کہو کہ ان کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو عشق رسول اللہ ﷺ کامل طور پر تھا تو یہ کوئی ثبوت محبت نہیں ہے کیونکہ بے انتہا شعر اور نعتیں مدح رسول اللہ ﷺ میں شاعر ہمیشہ تصنیف کرتے چلے آئے ہیں مگر کسی نے ان میں سے دعویٰ نبوت ورسالت نہیں کیا۔ اور نہ کوئی شاعر نبی ہوا یہاں بعض اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

دل بریان وچشم تر زعشق مصطفیٰ دارم ۔۔۔ نہ دارد ہیچ کافر ساز وسامانے کہ من دارم

ہمدمو! گو ہیں بظاہر مائل زنار ہم ۔۔۔ دل سے ہیں مفتون حسن احمد مختار ہم

یہ ایک ہندو کا شعر ہے کہ کیا اس شعر سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندو عاشق رسول اللہ اور فنافی الرسول تھا؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب نے بھی اگر شاعرانہ طور سے لکھ دیا ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ۔۔۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

وغیرہ وغیرہ۔ تو اس سے مرزا صاحب نہ تو عاشق محمد ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان کی پیروی کا ثبوت ملتا ہے۔ مرزا صاحب سے بڑھ کر شاعر لکھنے والے گزرے ہیں تو پھر آپ

کے قاعدہ سے سب میں بعثت ثانی محمد ﷺ کی تسلیم کرنی پڑے گی۔ سنو! عراقی صاحب فرماتے ہیں ؎

انوار انبیاء ہمہ آثار نور من انفاس اولیاء زنسیم معطرم
بر من تمام گشت نبوت کہ خاتم وازمن کمال یافت ولایت کہ سردرم

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مرتبۂ عشق میں مرزا صاحب سے ایسا زیادہ تھا کہ خاتم النبیین ہوا۔ لیکن کیا یہ سچ مان لینے کے قابل ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر ایک شاعر شاعرانہ کلام سے کس طرح عین محمد ﷺ ہوسکتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ مرزا صاحب بہ سبب پیروی تامہ ومحبت رسول اللہ ﷺ کے عین محمد تھے۔ اور ان کی پیدائش محمد ﷺ کی بعثت ثانی تھی۔ جب بعثت ثانی کا ڈھکوسلا بلا دلیل ہے اور واقعات کے برخلاف ہے تو پھر یہ بھی غلط ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت محمد ﷺ کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب عین محمد تھے۔ اگر مرزا صاحب عشق محمد ﷺ سے مخمور ہوتے تو پھر مثیل عیسیٰ نہ ہوتے، مریم نہ ہوتے ہم ذیل میں مرزا صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب کو عشق محمد ﷺ ہرگز نہ تھا۔ بھلا عشق محمد ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مریم اور کرشن جی مہاراج سے کیا نسبت؟ محمد ﷺ کا در چھوڑ غیروں کا بروز ہونا عدم عشق محمد ﷺ کی دلیل ہے۔ سنئے! مرزا صاحب اپنی کتاب ”**تبلیغ**“ میں لکھتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی جو انہی کی حقیقت وجوہر کا متحد ومشابہ ہو۔ اور بمنزلہ انہی کے اعضاء، جوارح کے ہو“۔ اللہ نے آپ کی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا تو مجھے توجہات وارادات مسیح کا ظرف بنایا گیا۔ حتیٰ کہ میرا تسمہ اسی سے بھر گیا۔ اور اب میں وجود مسیح کے سلک میں اس طرح پرو دیا گیا ہوں کہ ان کا لبد وروح نفس کے اندر عیاں ہے

تحریر پیش کرتے ہیں۔ جس میں وہ قبول کرتے ہیں کہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی ہے۔ (دیکھو توضیح المرام ص۳)

''مسلمانوں کو واضح رہے کہ ''عیسیٰ'' اور ''یسوع'' ایک ہی ہے۔ پس مرزا صاحب یسوع بھی تھے۔ اب ثابت ہوا کہ جب مرزا صاحب خود عیسیٰ و یسوع تھے اور چال چلن بھی ایسا ہی تھا جس کا عکس مرزا صاحب پر پڑا اور وہ عین یسوع و عیسیٰ ہوگئے۔ تو پھر اسی وجود مرزا صاحب محمد ﷺ کے واسطے کوئی جگہ نہ رہی۔ کیونکہ مرزا صاحب قبول کرتے ہیں اور خود لکھتے ہیں کہ میرا دل، میرا جگر، میرے عروق، میرے اوتار مسیح ہی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اب بتاؤ کہ محمد ﷺ کے واسطے جب جگہ ہی نہیں اور مرزا صاحب کے دل اور جگر وعروق وغیرہ پر حضرت مسیح کا پورا پورا قبضہ ہے تو پھر محمد ﷺ کہاں اترے؟ اور مرزا صاحب عین محمد ﷺ کس طرح ہوئے اور ان کا دعویٰ نبوت کس طرح درست ہوا؟ مرزا صاحب جب مسیح کا بروز تھے۔ اور کرشن جی کا بھی بروز تھے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا بروز تھے۔ اور بروز کے سبب عین عیسیٰ علیہ السلام اور کرشن ہی تھے تو پھر عین محمد ہونا باطل ہے۔ اگر عین محمد ہونا صحیح ہے تو عیسیٰ اور کرشن وغیرہ ہونا جھوٹ ہے۔ اور جھوٹا آدمی کبھی اس قابل نہیں کہ اس کی کوئی بات تسلیم کی جائے اگر یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب عین عیسیٰ وعین کرشن تھے تو عین محمد ہونا جھوٹ ہے۔ اور اگر عین محمد تھے تو عین عیسیٰ اور کرشن ہونا جھوٹ ہے۔ اور جھوٹا کبھی نبی نہیں ہوتا۔ یہ بھی کاذب مدعیان نبوت کی چال ہے جو مرزا صاحب چلے ہیں۔ سید محمد جونپوری مہدی مرزا صاحب سے پہلے ۹۱۰ ہجری میں متابعت تامہ محمد ﷺ سے مدعی نبوت ومہدویت ہو چکا ہے۔ چنانچہ متابعت میں بھی ایسا کامل تھا کہ حج کو گیا اور مقام رکن میں (جیسا کہ حدیثوں میں ہے) لوگوں سے بیعت بھی لی اور جہاد نفسی بھی کیا اور آخر متابعت تامہ میں نماز وتر محمد ﷺ کی مانند ادا کی اور فوت ہوا۔ چنانچہ ''فضائل سید محمود'' میں منقول

ہے کہ عادت میراں (مہدی) کی یہ تھی کہ بلاناغہ نماز جمعہ کے واسطے جایا کرتے تھے۔ ایک جمعہ کو بدستور سابق جامع مسجد میں آکر نیت نماز وتر کی با آواز بلند باندھی۔ وہاں کے قاضی وخطیب نے سن کر کہا کہ یہ ذات مہدی موعود ہے۔ اس نے متابعت محمد ﷺ کی کی ہے کہ نماز وتر کی ادا کی اور جمعہ سے رخصت ہوا۔ اس مرد کو دوسرا جمعہ نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مراجعت کی۔ اثنائے راہ میں بیماری شروع ہوئی کہ وجود گرم ہوا۔ اور بروز پنج شنبہ نوازوہم ذیقعد ۹۱۰ھ اسی ہفتہ میں انتقال ہوا۔ یعنی سید محمد جونپوری متابعت محمد رسول اللہ میں ایسا کامل تھا کہ نماز وتر متابعت محمد رسول اللہ میں ادا کی اور انتقال بھی بخار کی بیماری سے ہوا جیسا کہ محمد ﷺ کا انتقال بخار سے ہوا تھا۔ اس کے برعکس مرزا صاحب ہیضہ کی بیماری سے فوت ہوگئے۔ اور لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے۔ حالانکہ نبی کی یہ نشانی ہے۔ کہ جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کی ہر ایک بات محمد ﷺ کے برخلاف ہے۔ مگر دعویٰ متابعت تامہ کا ہے معلوم نہیں کہ وہ متابعت کے کیا معنی سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب کی متابعت بھی استعاری اور غیر حقیقی ہے کہ ظاہر میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی سخت اور صریح مخالفت کرتے ہیں مگر منہ سے کہتے جاتے ہیں کہ بہ سبب متابعت تامہ عین محمد بن گیا ہوں اور میرا دعویٰ نبوت خاتم النّبیین **ولا نبی بعدی** کے برخلاف نہیں کیونکہ عین محمد ہوں بلکہ محمد ﷺ کی قبر میں بھی مدفون ہوں۔

ناظرین: یہ کیسا سچا اور راستبازی کا نمونہ ہے کہ مرے تو مرزا صاحب لاہور میں اور دفن ہوئے قادیان ضلع گورداسپور میں۔ مگر استعاری ومجازی طور پر محمد ﷺ کے مقبرہ میں بھی مدفون ہوگئے۔ مجاز واستعارہ مرزا صاحب پر خدا نے دو ایسے فرشتے مامور کئے ہوئے تھے کہ مرزا صاحب جو کہتے وہ فوراً عمل کر کے مرزا صاحب کو بنا دیتے۔ اگر مرزا صاحب کی خواہش ہوئی کہ باوا آدم بن جاؤں استعاری فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے حضرت آدم کی

شبیہ مرزا صاحب پر مجازی طور پر ڈال دی اور مرزا صاحب جھٹ باوا آدم بن گئے۔اور جب چاہا کہ کل انبیاء علیہم السلام کا (جو آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک گزرے ہیں) مجموعہ بن جاؤں تو فوراً مجاز و استعاہ کے فوٹوگرافر حاضر ہو گئے اور لفاظی و شاعرانہ مبالغہ کا کیمرہ مرزا صاحب کے آگے لگا کر قوت وہمی وخیالی کے آئینہ کا عکس ڈال کر مرزا صاحب کو جھٹ پیغمبران عالم کا ایک گروپ بنا دیا۔اور اس گروپ کو جو حقیقت میں خود ستائی اور خود بینی کا ایک پردہ پندار تھا مرزا صاحب ملاحظہ فرما کر ایسے محو حیرت ہوئے کہ سب پیغمبروں کا مجموعہ آپ کو سمجھ بیٹھے اور خاقانی کے اس شعر کا مصداق بنے ؎

چو طوطی آئینہ بیند شناسِ خود نتیند پے　　زخود در خود شود حیران کند حیران سخندانش

یعنی مرزا صاحب خود پرستی اور خود ستائی میں ایسے محو حیرت ہوئے کہ اپنے آپ کو نہ پہچان سکے۔مگر جب حیرت کا پردہ اٹھا کر ہوش میں آتے تو پھر وہی پرانا عقیدہ ظاہر فرماتے کہ

ما مسلمانیم از فضل خدا　　مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

لیکن پھر مجاز و استعارہ کے فرشتے سایہ ڈالتے اور مرزا صاحب بلند پروازی کی طرف توجہ فرماتے تو اپنی ہستی کو بھول جاتے اور خود کو کل پیغمبروں کا مجموعہ سمجھ کر بے اختیار فرماتے ؎

آدم نیز و احمد مختار　　دربرم جامۂ ہمہ ابرار

یعنی میں آدم علیہ السلام بھی ہوں اور احمد مختار بھی ہوں۔اور میری بغلوں میں تمام انبیاء علیہ السلام کے لباس ہیں۔گویا تمام انبیاء کا مجموعہ ہوں۔

''ہر کہ شک آرد کافر گردد''

چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام

یعنی جونعمت نبوت ورسالت ہرایک نبی کودی گئی تھی وہ تمام ملاکر مجھ کودی گئی ہے۔ (درثمین مرزاصاحب کی)

مگر جب ثبوت مانگوں کہ حضرت آپ انبیاء علیھم السلام کے مجموعہ ہیں توان کی صفات کا بھی ثبوت دیجئے۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام پرآگ سردہوگئی تھی آپ بھی ذراآگ ہاتھ میں لے کردکھائیے تواس وقت فوراًدونوں فرشتے (مجازواستعارہ) حاضرہو کرفرماتے کہ آگ سے مرادیہ ظاہری آگ نہیں۔اوراگرکہاجائے کہ حضرت آپ ید بیضا اورعصائے موسیٰ ہی دکھائیں۔تو تاویلی ثبوت معجز بیان یہاں حاضرہے کہ ید بیضا سے یہاں حقیقی معنی مرادنہیں اورنہ لکڑی کاسانپ ممکن ہےان کے کچھ اورمعنی مرادہیں جومسلمان اب تک نہیں سمجھے۔اگرکہاجائے کہ حضرت آپ بالخصوص مسیح موعودہیں اورمثیل مسیح کابھی دعویٰ ہے۔دم عیسوی کاکوئی ثبوت دیجئے توفرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازنمایاں مسمریزم سے تھیں۔اگرکہاجاتاکہ اچھاحضرت آپ مسمریزم سے ہی کچھ دکھائیے تاکہ مأبہ امتیازکچھ توہو۔توجواب دیتے ہیں کہ میں ایسے معجزے دکھانامکروہ جانتاہوں۔اگرمیں مکروہ نہ جانتاتوعیسیٰ سے بڑھ کردکھاتا۔مسلمان تعجب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت خداتعالیٰ اپنے ایک نبی کومکروہ کام کی اجازت دے سکتاہے؟اس سے توخداپربھی اعتراض آتاہے کہ وہ عوام تو درکنارپیغمبروں سے بھی مکروہ کام کراتاہے تو خفاہوکرفرماتے کہ انہی باتوں نے یہودکوایمان سے روکا۔تم یہودی صفت ہو۔اپنے ایک بھائی پرحسن ظن کیوں نہیں کرتے۔اگرمیں جھوٹاہوں توعذاب مجھ پرہے تمہاراکیاقصورہے تم تو ﴿یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ والوں کی فہرست میں آکرداخل بہشت ہوگے۔

(دیکھوازالہ اوہام،مصنفہ مرزاصاحب)

ناظرین! یہ ہے مماثلت تامہ ومتابعت تامہ۔ ہرایک بات جو پوچھوں تو حقیقت ندارد صرف مجاز واستعارہ سے کام چل رہا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ کتابوں کی قیمت اورزر چندہ لینے میں مجاز واستعارہ منع تھا۔ وہاں ضرب چہرہ شاہی خالص چاندی یاسونے کا ہو۔ یا کرنسی نوٹ ہوں ورنہ بیعت سے خارج۔ کیونکہ معاملات میں مجاز واستعارہ ناجائز ہیں۔ جب جونپوری مہدی جس کی سب باتیں حقیقی تھیں اور چند علامات کی کمی سے وہ سچے مہدی نہ مانے گئے تو مرزاصاحب (جن کی رسالت۔ مہدویت ومسیحیت کی تمام تر بنیاد مجاز واستعارہ پر ہی رکھی گئی ہے) کیوں کر اپنے دعویٰ میں سچے تسلیم کیے جائیں۔ باوجود یہ کہ مرزاصاحب خود ہی فرماتے ہیں۔ ”اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص۱۹۹)

مرزاصاحب کے اس اپنے اقرار سے ثابت ہے کہ مرزاصاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے جس کا نزول علامات قیامت سے ایک علامت ہے۔ جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ **انها لن تقدم الساعة حتى تروا قبلها عشر آيات**. الخ

(از جملہ دخان، دجال، دابۃ الارض)

طلوع آفتاب کا مغرب سے، اورنزول عیسیٰ بن مریم، ظہور یاجوج ماجوج۔

(مظاہر حق، جلد۴، ص۳۵۷) چونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے ﴿**فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**﴾ یعنی ”اے لوگو! تم اہل کتاب سے دریافت کرلو جو امر تم نہیں جانتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس امر میں تم کو شک ہو اہل کتاب سے پوچھ لو“۔ کیونکہ دوسری جگہ سورۂ یونس میں فرمایا ﴿**وَ اِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ**﴾ یعنی ”جو کچھ ہم نے تم پر اتارا ہے اگر اس میں تمہیں کوئی شک ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو“۔

یعنی جو وحی تم کو نصاریٰ کے متعلق ہو وہ نصاریٰ سے پوچھو۔ اور جو یہود کے متعلق ہو وہ یہود سے پوچھو۔ اب چونکہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں منقول ہے۔ اور اگرچہ مسلمانوں کو تو کوئی شک نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ نے بھی تسلیم کیا ہوا ہے کہ جس رسول کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ پیشگوئی محمد ﷺ کے آنے سے پوری ہوگئی۔ چنانچہ ''لب التواریخ'' میں لکھا ہے کہ محمد ﷺ کے ہم عصر یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ انہی بشارات کے بموجب حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور جاذر بن علاء جو علم توریت کے بڑے عالم و فاضل تھے مسلمان ہوگئے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق محمد ﷺ تھے نہ کوئی غیر۔

انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵،۱۶ میں ہے۔ ''میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا۔ اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے''۔

پس محمد ﷺ کا قرآن پاک ہمیشہ مسلمانوں میں ہے اور وہی مصداق اس پیشگوئی کے ہیں۔ مرزا صاحب نہ کوئی کتاب لائے اور نہ ہمیشہ رہے گی اس لئے وہ مصداق ہرگز نہیں۔

دوم:۔ انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ لغایت ۱۱ میں لکھا ہے۔ ''تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر دار ٹھہراوٗں گا، گناہ سے اس لئے کہ مجھ پر ایمان نہیں لائے، راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ **آیت ۱۳**۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی وہ تمہیں کہے گی۔ وہ

تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔ اور وہ میری بزرگی کرے گی‘‘۔

مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت ہتک کی اور گالیاں دیں اس لئے وہ ہرگز مصداق اس بشارت کے نہیں ہو سکتے۔ پھر اسی باب ۱۶ کی آیت ۱۱ میں ہے۔ ’’اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے‘‘۔ یعنی آنے والا سردار ہے۔ مرزا صاحب رعیت تھے ہرگز سردار نہ تھے اس لئے مرزا صاحب اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ سردار حضرت محمد ﷺ تھے جن کی سرداری کا سکہ تمام جہان پر بیٹھا ہوا ہے۔

انجیل یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶، ۲۷ میں لکھا ہے۔ ’’لیکن جب وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آئے تو میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے‘‘۔ مرزا صاحب کوئی روح حق یعنی کتاب نہیں لائے اس واسطے وہ مصداق اس پیشگوئی کے نہیں ہیں۔ محمد ﷺ قرآن شریف لائے اور قرآن شریف نے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق فرمائی اس لیے محمد واحمد رسول اللہ ﷺ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں نہ کوئی اور۔

انجیل متی باب ۱۴ آیت ۳ میں لکھا ہے ’’اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں‘‘ الخ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ آنے والا رسول سردار ہے یعنی صاحب حکومت ہے‘‘۔

دوم:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں‘‘۔ یعنی مجھ میں اس رسول کی صفات نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ اور **’’ازالہ، ص ۱۳۲‘‘** میں لکھتے ہیں۔ کہ ’’خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا **انت اشد مناسبة بعیسی ابن مریم و اشبه الناس به خلفاء زمانا.** یعنی مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں اور الہامی اقرار ہے کہ میں خلفاء اشد مناسبت عیسیٰ

بن مریم سے رکھتا ہوں''۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنے والا رسول میری صفات کے غیر ہوگا یعنی اس کی صفات عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں ہیں۔ پس یہ پیشگوئی ﴿مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ﴾ اس رسول کی نسبت ہے جس میں عیسیٰ جیسی صفات نہ ہوں۔ اور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ''مجھ کو اشد مناسبت خلفاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے''۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب ہرگز اس بشارت کے مصداق نہ تھے۔ **''انجیل برباس''** میں لکھا ہے ''کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟ رسول یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی''

(دیکھو باب ۹۷ آیات ۶، ۷، ۸، ۹ (انجیل برنباس)

انجیل برنباس کے اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آنے والا رسول خاتم النّبیین ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور خاتم النّبیین محمد ﷺ ہی ہیں اس لیے اس آنے والے رسول کی بشارت انہیں کے حق میں ہے۔

دوم:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمانے سے یہ بھی معلوم ہو کہ آنے والے کے بعد بہت سے جھوٹے نبی ہوں گے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ کیونکہ ان کے بعد مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا صاحب تک بہت جھوٹے نبی آئے جو خدا کی طرف سے نہ تھے۔

سوم:۔ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ میرے بعد دس ہزار اور بھی مسیح آسکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اس بشارت کے مصداق نہیں۔ کیونکہ اس رسول کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اور مرزا صاحب کے بعد دس ہزار آئیں گے۔ پس مرزا صاحب ہرگز ہرگز اس بشارت کے مصداق نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی صفت آنے والے رسول کی فرمائی ہے کہ اس فارقلیط یعنی روح حق کی پاک وحی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ اس فرمودہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔ کیونکہ ان کی وحی رسالت قرآن مجید ہمیشہ موجود ہے۔ مرزا صاحب نہ کوئی کتاب لائے نہ مصداق اس بشارت کے ہو سکتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ فارقلیط آ کر میرے لیے گواہی دے گا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس بشارت کے مصداق حضرت محمد ﷺ ہی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ثابت کی۔ ان کا مصلوب اور لعنتی ہونا باطل کیا اور صاف صاف فرمایا ﴿وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ﴾ کہ ''عیسیٰ نہ قتل ہوا نہ مصلوب ہوا''۔ اس کے خلاف مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو کاٹھ پر لٹکایا اور مصلوب مانا اور جب کاٹھ پر لٹکانا لعنتی ہونے کا نشان تھا تو حضرت عیسیٰ کو (نعوذ باللہ) لعنتی بھی قرار دیا۔ اور ان کی نبوت سے بھی انکار کیا۔ چنانچہ ضمیمہ ''انجام آتھم'' کے صفحے کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ ''پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر راستبازوں کے دشمن کو یعنی یسوع کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ کہ اس کو نبی قرار دیں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ آنے والا رسول سچ کی تمام راہیں بتائے گا۔ مرزا صاحب نے کوئی سچی راہ نہیں بتائی۔ بلکہ امت محمدی کو ۱۳۰۰ سال کے بعد پھر الٹی راہ چلایا کہ مسئلہ اوتار جو اہل ہنود کا مسئلہ ہے اسے مانا، تناسخ کا مسئلہ مانا، بروز کا مسئلہ مانا، محمد ﷺ کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا تجویز کیا، ابن اللہ کا مسئلہ مانا، خدا کا بیٹا بنے، خدا کے نطفہ سے بنے، دروازہ نبوت ہمیشہ کے لئے امت محمدی میں کھلا ہے لکھا۔ اور خدا کی محبت سے انسان ایسا خدا بن جاتا ہے، جیسا کہ خود خدا بنے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ

سچی راہ محمد ﷺ نے بتائی اور وہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔ مرزا صاحب نے چونکہ الٹی راہ بتائی جو ان کو اور ان کے مریدوں کو راہ راست سے بہت دور لے گئی اس لئے وہ اس بشات کے ہرگز مصداق نہ تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے رسول کی یہ بھی علامت فرمائی تھی کہ وہ جو سنے گا وہی کہے گا۔ یعنی جو خبر خدا تعالیٰ اس کو سنائے گا وہی خبر عوام کو سنائے گا۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ یہ بشارت حضرت محمد ﷺ کے حق میں تھی۔ کیونکہ آپ ہی کی یہ شان ہے۔ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ یعنی ''محمد ﷺ جو وحی الٰہی سے سنتا ہے وہی بولتا ہے''۔ مگر مرزا صاحب وحی رسالت سے محروم تھے۔ چنانچہ **''ازالہ اوہام'' کے صفحہ۷۶۱** پر خود اقرار کرتے ہیں۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے۔ ''اور بعد محمد باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے''۔ جب وحی رسالت بعد محمد ﷺ مسدود ہوا تو پھر مرزا صاحب نہ صاحب وحی رسالت ہوئے اور نہ مصداق اس بشارت کے ہوئے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی وحی جھوٹی نکلتی رہی۔

مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی کا حال سنو:۔ مرزا جی لکھتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر اس عاجز (مرزا) پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گامان بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلام تمہارے (مرزا کے) نکاح میں ضرور آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ رطرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ الخ (بلفظہ ازالہ اوہام، حصہ اول، صفحہ ۳۹۶) مرزا صاحب مر بھی گئے مگر وہ نکاح نہ ہوا۔

اخیر میں **انجیل یوحنا باب ۱۶** کی آیت اول و دوم لکھی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے رسول کی امت کی علامات بھی بتادی ہیں۔

وهو هذا

''میں نے یہ باتیں کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ۔ وہ تم کو عبادت خانوں سے نکال دیں گے۔ بلکہ وہ گھڑی آتی ہے کہ جو کوئی تمہیں قتل کرے گمان کرے گا کہ میں خدا کی بندگی بجالاتا ہوں''۔

اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کو خاص کر کے آنے والے رسول کی امت کا کام بھی فرمادیا۔ کہ وہ تم کو عبادت خانوں سے نکال دیں گے۔ عیسائیوں کو ان کے عبادت خانوں سے کس کی امت نے نکالا۔ اور کس کی امت قتل اعدائے دین کر کے خدا ئے وحدہٗ لاشریک کی بندگی بجالائی؟ میاں محمود صاحب فرمائیں کہ ان کے والد یا ان کے مریدوں میں سے کسی نے یہ کام کئے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر بے جا دلیری اور دروغ بے فروغ ہے کہ اس آیت ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ کی پیشگوئی کے مصداق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (میاں محمود کے باپ) تھے۔ اسی وجہ سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو مرزا غلام احمد صاحب کے بازو بلکہ فرشتہ آسمانی تھے انہوں نے میاں محمود صاحب کے عقائد باطلہ کی وجہ سے اشتہار شائع کردیا کہ ''میں میاں محمود صاحب کو خلافت سے معزول کرتا ہوں''۔ اس اشتہار کا خلاصہ اخبار اہل حدیث نمبر ۹ جلد ۱۴ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۱۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سے لے کر یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ عام مسلمانوں کو مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے میاں محمود کی خلافت کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

''میں نے بے خبری میں میاں محمود احمد کو خلیفہ بنایا تھا۔ مگر اب اس کے عقائد بہت غلط ثابت ہوئے ہیں اس لئے میں اس کو خلافت سے معزول کرتا ہوں''۔ چنانچہ اشتہار کے ضروری الفاظ یہ ہیں:

''صاحبزادہ صاحب بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک اب ہرگز اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود مرزا صاحب کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا عزل کر کر **عند الله وعند الناس** اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور بحکم **لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق** اور حسب ارشاد الٰہی ﴿**قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ**﴾ اپنی بریت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہ اطلاع دیتا ہوں کہ صاحبزادہ کے یہ عقائد کہ:۔

۱......سب اہل قبلہ کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

۲......حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں جزوی نبی یعنی تحدث نہیں۔

۳......**اسمه احمد** والی پیشگوئی جناب مرزا صاحب کے لئے ہے اور محمد ﷺ کے واسطے نہیں۔اور اس کو ایمانیات سے قرار دینا ایسے عقائد اسلام ہیں جو موجب ایک خطرناک فتنہ کے ہیں جس کے دور کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے۔اور مسیح موعود کی تعلیم کو بھی ترک کر دیتا ہے۔

میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے۔اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے ساتھ ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں۔اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب ان عقائد صاحبزادہ کے شامل نہیں۔الخ۔**وما علینا الا البلاغ**۔''

معیارعقائدقادیانی

قادیانی مشن کی تعلیم اور عقائد پر یہ ایک مختصر کتاب ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ ابتداء میں تین تمہیدات لکھی ہیں جن میں وحی الہام وکشف ورویا پر بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ امورغیبیہ پر کس طرح اطلاع ہوتی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ باب نزول وحی بعد خاتم النبیین کے بند ہے۔ اس کے بعد خدا اور رسول کی نسبت قادیانی مشن کے عقائد بیان کئے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے مختلف الہام اور وحی درج کئے ہیں۔ ایک مرزائی اور ایک مسلمان کا مختصر سا مباحثہ لکھ کر مرزائیوں کے ان تمام اعتراضوں کے جواب دیئے ہیں جو وہ حیات مسیح پر کیا کرتے ہیں اور وفات مسیح پر بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے بلکہ قرآن وحدیث سے حیات مسیح واصلی نزول مسیح ثابت ہے۔ اگر یہ سوال جواب یاد ہوں تو پھر کوئی مرزائی مقابلہ میں نہیں آسکتا۔ یہ کتاب اس قدر مفید ثابت ہوئی ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تیسری مرتبہ چھپی ہے۔ مرزائیوں سے بحث کرنے والوں کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

خاتمہ

حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو گمراہی سے بچانے کی خاطر پہلے ہی خبر دے رکھی ہے کہ میری امت میں تیس یا ستر یا اس سے بھی زیادہ کاذب مدعیان نبوت ہوں گے جو اپنے آپ کو نبی ورسول زعم کریں گے اور نبی کہلائیں گے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔

حدیث: سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا

خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفة من امتی علی الحق(رواہ ابوداؤد والترمذی) پھر فرمایا **لا نبی بعدی**۔ یعنی ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔

کاذب مدعیان نبوت نے اس کی یہ تاویل کی کہ ''صاحب شریعت نبی بعد خاتم النّبیین کے نہ ہوگا۔ مگر غیر تشریعی نبی آسکتا ہے''۔ اس واسطے تمام کاذبوں نے آیت **خاتم النّبیین** پر ضرور بحث کی ہے۔ تاکہ باب نبوت کھول کر خود اس میں داخل ہوں۔ یہ غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ سب سے پہلے مسیلمہ کذاب نے کیا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون غیر تشریعی نبی تھا ایسا ہی میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ان کے ماتحت اور انہی کی شریعت کے تابع نبی ہوں۔ (دیکھو دبستان مذاہب)

ہر ایک کاذب ابتدائی بحث کے لئے کوئی نہ کوئی ہتھ کنڈا نکالا کرتا ہے۔ مرزاصاحب نے وفات مسیح کا ہتھ کنڈا نکالا اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے کہا کہ چونکہ مسیح موعود نبی اللہ ہے میں بھی نبی ہوں۔ اور نبوت ورسالت کے مدعی بن بیٹھے۔ مگر اس دعویٰ نبوت ورسالت میں جھجکتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ انکار بھی کرتے رہے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے نے صاف صاف کہہ دیا کہ **اسمه احمد** والی پیشگوئی کا مصداق محمد ﷺ نہ تھا بلکہ میرا باپ غلام احمد تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں یہی بحث ہے۔

خاکسار **بابو پیر بخش**

پنشنر پوسٹ ماسٹر، سکرٹری انجمن تائید اسلام، لاہور

☆☆☆☆☆

الاستدلال الصحیح
فی
حیاۃ المسیح

(سنِ تصنیف: 1343ھ بمطابق 1924ء)

تصنیفِ لطیف

قاطع فتنہ قادیان

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

برادرانِ اسلام !

چونکہ مرزا صاحب کے دعاوی کی بنیاد ’’وفاتِ مسیح‘‘ پر ہے اس واسطے انھوں نے ابتدائی بحث ’’وفاتِ مسیح‘‘ پر رکھی ہوئی ہے اور لکھتے ہیں کہ:

’’ہمارے اور مخالفین کے صدق و کذب کو آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعویٰ جھوٹے اور دلائل ہیچ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں‘‘۔ (دیکھو حاشیہ مندرجہ ص ۱۱۲ تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا صاحب)

اسی واسطے مرزائی صاحبان ’’وفاتِ مسیح‘‘ قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمان انکے مقابل ’’حیاتِ مسیح‘‘ ثابت کرتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کریں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا تسلیم کرنا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی اور رسول اللہ ﷺ جس کو روح اللہ بھی کہتے ہیں اور جو مجھ سے پہلے گذرا ہے وہ آنیوالا ہے۔ اگر کوئی بد بخت یہ مان لے کہ مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ قادیان پنجاب کا رہنے والا سچا مسیح موعود ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہونگے کہ حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ نے سچی خبر نہ دی اور وہ مخبر صادق نہ تھے اور نہ ان کی وحی کامل تھی اور نہ ان کا علم سچا تھا کہ آنا تھا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کو اور حضور ﷺ نے امت کو غلط خبر دی کہ آنے والا عیسیٰ بن مریم نبی ناصری ہے۔ پھر آنے والا قادیان میں آنا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دمشق میں

نازل ہوگا۔ پھر اس نے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان سے نازل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول فوت ہونگے اور میرے مقبرہ میں مدفون ہونگے، مرزا صاحب کہتے ہیں نہیں، وہ تو فوت ہو چکے اور کشمیر میں جا دفن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”دجال مقام لُدّ جو بیت المقدس میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقتول ہوگا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں دجال مقام لدھیانہ میں قتل ہوگا اور قتل تلوار سے نہیں قلم سے قتل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ہر ایک بات میں رسول اللہ ﷺ سے مرزا صاحب نے مخالفت کی ہے۔

مگر مرزا صاحب کی دینداری دیکھئے کہ حدیثوں کی تصحیح اپنے الہام سے کرتے ہیں یعنی جو حدیث مرزا صاحب کے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردّی ہے۔ حالانکہ جمیع علماء و محدثین کا اتفاق ہے کہ امتی کا الہام وحی کا مرتبہ نہیں رکھتا، کیونکہ وحی خاصہ ہے انبیاء علیہم السلام کا، اور امتی کا الہام ظنی ہے یقینی نہیں ہوتا۔ اور مسلمانوں کو تجربہ ہو چکا ہے اور مرزا صاحب کے الہامات موجود ہیں کہ انکے مضامین پُر از شرک اور غرور نفس پر مبنی ہیں۔ دیکھو: ”**انت منی بمنزلة بروزی**“ (مرزا تو ہمارا بروز یعنی ظہور ہے)۔ (تجلیات الٰہیہ ص۶۳) ”**انت منی بمنزلة ولدی**“ (مرزا تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے)۔ (حقیقۃ الوحی ص۸۲)

یہ الہام اس خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے جو قرآن اور محمد ﷺ کا خدا ہے۔ جس نے قرآن شریف میں: ﴿**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ**﴾ فرمایا ہو۔ اور مرزا صاحب تو وہی ہیں جو براہین احمدیہ میں مسیح کا دوبارہ آنا تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھو: ”براہین احمدیہ، مصنفہ مرزا صاحب“ اصل عبارت یہ ہے کہ: ”اور جب حضرت مسیح اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق وقطار میں پھیل جائیگا“۔ (براہین احمدیہ ص۴۹۸)

پھر اسی کتاب کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۵۰۵ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں: ”وہ زمانہ بھی آنے

والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتر ینگے“.......(الخ)۔

مرزائی صاحبان جواب دیں۔ بہر حال وہی الہام خدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی کے موافق ہے۔

اب دو الہام ہیں: **ایک الہام** قرآن شریف اور انجیل اور اجماع امت کے موافق ہے۔ اور **دوسرا الہام** اناجیل وقرآن شریف اور اجماع امت کے برخلاف ہے۔ پس جو مسلمان ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ وہ مومن **مُحِبّ اللّٰہ** اور **رُسُل اللّٰہ** ہے۔ اور جو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور ختم نبوت کا منکر نہیں وہ تو ہرگز ہرگز آسمانی کتابوں اور اجماع امت کے برخلاف یقین نہیں کرسکتا کہ مرزا غلام احمد کا الہام خدا کی طرف سے ہے اور مسیح فوت ہو چکا ہے، وہ نہیں آسکتا اور اسکے رنگ میں مرزا غلام احمد آگیا۔ کیونکہ اگر کوئی بدبخت یہ مان لے تو ذیل کے باطل عقائد اسکو تسلیم کرنے پڑینگے:

اوّل: ختم نبوت کا منکر ضرور ہوگا جو کہ باجماع امت کفر ہے۔

دوم: مرزا صاحب کو نبی ورسول بھی یقین کرتا ہوگا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ورسول تھے۔ جب غیر عیسیٰ کوئی آئیگا تو جدید نبی بعد از حضرت خاتم النبیین ﷺ آئیگا اور یہ کفر ہے۔

سوم: مرزا غلام احمد کو خاتم الانبیاء ماننا پڑیگا، کیونکہ اس صورت میں آخر الانبیاء وہی ہونگے۔

چہارم: امت محمدیہ آخر الامم نہ رہے گی، کیونکہ پھر جدید نبی کی امت آخرین امم ہوگی۔

پنجم: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اکمل البشر وافضل الرسل نہ رہیں گے، کیونکہ پھر محل نبوت کی تکمیل مرزا صاحب سے ہوگی۔

ششم: قرآن شریف آخر الکتاب نہ رہے گا، کیونکہ آخر الکتاب مرزا غلام احمد کی وحی ہوگی جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: شعر

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ... بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآں منزہ اش دانم ... از خطایا ہمیں ست ایمانم

ہفتم: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ناقص نبی ثابت ہوں گے، کیونکہ کامل کے بعد ناقص نہیں آتا۔ ناقص کے بعد کامل اس لئے آتا ہے کہ اسکے نقائص کی تکمیل کرے۔

ہشتم: دین اسلام ناقص ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جب نبی آتا ہے تو ضرورت ثابت ہوتی ہے اور ضرورت تب ہی ہوتی ہے کہ سابقہ دین ناقص ہوتا ہے۔

نہم: وفات مسیح تسلیم کرنے سے کفر لازم آتا ہے، کیونکہ نص قرآنی ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ سے ثابت ہے اصالۃً نزول اشراط الساعۃ سے ایک شرط ہے۔ جب علامتِ قیامت سے انکار ہوگا تو اصل قیامت سے بھی انکار ہوگا، کیونکہ جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے اور قیامت کا منکر کافر ہے۔

دہم: اگر نزول مسیح بروزی رنگ میں درست تسلیم کرلیں تو جتنے کاذب مسیح گذرے ہیں سب سچے تسلیم کرنے پڑینگے، کیونکہ وہ بھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

کیسا بد بخت اور گمراہ کن بے ادب گستاخ دشمن جناب رسالت مآب ﷺ ہے وہ شخص کہ حضور علیہ السلام کو جھٹلائے اور تمام افرادِ امت سے الگ ہوکر یہ اعتقاد بنالے کہ حضرت سرور کائنات خلاصۂ موجودات ﷺ کو (نعوذ باللہ) قرآن شریف سمجھ میں نہیں آیا تھا اور آپکا ذہن ایسا ناقص تھا کہ وفات مسیح ۳۰ دفعہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمائی اور وہ نہ سمجھے اور ہر ایک حدیث میں جو کہ ستر کے قریب ہیں، سب میں عیسیٰ ابن مریم ہی فرماتے رہے۔ ایک جگہ بھی بروز مثیل کا لفظ نہ فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ۱۳ سو برس تک امت محمد ﷺ کو گمراہ رکھا کہ بروزی نزول نہ بتایا، حالانکہ سلسلہ نزول وحی جاری تھا۔ اور خدا کا وعدہ بھی تھا

کہ قرآن کا سمجھانا ہمارا کام ہے۔ مگر خدا نے اپنا وعدہ پورا نہ فرمایا اور آنحضرت ﷺ کو نہ سمجھایا بلکہ مرزا صاحب کو بھی ''براہین احمدیہ'' کے لکھنے کے وقت تک وفات مسیح کا معتقد رکھا اور بقول مرزا صاحب مشرک رکھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے: شعر

سر بسر قول ترا اے بت خود کام غلط　　　دن غلط رات غلط صبح غلط شام غلط

مرزا صاحب قادیانی کا تمام کارخانہ غلط ہے۔ مسلمان ٹھوکر سے بچیں اور صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

اب ذیل میں مولوی محمد بشیر صاحب کے وہ زبردست دلائل درج کرتا ہوں جو انہوں نے مباحثہ دہلی میں پیش کئے اور مرزا صاحب سے کوئی انکا جواب نہ بن آیا، اسلئے مرزاجی مباحثہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مرزا صاحب نے بڑی بھاری غلطی یہ کی ہے کہ اپنے الہام کے مقابل انجیل وقرآن شریف اور احادیث نبوی واجماع امت کو بے اعتبار بتایا ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھدیا ہے کہ جو حدیث میرے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردی ہے۔ حالانکہ ہر اسلامی فرقہ کا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک الہام قرآن شریف کے پیش کرنا چاہئے۔ اگر وہ اسکے مطابق ہے تو اس پر عمل کرنا چاہیے ورنہ وسوسۂ شیطانی سمجھ کر رد کر دینا چاہئے۔ مگر مرزا صاحب الٹا قرآن شریف اور احادیث نبوی کو رد کرتے ہیں۔ قرآن شریف نے صاف فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ**﴾ اب ظاہر ہے کہ رفع اسی کا ہوا جس کو قتل سے بچایا اور قتل سے جسم بچالیا گیا۔ کیونکہ روح کو نہ تو کوئی صلیب دے سکتا ہے اور نہ قتل کرسکتا ہے۔ پس جس جسم کا رفع ہوا اسی کو قتل سے بچایا گیا اور جب ایک شخص قتل نہیں ہوا تو زندہ اٹھنا اسکا اظہر من الشمس ہے۔

مرزا صاحب اور انکے مرید مسلمانوں کو ایک سخت دھوکا دیتے ہیں کہ ہم وفات مسیح اس واسطے ثابت کرتے ہیں تا کہ عیسائیوں کا خدا مارا جائے اور عیسویّت کا کامل ردّ ہو۔ صرف وفات مسیح کا ہی ایک مسئلہ ہے جو عیسویت کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ مگر یہ انکا کہنا سراسر غلط ہے، کیونکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب مسلمانان قرونِ اولیٰ و تابعین و تبع تابعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے تھے اور حیات مسیح کے قائل تھے تب تو لاکھوں اور کروڑوں عیسائی مسلمان ہوتے تھے اور جب سے مرزا صاحب نے یہودیانہ روش اختیار کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنی شروع کی اور انکی وفات ثابت کرنے لگے تو عیسائیوں نے مسلمان ہونا تو در کنار لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ پس یہ سراسر غلط ہے کہ مرزائی وفاتِ مسیح، عیسویّت کا ردّ کرنے کے واسطے ثابت کرتے ہیں۔ اگر عیسائیوں کا ردّ مقصود ہوتا تو نزول سے بھی انکار کرتے کیونکہ یہ خصوصیت مسیح کو کیوں حاصل ہو۔

اصل مقصد مرزا صاحب کا یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کا یہ اعتقاد رہا کہ مسیح زندہ ہے اور حسب ارشاد رسول کریم ﷺ وہ اصالتاً نازل ہوگا میں دوسرے مدعیان مسیحیت کی طرح ہرگز سچا مسیح نہیں ہو سکتا، اس واسطے مرزا صاحب نے تمام آسمانی کتابوں کے برخلاف اور اجماع کے برعکس یہ الہام تراشا کہ مسیح تو فوت ہو گیا ہے اور وعدے کے موافق مسیح کے رنگ میں ہو کر تو آیا ہے۔ دوسرا اس پر جھوٹ یہ بولا کہ قرآن شریف سے صریح طور پر مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔ تیسرا جھوٹ یہ تراشا کہ وعدہ کے موافق تو (یعنی مرزا) آیا ہے۔ یہ تینوں جھوٹ ایسے تھے کہ عمر بھر مرزا جی انہی کے ثابت کرنے میں لگے رہے، مگر وفات ثابت نہ ہوئی۔ صرف عقلی ڈھکوسلے لگاتے رہے کہ مسیح چونکہ مر چکا ہے اور مردے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے اس لئے مسیح کے رنگ میں بروزی طور پر امت محمدی ﷺ میں سے

کوئی شخص مسیح موعود بنایا جائے گا، مگر چونکہ یہ جاہلانہ منطق ہے، کیونکہ حدیثوں میں صاف لکھا کہ آنیوالا نبی اللہ اور رسول اللہ ہے اور حضرت خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید نبی ہو نہیں سکتا۔ اسلئے مرزا صاحب نے نبی و رسول ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور ''اخبار بدر'' مارچ ۱۹۰۸ء میں بلا کسی جھجک کے صاف لفظوں میں لکھدیا کہ ''میں خدا کے فضل سے نبی و رسول ہوں''۔ اور اسی سال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے اور ختم نبوت کے منکر ہونے کے باعث اپنے ہی فتویٰ سے کافر ہو کر امت محمدیہ ﷺ سے خارج ہوئے۔ اُنکے اصلی الفاظ یہ ہیں: ''مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا دعویٰ کروں''۔ (دیکھو حمامۃ البشریٰ، صفحہ ۹۷، مصنفہ مرزا صاحب)

افسوس! مرزا جی نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے مسیح موعود تو بن بیٹھے تھے مگر فرشتہ اجل نے اسی سال آ دبوچا اور دنیا فانی سے کوچ کر کے اپنے بھائیوں سے جا ملے، یعنی مسیلمہ کذاب سے لیکر مرزا صاحب تک جس قدر کاذب مدعیان نبوت گذرے ہیں۔ مرزا جی کے بعد آپ کے مرید ایڑی چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح مرزا صاحب سچے مسیح ثابت ہوں، اسلئے ہر ایک شہر اور جلسہ میں وفات مسیح پر بحث کرتے ہیں اور کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کر سکتے۔ غیر متعلق اور بے محل آیات قرآن کریم پیش کر کے نادم ہوتے ہیں اور آج تک کسی مسلمان کے مقابل جلسۂ مناظرہ میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب خود مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلہ پر شکست کھا کر بھاگے، یہ کتاب بھی اسی واسطے لکھی ہے تا کہ مسلمان مرزائیوں کی غلط بیانیوں میں آ کر گمراہ نہ ہوں کیونکہ یہ بالکل غلط اور دروغ بے فروغ ہے کہ وفات مسیح قرآن شریف سے ثابت ہے۔ **الحمد** سے **والناس** تک دیکھ جاؤ آپ کو ایک آیت بھی نہ ملے گی جسمیں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہو چکی

ہے۔ جس قدر آیتیں مرزائی صاحبان پیش کرتے ہیں سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان کے واسطے مرنا ضروری ہے، جس سے کسی انسان کو انکار نہیں۔ ایسے ہی مسیح کے ہمیشہ زندہ رہنے کو کوئی مسلمان تسلیم نہیں کرتا، ہر ایک کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور بموجب حدیث **"ثم یموت فیدفن معی فی قبری"** مدینہ منورہ میں دفن کئے جائینگے۔ ساری بحث تو وفات قبل نزول میں ہے جو مرزا صاحب اور اسکے مرید قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے، بلکہ قرآن کریم کی ذیل کی آیات سے حیات مسیح ثابت ہے: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ﴾ ﴿وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَنْکَ﴾ ﴿وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾** ثبوت حیات کا مفصل بیان کتاب ہذا میں آئیگا۔ لہٰذا مسیح باش از اعجاز لا فیا میزان میان دعویٰ و حجت ہزار فرسنگ است۔ خاکسار پیر بخش (مولف کتاب ہذا)

حیات مسیح پر دلائل

(از مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی)

دلیل اوّل: حیات مسیح علیہ السلام کے باب میں ''سورۂ نساء'' کی یہ آیت ہے: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا﴾**

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: **"و نباشد ہیچکس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردنِ عیسیٰ علیہ السلام و روزِ قیامت باشد عیسیٰ علیہ السلام گواہ بر ایشان"**۔ فائدہ میں یہ لکھا ہے: مترجم **"گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند**

نزولِ عیسیٰ را البتہ ایمان آرند"۔

شاہ رفیع الدین نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اسکے پہلے موت اسکی کے۔ اور دن قیامت کے ہوگا گواہ اوپر ان کے''۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے: ''اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سے سو اسپر یقین لائیں گے اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا انکا بتانے والا''۔ ''**فائدہ**'' میں یہ لکھا ہے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آ کر اس کو مارینگے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لائینگے کہ یہ مرے نہ تھے''۔

یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ ''حیات مسیح'' پر ہے بیان اسکا یہ ہے کہ **موتہ** کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں: **ایک** یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ **دوسرا** یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے، کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے، اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے سب نحویوں کا۔ اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں، اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا اور ماضی کے معنی میں لینا بالبداہت باطل ہے کیونکہ ایسا مضارع کہ جسکے اول میں ''لام تاکید'' اور آخر میں ''نون تاکید'' ہو بمعنی ماضی نہیں آتا ہے **ومن یدعی خلافہ فعلیہ البیان**۔ اور ایسا ہی **بہ** کی ضمیر کو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگرچہ اول ہی صحیح ہے، مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔ مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے

مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔ دوسرے قول پر یعنی اگر ضمیر مَوْتِہٖ کی اہل کتاب کی طرف پھیری جائے تو بھی ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ بہٖ کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے؟ اگر آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہو تو یہ باطل ہے تین وجوہ سے:

اوّل: یہ کہ سب ضمیریں واحد کی، جو اسکے قبل و بعد میں آئی ہیں، بالاجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بہٖ کی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو "**فان النصوص تحمل علی ظواھرھا وصرف النصوص عن ظاھرھا بغیر صارف قطعی الحاد**" اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے **ومن یدعی فعلیہ البیان**.

دوم: ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت ﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں وہ یہ ہیں: ﴿**یَسْئَلُکَ**﴾، ﴿**اَنْ تُنَزِّلَ**﴾، ﴿**اِلَیْکَ**﴾، ﴿**مِنْ قَبْلِکَ**﴾. اگر یہ ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا "**لیؤمنن بک**" علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جائے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اس لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں، وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں وہ یہ ہیں: "**فعفونا، اٰتینا، رفعنا، قلنا، اخذنا، حرمنا، اعتدنا، سنؤتیھم**".

دوم: اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا: "**لیؤمنن بی**" یا "**لیؤمنن بنا**" اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی

نہیں ہے، **ومن یدعی فعلیه البیان.**

سوم: اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ ہوگا، حالانکہ قبل وبعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے، **ومن یدعی فعلیه البیان.** پس ثابت ہوا کہ بہ کی ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی، **موتہ** کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر مَوتِہ بھی راجع ہو طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں۔ **ومن یدعی فعلیه البیان.** پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا، اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لازم آیا۔ یہ محذور اس سے ناشی ہوا کہ ضمیر **موتہ** کی کتابی کی طرف پھیری گئی۔ پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر **موتہ** کا طرف کتابی کے باطل ہے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر **موتہ** کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ **وهو المطلوب.**

دوسری وجہ اس بات کی کہ **موتہ** کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے، یہ ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو لَیُؤْمِنَنَّ میں ہے کیا مراد ہے؟ آیا وہ ایمان جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور جو شرعاً غیر معتد بہ وغیر نافع ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اسکے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے، اسلئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زندگی روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتد بہ اور نافع ہے۔ مگر یہاں قرینہ صارفہ قطعیہ سے چند مقامات بطور

نظیر لکھے جاتے ہیں: ''سورۂ بقرہ ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾. ایضاً ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾. ایضاً ﴿لَایُؤْمِنُوْنَ﴾. ایضاً ﴿اٰمَنَّابِاللّٰہِ﴾ ﴿وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾. ایضاً ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾. ایضاً ﴿وَاِذَاقِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ﴾. ایضاً ﴿وَاِذَالَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾. ایضاً ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْافَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ﴾. ایضاً ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ﴾. ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ﴾. ایضاً ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ﴾. ایضاً ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا﴾. ایضاً ﴿اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾. ایضاً ﴿قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾. ایضاً ﴿وَلَوْاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾. ایضا ﴿لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْم بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾. ایضاً ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾. ایضاً ﴿وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ﴾. ایضاً ﴿وَلْیُؤْ مِنُوْا بِیْ﴾. ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا﴾. ایضاً ﴿وَ لَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ﴾. ایضاً ﴿وَ لَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ﴾. ایضاً ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾. ایضاً ﴿مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ﴾. ایضاً ﴿اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾. ایضاً ﴿قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا﴾. ایضاً ﴿وَلَایُؤْمِنُ بِاللّٰہِ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا﴾. ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾. ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ

مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾. ایضاً ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾۔ پس ظاہر ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ **ومن یدعی فعلیه البیان.** علاوہ اسکے اس وقت لفظ ''**قبل**'' کو ظاہر معنی سے صرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لینا پڑے گا اور کوئی صارف قطعی یہاں موجود نہیں۔ **ومن یدعی فعلیه البیان.** اس وقت بجائے **قبل موته** کے **عند موته** یا **حین موته** یا **وقت موته** کہنا مقتضائے حال تھا۔ اس سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یا مراد **لیؤمنن** میں ایمان سے وہ ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یا یہ حکم عام ہے ہر کتابی کے لئے، تو حق تعالیٰ کے کلام میں کذب صریح لازم آتا ہے کیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہا ہزارہا اہل کتاب مرتے ہیں اور اپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی جو معتدبہ اور نافع ہے نہیں لاتے۔ **تعالیٰ الله عن ذٰلک علوًّا کبیرا.** اور اگر کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ حکم ہے تو قید **قبل موته** کی لاطائل ہوتی ہے، یہ کلام تو بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ آج میں نے اپنی موت سے پہلے نماز پڑھ لی۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے کھانا کھالیا۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا۔ آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے۔ **تعالیٰ الله عما یقوله الظالمون۔**

مرزا صاحب خود بھی اپنی کتاب ''توضیح المرام'' اور ''ازالۃ الاوہام'' کے چند مواضع میں ضمیر **موته** کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اسکی وجہ بیان کریں کہ ''توضیح المرام'' اور ''ازالۃ الاوہام'' میں کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری۔ اب بدلیل تحقیقی والزامی

ثابت ہوگیا کہ مرجع ضمیر موتہٖ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح علیہ السلام قطعاً ثابت ہوا۔ ''فتح البیان'' میں ہے کہ ''سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں''۔ ''فتح الباری'' میں ہے: ''ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو ترجیح دی ہے''۔ حدیث بخاری ومسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اسکے خلاف جو روایت اُن سے ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ ''فتح الباری'' وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالک وحسن بصری وقتادہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے۔

مرزا صاحب کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے: **ایک یہ** کہ یہ آیت ذو الوجوہ ہے۔ چند احتمالات مفسرین نے اسکے معنی میں لکھے ہیں۔ پس یہ آیت کیسے قطعیۃ الدلالۃ ہوسکتی ہے۔ **اسکا جواب دیا گیا ہے** کہ آیت کا ذو الوجوہ ہونا اور اسکے معنی میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیت نہیں ہے، کیونکہ ہم نے سب وجوہ واحتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی وقطعی سے باطل کر دکھایا۔ **دوسرا اعتراض یہ ہوا** کہ اثر ابن عباس وقرأت ابی بن کعب اس پر دال ہے کہ مرجع **موتہٖ** کا کتابی ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ **اسکا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا** کہ اثر وقرأت مجروح ہیں احتجاج کے لائق نہیں ہیں چہ جائیکہ صارف قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابوحذیفہ ہے یہ ابوحذیفہ یا موسیٰ بن مسعود ہے یا یحیی بن ہانی بن عروہ کا شیخ ہے پہلا سیئ الحفظ ہے۔ دوسرا مجہول ہے اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ہے وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں ہے۔ دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔ تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر وخصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کے خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔

چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد طیالسی ہے وہ کثیر الغلط ہے ہزار احادیث کی روایت میں اس نے خطا کی ہے۔ قرأت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب وتضعیف واقع ہیں۔ عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں، **من شاء فلیراجع الیہ۔**

دلیل دوم: ''سورۂ نساء'' کی یہ آیت ہے: ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا**﴾ شاہ ولی اللہ صاحب اسکے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "**وبیقین نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت اور خداتعالیٰ بسوئے خود وھست خدا غالب استوار کار**"۔

شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اور نہ مارا اسکو بیقین بلکہ اٹھالیا اسکو اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ غالب حکمت والا''۔

شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں: ''اور اُسکو مارا نہیں بیشک بلکہ اُسکو اٹھالیا اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا''۔ **فائدہ** میں لکھتے ہیں: ''فرمایا کہ اُسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اسکی ایک صورت ان کو بنادی اس صورت کو سولی پر چڑھایا''۔ (انتہی ملخصا)

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع **رفعہ** کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہے اور مراد مرجع سے قطعاً روح مع الجسد ہے، کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ**﴾ ﴿**وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا**﴾ سے بھی مراد قطعاً روح مع الجسد ہے اور جسکے قتل کا یہود دعویٰ کرتے تھے اُسی کے قتل وصلب کی نفی اور رفع کا اثبات حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ **رفعہ** سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفع کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل **رفع روحہ** صرف نص کا ظاہر سے ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف

قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر متحقق ہے۔ **ومن یدعی فعلیہ البیان.** اور مؤید اسکی یہ بات ہے کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ میں بل اضراب کا ہے، پس وہ رفع مراد ہونا چاہیے جو مقابل ہو قتل کا، یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور رفع روحانی قتل کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اُنکے لئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ **وهو المطلوب.**

اور یہ بات بھی اسکی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے: **ایک** حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے رفع روحانی کو تو کچھ ان دو نبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے، یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عامۂ صالحین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما جسکے رجال صحیح ہیں حکماً وہ مرفوع ہے رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے اسکی عبارت آئندہ نقل کی جائیگی۔ **فانتظر**

مرزا صاحب نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں اس کے وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ گویا مرزا صاحب نے آیۃ ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ کو صارف ٹھہرایا ظاہر معنی ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے، لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ **توفی** سے مراد قطعاً موت ہو اور یہ متوقف اس پر ہے کہ حقیقی معنی **توفی** کے موت کے ہوں، بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ **توفی** کا استعمال جس جگہ بمعنی موت قرآن مجید میں آیا ہے، وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفّی کے

"اخذ الشیء وافیا" کے ہیں، یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگرچہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے مگر اب میری رائے یہ ہے کہ یہ آیۃ بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

تیسری دلیل: ''سورۂ آل عمران'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ، اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "وبد سگا لیدند کافران و بدسگالید خدا و خدا قوی تر است از همه بدسگا لان آنگاه که گفت خدا اے عیسٰی هر آئینه من برگیرندۂ تو ام و بردارندۂ تو ام بسوئے خود و پاك کنندۂ تو ام از صحبتِ کسانیکه کا فرشدندو گردانندۂ تابعانِ تو ام بالائے کفران تا روز قیامت"۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی، اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے، اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر اُن لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر صاحب): ''اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں کے اوپر قیامت کے دن تک''۔ فائدہ: ''یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ

شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے۔ اُس نے لوگ بھیجے کہ اُنکو پکڑ لائیں۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یار وہاں سے چلے گئے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ایک صورت انکی رہ گئی اُسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا"۔ (انتہیٰ)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ **تُوَفّی** کے اصلی وحقیقی معنی **"اَخذُ الشیء وافیا"** کے ہیں جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی وفخر رازی وغیرہم نے لکھا ہے، عبارات انکی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ اور موت **توفّی** کے مجازی معنی ہیں نہ کہ حقیقی۔ اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معی میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اسکی تحریر چہارم میں کی گئی ہے اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں، اس لئے اصلی وحقیقی معنی یعنی **"اَخذُ الشیء وافیا"** مراد لئے جائیں گے اور انسان کا **"وافیا"** لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جائے۔ **وھو المطلوب**۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مرزا صاحب اور انکے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح علیہ السلام پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسکا قطعیۃ الالدلۃ ہونا حیاتِ مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرادیا۔ **وللہ الحمد علی ذالک**۔

اگر کہا جائے کہ **توفّی** اس وقت عین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالیٰ کا **وَرَافِعُکَ** تکرار ہوگا، تو جواب اسکا یہ ہے کہ **توفّی** کا لفظ چونکہ بمعنی "موت ونوم" بھی آتا ہے اس لئے لفظ **رَافِعُکَ** سے تعیین مراد مقصود ہے، اب تکرار نہ ہوئی۔ جیسا کہ آیت ﴿**ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ**﴾ میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ بعث انماء ونوم سے بھی ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ﴿**حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ**﴾ میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے ہے۔

چوتھی دلیل: ''سورہ مائدہ'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "و بودم بر ایشاں نگہبان مادامیکہ درمیانِ ایشاں بودم پس وقتیکہ بر گرفتی مرا تو بودی نگہبان بر ایشاں"۔ اور فائدہ میں لکھتے ہیں: ''یعنی بر آسمان بردی''۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور تھا میں اوپر انکے شاہد جب تک رہا میں بیچ انکے، پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر انکے''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر): ''اور میں ان سے خبر دار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے بھر لیا تو تُو ہی تھا خبر رکھتا انکی''۔ (انتہی)

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیت میں گذری، یعنی معنی حقیقی **توفی** کے "**اخذ الشیء وافیا**" ہیں اور صرف حقیقت سے طرف مجاز کی بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے، بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا یعنی **رَافِعُکَ** آیت سابقہ میں موجود ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حق تعالیٰ نے آیت ﴿اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں "**توفی**" و "**رَفع**" کو جمع کیا ہے اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ میں رفع پر قصر کیا ہے، اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ "**توفی**" و "**رَفع**" ایک چیز ہے مقصود زیادتِ لفظ "**رَفع**" سے صرف یقین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیاتِ مسیح پر۔ مرزا صاحب اور انکے اتباع اس آیت کو بھی قطعیۃ الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ حیاتِ مسیح پر ہونا اس ہیچمدان پر ظاہر فرما دیا ہے۔ (والحمد للہ)

پانچویں دلیل: ''سورۂ آل عمران'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "و سخن گوید با مردمان در گہوارہ و وقت معمری و باشد از شائستگان"۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ۔ اور صالحوں سے ہے''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر صاحب): ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے''۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک تیس (۳۰) ہے اور بعض کے نزدیک بتیس (۳۲) اور بعض کے نزدیک تینتیس (۳۳) اور بعض کے نزدیک چالیس۔ قسطلانی نے ''شرح صحیح بخاری'' میں لکھا ہے: **''وقال فی اللباب الکھل من بلغ من الکھولۃ و اولھا ثلثون او اثنتان وثلثون او ثلث وثلثون او اربعون واخرھا خمسون اوستون ثم یدخل فی سن الشیخوخۃ''** (انتہی)۔ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے: **''واول من الکھولۃ ثلثون وقیل اثنان وثلثون وقیل اربعون وآخر سنھا خمسون وقیل ستون ثم یدخل الانسان فی سن الشیخوخۃ''** (انتہی)۔ اور ہم مامور ہیں اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رد کریں۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ﴾** موافق اسکے اب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں تو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **''لایفنی شبابُہٗ''** (رواہ مسلم) اور حدیث ابوسعید وابوہریرہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا: ''کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا **ان لکم ان تشبو فلا تھرموا ابدا''** (رواہ مسلم)۔ اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کے ثبوت کے لئے ''تفسیر ابن کثیر'' کی یہ

عبارت کافی ہے: "فانّه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقد ورد فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة آدم و میلاد عیسٰی ثلث وثلثون سنة" نیز "تفسیر ابن کثیر" میں سورۂ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت کریمہ: ﴿اَتۡرَابًا لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ﴾ کے مرقوم ہے: وروی الطبرانی واللفظ له من حدیث حماد بن سلمة عن علی بن زید بن جُدعان عن سعید بن المسیّب عن أبی هُرَیرة قال: قال رسول اللّٰهﷺ "یدخل اهلُ الجنةِ الجنةَ جُرْدا مُرْدا بیضا جِعادا مکحلین أبناء ثلاث وثلاثین وهم علی خلق آدم ستون ذراعا فی عرض سبعة اذرع".

وروی الترمذی من حدیث أبی داؤد الطیالسی عن عمران القطان عن قتادة عن شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل أن رسول الله ﷺ قال: "یدخل اهل الجنة الجنة جُردا مُردا مکحلین أبناء ثلثین، أو ثلث وثلثین سنة" ثم قال حسن غریب.

وقال ابن وهب: أخبرنا عمرو بن الحارث أن درّاجًا أبا السمح حدّثه عن أبی الهیثم عن أبی سعید قال: قال رسول الله ﷺ "من مات من أهل الجنة من صغیر أو کبیر، یُرَدون بنی ثلاث وثلاثین فی الجنة، لا یزیدون علیها أبدًا وکذالک أهل النار" ورواه الترمذی عن سُوَید بن نصر عن ابن المبارک عن رشدین بن سعد عن عمرو بن الحارث به.

وقال أبوبکر بن ابی الدنیا: حدثنا القاسم بن هاشم حدثنا صفوان بن صالح حدثنا روّاد بن الجراح العسقلانی حدثنا الأوزاعی عن هارون بن رئاب عن أنس قال: قال رسول اللهﷺ "یدخل أهل الجنة الجنة علی طول آدم

ستين ذراعًا بذراع الملک علی حسن یوسف وعلی میلاد عیسٰی ثلٰث و ثلاثین سنة وعلی لسان محمد جُردٌ مُردٌ مُکَحَّلُوْن.

وقال أبو بکر بن أبی داؤد: حدثنا محمود بن خالد وعباس بن الولید قالا حدثنا عمر من الأوزاعی عن هارون بن رئاب عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ یُبعث أهل الجنة علی صورة آدم فی میلاد ثلٰث وثلثین جُردًا مُردًا مکحلین ثم یذهب بهم الٰی شجرة فی الجنة فیکسون منها لاتبلی ثیابهم ولایفنی شبابهم" (انتهی).

اورحافظ عبدالعظیم منذری ''ترغیب وترہیب'' میں لکھتے ہیں: ''وعن المقدام أن رسول الله ﷺ قال: ما من أحد یموت سقطا ولا هرما وانّما الناس فیما بین ذالک إلا بعث ابن ثلٰث وثلثین سنة فإن کان من أهل الجنة کان علی مسحة آدم وصورة یوسف وقلب ایوب ومن کان من أهل النار عظموا وفخموا کالجبال رواه البیهقی باسناد حسن. (انتهی). پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ ۳۳ برس کا سن سنِ شباب ہے نہ سنِ کہولت، ورنہ فنا شباب اہل جنت لازم آتا ہے۔ وهو خلاف ما ثبت بالاحادیث الصحیحة. پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سنِ شباب میں اُٹھائے گئے، نہ کہ سنِ کہولت میں۔ علاوہ اسکے اصل معنی ''کہل'' کے ''من وخطه الشیب ورأیت له بجالة'' ہیں جیسا کہ قاموس وصحاح وغیرہما میں لکھا ہے، یعنی ''کہل وہ شخص ہے جسکے بالوں میں سپیدی مخلوط ہوجائے اور دیکھی جائے اسکے لئے بزرگی''۔ اور اقوال مختلفہ جو اول سنِ کہولیت میں منقول ہیں وہ فی الوقوع مختلف نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف قوی اشخاص پر جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے اسکا اول سنِ کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے اور جو اوسط درجہ قوت رکھتا ہے اسکا

اول کہولت ۳۲ یا ۳۳ برس ہوتا ہے اور جوادنیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے اسکا اول کہولت بعد ۳۰ کے ہوتا ہے۔ اختلاف زمانہ کو اختلاف قویٰ میں بہت دخل ہے جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں، اس پر مشاہدہ ونصوص قرآنیہ وحدیثیہ ناطق ہیں، ان میں سے ہے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو مرفوع اور متفق علیہ ہے: "**فلم ينزل الخلق ينقص بعدحتى الآن**" یہ عمدہ صورت ہے اقوال مختلفہ میں توفیق کی۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی لیکن آپ کے سر مبارک اور ریش شریف میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری ومسلم میں انس سے روایت ہے: "**وتوفاه الله على رأس ستين سنة وليس في رأسه ولحيته عشرون شعره بيضاء. وعن ثابت قال سئل أنس عن خضاب رسول الله ﷺ فقال إنه لم يبلغ ما يخضب لو شئت ان اعد شمطاته في لحيته. وفي رواية لوشئت ان اعد شمطات كن في رأسه فعلت**" (متفق علیہ) **وفي رواية المسلم "قال إنما كان البياض في عنفقته وفي الصدغين وفي الرأس"**. مخفی نہ رہے کہ حدیث اول میں جو ستین کا لفظ آیا ہے، دوسری احادیث میں اُسکے خلاف آیا ہے، بعض میں "**ثلث وستين**" اور بعض میں "**خمس وستين**" ہے۔ **قال العلماء: "الجمع بين الروايات ان من روى خمسا وستين عد سنتي المولد والوفاة ومن روى ثلث وستين لم يعدهما ومن روى ستين لم يعد الكسور"** (كذا في تهذيب الاسماء). اور آنحضرت ﷺ کے اس قدر بالوں کا اس عمر میں سپید ہو جانا اصحاب رسول اللہ ﷺ خلاف عادت سمجھتے تھے چنانچہ اس پر یہ حدیث دال ہے: "**عن ابي جحيفة قال قالوا يارسول الله ﷺ قد**

شبت قال شیبتنی ھود واخواتھا (رواہ الترمذی)۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے اور ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے قویٰ بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہونگے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ ۳۳ برس کی عمر میں جو صحیح روایت ''رفع'' کے باب میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں میں سپیدی مخلوط ہوگئی ہو، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اس وقت بال انکے بالکل سیاہ ہوں گے۔ تو تعریف ''کہل'' کی ان پر صادق نہ آئی اور مؤید اسکا ہے وہ لفظ جو اثر صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کہ حکماً مرفوع ہے وارد ہے: **''فقام شاب من احدثھم سناً''**۔ ماسوا اسکے عبارت ''فتح الباری'' سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اربعین کا قول راجح وقوی ہے اور دیگر اقوال ضعیف ہیں۔ عبارت ''فتح الباری'' کی یہ ہے: **''قال ابوجعفر النحاس ان ھذا لایعرف فی اللغة وانما الکحل عندھم من ناھز الاربعین أو قاربھا وقیل من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین''** (انتھی)۔ پس موافق اس قول راجح کے ''کہل'' ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبل ''رفع'' ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں لیکن ادلہ ظنیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے اور یہ قول بعض مفسرین کا کہ یہ استدلال ضعیف ہے، خطاءِ بیّن ہے کیونکہ ہم نے اوپر حدیث صحیح سے ثابت کردیا کہ جس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں وہ سنِ شباب تھا نہ کہ سنِ کہولت۔

مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ آپ ''کہل'' کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ''صحیح بخاری'' اور ''قاموس'' و ''تفسیر کشاف'' وغیرہ میں ''کہل'' کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ اسکا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ ''صحیح بخاری'' میں تو یہ ہے: **''وقال مجاھد الکحل الحلیم''** جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو **یبلغ**

الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ **اسکا جواب** خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿**فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ**﴾ اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں۔ **کما فی الصراح**۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم سے، جو آہستگی اور بردباری کے معنی میں ہے۔ اسکا جواب مرزا صاحب نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں کہتا ہوں کہ حافظ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے: "**وقد قال ابوجعفر النَّحَاس: إن هذا لايُعرف فى اللُّغة وإنّما الكهل عندهم مَن ناهز الاربعين أو قاربها وقيل من جاوز الثلثين و قيل ابن ثلث وثلثين انتهى. والذى يظهر أن مجاهدا فسَّرهُ بلازمه الغالب، لأنّ الكهل يكون غالبا فيه وقار وسكينة**" (انتهى)۔ قسطلانی لکھتا ہے: "**لعل مجاهدا فسره بلازمه الغالب لأنّ الكهل غالبا يكون فيه وقار وسكينة**" (انتهى)۔ قاموس میں ہے: ''**الكهل من وخطه الشيب ورأيت له بجالة أو من جاوز الثلثين أو أربعا وثلثين الى احدىٰ و خمْسين**'' (انتهى)۔ کشاف میں ہے: ''**ومعناه أن يكلم الناس فى هاتين الحالين كلام الانبياء من غير تفاوت بين حال الطفولة وحال الكهولة التى يستحكم فيها العقل ويستنبأ فيها الانبياء**'' (انتهى)۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ ''کہل'' کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس میں اور نہ کشاف میں۔ اور ''کہل'' کے معنی جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں، حالانکہ شباب اور کہولت میں تضاد ہے۔ ''مصباح المنیر'' میں ہے: ''**شب الصبى يشب من باب ضرب شبابا شبية وهو شاب وذلک قبل من الكهولة**'' (انتهى)۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔

چھٹی دلیل: ''سورہ زخرف'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب) ''و هر آئينه عيسىٰ نشانه است قيامت را پس شبيه مكيند در قيامت و بگو يامحمد پيروى من كنيد اين است راه راست''۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب) ''اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے۔ پس مت شک کرو ساتھ اسکے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر) ''اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے''۔ فائدہ: حضرت عیسیٰ کا آنا نشان ہے قیامت کا۔ (انتہیٰ)۔

''تفسیر ابن کثیر'' میں ہے: "وقولهٗ سبحانهٗ وتعالىٰ: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ تقدم تفسير ابن اسحٰق: أن المراد من ذلک: ما بُعث به عيسىٰ عليه السلام من إحياء الموتى وإبراء لأكمه والأبرص وغير ذلک من الأسقام. وفى هذا نظر. وأبعد منه ما حكاه قتادة عن الحسن البصرى وسعيد ابن جبير: أن الضمير فى ﴿وَاِنَّهٗ﴾ عائد على القرآن بل الصحيح أنه عائد على عيسىٰ عليه السلام فإن السياق فى ذكره ثم المراد بذلک نزوله قبل يوم القيٰمة كما قال تبارک وتعالىٰ: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اى قبل موت عيسىٰ (عليه الصلاة والسلام) ثم ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ ويؤيد هذا المعنى القراءة الأخرى: "وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ" اى أمارة ودليل على وقوع الساعة، قال مجاهد: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اى آية للساعة خروج عيسىٰ بن مريم قبل يوم القيٰمة. وهكذا روى عن أبى هريرة رضی اللہ عنہ وابن عباس وأبى العالية وأبى مالک وعكرمة والحسن وقتادة

والضحاک وغیرهم. وقد تواترت الأحادیث عن رسول اللہ ﷺ أنه أخبر بنزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامة امامًا عادلاً وحکمًا مقسطًا“. (انتہی)۔

اوراسی میں ہے: ”وقال الامام أحمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النَّجُود عن أبی رزین عن أبی یحیٰی مولی ابن عقیل الانصاری قال: قال ابن عباس: لقد علمت آیة من القرآن ما سألنی عنها رجل قط فما أدری أعلمها الناس فلم یسألوا عنها أم لم یفطنوا لها فیسألوا عنها. (فی حدیث طویل فی آخره) قال: فانزل اللہ: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلاً اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ﴾ قلت: ما یصدون؟ قال: یضحکون، ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال: هو خروج عیسٰی ابن مریم قبل القیٰمة“.

”معالم“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ﴾ یعنی عیسٰی علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یعنی نزوله من أشراط الساعة یعلم به قربها، وقرأ ابن عباس وأبوهریرة وقتادة ”وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ“ بفتح اللام والعین أی أمارة وعلامة. وروینا عن النبی ﷺ لیوشکن أن ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عادلاً یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة، وتهلک فی زمانه الملل کلها اِلاَّ الاسلام“(انتہی)۔

”فتح البیان“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال مجاهد والضحاک والسدی وقتادة ان المراد المسیح وان خروجه أی نزوله مما یعلم به قیام الساعة أی قربها لکونه شرطا من اشراطها لأن اللہ سبحانه ینزله من السماء قبیل قیام الساعة کما أن خروج الدجال من أعلام الساعة وقال

الحسن وسعید بن جبیر المراد القرآن لأنه یدل علی قرب مجیء الساعة وبه یعلم وقتها واهوالها واحوالها وقیل المعنی أن حدوث المسیح من غیر أب واحیاء هٗ الموتٰی دلیل علی صحة البعث وقیل الضمیر لمحمد ﷺ والأول أولٰی. قال ابن عباس أی خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیٰمة واخرجه الحاکم وابن مردویه عنه مرفوعا وعن أبی هریرة نحوهٗ أخرجه عبد بن حمید“ (انتہی)۔

سیوطی ”اکلیل“ میں لکھتے ہیں: ”فیه نزول عیسٰی علیہ السلام قربها روی الحاکم عن بن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسٰی علیہ السلام “ (انتہی)۔

”کشاف“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ﴾ وان عیسٰی علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ای شرط من أشراطها تعلم به، فسمی الشرط علمًا لحصول العلم به. وقرأ ابن عباس: ”لعَلَم“ وهو العلامة وقُرِئَ ”للعلم“ وقرأ أبیّ: لذکر، علی تسمیة ما یذکر به ذکرًا، کما سمی ما یعلم به علمًا. وفی الحدیث: أن عیسٰی علیہ السلام ینزل علٰی ثنیة بالأرض المقدّسة: یقال لها أفیق وعلیه ممصرتان، وشعر رأسه دهین، وبیده حربة، وبها یقتل الدجال، فیأتی بیت المقدس والنّاس فی صلوة الصبح والامام یؤم بهم، فیتأخر الامام فیقدّمه عیسٰی علیہ السلام ویصلی خلفه علٰی شریعة محمد ﷺ ثم یقتل الخنازیر ویکسر الصلیب ویخرب البیع والکنائس ویقتل النصارٰی الاّ من آمن به“.

”بیضاوی“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ﴾ وانّ عیسٰی علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ لأن حدوثه أونزولهٗ من أشراط السّاعة یعلم به دنوها، أو لأن احیاء الموتٰی

يدل على قدرة الله تعالىٰ عليه وقُرِئَ "لَعَلَم" اى لعلامة ولذكر على تسمية ما يذكر به ذكرًا، وفى الحديث: ينزل عيسىٰ علیہ السلام على ثنية بالأرض المقدسة".

''تفسیر ابوالسعود'' میں ہے: "﴿وَانَّهٗ﴾ وانّ عيسىٰ ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اى انّهٗ بنزوله شرط من أشراطها وتسميته عِلمًا لحصوله به أو بحدوثه بغير أبٍ أو باحيائه الموتىٰ دليل على صحة البعث الذى هو معظم ما ينكره الكفرةُ من الأمور الواقعة فى الساعة".

''جلالین'' میں ہے: "﴿وَانَّهٗ﴾ اى عيسىٰ علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ تعلم بنزوله".

''جمل'' میں ہے: "والمعنى وأن نزوله علامة على قرب الساعة" (انتہیٰ)۔

''مدارک'' میں ہے: "أى وان نزوله علم الساعة" (انتہیٰ)۔

''جامع البیان'' میں ہے: "وانه عيسىٰ لعلم للساعة أى علامتها فان نزوله من اشراطها" (انتہیٰ)۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ ''انّهٗ'' کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں: **ایک** یہ کہ وہ عائد ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ **دوسرا** یہ کہ وہ عائد ہے طرف قرآن مجید کے۔ **تیسرا** یہ کہ وہ عائد ہے طرف آنحضرت ﷺ کے۔ احتمالین اخیرین بالبداہۃ باطل ہیں، کیونکہ قرآن مجید و آنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے، بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کہ انکا ذکر قبل و بعد موجود ہے۔ پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع ''انّهٗ'' کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اب یہاں تین احتمالات ہیں یا نزول مقدر مانا جائے یا معجزات

یا حدوث۔ احتمالین اخیرین صحیح نہیں ہیں اور انکی عدم صحت کی وجہ تحریر اول خاکسار میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ علاوہ اسکے یہ دونوں احتمال **غیر ناشی عن الدلیل** ہیں اور نزول کے مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے:

اول: حدیث ابن عباس ؓ جس کو امام احمد نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

دوم: حدیث حذیفہ بن الاسید غفاری ؓ **"قال اطلع النبی علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم۔** (رواہ مسلم)

ودیگر احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما کہ جو بکثرت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں اور یہی قول ابن عباس وابوہریرہ ومجاہد وابوالعالیہ وابومالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یہ دلیل اگر قطعی نہیں ہے تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے۔

مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ: "اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے، نشان قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخر زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا، اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ، شک مت

کرو، ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی“۔

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ آنحضرت ﷺ وابن عباس وابوہریرہ ومجاہد وابوالعالیہ وابومالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی رضی اللہ عنہم وسائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سمجھا ہے، جہالت کا الزام لگاتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ”اگر نزول مسیح مراد لیا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا...... (الی آخر ما قال)“۔ نہایت ہنسی کے لائق ہے۔ مرزا صاحب آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ **”فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا“** میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبب۔ پس نزول عیسیٰ کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا قیامت میں نہ شک کرنے کا۔ اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہوا۔ پس کیسے کہا جاسکتا ہے کہ قیامت میں شک نہ کرو۔

جواب: اسکا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسیٰ علیہ السلام قطع نظر اس سے کہ حق تعالیٰ نے اسکے **”عَلَم ساعة“** ہونے کی خبر دی ہے، کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہاں حق تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام **”عَلَم ساعة“** ہے، البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر قیامت کا وقوع ہی نہ ہو تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کا **”عَلَم ساعة“** ہونا باطل ہو جاتا ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا **”عَلَم ساعة“** ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسکی خبر دی ہے بے شک سبب ہے عدم امتراء بالقیامۃ کا اور اسکے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سببیت کا بنظر نفس ذات اپنی کے سبب نہیں ہے مابعد کا، لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالیٰ نے اُس ماقبل کی خبر دی ہے وہ سبب ہے مابعد کا۔ ”سورۂ بقرہ“ میں ہے: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ یہاں

مراد استقبال کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہو سکتا۔ ''سورۂ آل عمران'' میں ہے: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ ''سورۂ نساء'' میں ہے: ﴿اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَآمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ﴾ ''سورۂ شعراء'' میں ہے: ﴿اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ. فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''سورۂ فاطر'' میں ہے: ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا﴾ ''سورۂ حم السجدہ'' میں ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ﴾ ''سورہ تغابن'' میں ہے: ﴿زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ. فَآمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا﴾ ''سورۂ کوثر'' میں ہے: ﴿اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾۔

ساتویں دلیل: ''سورۂ حشر'' کی آیت ہے: ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): ''وهرچه بد هد شمارا پیغامبر بگیرید و هرچه منع کند شما را ازاں باز ایستید''۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور جو کہ دیوے تم کو رسول پس لے لو اسکو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو''۔

ترجمہ (شاہ عبد القادر صاحب): ''اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو''۔

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جسکا تواتر مرزا صاحب نے ''ازالۃ الاوہام'' کے صفحہ ۵۵۷ میں

تسلیم کیا ہے ان میں سے ہے حدیث متفق علیہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی "**قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایقبلہ أحد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرًا من الدّنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فاقرؤا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلاَّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾** الآیۃ. "ترجمہ: کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول مقبول ﷺ نے قسم ہے اسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے البتہ بیشک قریب ہے یہ کہ اتریگا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہوکر پھر توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا سور کو اور موقوف کریگا جزیہ اور بہے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اسکو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا وما فیہا سے پھر کہتے تھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پس پڑھو تم اگر چاہو تو یہ آیت: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلاَّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ الآیہ.** یعنی "اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ تحقیق وہ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے مرنے ان کے سے"۔

تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ قرآن مجید و احادیث میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے، "**والنصوص تحمل علی ظواھرھا وصرف النصوص عن ظواھرھا بغیرصارف قطعی الحاد**" اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ پس ان احادیث سے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔ اگر کہا جائے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول عیسیٰ ابن مریم ثابت ہوتا ہے اور مقصود ثبوت حیات تھا۔ پس تقریب تمام نہ ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود بالعرض ہے۔ پس

اگر نزول موقوف حیات پر ہے اور مستلزم ہے حیات کو، تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہوگیا۔ پس حیات ثابت ہوئی، **وھو المطلوب**۔ اور اگر نزول حیات کو مستلزم نہیں ہے تو اگرچہ حیات اس دلیل سے ثابت نہ ہوئی لیکن جو مقصود بالذات تھا یعنی نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ وہی ثابت ہوگیا جسکے لئے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کی جاتی تھی، لہٰذا اثباتِ حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

آٹھویں دلیل: ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث ہے: ''**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خطب رسول اللہ ﷺ فقال یا أیھا الناس انکم محشورون الی اللہ حُفاۃً عُراۃً غُرلا ثم قال: ﴿کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ﴾ الی آخر الآیۃ. ثم قال: ألا وان اوّل الخلائق یُکسٰی یوم القیٰمۃ ابراھیمُ ألا وانّہ یُجاءُ برجال من اُمّتی فیُؤخَذ بھم ذاتَ الشّمال فاقول یاربِّ اُصَیْحابی، فیُقالُ انک لاتدری ما أحدثوا بعدک، فاقول کما قال العبد الصّالح ﴿وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْداً مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ﴾ فیُقالُ انّ ھؤلآء لم یزالوا مرتدّین علی أعقابھم منذُ فارقتھُم**''. ترجمہ: روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے، پس فرمایا اے لوگو بیشک تم جمع کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے، پھر پڑھی یہ آیت ﴿کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ﴾ (الآیہ) پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ اور بیشک لائے جائیں گے چند مرد میری امت میں سے پھر لے جائیں گے انکو بائیں طرف۔ پھر کہوں گا میں اے رب میرے یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔ پس کہا جائے گا بیشک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں انہوں نے بعد تیرے۔ پس کہوں گا میں مانند اسکی کہ کہا بندہ صالح

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ (الآیۃ) یعنی پس کہا جائیگا کہ بیشک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑ تو نے انکو"۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی ساتھ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہ نہیں فرمایا کہ **"فاقول ما قال العبد الصالح"** یعنی "پس کہوں گا میں جو کہا بندہ صالح نے" اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ہوتی ہے نہ عینیت۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے **توفی** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **توفی** میں مغائرت ہے نہ عینیت اور آنحضرت ﷺ کے **توفی** تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی **توفی** بذریعہ موت کے نہیں ہوئی بلکہ بذریعہ رفع واصعاد کے ہوئی جو مشابہ و ہمشکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل: اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے جو حکماً مرفوع ہے، "فتح البیان" میں ہے: **"خرج سعید بن منصور والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن بن عباس قال لما اراد اللہ أن یرفع عیسیٰ الی السماء خرج الی أصحابہ وفی البیتِ اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیھم من عین فی البیت ورأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرۃ بعد ان آمن بی ثم قال أیکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی فیکون معی فی درجتی فقام شاب من أحدثھم سناً فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم ثم قام الشابّ فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام الشابّ فقال لنا فقال انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السمآء قال و جاء الطلب من یھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ فکفر بہ بعضھم اثنی عشر مرۃ بعد أن آمن بہ و افترقوا ثلاث فرق فقالت طائفۃ کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السمآء**

فھٰؤلاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعه اللہ الیه وھٰؤلاء النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبداللہ ورسوله وھٰؤلاء المسلمون فتظاھرت الکافرتان علی المسلمة فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامسًا حتی بعث اللہ محمد ﷺ فانزل اللہ علیه ﴿فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ﴾ یعنی الطائفة التی آمنت فی زمن عیسٰی ﴿وَکَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ﴾ یعنی التی کفرت فی زمن عیسٰی ﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ فی زمن عیسٰی باظھار محمد دینھم علی دین الکافرین. قال ابن کثیر بعد أن ساقه بھذا اللفظ عند بن أبی حاتم قال ثنا أحمد بن سنان ثنا أبومعاویة عن الأعمش عن المنھال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکره وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس وصدق ابن کثیر فھٰؤلاء کلھم من رجال الصحیح و اخرجه النسائی من حدیث أبی کریب عن أبی معاویة نحوہ“.

ترجمہ:”روایت کیا سعید بن منصور و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے: جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف، نکلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے حواریوں میں سے، پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے انکے پانی ٹپکتا تھا، پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا مجھ پر، پھر فرمایا کہ کون تم میں ہے کہ ڈالی جائے اس پر شبیہ میری پھر قتل کیا جائے وہ میری جگہ اور ہو میرے ساتھ میرے درجہ میں۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمروں میں سے، پس فرمایا واسطے اسکے بیٹھ جا، پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان، پھر فرمایا کہ بیٹھ جا پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا، پھر کھڑا ہوا وہی جوان، پس کہا اس نے میں۔ پس

فرمایا کہ تو وہی ہے پس ڈالی گئی اسپر شبہ عیسیٰ کی اور اٹھائے گئے عیسیٰ روشندان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف۔ کہا اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے، پس پکڑ لیا انہوں نے شبہ کو، قتل کیا اُسکو، پھر سولی پر چڑھایا اُسکو۔ پس کفر کیا ساتھ اُنکے بعض انکے نے بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا ان پر اور متفرق ہو گئے تین فرقے۔ پس کہا ایک فرقہ نے ''رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف'' پس یہ یعقوبیہ ہیں۔ اور کہا ایک فرقہ نے ''تھا ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھا لیا اسکو اللہ نے اپنی طرف'' اور یہ نسطوریہ ہے۔ اور کہا ایک فرقہ نے ''تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اسکا'' یہ اُس زمانہ کے مسلمان تھے۔ پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر، پس قتل کیا انکو۔ پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو۔ پس اتاری اللہ نے ان پر یہ آیت ﴿فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ﴾ یعنی ''پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے'' یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اُس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ پس تائید کی ہے ان لوگوں کی کہ ایمان لائے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ انکے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اسکے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے، نزدیک ابن ابی حاتم کے۔ کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے، حدیث کی ہم کو ابو معاویہ نے اعمش سے، اُنہوں منہال بن عمرو سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس سے، پس ذکر کیا اسکو۔ اور یہ سند صحیح ہے ابن عباس تک۔ اور سچ کہا ابن کثیر نے پس یہ کل رجال رجال صحیح میں سے ہیں۔ اور روایت کیا اسکو نسائی نے حدیث ابی کریب سے، انہوں نے معاویہ سے مثل اسی کے''۔

کہتا ہوں میں کہ اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا جو سب رجال بخاری و مسلم

کے ہیں، سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کے حکماً مرفوع ہونے پر یہ عبارت بخاری کی دال ہے: "قال شیخنا فیه ان ابا هریرة لم یکن یاخذ عن اهل الکتاب وان الصحابی الذی یکون کذلک اذا اخبر بما لا مجال للرائی والاجتهاد فیه یکون للحدیث حکم الرفع" (انتهی). وهذا یقتضی تقیید الحکم بالرفع بصدوره عن من لم یاخذ عن أهل الکتاب (انتهی). اور بھی اس میں ہے: "واصرح منه منع ابن عباس له ای للکعب ولو وافق کتابنا وقال انه لاحاجة وکذا نهٰی عن مثله ابن مسعود و غیره من الصحابة". (انتهی).

دسویں دلیل: حدیث مرسل حسن کی ہے۔ "تفسیر ابن کثیر" میں ہے: "وقال ابن أبی حاتم حدثنا أبی حدثنا حمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد الله بن أبی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن أنس عن الحسن أنه قال فی قوله تعالٰی ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ یعنی وفاة المنام رفعه الله فی منامه. قال الحسن: قال رسول الله ﷺ للیهود: انّ عیسٰی لم یمُتْ وانّهٗ راجع الیکم قبل یوم القیٰمة.

ترجمہ: "کہا حسن نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسٰی علیہ السلام نہیں مرے اور بیشک وہ رجوع کرنیوالے ہیں تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے"۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے:

اوّل: یہ کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں۔ "تفسیر ابن کثیر" میں ہے: "وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن عُلَیّة حدثنا أبو رجاء عن الحسن: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ

مَوْتِهٖ﴾ قال: قبل موت عیسٰی. واللہ انہ لحیٌّ الآن عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون". (انتہی). پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل، حسن کے نزدیک قوی ہے، وإلاَّ قسم نہ کھاتے۔

دوم: ''تہذیب'' میں ہے:''وقال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ ﷺ وانک لم تدرکہ قال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انّی فی زمان کما تری وکان فی عمل الحجاج کل شیء سمعتنی أقول قال رسول اللہ ﷺ فھو عن علی ابن أبی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع أن أذکر علیا". (انتہی). اور''تہذیب'' میں ہے: "قال محمد ابن احمد بن محمد ابن ابی بکر المقدمی سمعت علی بن المدینی یقول مرسلات یحیی بن ابی کثیر شبہ الریح ومرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح اقل مایسقط منھا". (انتہی). ''خلاصہ'' میں ہے: "قال أبوزرعہ کل شیء قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ وجدت لہ أصلا ملیا خلا أربعۃ احادیث". (انتہی). ''جامع ترمذی'' کی کتاب العلل میں ہے: "حدثنا سوار بن عبد اللہ العنبری قال سمعت یحیٰی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ ﷺ الا وجدنا لہ اصلا الاّ حدیثا أوحدیثین". (انتہی).

سوم: یہ مرسل معتضد ہے ساتھ تین آثار ابن عباس کے۔ ایک بیان میں کیفیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کی۔ دوسرا تفسیر آیت کریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ میں۔ تیسرا تفسیر آیت کریمہ ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ﴾ میں، (کما تقدم)۔ اور ان

آثار میں سے دو کے رجال رجال صحیح ہیں اور ایک حکماً مرفوع ہے اور ایک کو بعض محدثین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے ساتھ اثر ابوہریرہ کے جو سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو سنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے ساتھ آیت کریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور دیگر آیات شریفہ کے جو اثبات حیات کے لئے بیان کی گئی ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔ ''الفیہ'' میں ہے: **''لکن اذا صح لنا مخرجه بمسند أو مرسل یخرجه من لیس یروی عن رجال الاول نقبله''.** سخاوی ''فتح المغیث'' میں لکھتے ہیں: **''وکذا یعتضد بما ذکر مع مذهب الشافعی کما سیأتی من موافقة قول بعض الصحابی أو فتوی عوام اهل العلم''.** پس اس مرسل کے قوی وقابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ **تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ.** یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے وقت سے لیکر اس زمانہ تک صحابہ وتابعین وتبع تابعین وفقہاء اہل حدیث وعامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ مع الجسد موجود ہیں، یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ اگرچہ اہل اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور یہی صحیح ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد اٹھالیا۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں۔ پس جو مذہب مرزا صاحب نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔ (الحق الصریح فی حیات المسیح مؤلفہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی)

اسکے بعد چند احادیث درج کی جاتی ہیں جن سے بالوضاحت حیاتِ مسیح ثابت ہے:

اثبات حیاتِ مسیح بالاحادیث

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ قال خروج عیسٰی علیہ السلام" (الحدیث) "رواہ الحاکم فی المستدرک قال الحاکم صحیح علی شرط شیخین".

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائیگا ساتھ اُسکی پہلے موت اُسکی کے۔ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی مراد نکلنا عیسٰی علیہ السلام کا ہے"۔ روایت کیا اسکو حاکم نے بیچ مستدرک کے اور کہا حاکم نے صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔

"وروی ابن جریر و ابن أبی حاتم عن الربیع قال انّ النّصارٰی اتوا النّبی ﷺ فخاصموا فی عیسٰی ابن مریم الٰی ان قال لھم النبی ﷺ أ لستم تعلمون انّ ربّنا حیٌّ لایموت وانّ عیسٰی علیہ السلام یأتی علیہ الفناء" (الحدیث)

ترجمہ: "روایت کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع سے کہا اس نے تحقیق نصاریٰ آئے حضرت ﷺ کے پاس پس جھگڑا کیا انہوں نے ساتھ حضرت ﷺ کے بیچ عیسٰی ابن مریم کے، یہاں تک کہ فرمایا انکو نبی ﷺ نے کیا نہیں تم جانتے کہ تحقیق ربّ ہمارا زندہ ہے اور تحقیق عیسٰی علیہ السلام آئے گی اس پر فنا"۔

"وعن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لقیت لیلۃ أسری بی ابراھیم و موسٰی و عیسٰی فتذاکروا أمر السّاعۃ فردّوا أمرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردّوا الأمر الی موسٰی فقال لا علم لی بھا

فردّوا الأمر الی عیسیٰ فقال أمّا وجبتها فلا یعلمها أحدٌ الاّ الله ذلک وفیما عهد الی ربّی عزّوجلّ أنّ الدّجال خارجٌ قال ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرّصاص فیهلکه الله اذا رآنی" (الحدیث). (رواه احمد وابن شیبة وسعید بن منصور والبیهقی وابن ماجه والحاکم ایضاً ولفظه فذکر خروج الدجال قال فانزل وقتله)

ترجمہ: ''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ملا میں معراج کی رات ابراہیمؑ کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ علیہم السلام کو، پس ذکر کیا انہوں نے قیامت کا، پس پھیرا اُس نے اپنا مسئلہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف، پس کہا اس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اسکے۔ پھر موڑا انہوں نے اپنا مسئلہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف پس کہا اُس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اسکے۔ پھر پھیرا انہوں نے اپنا کام عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پس کہا عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں جانتا اسے کوئی اللہ کے سوا۔ مگر جب دجال نکلے گا تو میرے ساتھ قتل کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں بعد نزول دجال کو قتل کروں گا''۔

اب ہم ذیل میں سلف صالحین کا مذہب لکھتے ہیں اور ہر ایک بزرگ کا بمعہ حوالہ کتاب تحریر کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو جائے کہ مرزائی بالکل جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور انکا آنا بروزی رنگ میں مرزا غلام احمد میں ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں امت میں سے ایک شخص بھی پیش نہیں کر سکتے جسکا یہ مذہب ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے انکا نزول اصالتاً نہ ہوگا اور انکے عوض کوئی ایک شخص امت محمدی میں نبوت و رسالت کاذبہ کا مدعی ہو کر مسیح موعود ہوگا اگر کسی صاحب مذہب کا یہ عقیدہ ہو تو مرزائی پیش کریں۔ پیش کنندہ کو ہم ایک سو روپیہ انعام دینگے۔

طبقہ صحابہ کرامؓ

۱...... حضرت عمرؓ (کنز العمال، جلد ۷، ص ۲۰۳): جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک

جماعت صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ کچھ علامتیں ابن صیاد میں دجال کی پائی گئیں تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اجازت فرماتے ہیں کہ میں اسکو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا قاتل عیسیٰ ابن مریم ہے تو اسکا قاتل نہیں۔ (رواہ احمد عن جابر)

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کبار کا بھی یہی مذہب تھا کہ دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول قتل کریں گے اور عیسیٰ بن مریم سے مراد مسیح ناصری رسول اللہ صاحب کتاب (انجیل) ہی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا مفہوم تھا۔ کیونکہ اگر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کا یہ مذہب ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو کر کشمیر میں مدفون ہیں تو آپ یہ نہ فرماتے کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے۔

دوم: حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کہ جنکی فراست اور تدین ایسا تھا کہ وحی الٰہی انکی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ سے یہ سنکر کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے خاموش رہنا کامل دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت عمرؓ کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بحالت حیات ہوا اور نزول بھی جسمانی ہوگا ورنہ حضرت عمرؓ عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ ایسا اعتقاد کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت تک زندہ رہیں گے شرک ہے، آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کا قاتل ہے جبکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور مدت دراز گزر چکی ہے۔

سوم: دوسری جماعت صحابۂ کرام کی خاموشی بھی اسی بات کو ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانا برحق تھا اور دجال کا قاتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کیا جس سے رفع جسمانی واصالتاً نزول ثابت ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام کی جماعت سے کوئی ایک تو عرض کرتا

کہ یارسول اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے اگر اب تک زندہ آسمان پر ہیں تو اس میں آپ کی ہتک ہے۔ مسیح ناصری نبی تو زندہ تا قیامت آسمان پر رہے اور حضور زمین پر ہیں اور یہ بھی آپ کی کسر شان ہے کہ اُس جتنی عمر بھی آپ کو نہ ملے۔ مگر کسی صحابی نے دم نہ مارا۔ اور فرمان نبوی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور ابن صیاد کو چھوڑ کر چلے آئے۔ جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا جو ہم مسلمانوں کا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نازل ہوں گے اور وہی سچے مسیح موعود ہوں گے۔ جھوٹے مسیح تو بہت آئے اور آتے رہیں گے جیسا کہ مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی پیشگوئی ہے۔

۲..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسد اللہ الغالب (کنز العمال، جلد ۷، ص ۲۶۷، حدیث نمبر ۲۹۹۸):

"اخرج ابن المنادی فی مسنده عن علی بن أبی طالب قال یقتله الله تعالٰی بالشام علی عقبة یقال لها عقبة رفیق لثلاث ساعات یمضین من النهار علی یدی عیسٰی ابن مریم" (کتاب الاشاعة، ص ۲۰۷)۔ یعنی دجال کو اللہ تعالیٰ قتل کرے گا عیسیٰ ابن مریم کے ہاتھ سے۔

۳..... اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (تجلی آسمانی، ج ۱، ص ۴۹): **"اخرج أحمد و ابن ابی شیبة عن عائشة قال فینزل عیسٰی فیقتل الدجال"**۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ ایک دوسری حدیث "منتخب کنز العمال، حاشیہ مسند امام احمد، جلد ۲، ص ۵۷" میں درج ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول خدا ﷺ سے عرض کی کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت فرمائیں کہ آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے میری قبر اور ابوبکر و عمر اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر کے کسی کی گنجائش نہیں"۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی

مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، مرے نہیں اور بعد نزول اصالتاً دجال کو قتل کریں گے پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔

۴…… حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (مشکوۃ، مترجم جلد۲، ص۱۲۷۔۱۲۸، باب نزول عیسیٰ بن مریم): **"عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن أن ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویقبض المال حتی لا یقبله احد وتکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول أبوهریرة رضی اللہ عنہ فاقرؤا إن شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ الآیة"**. ترجمہ: روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق اتریں گے تم میں عیسیٰ بیٹے مریم کے دراں حالیکہ حاکم عادل ہوں گے پس توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور بہت ہوگا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اسکو کوئی اور ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر ایک چیز سے جو دنیا میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر آمیں شک ہو تو پڑھو قرآن کی یہ آیت کہ: "نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر وہ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے مرنے عیسیٰ علیہ السلام کے اور ان پر عیسیٰ علیہ السلام دن قیامت کے گواہ ہوں گے"۔

(روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں انکا مذہب بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور اصالتاً نزول فرما کر دجال کو قتل کرینگے اور پھر فوت ہوں گے اور قرآن کی آیت سے تمسک کر کے فرمایا کہ "**قَبْلَ مَوْتِه**" سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۵…… عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ، مصری جلد۲، ص۲۶۸): "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم

السلام سے ملا اور قیامت کے متعلق ذکر کیا، پہلے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا! انہوں نے کہا کہ **”لاعِلم لِیْ“**۔ پھر یہ امر موسیٰ علیہ السلام کے حوالے کیا گیا، انہوں نے کہا کہ **”لاعِلم لِیْ“** پھر آخر میں یہ امر عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالا گیا، انہوں نے کہا کہ اصل علم تو خدا کے سوا کسی کو نہیں مگر میرے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میں نازل ہوں گا اور اسکو قتل کردوں گا...... (الخ)۔ اس حدیث سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب معلوم ہوا کہ وہ اصالتاً نزول عیسیٰ بن مریم ناصری کے قائل تھے۔

۶...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (بخل آسمانی، حصہ اول، ص۴۷): **”أخرج ابن أبی شیبة عن ابن عمر قال ینزل المسیح ابن مریم فاذا راہ الدجال ذاب کما یذوب الشحمة فیقتل الدجال“.**

۷...... عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (درمنثور، جلد۲، ص۲۴۵): **”أخرج البخاری فی تاریخه عن عبد الله ابن سلام رضی اللہ عنہ قال یدفن عیسٰی مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبرا رابعا“.** یعنی ”عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا دفن ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی“۔ اس حدیث سے بھی حیاتِ مسیح ثابت ہے کیونکہ اب تک قبر کی جگہ خالی ہے۔

۸...... عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تفسیر درمنثور، جلد۲، ص۳۶): **”أخرج ابن عساکر واسحق بن بشر وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قوله تعالیٰ عزّوجلّ ﴿یا عیسٰی اِنّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ قال اِنّی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان“.** یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب تھا کہ ”پہلے میں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہود کی ضرر رساں اور گندی صحبت سے پاک کرونگا اور پھر اخیر زمانہ میں بعد نزول وقتل دجال تم کو موت دوں گا“۔

اس جگہ مرزائی سخت دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''مُمِیتُکَ'' کے معنی کئے ہیں مگر آگے پیچھے کی عبارت ہضم کر جاتے ہیں۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب جو تقدیم و تاخیر کا ہے۔ اسکو چھپاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب ہے کہ ''اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے تم کو اٹھالونگا اور بعدِ نزول موت دونگا''۔ مگر مرزائی صرف ایک حصہ ''مُمِیتُکَ'' تو بیان کرتے ہیں اور دوسرا حصہ ''ثم مُتَوَفِّیکَ فی اخر الزمان'' کو ظاہر نہ کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وفات کے قائل تھے۔ حالانکہ وہ وفات بعدِ نزول فی آخر الزمان کے قائل ہیں۔ اس واسطے انہوں نے **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** کے معنی **رَفَعْتَنِیْ** کے کئے ہیں۔ یعنی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ جب تو نے مجھ کو آسمان پر اُٹھالیا تو تُو ہی انکا نگہبان تھا۔ ہم مفصل فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دربارۂ حیات مسیح علیہ السلام درج کرتے ہیں: **''اخبرنا ھشام بن محمد ابن السائب عن ابیه عن أبی صالح عن ابن عباس** رضی اللہ عنہما **قال کان بین موسیٰ ابن عمران وعیسیٰ ابن مریم الف سنة وتسعة مائة سنة فلم تکن بینهما فترة وان عیسیٰ** علیہ السلام **حین رُفع کان ابن اثنین وثلاثین سنة اشهر و کانت نبوته ثلاثون شهرا وان الله رفعهٗ بجسده وانّه حیٌّ الآن وسیرجع الی الدّنیا فیکون فیها ملکا ثم یموت کما یموت الناس''**. (طبقات کبریٰ، جلد اول، ص۲۶)

یعنی ''خبر دی ہم کو ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے باپ صالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ درمیان حضرت موسیٰ بیٹے عمران اور حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے ایک ہزار نو سو برس اور چھ ماہ کے کوئی خالی زمانہ نبوت سے نہیں رہا اور تحقیق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے اُنکی عمر ۳۲ برس کی تھی اور انکی نبوت کا زمانہ تیس

مہینہ کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا حضرت عیسیٰ کو ساتھ جسم کے درانحالیکہ وہ زندہ تھے اور تحقیق وہ جلد آنے والے ہیں دنیا میں اور ہوں گے بادشاہ پھر مریں گے جس طرح کہ مرتے ہیں لوگ۔ (صفحہ ۲۶، طبقات الکبریٰ، جلد اول)

اس روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے:

اوّل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا جس سے مرزا جی کا رفع روحانی ڈھکوسلا باطل ہوا۔

دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں ہوا۔ جس سے فسانہ قبر کشمیر، ایجاد کردہ مرزا صاحب باطل ہوا۔

سوم: زندہ اٹھایا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثابت ہوا۔ کیونکہ "حیٌّ" کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں زندہ اٹھائے گئے۔ جس سے وفاتِ مسیح کا مسئلہ جو کہ مرزا صاحب کی مسیحیت و مہدیت کی بنیاد ہے غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "مسیح زندہ بجسدِ عنصری اٹھایا گیا"۔

چہارم: "فسیرجع الی الدنیا" سے ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر اُٹھائے گئے تھے وہی اصالتاً واپس آئیں گے۔ کیونکہ "یرجع" کا لفظ بتا رہا ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ واپس آئیں گے۔

پنجم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً آنا اور بادشاہ حاکم عادل ہو کر آنا ثابت ہوا جیسا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جزیہ معاف کر دیں گے اور جزیہ وہی معاف کر سکتا ہے جو بادشاہ ہو۔

ششم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تا نزول زندہ رہنا ثابت ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کی تعریف مرزا صاحب نے خود کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی اور چچازاد بھائی تھے اور حضور علیہ السلام نے انکے حق میں قرآن فہمی کی دعا کی تھی۔ پس حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے جب صاف صاف فرمایا کہ "ثم یموت کما یموت الناس" یعنی "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے جس طرح اور لوگ فوت ہوتے ہیں"۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے نبیوں اور رسولوں اور انسانوں کی طرح فوت ہو گئے اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ "مُمِیتُکَ" کے معنی جو مارنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کئے ان کا مطلب یہ تھا کہ مسیح بعد نزول طبعی موت سے مریں گے اور "مُمِیتُکَ" وعدہ ہے کہ اے عیسیٰ نہ تم صلیب دیئے جاؤ گے اور نہ یہود کا ہاتھ تم تک پہنچے گا اور نہ کوئی عذاب تم کو یہود دے سکیں گے۔ اس میں صرف تقدیم وتاخیر ہے یعنی پہلے تیرا رفع کروں گا اور یہود کی صحبت گندی اور تکلیف رساں سے پاک کردوں گا اور تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر غالب کروں گا۔ اس تقدیم وتاخیر کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "مُمِیتُکَ" معنی کئے۔ کہا جاتا ہے کہ تقدیم وتاخیر کلام الٰہی میں نہیں ہوسکتی اور مرزا جی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی خفا ہو گئے اور اپنا مطلب فوت ہوتا دیکھ کر (نعوذ باللہ) انکو بھی گالیاں دینے لگے اور الحاد وکفر ویہودیت ولعنت کے مورد وغیرہ الفاظ انکے حق میں استعمال کئے۔ (دیکھو ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صاحب جس کا ذکر آگے آئیگا)۔ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب نہیں، بلکہ تقدیم وتاخیر کے اور بزرگان دین بھی معتقد ہیں جن سب کے حق میں مرزا جی نے بدزبانی کر کے اپنی دینداری اور خانگی نبوت کا ثبوت دیا ہے۔

مفصلہ ذیل بزرگانِ دین بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیساتھ تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں:

اوّل: "تفسیر درمنثور، جلد دوم، ص ۳۶": **"اخرج ابن عساکر واسحق ابن بشیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ: ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ قال رافعک الی ثم متوفیک فی اخر الزمان"**۔ یعنی "اے عیسیٰ پہلے تجھ کو اپنی طرف

اٹھالونگا اور پھر تجھ کو آخر زمانہ میں فوت کرونگا''۔

دوم: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ''تفسیر اتقان (اردو) جلد۲، ص۲۲'' مروی ہے کہ: ''**اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ** میں تقدیم وتاخیر ہے''۔ ایسا ہی تفسیر ابن کثیر جلد۲، ص۲۲۹ میں ہے۔

سوم: حضرت ضحاک تابعی، ''تفسیر معالم التنزیل، جلداول، ص۱۶۲۔۱۶۳'': ''**قال الضّحاک وجماعة انّ فی هذه الآیة تقدیما وتاخیرًا**''. یعنی اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔

چهارم: الفراء ''فتح القدیر قلمی، جلد۱: ''**قال الفراء انّ فی الکلام تقدیمًا وتاخیرًا تقدیره ﴿اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ متوفیک بعد انزالک**'' یعنی ''پہلے تجھے اٹھاؤں گا اور پاک کروں گا سے اور بعد نازل ہوئے تیرے کے تجھ کو ماروں گا''۔

پنجم: ''جلالین، ص۵۰'': ''**وفی البخاری قال ابن عباس ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ مُمِیْتُکَ بعد انزالک من السمآء فی آخر الزمان**''. یعنی ''اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے مارنیوالا ہوں بعد نزول کے آسمان سے آخر زمانہ میں۔ پس یہ وعدہ ہے وفات کا نہ کہ وقوعہ وفات کا''۔

ششم: ''مجمع البحار، جلد۳، ص۴۵۴'': ''**﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ علی التقدیم والتاخیر**''. یعنی مصنف مجمع البحار کے نزدیک بھی تقدیم وتاخیر ہے۔

هفتم: ''تفسیر تنویر المقیاس'' بحاشیہ درمنثور، جلداول، صفحات ۱۷۷ و ۱۷۸۔ ''**مقدم وموخر یقول انّی رافعک الیّ ثم متوفیک قابضک بعد النزول**''. یعنی ''پہلے تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤنگا اور بعد میں تجھ کو زمین پر اتاروں گا پھر قبض کروں گا''۔

ھشتم: ''تفسیر مدارک، جلد اول، ص۱۲۳'': **''ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السّمآء''**. یعنی ''تجھے مارنے والا ہوں آسمان سے نازل ہونے کے بعد''۔

نہم: ''تفسیر کبیر، جلد۲، ص۴۶۵'': **''لاتقضی بالترتیب فلم یبق الاّ اَنْ یقول فیھا تقدیم وتاخیرہ والمعنی: انّی رافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالی ایّاک فی الدنیا''**. یعنی ''ترتیب الفاظ باقی نہ رہی بلکہ تقدیم وتاخیر ہوگئی اور معنی یوں ہوئے کہ میں تجھ کو (عیسٰی) اٹھانیوالا ہوں طرف اپنی اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو کفار سے اور پھر تجھ کو دنیا میں اُتار کر فوت کرنیوالا ہوں''۔

دھم: ''تفسیر خازن، جلد اول، ص۲۴۹'': **''انّ فی الآیۃ تقدیما وتاخیرا. تقدیر: وانّی رافعک الیّ ومطھّرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالک الی الأرض''**. یعنی ''آسمان سے زمین پر نازل کرنے کے بعد تجھ کو وفات دوں گا''۔

ناظرین! حوالے تو بہت ہیں مگر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ایماندار طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے واسطے ہزار حوالہ بھی کافی نہیں۔ غرض سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے بعد حضرت خلاصۂ موجودات افضل الرسل محمد رسول اللہ ﷺ **''ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری''** ...... (الخ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسٰی ابن مریم زمین کی طرف پس نکاح کریگا اور اولاد ہوگی اسکی اور جیتا رہے گا پینتالیس برس پھر مرے گا۔ پس دفن کیا جائے گا میرے مقبرہ میں میرے ساتھ''۔

(رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا کذا فی المشکوٰۃ)

آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے بعبارۃ النص ثابت ہے کہ ''حضرت عیسٰی

علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخیر زمانہ میں نازل ہوں گے، نکاح کرینگے اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے"۔ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں فوت ہوئے تو ثابت۔ بلکہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر بزرگان دین کو ناحق گالیاں دیں اور برا کہا۔

اب ہم ذیل میں قرآن شریف کی آیات درج کرتے ہیں تاکہ مرزائی صاحبان خوفِ خدا کریں اور مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو جو خلاف قرآن کریم ہے تسلیم نہ کریں:

پہلی آیت: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً﴾ (النساء)۔ کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ اس آیت میں ترتیب ہے اور داؤد علیہ السلام جو سب سے بعد مذکور ہوئے میں انکو زبور تورات اور انجیل کے بعد دی گئی اور داؤد علیہ السلام پہلے تھے۔

دوسری آیت: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ○ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ﴾ (سورۂ ص، پارہ ۲۳، آیت ۱۲،۱۳)۔ اس میں قوم نوح کے بعد عاد و ثمود ہوئے انکے بعد اصحاب ایکہ پھر قوم لوط اور بعد اسکے فرعون ذوالاوتاد ہوا۔ اس آیت میں بھی ترتیب نہیں۔

تیسری آیت: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ (سورۂ ق، پارہ ۲۶)۔ اس آیت میں بھی ترتیب نہیں کیونکہ زمین پہلے بنی اور آسمان بعد میں بنا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۹)۔

ناظرین! چونکہ اختصار منظور ہے لہٰذا انہی تین آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ اور بہت

سی آیات ہیں جن میں تقدیم وتاخیر موجود ہے۔ یہ مرزائیوں کی محض خودغرضی ہے کہ آیت ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اِلَیَّ﴾ میں تقدیم وتاخیر نہیں مانتے۔ مگر جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آدھے قول کو تو مانا جاتا ہے یعنی ''مُمِیْتُکَ'' جو انہوں نے کہا ہے وہ تو درست ہے اور جو وہ تقدیم وتاخیر کہتے ہیں یہ غلط ہے! کیوں صاحب ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ کے یہی معنی نہیں تو اور کیا ہیں؟

مگر افسوس! مرزائی صاحبان کو یہ سمجھ نہیں کہ جو مذہب انہوں نے اختیار کیا ہے۔ اس میں بھی تو ترتیب نہیں۔ کیونکہ تطہیر پہلے ہوا اور رفع اسکے ۸۷ برس بعد کشمیر میں ہوا۔

دوم: غلبہ عیسائیوں کا پہلے ہوا اور تطہیر حضرت محمد ﷺ کے وقت چھ سو برس بعد ہوئی۔ چنانچہ مرزا صاحب قبول کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی گواہی سے تطہیر ہوئی۔

(دیکھو مسیح ہندوستان میں، ص۵۹، مصنفہ مرزا صاحب)

پھر مرزا صاحب اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کے ص۵۲ پر لکھتے ہیں:

''اور ''مُطَهِّرُکَ'' کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کریگا اور وہ زمانہ یہی ہے''۔ مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ تطہیر ۱۹ سو برس کے بعد ہوئی اور رفع بقول مرزا صاحب واقعہ صلیب کے ۸۷ برس بعد ہوا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کی تطہیر کا وعدہ پہلے تھا اور عیسائیوں کا غالب آنا بعد میں تھا اور اب بقول مرزا صاحب عیسائیوں کو غلبہ پہلے ہوا اور تطہیر بعد میں مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوئی۔

مرزا صاحب اپنی کتاب ''راز حقیقت'' کے حاشیہ ص۳ میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالیٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گذاری''۔ جب ۳۳ برس کی عمر میں واقعہ صلیب پیش آیا اور بقول مرزا صاحب حضرت

مسیح نے صلیب سے نجات پا کر بفضلہ تعالیٰ یہودیوں کے پنجہ سے نجات پائی اور ان کی گندی اور تکلیف رساں صحبت سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو پاک کیا تو یہ تطہیر پہلے ہوئی۔ کیونکہ صاف لکھا ہے کہ ﴿مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ یعنی ''اے عیسیٰ میں تم کو تمہارے منکروں کی تکلیفوں اور شرارتوں سے پاک کروں گا''۔ جب صلیب سے بچالیا اور کشمیر کی طرف خدا تعالیٰ مسیح کو لے آیا اور بقول مرزا جی امن کی جگہ ٹیلے پر کشمیر میں جگہ دی تو یہ تطہیر پہلے ہوئی اور ''**توفی**'' کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا یعنی پہلے ''**توفی**'' کا وعدہ تھا۔ گویا بقول مرزا صاحب ''پہلے مسیح کی موت ہونی تھی اور پھر رفع ہونا تھا اور پھر تطہیر ہونی تھی''۔ مگر ہوا اسکا الٹ کہ پہلے بذریعہ صلیب عذاب دیئے گئے اور کوڑے پٹوائے گئے۔ منہ پر تھوکا گیا لمبے لمبے کیل اس کے اعضاء میں ٹھونکے گئے جس سے خون جاری ہوا۔ مگر بقول مرزا صاحب کے خدا کا فضل شامل حال رہا اور جان نہ نکلی اور خدا تعالیٰ نے اسکو یہودیوں کی صحبت سے نکال لیا اور تطہیر کر کے کشمیر لے گیا تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ''**توفی**'' یعنی وفات کا وعدہ ابھی پورا نہ کیا اور نہ دوسرا وعدہ رفع کا پورا کیا۔ مگر تیسرا وعدہ تطہیر کا پہلے پورا کر دیا کیونکہ بقول مرزا صاحب ''مسیح ۸۷ برس کشمیر میں زندہ رہا'' تو ثابت ہوا کہ تطہیر ۸۷ برس پہلے رفع اور وفات کے ہوئی۔ پس اس سے ترتیب قائم نہ رہی پھر چوتھا وعدہ تھا کہ تیرے منکروں پر تیرے ماننے والوں کو غالب کروں گا۔ یہ وعدہ واقعہ صلیب کے تین سو برس بعد پورا ہوا یعنی عیسائی یہودیوں پر غالب آئے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بحوالہ ڈریپر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کے بعد ۲۰۵ء میں سلطنت قائم ہوگئی۔ حالانکہ یہ وعدہ تطہیر کے بعد پورا ہونا تھا مگر مرزا صاحب خود مانتے کہ تطہیر کا زمانہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے یا مرزا صاحب کا زمانہ؟ اب کوئی مرزائی بتادے کہ ترتیب کہاں گئی اور مرزا صاحب کے معانی و تشریح کس طرح درست ہوئی۔ اس سے بھی تقدیم و تاخیر ثابت ہوئی تو کیا مرزا

صاحب اور مرزائی بھی اسی خطاب کے مستحق ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر سلف صالحین کو دیئے گئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''حال کے متعصب ملاں جن کو یہودیوں کی طرز پر ''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ'' کی ہے''۔ آگے لکھتے ہیں: ''جنہوں نے بے حیائی اور شوخی کی راہ سے ایسی تحریف کی ہے اور شبہ نہیں کہ ایسی کاروائی سراسر الحاد اور صریح بے ایمانی میں داخل ہوگئی...... (الخ)'' (ازالہ اوہام، حصہ دوم، ص۹۲۲،۹۲۴، مصنفہ مرزا صاحب)

برادرانِ اسلام! مرزا صاحب کی یہ بدزبانی اور گالی کس کے حق میں ہیں جو تقدیم و تاخیر کا قائل ہو اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور صحابی تھے۔ یہ مرزا صاحب کا ناپاک جھوٹ ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے لکھا ہے کہ'' حال کے متعصب ملاں تقدیم و تاخیر کرتے ہیں''۔ حالانکہ حال کے ملاں نہیں، بلکہ صحابہ کرام و تابعین کے طبقہ کے حضرات ہیں جن کے نام نامی اوپر درج ہوئے اور یہ وہی حضرات مفسرین ہیں جن کا سہارا مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے لیکر تعریف کرتے ہیں۔

سنو! انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا لکھتے ہیں: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی دعا بھی ہے۔ (ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۲۴۷)

یہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف اس وقت کی جبکہ انہوں نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی ''مُمِیْتُکَ'' کے کئے۔

مگر جب اسی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور یہ وعدہ وفات کا بعد نزول ظہور میں آئیگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اصالتاً ان کا نزول اسی

جسم سے ہوگا جسکے ساتھ وہ آسمان پر گئے تھے۔تو وہی مرزا صاحب ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ، قتادہ وضحاک وابواللیث سمرقندی ودیگر مفسرین وصحابہ کرام واولیاء عظام جو کہ حیاتِ مسیح واصالتاً نزول عیسیٰ علیہ السلام وتقدیم وتاخیر کے قائل ہیں سب کو ملحد و یہودی کہتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔''یہ ہے مرزا صاحب اور مرزائیوں کا ایمان''۔

جس طرح ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً نزول ہوگا مرزائیوں میں سے بھی کوئی مرزائی سلف صالحین میں سے کسی ایک کا نام بتائیں جو اصالتاً نزول کا منکر اور بروزی بروز کا معتقد ہو۔ ورنہ محال عقلی اور فلسفی دلائل سے تو قیامت کا ہونا اور مردوں کا قبروں سے نکلنا جو خاک ہوگئے ہیں، محال عقلی ہے۔کیا مرزائیوں کو قیامت سے بھی انکار ہے۔ کیونکہ وہ بھی محالات عقلی میں سے ہے۔ جیسا کہ حیاتِ مسیح محال عقلی ہے۔

۹.....عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ (کنز العمال، جلد۷، ص۱۹۹، حدیث نمبر۲۰۹۳): **''اخرج الطبرانی عن عبد الله بن مغفل قال ینزل عیسٰی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته امامًا مهدیا وحکما عدلا فیقتل الدجّال''** یعنی''حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور امام و حاکم عادل ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مصدق ہوں گے''۔

۱۰.....عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ (بجلی آسمانی، ج۱، ص۴۲): حدیث بہت طول ہے دجال کے قصہ میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ **''فیصلی امیر المؤمنین بالناس ویصلی عیسٰی خلفهٗ''**.

۱۱.....ابی سعید رضی اللہ عنہ (بجلی آسمانی، ج۱، ص۴۱): **''اخرج أبو نعیم فی الحلیة عن أبی سعید**

قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیر المھدی تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض آمرًا"۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ ہوں گے اور امام مہدی الگ ہونگے اور مرزائیوں اور مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔

۱۲......امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ، باب قتل الدجال وخروج عیسیٰ، ج ۲ ص ۲۹۷۔ اور کنز العمال ص ۷، ص ۱۹۲): ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے اور مسلمانوں کا امام انکو کہے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیں مگر وہ مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ یہ ہے خلاصہ حدیث کا۔

۱۳......نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ (مسلم، ج ۲ ص ۴۰۲۔ ابن ماجہ، ج ۲ ص ۲۲۵) "**قال قال رسول اللہ ﷺ فیبعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق**"۔ یعنی "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق کے شرقی منارہ پر اتریں گے"۔ مرزا صاحب نے قادیان میں منارہ بنا کر جیسے خود بروزی ونقلی عیسیٰ بنے ویسا ہی بروزی ونقلی منارہ بھی بنایا۔ مگر چونکہ یہ بناوٹ انسانی تھی مرزا صاحب نازل پہلے ہو پڑے اور منارہ بعد میں تعمیر ہونا شروع ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تھا کہ دمشق کے شرقی منارہ پر نازل ہوں گے۔ اب یہ کہنا کہ قادیان میں مرزا صاحب پیدا ہوئے اور بعد میں جو منارہ بنایا گیا یہی منارۂ دمشق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ شرقی منارہ کے لفظ سے ثابت ہے چاروں مناروں سے جو شرقی منارہ ہے، اس پر حضرت مسیح کا نزول ہوگا۔ مگر تابعدار رسول اللہ ﷺ ہونے کے مدعی کہتے ہیں کہ "نہیں، رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) سمجھ نہ تھی، اصل مراد یہ تھی کہ قادیان جو دمشق کے شرق کی طرف

ہے اسمیں مسیح پیدا ہوگا''۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت نہیں تو کیا ہے؟ اللہ انکی حالت پر رحم کرے۔

۱۳.....جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (ج۱،ص۱۲۸۔ و کنز العمال، ج۷،ص۲۰۲): **''عن جابر بن عبداللّٰه عن النّبی ﷺ قال: ینزل عیسٰی ابن مریم فیقول أمیرهم: تعال صل لنا فیقول: لا انّ بعضکم علی بعض أمیر تکرمة اللّٰه لهذه الأمة''.**

یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں تو وہ فرمائینگے کہ نہیں تم سب ایک دوسرے کے امیر ہو، اس امت کی بزرگی کے لئے''۔

۱۴.....حذیفہ بن سعید الغفاری رضی اللہ عنہ (مسلم، ج۲،ص۳۹۳ اور کنز العمال، ج۷،ص۱۵۸): **''عن حذیفة بن سعید الغفاری قال اطّلع النّبی علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذاکرون؟ قالوا نذکر السّاعة قال انّها لن تقوم حتی ترونَ قبلها عشر آیات. فذکر الدُّخان والدّجّال والدّابة وطلوعَ الشّمس من مَغرِبها ونزولَ عیسٰی ابن مریم''.** یعنی ''ہم قیامت کے بارے میں ذکر کررہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ظاہر ہوئے اور پوچھا کیا ذکر کررہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ قیامت کا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی جب تک یہ دس نشان نہ دیکھو اور ذکر کیا دھواں، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکلنا اور اترنا عیسیٰ علیہ السلام کا......(الخ)۔ اس حدیث سے پورا پورا اجماع، امت کا ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم قیامت کا ذکر کررہے تھے۔ گویا بہت سے صحابی جمع تھے اور سب کا یہی مذہب تھا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً ہوگا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے کہ یارسول اللہ! عیسیٰ تو مرچکے ہیں وہ کس طرح آسکتے ہیں؟ حضرت ﷺ نے جو دس نشان قیامت کے

فرمائے سب کے سب خلاف قانون قدرت ومحالاتِ عقلی میں سے ہیں۔

کیا سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع کرنا محال عقلی نہیں؟ کیا دابۃ الارض نکلنا محالِ عقلی نہیں؟ کیا دھواں کا آسمان پر ظاہر ہونا محال عقلی نہیں؟ کیا دجال کا نکلنا اور اسکی صفات علامات سب محال عقلی نہیں؟ جب ہم سب مسلمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا مخبر یقین کرتے ہیں اور خود قیامت کے آنے کو بھی برحق سمجھتے ہیں جو بجائے خود محالات عقلی سے ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں صرف اس بنا پر کہ وہ محالاتِ عقلی سے ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ انسان آسمان پر جائے اور پھر اترے لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ کو محالات عقلی پر قادر سمجھتے ہیں اور دوسری علامات قیامت کو برحق جانتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ہم کو کیوں اعتراض ہے؟ کیا صرف اس واسطے کہ اس سے مرزا صاحب کے دعویٰ کا بطلان ہوتا ہے؟ مرزا صاحب کا ایک دعویٰ نہیں ہزار اور لاکھ دعوے ہوں، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے برخلاف ہیں، تو ہم انکو باطل سمجھیں گے اور فرمانِ آنحضرت ﷺ کو سچا سمجھیں گے اور مرزا صاحب کو جھوٹا مفتری اور کذاب۔ کیونکہ کسی مسلمان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرزا جی کو تو سچا سمجھے اور آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوگا۔ سورج مغرب سے نکلے گا۔ دابۃ الارض اور دجال ظاہر ہوں گے، تب قیامت آئیگی۔ مگر مرزا صاحب کہیں کہ نہیں مغرب سے آفتاب کے نکلنے سے اسلام کا مغرب سے ظاہر ہونا۔ دابۃ الارض علماء ہیں اور دجال پادریوں کی قوم ہے اور عیسیٰ ابن مریم میں ہوں، تو کون عقل کا اندھا تسلیم کر کے جہنم کی آگ اپنے لئے تجویز کر سکتا ہے کیونکہ یہ تاویلات بالکل غلط ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت پادری بھی تھے اور علمائے اسلام بھی تھے۔ اسلام بھی مکہ اور مدینہ کی مغرب کی جانب ظاہر ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ تاویل نہ فرمائی۔ اب جو مرزا صاحب تاویلات

تراشیں تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہوں گے اور مخالف نبی کا جہنمی ہے۔ مسلمانوں کو فلسفی دلائل سے کیا کام اگر فلسفی دلائل سے ڈر کر نزول عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے تو کل جملہ مسلمات دین اور قیامت سے انکار ہوگا اور محالات عقلی کے اعتراضات ہم کو دہریت اور الحاد کی طرف لیجائیں گے۔ خداتعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ (آمین)

۱۶..... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): **"وعصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم".**

۱۷..... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): **"ینزل عیسیٰ ابن مریم عند المنارة البیضاء دمشق".**

۱۸..... حضرت کیسان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۳): **"ینزل عیسیٰ ابن مریم عند المنارة البیضاء دمشق".**

۱۹..... حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ (حجج الکرامۃ، ج۲، ص۴۷): **"اخرج حکیم ابو عبد الله الترمذی فی نوادر الاصول عن عبدالرحمن بن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ والذی بعثنی بالحق لیجدن ابن مریم فی امتی خلفاء من حواریه".** یعنی ''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا کہ ابن مریم میرے خلفاء میں سے ہوگا''۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اس قسمیہ بیان کے مقابل مرزا صاحب کا الٹا منطق غلط ہے کہ امتی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے نبی اللہ و رسول اللہ ہوگا۔ مطلب صاف ہے کہ رسول امتی محمد رسول اللہ ﷺ ہوگا نہ کہ ایک جھوٹا مدعی نبوت امت محمدی میں سے عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ہوگا۔ یہ کسی زبان کا محاورہ نہیں۔ آنے والے کی جب تمیزی صفات بیان کی جائیں تو وہ تمیزی صفات کوئی اپنے اوپر چسپاں کر کے مدعی بن بیٹھے۔ جب کہا جائے کہ

ڈاکٹر رحیم خان دہلی میں آئینگے تو اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے کہ رحیم خان دہلی میں پہلے آئیگا اور بعد میں مدعی ہوگا کہ چونکہ آنیوالا ڈاکٹر ہے اس لئے میں ڈاکٹر ہوں۔ ڈاکٹر تو اسکی صفت ہے جو اسکی ذات کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی آنیوالا ابن مریم نبی اللہ ورسول اللہ وروح اللہ ہے۔ ایک امتی کبھی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ آنیوالا نبی اللہ اور رسول اللہ وروح اللہ ہے اسلئے میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی نبی اللہ ورسول اللہ وروح اللہ ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قسمیہ بیان کے مقابل مرزا صاحب کا امتی ہوکر رسول اللہ ونبی اللہ بننا باطل ہے۔

۲۰......حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ (حجج الکرامۃ، ج۱، ص۳۲۶): **"أخرج البزار والطبرانی عن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقا لمحمد وعلی ملته فیقتل الدجّال ثم انما ھو قیام السّاعة"**. یعنی "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نازل ہوگا اور محمد ﷺ کی تصدیق کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا، پھر قیامت ہوگی۔

۲۱......مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ (ترمذی ترجمہ اردو، ج۲، ص۱۲۱ وکنز العمال، ج۷، ص۲۰۲، مرقاۃ، ج۵، ص۱۹۸):

"عن مجمع ابن جاریة الانصاری قال سمعت النّبی یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ".

۲۲......حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۱۸۶): **"أخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی معاجمه عن واثلة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتقوم السّاعة حتی تکون عشر ایات خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب والدجّال ونزول عیسیٰ ویاجوج وماجوج"**.

۲۳......حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۱۸۵): **"أخرج ابن جریر عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول اللہ ﷺ ان اوّل الأیات الدجّال ونزول**

عیسٰی علیہ السلام"۔

۲۴...... انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۶، ص۱۲۶): "أخرج الدیلمی عن أنس رضی اللہ عنہ قال کان طعام عیسٰی علیہ السلام الباقلاء حتی رفع ولم یاکل عیسٰی علیہ السلام شیئا غیرته النار حتی رفع"۔

۲۵...... ابی شریحہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۱۸۵): "اخرج ابن عساکر والطبرانی والبغوی عن أبی شریحة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عشر یدی السّاعة خسف بالمغرب وخسف بالمشرق وخسف بجزیرة العرب والدخان ونزول عیسٰی ابن مریم"۔

۲۶...... عروۃ ابن رویم رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): "أخرج الحکیم عن عروة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم خیر هذه الأمّة أوّلها وآخرها أوّلها فیهم رسول الله وآخرها فیهم عیسٰی ابن مریم علیہ السلام"۔

۲۷...... یحیٰی ابن عبدالرحمٰن الثقفی رضی اللہ عنہ (درمنثور، ج۲، ص۲۵): "أخرج ابن أبی حاتم عن یحیٰی ابن عبد الرحمن الثقفی قال انّ عیسٰی علیہ السلام کان سائحا ولذلک سمّی المسیح کان یمسی بأرض ویصبح باخری وانّه لم یتزوج حتی رفع"۔

۲۸...... حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ ۲، ص۱۲): "أخرج البیهقی عنه انّ الله تعالٰی رفع عیسٰی علیہ السلام فی السّمآء"۔ مرزائی کہا کرتے ہیں آسمان کا لفظ دکھاؤ۔ اس حدیث میں آسمان کا لفظ بھی ہے۔

۲۹...... حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (درمنثور۵، ص۳۴۴): "أخرج ابن أبی شیبة عن سفینة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فینزل عیسٰی علیہ السلام فیقتله (أی الدّجّال) الله عند عقبة أفیق"۔

حضرات تابعین رحمہم اللہ

۳۰……محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ (در منثور ج۲ص۲۴۱) اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ عن محمد بن علی بن ابی طالب هو ابن الحنیفة: انّ عیسیٰ لم یمت وانّهٗ رفع الی السّمآء وهو نازل قبل انْ تقوم السّاعة……(الخ). یعنی عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے طرف آسمان کی اور وہی اتریںگے قیامت سے پہلے“۔

لو حکیم صاحب! یہ تو حضرات تابعین میں سے ہیں جو حیات مسیح کے قائل ہیں اور وفات مسیح کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہی عیسیٰ نبی ناصری اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

۳۱……امام اعظم نعمان بن ثابت، یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (فقہ اکبر ص۱۶): ”خروج الدجّال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السمآء وسائر علامات یوم القیٰمة علی ما وردت به الأخبار الصحیحة حق کائن“.

یہ امام صاحب اس قدر صاحب فراست وفضیلت ہیں کہ مرزا صاحب انکے حق میں لکھتے ہیں:

”امام اعظم اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم وفراست میں آئمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل اور اعلیٰ تھے اور انکی خداداد قوت اور قدرت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت وعدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور انکی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک دستگاہ تھی“۔ (دیکھو ”ازالہ اوہام“ جلد دوم، ص۵۳۰۔۵۳۱)

لیجئے حکیم صاحب آپ کے مرشد مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ

اللہ علیہ فہم وفراست میں دوسرے تین اماموں سے افضل واعلیٰ تھے۔ جب ایک بات کو اعلیٰ شخص مان لے تو یقین ہوسکتا ہے کہ دوسرے تین امام بھی اسی مذہب پر تھے۔ کیونکہ اعلیٰ شخص مان گیا تو ادنیٰ ضرور مانیں گے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں امام اس اعتقاد پر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے۔ اور سورج بھی واقعی ان دنوں مغرب کی طرف سے نکلے گے، وغیرہ وغیرہ۔

۳۲...... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۳۱۸): ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یہ عیسیٰ ابن مریم کا قبل روزِ قیامت نکلنا ہے''۔

۳۳...... امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ صاحب امام مالک اور امام محمد رحمہما اللہ کے شاگرد تھے جو کہ شاگرد تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔ جن کا مذہب اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ کل اماموں کا یہی مذہب تھا جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، ورنہ اختلاف نہ کرنا دلیل موافقت کی ہے۔

۳۴...... امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (فتح الباری ج ۱۳، ص ۲۸۱، درمنثور ج ۲، ص ۲۴۱): ''**اخرج ابن جریر عن الحسن ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ علیہ السلام واللہ اِنّه الآن حیٌّ عند اللہ، ولکن اِذا نزل آمنوا به أجمعون**''.

اس سے حیات مسیح ثابت ہے۔

۳۵...... کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۴۵۳): **اخرج ابونعیم فی الحلیته عن کعب الاحبار: فیرجع إمام المسلمین المهدی فیقول عیسیٰ ابن مریم تقدم.** اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ اور مہدی الگ الگ دو شخص ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

۳۶...... ربیع ابن انس رحمۃ اللہ علیہ (درمنثور ج ۲، ص ۳۔ کبیر ج ۲، ص ۴۹۳۔ ابی السعود ج ۲، ص ۵۸): **اخرج ابن**

جریر و ابن ابی حاتم عن الربیع قال: انّ النصاری أتوا النّبی فخاصموا فی عیسیٰ ابن مریم أن قال لهم النّبی ألستم تعلمون انّ ربنا حیٌّ لا یموت و انّ عیسیٰ یاتی علیه الفناء؟ یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس نصاری آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بحث ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ زندہ اور لایموت ہے، یعنی اللہ کو موت نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بزرگ بھی حیات مسیح کے بموجب اس حدیث کے قائل تھے، ورنہ رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت "مات" فرماتے "یاتی علیه الفناء" نہ فرماتے، کیونکہ "یاتی علیه الفناء" سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں، بعد نزول ان پر فنا وارد ہوگی۔

۳۷..... حریث بن مخشی رضی اللہ عنہ (درمنثور، ص۳۶): اخرج حاکم فی المستدرک عن الحریث ابن مخشی قال ولیلة اسری بعیسیٰ یعنی رفع الی السماء. یہاں بھی آسمان کا لفظ مذکور ہے۔

۳۸..... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (درمنثور، ۲۳۸): اخرج ابن جریر ومنع الله نبیه و رفعه الیه.

۳۹..... حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ (درمنثور): اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن مجاهد فی قوله تعالیٰ ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ قال: صلبوا رجلاً غیر عیسیٰ ورفع الله الیه عیسیٰ حیًّا. یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے اور ان کا غیر صلیب دیا گیا۔

۴۰..... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن، ۳۱۔۳۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۱..... حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن، ۳۱۔۳۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۲......ابو مالک رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن ۴۱۔۴۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۳......ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن ۴۱۔۴۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۴......وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ (درمنثور ۱ ص ۳۶): **اخرج ابن عساکر وحاکم عن وهب ابن منبة قال امات الله عیسیٰ ثلاث ساعات ثم أحیاه ورفعه.** یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین ساعت تک مارے رکھا، پھر زندہ کیا اور پھر اسکو اٹھالیا۔ یہ تفسیر اناجیل مروّجہ کے مطابق ہے۔

۴۵......عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ عنہ (تفسیر فتوحات الٰہیہ ۱، ص ۵۳۵): **قال عطاء اذا نزل عیسیٰ الی الأرض لایبقٰی یهودی ولا نصاریٰ الّا آمن بعیسیٰ.** یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو کوئی یہودی اور نصاریٰ نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ اس سے بھی آسمان سے اترنا ظاہر ہے، بلکہ **نزل عیسیٰ الی الأرض** لکھا ہے۔

۴۶......امام جعفر رضی اللہ عنہ۔

۴۷......امام باقر رضی اللہ عنہ۔

۴۸......امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔

۴۹......امام حسن رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ المصابیح ۲، ص ۲۰۷): **اخرج رزین عن جعفر الصادق عن أبیه محمد باقر عن جده امام حسن ابو زین العابدین قال قال رسول الله ﷺ کیف تهلک امة أنا أوّلها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها.** یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جسکے اوّل میں ہوں اور درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام۔

ناظرین! اب تو مرزاجی کا تمام طلسم ٹوٹا۔ اب تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مہدی الگ ہے اور مسیح موعود وہی نبی اللہ ہے، نہ کہ کوئی امتی جو کہ بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے۔

۵۰..... حسین بن الفضل رضی اللہ عنہ (تفسیر خازن ا،ص۲۴۲۔ کبیر۲،ص۴۵۶): **قول الحسین ابن الفضل ان المراد بقوله ﴿ وَكَهْلاً ﴾ بعد أنْ ينزل من السمآء فى آخر الزمان وَيُكَلِّمُ النَّاس ويقتل الدجال.** یہی مضمون تفسیر فتح البیان ج۲،ص۴۴ میں ہے۔

گروہ محدثین رحمہم اللہ

۵۱..... حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (صحیح بخاری، نزول عیسیٰ ابن مریم، کتاب ذکر الانبیاء، ج۱،ص۴۹۰): **عن ابى هريرة قال قال رسول الله والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب و يفيض المال حتى لايقبل احد وتكون السجدة الواحد خير من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة فاقرؤا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾**

(ب)..... (درمنثور ج۲،ص۲۴۵): **اخرج البخارى فى تاريخه عن عبد الله ابن سلام قال يدفن عيسى مع رسول الله وابى بكر وعمر ويكون قبرًا.**

ناظرین! یہ وہی بخاری ہے جسکو مرزا صاحب بھی اصح الکتب بعد قرآن شریف کے مانتے ہیں، اس میں قرآن مجید کے حوالہ سے حیات مسیح واصالتاً نزول مسیح ثابت ہے اور مدینہ منورہ میں فوت ہو کر دفن ہونا بھی ثابت ہے۔

۵۲..... امام حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مسلم ا،ص۹۶،۹۵): **عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: عرض علىَّ الأنبياءُ فاذا موسىٰ ضَرْبٌ من الرِّجالِ**

كأنّه من رجال شنُوئةَ ورأيْتُ عيسٰى ابن مريم فاذا أقرب مَنْ رايت به شبهًا عروة بن مسعود.

......(صحیح مسلم، ج۲،ص۴۰۳): عن ابن عمرقال رسول الله ﷺ يخرج الدجّال في امتي فيمكث أربعين 'لا أدرى أربعين يومًا أو شهرًا أو عامًا' فيبعث الله عيسٰى ابن مريم كأنّه عروةُ بنُ مسعودٍ فيطلبه فيهلكه. ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات عیاں ہے کہ آنیوالا مسیح وہی عیسیٰ ابن مریم ناصری ہوگا، جسکو رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں دیکھا تھا۔ نہ مرزا صاحب کہ جو اُس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

۵۳......ابوعبدالرحمٰن محمد ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ماجہ ج۲ص ۲۶۵): عن نواس ابن سمعان ان المسيح ينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق...... (الخ)

۵۴......حافظ ابوعیسیٰ محمد بن محمد علی الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ (سنن الترمذی ج۲ص ۴۷): عن نواس ان المسيح ينزل عند المنارة البيضاء دمشق...... (الخ)

۵۵......سلیمان ابن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ (سنن ابوداؤد ج۲ص ۲۴۶): عن ابى هريرة عن النّبى ﷺ قال ليس نبى بيني و بينه. اى عيسٰى وانّه نازل...... (الخ)

۵۶......محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (حجج آسمانی ج۱ص۴۳): اخرج ابن ابى شيبة فى مصنفه عن ابن شبر قال المهدى من هذه الامّة وهو الذى يوم عيسٰى ابن مريم. اس سے بھی ثابت ہے کہ عیسیٰ اور مہدی الگ الگ ہیں۔

۵۷......ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال ۷، ص۲۰۲): اخرج ابوداؤد طيالسى فى مسند عن أبى هريرة عن النّبى ﷺ قال لم يسلط على الدجال الا عيسٰى ابن مريم.

۵۸......ابوعبداللہ محمد المعروف بحاکم رحمۃ اللہ علیہ (عون الودود شرح ابوداؤد ۴، ص ۲۰۵): اخرج الحاکم عن أبی هریرة عن النّبی قال لیهبطن عیسیٰ ابن مریم حکما عدلا، وماما مقسطا.

۵۹......امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (درمنثور ۶، ص ۲۰): اخرج عبد الرزاق عن قتادة ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ للسّاعة (الخ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نشان قیامت ہے۔

۶۰......ابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ۶۱......ابن مرویہ رحمۃ اللہ علیہ، ۶۲......عبدابن حمید رحمۃ اللہ علیہ، ۶۳......سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ، ۶۴......طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر درمنثور'' میں مذکور ہے کہ یہ محدثین حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔

۶۵......ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ (آسمانی تجلی ۱، ص ۴۸): اخرج ابو نعیم عن عبداللّٰه بن مسعود فی الحدیث الطویل حتیٰ ینزل علیهم عیسیٰ ابن مریم فیقاتلون مع الدجّال......(الخ)

اخرج اسحی ابن بشیر و ابن العساکر طویل حتی ینزل علیهم عیسیٰ ابن مریم فیقاتلون مع الدجال. الخ

۶۶......اسحاق بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ، ۶۷......ابن العساکر رحمۃ اللہ علیہ ''کنز العمال ۷، ص ۲۶۸'' میں ہے: اخرج اسحق بن بشیر وابن العساکر عن ابن عباس عن النّبی ﷺ فعند ذلک ینزل أخی عیسیٰ ابن مریم من السماء......(الخ)

۶۸......ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (تجلی آسمانی ج ۱، ص ۴۹): اخرج ابن ابی شیبة عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ فینزل عیسیٰ فیقتل الدجال......(الخ)

۶۹......ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (مشکوٰۃ، باب نزول عیسیٰ ابن مریم ۲ص۱۳۹): **اخرج ابن جوزی فی کتاب الوفاء عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنة......**(الخ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے۔ پھر شادی کریں گے اور انکی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس رہیں گے پھر فوت ہونگے اور مدینہ میں مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ تمام حدیث کا مضمون ہے۔ (اس حدیث کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''نزول مسیح'' میں صحیح سمجھ کر ذکر کیا ہے اور اپنا نکاح آسمانی اسی ''**یتزوج**'' سے ثابت کیا ہے۔ مگر افسوس نہ نکاح ہوا اور نہ بچے مسیح ہوئے۔

۷۰......ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (اسعاف الراغبین برحاشیہ مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص۱۳۴): **اخرج ابن حبان مرفوعا ینزل عیسیٰ فیقول امیر المهدی تعال صل بنا فیقول له انّما بعضكم ائمة علٰى بعض تكرمةً لهذه الامّة......**(الخ)

۷۱......ابوعبدالرحمٰن احمد شعیب نسائی (سنن النسائی، کتاب الجہاد ص۲۹۶): **عن ثوبان عن النّبی قال قال رسول اللہ ﷺ عصابتان من اُمّتی اَحرزهما اللہ من النّار عصابةٌ تغزُو الهندَ وعصابةٌ تكونُ مع عیسٰی ابن مریم علیهما السلام.**

۷۲......دیلمی رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال ۷ص۱۲۶): **اخرج الدیلمی عن انس قال كان طعام عیسٰی الباقلاء حتی رفع ولم یاكل عیسٰی شیئا غیرته النار حتی رفع.**

۷۳......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الاسماء والصفات ص۳۰۱): **عن أبی هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ كیف انتم اذ نزل ابن مریم من السماء فیكم وامامكم منكم.** یہاں بھی لفظ آسمان ہے۔

۷۴......بزار رحمۃ اللہ علیہ (تجلی آسمانی ص۳۶): **اخرج البزار عن ابن مسعود قال قال**

رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم مصدقا لمحمد وعلی ملته فیقتل الدجال ثم انما هو قیام الساعة.

۷۵..... احمد بن علی ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ (بجلی آسمانی ص۱۷۷): عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لیدرکن رجال من امتی عیسٰی ابن مریم ویشهد انّ قتال الدجال.

(رواہ ابویعلی)

ناظرین! قتال دجال کب ہوا اور مرزا صاحب نے کب دجال کو قتل کیا تا کہ سچے مسیح موعود ثابت ہوتے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام امت میں سے نہ ہوگا، بلکہ وہی عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ ہوگا۔ پس مسئلہ بروز بھی غلط ہوا۔

۷۶..... رزین رحمۃ اللہ علیہ (مشکوٰۃ ج۲، ص۵۸۳، باب ثواب ہذہ الامۃ)

طبقہ مفسرین

۷۷..... ابوجعفر محمد ابن جریر طبری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابن جریر، ج۱۰، ص۱۴۷ اور ج۲۸ ص۵۴):

ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو کل دین ان کے تابع ہو جائیں گے۔

ناظرین فرمائیے کہ ایسا ہوا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ عیسائیوں اور آریوں کا غلبہ ہوا۔

دوم: ”تفسیر ابی السعود بحاشیہ کبیر ج۱ ص۱۳۷: اخبار الطبری کی ”ان اللہ رفع عیسٰی من غیر موت“. یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بغیر موت کے ہوا۔

۷۸..... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابن کثیر بحاشیہ فتح البیان، مطبوعہ مصر ۲، ص۲۲۰): نجاه اللہ من بینهم، ورفعه من رَوْزَنَةِ ذلک البیت الی السّمآء. (ج۳ ص۲۳۳): وبقاء حیاته (ای عیسٰی) فی السماء وانّهٗ سینزل الی الأرض قبل یوم القیٰمة.

۷۹..... امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر کبیر) ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ رفع عیسٰی الی

السمآء ثابت بهذه الآیة (ب۳،ص ۴۴۱) فمثل عروج النّبی الی المعراج وعروج عیسٰی الی السماء.

۸۰......امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ۸۱......امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر جلالین، اتقان صفحات ۳۳،۳۲۴) ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ﴾ بانّ الله تشبه عیسٰی علی من قصد قتلهٗ و رفع عیسٰی الی السماء. (خصائص الکبری ۲،ص ۸۴)؛ واوفی رفع الی السماء.

۸۲......محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (مجمع البحار ۱،ص ۱۶)؛ فبعث الله عیسٰی ای ینزل من السماء. یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

۸۳......قاضی نصیر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر بیضاوی ۲،ص ۸۲)؛ روی أنّ عیسٰی ینزل من السمآء حین یخرج الدجّال فیهلکه......(الخ)

۸۴......حافظ ابو محمد حسین البغوی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر معالم التنزیل ۱،ص ۲۶۳)؛ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ عیسٰی الی السماء.

۸۵......سید معین الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر جامع البیان ص ۱۰۱)؛ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ بالرفع الی السماء.

۸۶......شیخ الاسلام ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابو سعود بحاشیہ کبیر ۳،ص ۲۶۹)؛ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ فلما رفعتنی الی السمآء. یعنی اٹھایا مجھ کو طرف آسمان کی۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا۔

۸۷......علاؤ الدین خازن رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر خازن ۱،ص ۵۳۱)؛ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ فلما رفعتنی الی السماء.

۸۸......ابو البرکات عبداللہ بن احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر مدارک التنزیل ۱،ص ۲۰۶)؛ روی ان

عیسٰی ینزل من السماء فی آخر الزمان.

۸۹......محمد بن عمر زمخشری (تفسیر کشاف ا،ص ۳۰۶): **رافعک الی سمائی.**

۹۰......شیخ زین الدین (تفسیر تیسیر المناف تجبیر الرحمٰن ا،ص ۱۱۳): **رافعک الی سمائی.**

۹۱......شیخ سلیمان جمل (تفسیر فتوحات الہیہ ا،ص ۱۵۸): **﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ ای اخذ شیٔ وافیا بالرفع.**

۹۲......صاحب تنویر (تفسیر تنویر المقیاس بحاشیہ درمنثور ا،ص ۳۷۸): **رفعتنی من بینھم یعنی یھود**

۹۳......شیخ کمال الدین (تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین ص ۵۰): **ان اللہ رفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت الی السماء.**

۹۴......امام زاہدی (تفسیر زاہدی قلمی، ورق ۹۴،ص ۲): **رفع اللہ عیسٰی حیًا الی السماء.**

۹۵......قاضی حسین بن علی (تفسیر حسینی ۲،ص ۲۷۸): **چوں کار بر مومناں تنگ آید حق سبحانہٗ.**

۹۶......مولانا احتشام الدین (تفسیر اکسیر اعظم، ج ۲،ص ۳۰)

خدانے عیسٰی کو آسمان پر اٹھالیا۔

۹۷۔ قاضی شوکانی یمنی (تفسیر روح البیان، ج ا،ص ۱۵۷)

تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسماً.

ناظرین! یہاں جسم کا لفظ بھی ہے۔

۹۸۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی: (تاویل الاحادیث مترجم رموز القصص الانبیاء،ص ۹۰)

جو کہ مجدد زمان تھے اور لاہوری مرزائی جماعت ان کو مجدد مانتی ہے۔ اب طریق ایمان دار یہ ہے کہ ان کا فیصلہ قبول کریں۔ وھو ہذا۔

واجمعوا علی قتل عیسیٰ و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین

فجعل له فیه مشابهة و رفعه الی السماء. یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہوئے پس مکر کیا انہوں نے اور تدبیر فرمائی اللہ نے اور اللہ غالب تدبیر فرمانے والا ہے۔

پس اللہ نے شبیہ عیسیٰ علیہ السلام کی ڈال دی ایک برابر اٹھالیا اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو طرف آسمان کی۔ یہ مضمون مطابق ہے انجیل برنباس کے۔ دیکھو انجیل برنباس فصل ۱۱۲، آیت ۱۳ تا ۱۶۔ ''اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالے گا۔'' ۱۴۔ ''اور اس بنا پر پس مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے قتل کیا جائے گا۔'' ۱۵۔ ''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک خیال کرے گا کہ میں ہوں۔'' ۱۶۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کرے گا۔''

(انجیل برنباس اردو، فصل ۱۱۲، آیت ۱۳ تا ۱۶، ص ۲۱۸، مطبوعہ ۱۹۱۶)

پھر دیکھو فصل ۲۱۶: (۱) اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوگا جس میں یسوع اٹھالیا گیا تھا۔ (۲) اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ جب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا بولی اور چہرہ میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع۔ (۴۔۵) لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تاکہ دیکھے کہ معلم کہاں ہے۔ (۶) اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا: اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ (۷) پس تو ہم کو بھول گیا۔ (۸) مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا: کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسکریوطی کو نہیں پہچانتے۔ (۹) اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا، سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

(انجیل برنباس اردو، فصل ۲۱۶، آیت ۱ تا ۹، ص ۳۵۸، مطبوعہ ۱۹۱۶)

اسی انجیل برنباس کے مطابق حضرات مفسرین نے شبہ لھم کی تفسیر کی ہے۔ پس وہ مذہب مفسرین کے ہیں یا تو صلیب پر فوت ہوکر بعد تین ساعت یا دن کے زندہ کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا یا یہودا کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بدل دی اور صلیب سے بال بال بچا کر اٹھالیا۔ اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشگوئی تھی کہ مقدس رسول محمد ﷺ آکر میرے سے یہ بدنام کا دھبہ اٹھالے گا۔

قرآن مجید نے ماقتلوہ وماصلبوہ فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب نہ دیئے جانے اور عذاب سے بچ جانے کا ارشاد فرمایا۔ اور جو بدنامی ایک نبی اللہ کی ہورہی تھی کہ وہ صلیب دیا گیا اور لمبے لمبے کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکے گئے اور وہ معذب ہوا، اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کا یہ بیان اجماع امت کے مطابق ہے۔ اب مرزا قادیانی بھی مجدد ہونے کا دعویٰ کر کے تمام امت کے برخلاف کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ صلیب دیا گیا اور فوت ہوگیا۔ کوئی سند شرعی ہے تو پیش کرو۔ ورنہ خدا کے عذاب سے ڈرو اور سوچو کہ وہ مجددوں میں سے یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مرزا قادیانی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے جس مجدد کی تحریر اجماع امت وانا جیل وقرآن وحدیث کے مطابق ہے وہی سچا ہے اور مرزا قادیانی چونکہ سب کے برخلاف جاتے ہیں اس لئے جھوٹے ہیں۔

بزرگان دین وعلمائے کرام کا طبقہ

۹۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

اللہ عزوجل عیسیٰ را بآسمان برداشت (مدارج النبوت، ج۱،ص۱۱۲)

فرو آید عیسیٰ از آسمان بزمین (لمعات ج۴،ص۴۴۲)

۱۰۰۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی:

حضرت عیسیٰ که از آسمان نزول خواهد فرمود و متابعت شریعت خاتم الرسل خواهد نمود۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب نمبر ۱۱،ص۳۰۵)

۱۰۱۔۔۔۔۔ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (تلخیص الحبیر ۲،ص۳۱۹) **واما رفع عیسٰی فاتفق اصحاب الأخبار والتفسیر علی أنه رفع ببدنه حیًا۔** یعنی اہل تفسیر واحادیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھائے گئے۔

کیوں جی مرزائی صاحبان! اب تو آپ ہرگز انکار نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ بزرگ شہادت دیتے ہیں کہ اہل تفسیر وحدیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن اور جسم کے ساتھ اٹھائے گئے۔ آپ تو ضعیف سے ضعیف حدیث طلب کرتے ہیں۔ یہاں تو تمام صحیح حدیثوں اور تفسیروں کا اتفاق ہے کہ اسی بدن کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہوا اور یہ مرزا صاحب اور آپ کا ڈھکوسلہ غلط ہوا کہ انکا رفع روحانی ہوا۔ چونکہ یہ بزرگانِ دین مرزا صاحب سے کئی سال بلکہ صدیوں پہلے گذرے ہیں۔ یہ بالکل قیاس نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے عداوت سے ایسا لکھا ہے۔ جیسا کہ آپ حال کے علماء کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب سے عداوت کے باعث حیاتِ مسیح اور اصالتاً انکے نزول پر زور دیتے ہیں۔

۱۰۲۔۔۔۔۔ سید بدرالدین علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۱۱،ص۱۷۱): **ان عیسٰی**

يقتل الدجال بعد ان ينزل من السماء……(الخ).

(ب)……(ے، ص۴۵۳): ان عیسٰی دعا الله لما رأی صفة محمد وأمته أن يجعله منهم فاستجاب الله دعائه وابقاه حيا حتى ينزل فى آخر الزمان ويجدد أمر الاسلام.

(ج)……(ے، ص۴۲۷): القول الصحیح بأنّ عیسٰی رفع وهو حيٌّ……(الخ)

لو ناظرین! اب تو عیسٰی علیہ السلام کا زندہ اور رفع بجسد عنصری ثابت ہوا۔ یہ صحیح بخاری کی شرح اس بزرگ نے انجیل برنباس کے مطابق کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ دیکھو اصل عبارت انجیل برنباس: ''اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی، تو اپنے خادم (عیسٰی) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمد ﷺ) کی امت میں ہونا نصیب فرما''۔ (فصل ۲۱۲، صفحہ ۲۹۴، انجیل برنباس)

یہ وہ انجیل ہے جس کو مرزا صاحب صحیح مانتے ہیں۔ اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تا نزول زندہ ہیں اور حدیث کے معنی جو مرزا صاحب کرتے ہیں غلط ہیں۔

۱۰۳……علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۵، ص۴۱۹) ینزل عیسٰی من السماء الی الارض.

(ب)……(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۷، ص۱۱۲) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ أی بالرفع الی السماء.

ناظرین! اب تو مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹا کہ وہ توفیتنی سے وفات مسیح ثابت کرتے ہیں، اور بخاری کی حدیثوں کے غلط معنی کرتے ہیں۔

۱۰۴……حافظ شمس الدین ابن قیم (ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ، ص۱۰۴): ان المسیح نازل من السماء فیکم بکتاب الله وسنة رسوله.

۱۰۵......علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقاۃ ج۵ ص۱۶۰) **ینزل عیسٰی من السماء علی منارة مسجد دمشق.**

(ب)...... (مرقاۃ ج۵ ص۲۲۳ اور رسالہ مہدی ص۱۵): **ان عیسٰی رفع به الی السماء و عمرهٗ ثلاث و ثلاثون سنة.**

۱۰۶......شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (فتوحات مکیہ مصر باب ۳۶۷): حدیث معراج میں فرماتے ہیں: **فلما دخل اذا بعیسٰی بجسدهٖ عینه فانّهٗ لم یمت الی الآن ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ الی هذه السماء.**

مرزائی دوستو! اب بھی کوئی عذر کرو گے؟ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود نبی و رسول ہے اور آپ کا اور آپ کے امیر مولوی محمد علی صاحب اور تمام جماعت کا اعتقاد ہے کہ مرزا نبی و رسول نہیں۔ اور چونکہ وہ نبی و رسول نہیں تو پھر مسیح موعود بھی نہیں۔

۱۰۷......امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (الیواقیت والجواہر جلد۲ ص۱۹۱، بحث ۶۵ ویں): **والحق ان المسیح رفع بجسدهٖ الی السماء والایمان بذلک واجب، قال اللّٰه تعالیٰ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾.**

۱۰۸......علامہ ابو طاہر قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (الیواقیت والجواہر، جلد۳ ص۲۵۱): **قال ابو طاهر قزوینی واعلم ان کیفیة رفع عیسٰی ونزوله و کیفیة مکثه فی السمآء الی ان ینزل من غیر طعام ولا شراب هما یتقاصر عن درکه العقل.**

۱۰۹......امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابو السعود): **قال القرطبی والصحیح انّ اللّٰه رفع عیسٰی من غیر موت.**

۱۱۰......خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوب ۷، دفتر سوم): **حضرت**

خواجه محمد پارسا در کتاب فصول سته نقل معتمد ...... حضرت عیسیٰ بعد از نزول عمل بمذهب امام ابی حنیفة خواهد کرد.

۱۱۱......یحییٰ بن اشرف محی الدین علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ (نووی شرح مسلم، جلد۲، ص۴۰۳)۔ **فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم ای یُنزله من السّماء حاکمًا بشرعِنا.** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائیگا، یعنی آسمان سے اتار کر ہماری شریعت کا حاکم امام بنائیگا۔

۱۱۲......علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (شرح عقائد نسفی، صفحہ۱۴۲): **اخبر النبی ﷺ من اشراط الساعة ان من علامتها خروج الدجّال ودابة الأرض ویاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ من السماء وطلوع الشمس من مغربها.**

۱۱۳......ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں بہت احادیث لکھی ہیں، دیکھو باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

ناظرین! یہ عقائد کی کتاب ہے اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اعتقاد رکھے کہ نزول امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے۔

۱۱۴......شیخ محمد بن احمد الاسفرائینی الحنبلی نے اپنی کتاب ''لوائح الانوار البہیۃ'' جلد۲، ص۸۹ پر لکھا ہے: **من علامات الساعة العظیمة العلامة الثالثة أنْ ینزل من السمآء عیسیٰ ابن مریم ونزوله ثابت بالکتاب والسنة واجماع الامة.** اس بزرگ کی بھی شہادت یاد رکھو کہ اجماع الامت اسی پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالۃً آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت ضلالت پر کبھی جمع نہ ہوگی''۔ پس ثابت ہوا کہ یہی اعتقاد درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور وہی قربِ قیامت میں نازل ہوں گے اور مرزا

صاحب ایسا ہی جھوٹا ہے جیسا کہ پہلے یحییٰ ابن فارس اور باقی آٹھ جھوٹے مدعیان مسیحیت گذرے ہیں۔

۱۱۵......حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کشف المحجوب'' کے اردو ترجمہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقع رکھتے تھے جسے وہ آسمان پر لے گئے''۔

فرمایئے مرزائی صاحبان! اب بھی جسد عنصری سے رفع جسمانی ثابت ہوا ہے یا نہیں؟ کیا روح بھی مرقع (گوڈری) پہنا کرتا ہے؟ اور حضرت گنج بخش صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح سنت کے طریقوں میں آیا ہے۔ یعنی داتا صاحب نے حدیثوں سے تحقیق کر کے لکھا ہے۔

۱۱۶......حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۱۷......حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (انیس الارواح، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ص۹) **محمدبن عبداللہ یعنی امام مھدی پیروں آید ازمشرق تا عرب عدل وے بگیرود حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید۔**

۱۱۸......قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مسلم ج۲، ص۴۰۳ حاشیہ نووی) **قال القاضی نزول عیسیٰ و قتل الدجال حق وصحیح عند اھل السنة بالاحادیث الصحیحة.**

(عون المعبود، ص۲۰۳۳)

۱۱۹......شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی: آپکی کتاب ''علامات قیامت'' کا اردو ترجمہ ص ۱۰۰: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

۱۲۰......شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی: (قرآن مجید مترجمہ شاہ صاحب، مطبوعہ کریمی بمبئی ص ۱۳۸): (فائدہ

موضح القرآن): حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں، جب یہود میں دجال پیدا ہوگا، تب اسی جہان میں آکر اس کو ماریں گے۔

۱۲۱......مولانا عبدالحق صاحب حقانی (عقائد الاسلام، مطبوعہ مطبع اکمل المطابع ص ۱۸۷): بوقت رات ملائکہ حضرت مسیح کو آسمان پر لے گئے تھے اور آپ آسمان پر زندہ ہیں۔

۱۲۲......نواب صدیق حسن خان صاحب (تفسیر ترجمان القرآن ۲، ص ۱۰۲): اس بات پر خبریں متفق ہیں کہ عیسیٰ نہیں مرے۔ بلکہ آسمان میں اسی حیات دنیوی پر باقی ہیں...... (الخ)

۱۲۳......نواب قطب الدین دہلوی (مظاہر حق ۴، ص ۳۳۹): جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس وقت ۳۳ برس کے تھے۔

۱۲۴......ابوالحسن محمد بن حسین الاسلوی الخسعی (رسالہ مہدی، ص ۳۳۵ اور فتح الباری ۱۳، ص ۲۸۲): **قال ابو الحسن الخَسْعِيّ الآبديّ في مناقب الشافعيّ: تواترت الأخبار بأنّ المَهْدِيّ من هذه الأمّة و أنّ عيسىٰ ابن مريم يصلي خلفه.** اس سے ثابت ہے کہ مہدی الگ ہے اور عیسیٰ الگ ہے۔

۱۲۵......حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (علامہ دمیری کی کتاب "حیات الحیوان" ج ۱، ص ۳۶): **عن ابو نعيم قال سمعت معروف كرخي يقول: فاوحى الله عزّوجل الى جبريل ارفع عبدي اليّ.** یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کی جبرئیل کی طرف کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھالے...... (الخ)

۱۲۶......مورخ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ کامل ۱، ص ۱۰۹): **فرفع عيسىٰ الى السماء من تلك الروزنة.**

۱۲۷......مورخ خادم علی فاروقی (تاریخ جدولیہ، ص ۵۰۹): حضرت عیسیٰ ۵۶۱ھ ہبوط آدم میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ الخ

۱۲۸......مورخ ابن خلدون (تاریخ ابن خلدون ج۱ ص۲۰۷): **ان المهدی الاکبر الذی یخرج فی اٰخر الزمان وان عیسٰی یکون صاحبه ویصلی خلفهٗ.**

۱۲۹......مورخ مسعودی (تاریخ مروج الذہب بحاشیہ ابن الاثیر ج۱ ص۵۸): **رفع اللّٰہ عیسٰی وھو ابن ثلاث و ثلاثین سنة......(الخ)**

۱۳۰......ابوالقاسم اندلسی (علامہ عینی کی عمدۃ القاری ج۱۱ ص۳۱۴): **قال ابو القاسم اندلسی لاشک ان عیسٰی فی السماء وھو حیٌّ.** اس سے حیاتِ مسیح ورفع بجسدِ عنصری ثابت ہے۔

۱۳۱......حضرت مولانا جلال الدین رومی (مثنوی معنوی جزاول ص۸): **جسم خاك از عشق بر افلاك شد بآیة کریمه که سورة النساء امت درشانِ حضرت عیسٰی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ یعنی برداشت او را خدابسوئے خود......(الخ)**

۱۳۲......مولوی اسمٰعیل دہلوی (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، باب دوم) قیامت کے دن حضرت عیسٰی خدا کے آگے یوں عرض کریں گے میرے آسمان پر جانے کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو اور میری ماں کو پوجا اور پرستش کی جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا۔ الخ

۱۳۳......علامہ مناوی (مشارق الانوار ص۱۶): **قال الامام المناوی فی جواھر العقدین وفی مسلم خروج الدجّال فیبعث اللّٰہ عیسٰی فبطله ویھلکه.**

۱۳۴......علامہ نفراوی (مشارق الانوار ص۱۱۰): **ان جبریل ینزل علی عیسٰی بعد نزول عیسٰی من السماء......(الخ)**

۱۳۵......علامہ زرقانی (شرح مواہب لدنیہ): **فاذا نزل سیدنا عیسی فانه یحکم بشریعة نبینا.**

۱۳۶......امام تورپشتی (المعتمد فی المعتقد): **بعد از ظهور دجال وفساد در زمین نزول عیسیٰ نه آسماں۔**

۱۳۷......شیخ محمد اکرم صابری (اقتباس الانوار ص۲۷): **در اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناه ﷺ درود یافته که مهدی از بنی فاطمه خواهد بود وعیسیٰ باد اقتدا کرده نماز خواهد گزارد وجمع عازماں صاحب تمکین برایں متفق اند۔**

یہ وہی شیخ محمد اکرم صابری ہیں جنکی نسبت مرزا صاحب نے جھوٹ لکھ دیا ہے کہ وہ **لامهدی الا عیسٰی** کے قائل تھے۔ افسوس! مرزا صاحب اسی راستی پر مسیح موعود بنتے ہیں۔ شیخ نے جو لکھا تھا کہ ''ایں مقدمہ بغایت ضعیف است'' چھوڑ دیا اور **لامهدی الا عیسٰی** یعنی ''روح عیسیٰ در مہدی بروز کند'' لکھ دیا۔ مرزا صاحب کی اسی راستی کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ انکی زندگی پر نظر ڈالو اور نبی مانو۔ ایسی حضرت کبھی جھوٹا آدمی بھی نبی ہوا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری تو کہہ رہا ہے کہ ''تمام عارف لوگ صاحب مرتبہ اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ الگ الگ ہیں'' مگر مرزا صاحب کی راستی دیکھئے ''ازالہ اوہام'' میں اسی بزرگ پر جھوٹ باندھا۔

۱۳۸......علامہ دمیری (حیات الحیوان ج۱ص۲): **ینزل عیسٰی الی الأرض وکان راسه یقطر الماء**......(الخ)۔ یعنی حضرت عیسیٰ زمین کی طرف اتریںگے اور انکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔

۱۳۹......شیخ محمد رحمت اللہ مہاجر مکی (ازالۃ الشکوک ج۱ص۱۵۴): آسمان کی طرف عیسیٰ کی روح مع بدن اٹھائی گئی کوئی فقط روح کو بغیر بدن کے نہ سمجھے......(الخ)۔ یہاں رفع روحانی کی صاف تردید ہے۔

۱۴۰......آل حسن (استفسار برحاشیہ ازالہ اوہام مطبوعہ سید المطابع، ص ۴۵۸): عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

۱۴۱......رضی الدین حسن بن الحسن صغانی (مشارق الانوار، مصری ص ۱۱۰): **ان عیسیٰ حیّ فی السمآء الثانیة لایأکل ولایشرب**......(الخ)

۱۴۲......شیخ محمد حبان (اسعاف الراغبین برحاشیہ مشارق الانوار، مصری ص ۱۲۷): **ان عیسیٰ یقتل الدجال بباب لُدّ بأرض فلسطین.** یعنی حضرت عیسیٰ دجال کو اس بیت المقدس میں مقام لُدّ پر قتل کریں گے۔ اس سے مرزا صاحب کی تاویل کہ لُدّ سے لدھانہ مراد ہے، بالکل غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ لدھانہ پنجاب میں ہے نہ کہ بیت المقدس میں۔

۱۴۳......مولانا خرم علی جونپوری (تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار، ص ۳۴۶): قیامت کے قریب امام مہدی کیوقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریںگے اور نصرانی دین کو مٹائیں گے۔

۱۴۴......مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند (ہدیۃ الشیعہ، ص ۲۱): حضرت عیسیٰ حافظ انجیل باتفاق شیعہ وسنی آسمان چہارم پر زندہ موجود ہیں۔

۱۴۵......شیخ شرقاوی (مشارق الانوار، مصری ص ۱۰۷): **قال شیخ شرقاوی ان عیسیٰ ینزل فی زمان المهدی بالمنارة البیضاء شرقی دمشق.**

۱۴۶......محمد بن عبداللہ (عون الودود شرح ابوداؤد ج۴، ص ۲۰۲): **تواترت الأخبار عن النّبی فی نزول عیسیٰ من السماء بجسده العنصری الی الأرض عند قرب الساعة.** (ب) **ان عیسیٰ حیّ فی السمآء ینزل فی آخر الزمان بذاته الشریف.** (ج) **اتفاق اهل السنة وان عیسیٰ الآن حیّ فی السمآء لم یمت بتیقن**......(الخ)

۱۴۷......مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (صحیح بخاری، مطبع احمدی ج۲، ص ۶۶۵، کتاب التفسیر حاشیہ): ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ **بالرفع الی السمآء.** (ب ص ۱۴۰، حاشیہ ۱۰): **لاشک ان عیسیٰ**

فی السمآء وھو حیّ. (ج:ص۱۰۵۵،حاشیہ۷): ان عیسیٰ یقتل الدجّال بعد أن ینزل من السمآء فیحکم بشریعة المحمدیه......(الخ)

۱۴۸......مولانا محمود حسن دیوبندی (شرح ابوداؤد،۴، ص۲۳۵): حاشیہ (ان عیسیٰ یقتل الدجّال) ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد أن ینزل من السمآء یحکم بشریعة المحمدیّة.

۱۴۹......مولانا صدر الدین بروڈوی (عقائد اسلام ص۱۲): عیسیٰ چوتھے آسمان سے اتر کر امام مہدی کی مدد کرینگے۔

۱۵۰......مولانا نجم الغنی صاحب بریلوی (مذاہب الاسلام،ص۶۵): دجال اور دابة الارض کا ظاہر ہونا اور یاجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے اترنا اور تین خسفوں کا ہونا۔ یہ سب باتیں ہونیوالی ہیں۔

۱۵۱......مولانا وحید الزمان دکنی (بالملتقطات علی ترجمۂ مشکوٰۃ ج۴،ص۹۹): قیامت کے قریب امام مہدی کے وقت میں عیسیٰ آسمان سے اتریگے۔

۱۵۲......مولانا حافظ حاجی احمد حسین صاحب دکنی (مقدمہ احسن التفاسیر، ج۲ص۴۷) عیسیٰ کی شبیہ قتل کی گئی اور وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے نزدیک اترینگے۔

۱۵۳......مولانا فخر الدین صاحب (تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ج۲ص۳۰۶): اور بیشک عیسیٰ نشانی واسطے قیامت کے ہے، کیونکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت عیسیٰ کا اترنا ہے۔

۱۵۴......علامہ کاشفی (معارج النبوۃ قلمی، ۱؛ ورق۵۳صفحہ اول): عیسیٰ را بآسمان چھارم بردند که ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ (ب: ورق ص۴۲۱): اول عیسیٰ را باندا خداوند تعالیٰ بآسمان رفت.

۱۵۵……محمد بن نصیر الدین بن جعفر: ان کی کتاب ''بحر المعانی'' میں ہے: **ینزل عیسٰی من السمآء الرابع**……(الخ)

۱۵۶……مولانا عبدالحی لکھنوی: انکی کتاب ''جر الناس'' کے ص۸۵ پر ہے: **یاتی عیسٰی ابن مریم فی آخر الزمان علی شریعة محمد وھو نبی**……(الخ)

۱۵۷……حافظ محمد صاحب لکھنوی کے (احوال الآخرت صفحہ۳۰): شعر

اسماناں تھیں حضرت عیسٰی موڑ ہے ملکاں آوے　　اور منارے شرقی مسجد جامع آں ملاوے

۱۵۸……مولانا محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی (مظہر العقائد صفحہ۱۹و۲۳): عیسٰی آخیر زمانہ میں آسمان سے اتریںگے۔

۱۵۹……علامہ قنوی (حاشیہ قنوی علی البیضاوی ج۶ ص۱۳۵): **قولهٔ لان حدوث عیسٰی ای نزول عیسٰی من اشراط السّاعة**……(الخ)

۱۶۰……مولوی فیروز الدین ڈسکوی (لغات فیروزی ص۳۰۰): خدا نے عیسٰی کو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک مسیح پھر اتریںگے۔

۱۶۱……علامہ عبدالرحمٰن بن علی الربیع ایشیبانی الزبیدی الشافعی (تیسیر الوصول الی جامع الاصول، مطبوعہ مصر ج۴ ص۳۱۷ کتاب القیامت فصل۴): **اخرج مسلم عن جابر عن النّبی ﷺ قال فینزل عیسٰی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا**……(الخ)

۱۶۲……علامہ مجد الدین فیروز آبادی (قاموس جلد اول ص۳۲۸): **یقتل عیسٰی الدجّال عند باب لُدّ**……(الخ)

۱۶۳……امام عثمان بن حسین (درة الناصحین ج۲ ص۷۰): **نزول عیسٰی فی الشام فی المنارة البیضاء ویقتل الدجّال**……(الخ)

۱۶۴……قاری حافظ خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری (قصص الکاملین ص۴۳): عیسٰی قریب

قیامت کے آسمان سے نزول فرما کرامت حبیب خدا میں داخل ہوں گے۔

۱۶۵......محمد بن عبدالرسول برزنجی ثم المدنی (اشراط الساعۃ ص۲۸۷): **اولها خروج المهدی وانّه یأتی فی آخر الزمان من ولد فاطمة یملأ الارض عدلاً کما مُلئت ظلمًا وأنّه یقاتل الروم وینزل عیسٰی ویصلی خلفه......** (الخ) مختصراً۔

۱۶۶......شیخ فریدالدین عطار (مثنوی عطار ص۲۰): شعر

عشق عیسٰی را بگردوں می برد　　یافتہ ادریس جنت از صد

۱۶۷......عثمان بن ابی العاص (درمنثور ۲، ص۲۴۳): **اخرج ابن ابی شیبة واحمد والطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول الله ﷺ ینزل عیسٰی علیہ السلام عند صلوة الفجر فیقول له أمیرالناس تقدم یارسول اللّٰه فصل بنا فیقول انکم معشر هذه الامّة امراء بعضکم علی بعض تقدم انت فصل بنا فیقوم فیصلی بهم فاذا انصرف اخذ عیسٰی حربة نحو الدجّال.**

۱۶۸......ابی الطفیل (درمنثور ۲، ص۲۴۳): **اخرج الحاکم عن ابی الطفیل ان عیسٰی ابن مریم یقتل الدجال ویهزم اصحابهٗ**

۱۶۹......سیدالطائفہ شیخ سیدعبدالقادر جیلانی (غنیۃ الطالبین ۲، ص۳۸): **والتاسع رفع الله عزّوجل عیسٰی ابن مریم الی السمآء فیه.**

۱۷۰......شرف الدین ابی عبداللہ محمد بن سعید (شرح ابن حجر علی متن الہمزیۃ فی مدح خیرالبریہ، ص۳۲): **ولما رفع عیسٰی الی السماء وکانت مریم بعمرسنة ۵۳......** (الخ)

۱۷۱......شیخ محمدالحفنی (ایضاً کتاب حاشیہ ص۳۲): **وحکمة نزول عیسٰی دون غیره من الأنباء الرد علی الیهود فی زعمهم أنّهم قتلوه فبیّن الله کذبهم.**

ناظرین لیجئے! یہاں عیسٰی علیہ السلام کے نزول کی خصوصیت بھی بتادی ہے، جو آپ اعتراض

کیا کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں دوبارہ آئیں گے؟ اسکی حکمت یہ ہے کہ یہود کا ردّ مقصود ہے، کیونکہ وہ کہتے تھے ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مار دیا ہے۔

۱۷۲......خطیب شیربنی (عرائس البیان ا ص۸۲): **وقیل یکلم الناس فی المهد صبیًا وعند نزوله من السمآء کهلاً.**

۱۷۳......علامہ شیخ فیض اللہ فیضی (سواطع الالہام ص۱۴۰): **وحول ظله کظلل روح الله وصعد روح الله مصاعد السمآء وهذا کوصول الظلل.**

۱۷۴......شاہ رؤف احمد مجددی (رؤفی ا ص۲۸۷): حق تعالیٰ نے عیسیٰ کو رات کے وقت آسمان پر پہنچایا تھا۔

۱۷۵......امام نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن ۲، ص۱۹): **ثم منبه یقول وکان الله عزیزا حکیما......ان الی قدرته سهل.**

۱۷۶......مصنف عجائب القصص (عجائب القصص ص۲۸۶): اور حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔

۱۷۷......امام ابی حیان (بحر المحیط ۲، ص۶۱): **أن الأخبار تظافرت برفعه حیاً، وأنه فی السماء حیّ وانه ینزل ویقتل الدجال.**

۱۷۸......مصنف تفسیر المصر الماد (المصر الماد ۲، ص۶۱): **وتظافرت الأخبار الصحیحة عن رسول الله ﷺ أنه فی السمآء حیّ وأنّه ینزل ویقتل الدجّال.**

۱۷۹......مصنف تفسیر خلاصۃ التفاسیر (خلاصۃ التفاسیر ا ص۲۷۳): بلکہ خدا نے اسے (عیسیٰ) کو اپنی حضوری بلایا اور آسمان پر اٹھایا۔

۱۸۰......امام ابی الحسن علی ابن احمد الواحدی (کتاب الوجیز ا ص۲۲۹): **أی قبضتنی و رفعتنی الیک أی الی السمآء.**

۱۸۱......شیخ محمد نوری (مراح لبید، ص۱۸۳): **قال کثیر المتکلمین انّ الیهود لما قصد قتله رفعه اللّٰہ الی السمآء.**

۱۸۲......یوسف بن اسمٰعیل النبہانی (حجۃ اللہ علی العالمین ص۳۹۳): **انّ اللّٰہ تعالٰی رفع عیسٰی الی السمآء وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة.**

۱۸۳......مصنف سراج المنیر (سراج المنیر ا،ص ۱۴۱): **رفع عیسٰی الی السمآء وکان عمرہ ۳۳ سنة.**

۱۸۴......مصنف تحفۃ الباری (تحفۃ الباری ۷،ص۲۰۹): **باب نزول عیسٰی ای من السمآء الی الأرض.**

۱۸۵......ابن عربی (فتوحات مکیہ۳،ص۳۴۱، باب۳۶۷): **فانّ عیسٰی لم یمت الی الآن بل رفعه اللّٰہ الی ھذہ السمآء.**

۱۸۶......مصنف نزہۃ المجالس (۲،ص۹۸): **رفع اللّٰہ عیسٰی الی السمآء.**

۱۸۷......مصنف توضیح العقائد (ص۱۳۵): عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریںگے۔

ناظرین! یہ ایک سو ستاسی (۱۸۷) نام ہیں۔ انکے علاوہ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی بھی شہادت لکھتے ہیں، جو انکی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اب تک موجود ہے اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیںگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ (بلفظ براہین احمدیہ ص۴۹۸-۴۹۹)

مگر کوئی مرزائی کہدے کہ اس میں تو دوبارہ آنے کا ذکر ہے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں تو اسکے جواب میں بھی مرزا صاحب کی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ (دیکھو حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ مندرجہ صفحہ ۳۶۱ ''براہین احمدیہ'' مصنفہ مرزا صاحب) جس سے حیات مسیح اور صعود مسیح ثابت ہے۔

وهو هذا.

''حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔''

مرزا صاحب کی شہادت سے بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نزول مسیح کا عقیدہ ایک ایسا مسئلہ اجماعی عقیدہ تھا کہ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد اور وہ خود بھی پہلے اسی عقیدہ پر تھے، حالانکہ اس وقت بھی مرزا جی وحی الٰہی کے مدعی تھے اور ''براہین احمدیہ'' جس میں مسیح کا دوبارہ آنا لکھا ہے اُن کے زعم میں الہامی کتاب ہے تو اب ثابت ہوا کہ یہ ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین وصوفیائے کرام و اولیائے عظام اس پر متفق الرائے ہیں بلکہ مرزا صاحب اور ان کے خدا کا بھی اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری اصالتاً نازل ہوں گے۔ ''براہین احمدیہ'' میں لفظ ''دوبارہ'' ہے جس سے نزول مسیح بجسد عنصری ثابت ہوتا ہے اور جب مرزا صاحب پہلے خدا تعالیٰ کے الہام سے لکھ چکے کہ مسیح دوبارہ آئینگے تو ثابت ہوا کہ یہی عقیدہ درست ہے۔ کیونکہ الہام وکشف وہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتا ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو ورنہ شیطانی وسوسہ ہے اور اس پر اجماع امت ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی معجزہ نمایاں کرے۔ ہوا پر اڑے اور دریا پر سے خشک پاؤں گذرے، اگر اسکا الہام شریعت کے برخلاف ہے تو شیطانی وسوسہ ہے۔ مرزا صاحب نے بعد میں جو عقیدہ ایجاد کیا وہ غلط ہے۔ خدائی الہام نہیں کیونکہ قرآن حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (سورہ نساء) ترجمہ: ''اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی ہو اور پھر چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ پر تو ہم اُسکو چلائے جائینگے اُسی راستہ پر اور اسکو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بری

جگہ ہے"۔ اس فرمانِ خداوندی سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہیں:

اوّل: رسول اللہ ﷺ کے خلاف جانے والا دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔ یعنی جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف کوئی اور راستہ نکالے تو وہ جہنمی ہے اور اس کا پیرو بھی جہنمی ہوگا۔ مرزا صاحب نے جو عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و نبی اللہ کے معنی بالکل رسول اللہ ﷺ کے برخلاف کر کے خود مسیح موعود بنے اور اپنا راستہ الگ نکالا یہ جہنم کا راستہ ہے۔ کیونکہ انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں"۔ (دیکھو انجیل یوحنا ۱۵/ ۲۸) "تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا ہے کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں"۔ اس انجیل کے مضمون سے اظہر من الشمس ہے کہ جانیوالا ایک ہی شخص ہے یعنی عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ و رسول اللہ نبی ناصری ہے۔ جسکی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے یہود! عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے واپس آئینگے۔ حدیث میں لفظ **راجعٌ** ہے جسکے معنی واپس آنے کے ہیں جو انجیل کے عین مطابق ہے کہ پھر آتا ہوں۔ اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر کے مدفون ہوں گے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ اس قدر ثبوت کے ہوتے ہوئے کسی خدا ترس مسلمان کا تو کام نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے برخلاف الگ راستہ نکال کر کہے کہ حضرت عیسیٰ نہیں آئینگے اور غلام احمد کے آنے سے مسیح موعود آگیا مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ اگر آنیوالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہے تو دجال کا آنا بھی تو ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کو اکٹھے دیکھا ہے اور مرزائی اچھل اچھل کر یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس مسیح کو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا ہے وہ مسیح مرزا صاحب ہیں اور مرزا صاحب کا حلیہ اس مسیح سے ملتا ہے

مگر یہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ایسا کہنے سے تو مرزا صاحب کا تمام کھیل ہی بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ وہی مسیح ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے دجال واحد شخص کے ساتھ دیکھا تھا تو مرزا صاحب کے ساتھ وہ دجال بھی آنا چاہئے تھا۔ وہ دجال واحد نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی مسیح موعود کے آنے کے وہی نشان بتائے جو انجیل نے قیامت کے بتائے: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ○﴾ یعنی ''جب سورج اپنی روشنی چھوڑ دے گا۔ اور ستارے مدہم پڑ جائینگے''۔

(دیکھو انجیل متی، باب ۲۴ آیت ۴،۵،۶): ''اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اسکے شاگردوں نے خلوت میں اس کے پاس آکے کہا کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور زمانے کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے۔ تب یسوع نے جواب میں ان سے کہا: خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کرینگے''۔

(آیت ۲۶،۲۷): ''کیونکہ جھوٹے مسیح اور نبی آئینگے اور ایسے بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے کہ اگر ہوسکتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے''۔

(آیت ۳۰): ''ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت کے سارے گھرانے چھاتی پیٹیں گے اور ابن آدم (عیسیٰ) کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھیں گے''۔

انجیل کے اس مضمون کی تصدیق قرآن شریف نے بھی کردی ہے کہ:

اول: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کا

نشان ہے اور حدیث شریف میں بھی رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشان فرمایا۔ پس جو امر پہلے انجیل سے، پھر قرآن اور حدیث سے، پھر اجماع امت سے ثابت ہو چکا تو اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ جس کا دعویٰ یہ ہو کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور خدا کے ملائکہ اور خدا کے رسولوں اور خدا کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ ہاں دوسرا شخص جو چاہے سو کرے۔ ایک مسلمان ہرگز ایسی دلیری نہیں کر سکتا کہ تمام امت کا ساتھ چھوڑ کر اور تمام الہامی کتابوں کے مضامین سے انکار کر کے اپنا الگ راستہ نکالے یعنی یہ کہ عیسیٰ ابن مریم کے معنی ''مرزا غلام احمد'' ہے دمشق کے معنی ''قادیان'' ہے۔

دوم: مرزا صاحب کا فرمانا کہ ''اگر میں حق پر نہ ہوتا تو اس قدر مجھ کو کامیابی نہ ہوتی''۔ خدا تعالیٰ نے اسکی بھی تردید فرمادی۔ کیونکہ اس آیت میں فرمایا جو شخص غیر مومنین کی سبیل نکالتا ہے، ہم بھی اسکو اسی راستہ پر چلائے جاتے ہیں اور اسکو ترقی دیتے ہیں اور بظاہر اسکو کامیاب کرتے ہیں تاکہ اسکو جہنم میں جھونک دیں۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کی نظیر موجود ہے اس نے سبیل المومنین کے برخلاف راستہ نکالا اور کہا کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں اور محمد ﷺ کے ساتھ صرف نبوت میں شریک ہوں مگر اسی کی شریعت کے تابع ہوں۔ شریعت محمد ﷺ پر عمل کرتا ہوں، میں محمد ﷺ کے برخلاف نہیں ہوں صرف انکا نائب ہوں اور یہ راستہ جو اس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختیار کیا تو خدائے تعالیٰ نے بھی اسکو اسی راستہ پر چلایا اور وہ ایسا کامیاب ہوا کہ سوا مہینے کے عرصہ میں لاکھ سے زیادہ مسلمان اسکے پیرو ہو گئے۔

مسلمانو: غور کرو! مرزا جی جو آنحضرت ﷺ کی تعریف ساتھ ساتھ کرتے جاتے ہیں۔ یہ وہی چال ہے جو مسیلمہ چلا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ کو مسلمان مانے ہوئے ہیں اسی کی آڑ میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے مرزا صاحب نے فنافی الرسول کا ہتھکنڈہ نکالا ورنہ

جو خود مدعی نبوت ہو تو وہ تو محمد ﷺ کا عدیل اور دشمن ہے۔ ایک حاکم کے ہوتے ہوئے دوسرا اگر اس کے برخلاف شریک حکومت ہو تو یقیناً اسکا دشمن ہوتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ تاکہ آنحضرت ﷺ کا نام سن کر دام میں پھنس جائیں۔

مرزائیوں کی طرح مسیلمہ کذاب کے مریدوں کو بھی دھوکا ہوا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، مسیلمہ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے۔ ''تاریخ اسلام'' میں لکھا ہے کہ ''جب مسیلمہ کے قاصد خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے قاصد سے پوچھا کہ تم کیا ایمان رکھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور کو بھی نبی مانتے ہیں اور مسیلمہ کو بھی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تم کو قتل کراتا''۔ اور پھر آپ ﷺ نے مسیلمہ پر قتال کا حکم دیا اور ہزارہا لوگ جنہوں نے مسیلمہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نبوت کیا تھا، قتل ہوئے۔ اگر ضد اور خوش اعتقادی ہی معیار صداقت ہے تو مسیلمہ سچا نبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ کوئی شخص کسی جھوٹے کے پیچھے اپنی جان قربان نہیں کرتا۔ مرزا صاحب کے صرف دو مرید کابل میں اپنی سند کفر کے باعث قتل کئے گئے تو مرزائی اب تک صداقت کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ مگر مسیلمہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہزاروں نے اس پر جان قربان کی اور مرنا قبول کیا، لیکن مسیلمہ کی غیر تشریعی نبوت سے 'جسکے اب مرزا جی مدعی ہیں' انکار نہ کیا۔ کیوں انکار نہ کیا اور مارے گئے! اس لئے کہ وعدہ خداوندی ہے کہ ہم کاذبوں کو اسی راستہ پر چلاتے ہیں جو وہ رسول اللہ ﷺ کے برخلاف اختیار کرتے ہیں تاکہ حجت خداوندی پوری ہو اور وہ دوزخ میں جھونک دیئے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**لاتجتمع امتی علی الضلالة**'' یعنی ''میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی''۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رفع جسمی نزول اصلی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ (۱۸۷) سلف صالحین کے نام بمع انکی کتابوں کے درج ہیں، ضلالت پر نہیں ہیں۔ مرزا جی نے ہی رسول کے خلاف راہ نکالی اور خدا نے بھی ان کو اسی راہ خلاف رسول پر چلایا اور دوسرے کذابوں کی طرح اُنکو بھی ترقی دی اور بظاہر اس میں انہوں نے اپنی کامیابی سمجھی، مگر حقیقت میں چونکہ وہ راستہ خلاف رسول تھا اس لئے جہنم کا راستہ ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو بچائے۔ (آمین ثم آمین)

ناظرین! مرزا صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جو شخص صلیب دیا گیا اُس نے اس وقت کیوں نہ کہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں، مجھ کو ناحق صلیب دیا جاتا ہے۔ پس مفسرین قرآن نے یہ قصہ غلط اپنے پاس سے بنالیا ہے کہ مسیح صلیب نہیں دیا گیا اور کوئی دوسرا شخص اس کا مشبہ دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھائے گئے“...... (الخ)

(ازالہ اوہام)

جواب: حضرات مفسرین نے جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ انہوں نے مطابق ”انجیل برنباس“ کے لکھا ہے۔ جس انجیل کی نسبت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ”سرمہ چشم آریہ“ کے صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ”یہ معتبر انجیل ہے“۔

ہم ذیل میں اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے انجیل سے جس کو قرآن مجید آسمانی کتاب ہونا تصدیق فرماتا ہے، اصل عبارت انجیل کی لکھتے ہیں۔ تاکہ مومنین کتاب اللہ کو معلوم ہو کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یعنی ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز قتل نہیں ہوئے بلکہ یقیناً اٹھائے گئے اللہ کی طرف“۔ بلکہ حدیثات میں ہے کہ **”انّ عیسٰی لم یمت و انّہ راجع الیکم قبل یوم**

القیامة". یعنی "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے، وہ تمہاری طرف واپس آنیوالے ہیں قیامت سے پہلے"۔ (دیکھو تفسیر در منثور)

ناظرین! برنباس حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چشم دید شہادت کے مقابل ۱۹ سو برس کے بعد مرزا صاحب کی من گھڑت بلا ثبوت کہانی جو کہ انہوں نے اپنے مطلب کے واسطے خلاف اجماع امت وقرآن وانا جیل تصنیف کرلی ہے تا کہ مسیح کو مار کر خود اسکی جگہ مسیح موعود بن جائے۔ کوئی مسلمان جسکو دعویٰ ہے کہ "**یؤمنون بالغیب**" کی جماعت میں سے ہوں اور کتب سماوی تورات، زبور، انجیل وقرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور جوان کتابوں میں لکھا ہے اور قرآن اس کا مصدق ہے۔ صدق دل سے یقین کرتا ہوں وہ تو ہرگز ہرگز مرزا صاحب کی تصنیف کردہ مطلب پرستی کی بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

خلاصہ انجیل برنباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مگر سب سے پہلے واجب ہے کہ مختصر طور پر ناظرین کو بتایا جائے کہ برنباس کون ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ شہادت دینے والا ایسا معتبر شخص ہے کہ جسکی چشم دید شہادت کسی طرح خلاف نہیں ہوسکتی۔

چشم دید حالات صلیب عیسیٰ علیہ السلام

برنباس حضرت مسیح کے ان خاص مددگاروں اور حواریوں میں سے ایک نامور حواری ہیں جن کو مقتدایان کلیسا رسول کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ پولس رسول ایک زمانہ تک انہی کیساتھ رہی ہیں۔ بلکہ انہی برنباس کی مسیح کی شاگردوں کو پولس کی ہدایت پائی اور یورشلیم واپس آنے کے بعد دوبارہ اس سے واقف اور شناس کرایا تھا۔ کیونکہ مسیح کے شاگرد پولس کی انکے دین کے ساتھ سخت عداوت دیکھنے کے بعد کبھی اسکی دینداری اور راہ یابی پر اعتماد نہ کرتے۔ اگر برنباس پہلے اس سے خود واقف ہوکر پھر اس پر اعتماد کرلینے کے بعد دیگر

شاگردوں مسیح سے اس کا تعارف نہ کراتی۔ (سید رشید رضا مصری، مالک رسالہ المنار مصر)

دیکھو انجیل کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام دربارہ جھوٹے مدعیان نبوت۔ جو بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ ظاہر ہوں گے۔

’’انجیل برنباس‘‘، فصل ۹۷، آیت ۵: ’’مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دیگا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یونہی وعدہ کیا ہے۔ (۶): ’’اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لئے کہ اللہ اسکو درست اور محفوظ رکھے گا‘‘۔ (۷): ’’کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے‘‘؟ (۸): ’’رسول یسوع نے جواب دیا: اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے‘‘۔ (۹): ’’مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئیگی اور یہی بات ہے جو مجھے رنج دیتی ہے اس لئے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا۔ پس وہ میری انجیل کے دعوی کی پیروی میں چھپتیں گے‘‘۔

ترجمہ: **’’انجیل برنباس‘‘، فصل ۱۱۲، آیت ۱۲:** ’’پس اے برنباس تو معلوم کر کہ اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا لازمی ہے۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تمیں سکوں کے ٹکروں کی بالعوض بیچ ڈالے گا‘‘۔ (۱۴): ’’اور اس بناء پر پس مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا‘‘۔ (۱۵): ’’اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھائیگا اور بیوفا کی صورت بدل دے گا، یہاں تک اسکو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں‘‘۔ (۱۶): ’’مگر جب مقدس محمد ﷺ رسول آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کرے گا‘‘۔

فصل ۱۳۹، آیت ۴: ’’پس عنقریب کاہنوں کے سردار اور قوم شیوخ مجھ پر اٹھ

کھڑے ہوں گے۔ اور رومانی حاکم سے میرے قتل کرنے کا حکم طلب کرینگے''۔ (۵): ''کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ میں اسرائیل کا ملک غصب کراوں گا''۔ (۶): ''اور ان کے علاوہ میرا ایک شاگرد مجھے بیچ ڈالے گا اور مجھے دشمن کے حوالہ کردے گا۔ جیسے کہ یوسف مصر میں بھیجا گیا تھا''۔ (۷): ''مگر عادل اللہ عنقریب اسکو مضبوط باندھ لے گا۔ جیسے کہ داؤد نبی کہتا ہے جس شخص نے اپنے بھائی کے واسطے کنواں کھودا وہ خود اسکے اندر گرے گا''۔ (۸): ''مگر اللہ مجھ کو چھڑا لے گا ان کے ہاتھوں سے اور مجھے دنیا سے اٹھا لے گا''۔

فصل ۲۱۳ آیت ۲۴: ''تب یسوع نے یہ بھی کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں اور بیشک تم ہی میں کا ایک عنقریب مجھ کو حوالہ کردیگا۔ تب میں ایک بکری کی طرح بیچ دیا جاؤں گا''۔ (۲۵): ''لیکن خرابی ہے اسکے لئے کیونکہ عنقریب وہ سب پورا ہوگا جو کہ داؤد ہمارے باپ نے اسکی نسبت کہا ہے کہ وہ خود اسی گڑھے میں گریگا جو کہ اس نے دوسروں کے لئے مہیا کیا ہے۔

بیان واقعہ اخذ وقتل ورفع جسمانی

فصل ۲۱۴: ''اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے۔ وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا۔ ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز میں اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا''۔ (۲): ''اور چونکہ یہودا اس جگہ کو جانتا تھا جس میں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہٰذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا''۔ (۳): ''اور کہا تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کردوں گا جس کو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ اسلئے کہ وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے''۔ (۵): ''کاہنوں کے سردار نے جواب دیا تو کس قدر طلب کرتا ہے''۔ (۶): ''یہودا نے کہا تیس ٹکڑے سونے کے''۔ (۷): ''پس اس وقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپیہ مہیا کر

دیئے اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودس کے پاس بھیجا تا کہ وہ کچھ سپاہی بلا لائے‘‘۔(۹): ’’جب ان دونوں نے اس کو ایک دستہ سپاہ کا دیا اس واسطہ کہ وہ دونوں قوم سے ڈرے‘‘۔ (۱۰): ’’تب ان دونوں نے ان لوگوں سے اپنے ہتھیار لئے اور اور یروشلم سے لاٹھیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے‘‘۔

فصل ۲۱۵،(۱): ’’اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا‘‘۔(۲): ’’تب اسی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا‘‘۔(۳): ’’اور گیارہوں شاگرد سو رہے تھے‘‘۔(۴): ’’پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ پر خطرہ کو دیکھا اپنے اپنے سفیروں جبرئیل اور میخائل اور کوائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لئے‘‘۔(۵): تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اسکو اٹھا لے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے‘‘۔

فصل ۲۱۶،(۱): ’’اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں سے یسوع اٹھایا گیا تھا‘‘۔(۲): ’’اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے‘‘۔(۳): ’’جب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا بولے اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے‘‘۔(۵): ’’لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا تا کہ دیکھے معلم کہاں ہے‘‘۔(۶): ’’اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے‘‘۔(۷): ’’پس تو اب ہم کو بھول گیا‘‘۔(۸): ’’مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخریوطی کو نہیں پہچانتے‘‘۔(۹): ’’اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا‘‘۔(۱۰):

''لیکن ہم لوگوں نے جب یہودا کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے''۔(۱۱): ''اور یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں لپٹا ہوا تھا جاگ اٹھا اور بھاگا''۔(۱۲): ''اور جب ایک سپاہی نے اسے کتان کے لحاف کے ساتھ پکڑ لیا تو وہ کتان کا لحاف چھوڑ کر ننگا بھاگ نکلا اس لئے کہ اللہ نے یسوع کی دعا سن لی اور گیارہ شاگردوں کو آفت سے بچایا''۔

فصل ۲۱۷،(۱): ''پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اسکو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا''۔(۲): ''اس لئے کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا بحالیکہ وہ سچا تھا''۔(۳): ''تب سپاہیوں نے اس سے چھیڑ کرتے ہوئے کہا اے ہمارے سید! تو ڈر نہیں اس لئے کہ ہم تجھ کو اسرائیل پر بادشاہ بنانے کیلئے آئے ہیں''۔(۴): ''اور ہم نے تجھ کو محض اس واسطے باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو نامنظور کرتا ہے''۔(۵): ''یہودا نے جواب میں کہا کہ شاید تم دیوانے ہو گئے ہو''۔(۶): ''تم تو ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر یسوع ناصر کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے۔ تو کیا تم مجھی کو باندھ لوگے جس نے کہ تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ''۔(۷): ''اس وقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا اور انہوں نے یہودا کو مکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کیساتھ اسے اورشلیم کی طرف کھینچتے لے چلے''۔(۸): ''یوحنا اور بطرس نے سپاہیوں کا دور سے پیچھا کیا''۔(۹): ''اور ان دونوں نے اس لکھنے والے کو یقین دلایا کہ انہوں نے وہ سب مشورہ خود سنا جو کہ یہودا کے بارے میں کاہنوں کے سردار اور اُن فریسیوں کی مجلس نے کیا کہ یہ لوگ یسوع کے قتل کرنے کو جمع ہوئے تھے''۔(۱۰): ''تب وہیں یہودا نے بہت سی دیوانگی کی باتیں کیں''۔(۱۱): ''یہاں تک کہ ہر ایک آدمی نے تمسخر میں انوکھا پن پیدا کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ یہودا درحقیقت یسوع ہی ہے اور یہ کہ وہ موت کے ڈر سے بناوٹی

جنوں کا اظہار کرتا ہے“۔ (۱۲): ”اسی لئے کاہنوں نے اُسکی دونوں آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی“۔ (۱۳): ”اور اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا اے یسوع ناصریوں کے نبی (اسلئے کہ وہ یسوع پر ایمان لانیوالوں کو یہی کہہ کر پکارتے تھے) تو ہمیں بتا کہ تجھ کو کس نے مارا ہے“۔ (۱۴): اور اسکے گال پر تھپڑ مارے اور اسکے منہ پر تھوکا“۔ (۱۵): ”اور جبکہ صبح ہوئی اس وقت کاہنوں اور قوم کے شیوخ کی بڑی مجلس جمع ہوئی“۔ (۱۶): ”اور کاہنوں کے سردار نے معہ فریسیوں کے یہ خیال کرتے ہوئے یہودا پر جھوٹا گواہ طلب کیا کہ یہی یسوع ہے۔ مگر انہوں نے اپنا مطلب نہ پایا“۔ (۱۷): ”اور میں یہ کیوں کہوں کہ کاہنوں کے سرداروں ہی نے یہ جانا کہ یہودا یسوع ہے“۔ (۱۸): ”بلکہ تمام شاگردوں نے بھی معہ اس لکھنے والے کے یہی اعتقاد کیا“۔ (۱۹): ”بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یسوع کی بیچاری ماں کنواری نے معہ اسکے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے یہی اعتقاد کیا“۔ (۲۰): ”یہاں تک کہ ہر ایک کا رنج تصدیق سے بالاتر تھا۔ ازیں قبل کہ وہ دنیا سے اٹھالیا جائے گا اور یہ کہ ایک دوسرا شخص جس کے نام سے عذاب دیا جائیگا اور یہ کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک مریگا اسلئے یہ لکھنے والا یسوع کی ماں اور یوحنا کے ساتھ صلیب کے پاس گیا“۔ (۲۳): ”تب کاہنوں کے سردار نے حکم دیا کہ یسوع کو مشکیں بندھا ہوا اسکے روبرو لایا جائے“۔ (۲۴): ”اور اس سے اس کے شاگردوں اور اسکی تعلیم کی نسبت سوال کیا“۔ (۲۵): ”پس یہودا نے اس بارے میں کچھ بھی جواب نہ دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہوگیا۔ اس وقت کاہنوں کے سردار نے اس کو اسرائیل کے جیتے جاگتے خدا کے نام حلف دیا کہ وہ اس سے سچ کہے“۔ (۲۷): ”یہودا نے جواب دیا میں تو تم سے کہہ چکا کہ میں وہی یہودا اسخریوطی ہوں جس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ یسوع ناصری کو تمہارے ہاتھوں میں سپرد کروں گا“۔ (۲۸): ”مگر میں نہیں جانتا کہ تم کس تدبیر سے پاگل ہوگئے ہو۔ (۲۹): ”کہ تم ہر ایک وسیلہ سے یہی چاہتے ہو کہ میں ہی یسوع

ہو جاؤں۔ کاہنوں کے سردار نے جواب میں کہا اے گمراہ گمراہ کرنیوالے! البتہ تو نے اپنی جھوٹی تعلیم اور کاذب نشانیوں کیساتھ تمام اسرائیل کو جلیل سے شروع کر کے یہاں اور شلیم تک گمراہ بنادیا ہے"۔ (۳۱): "کیا اب تجھ کو یہ خیال سوجھتا ہے کہ تو اس سزا سے جس کا تو مستحق ہے اور تو اسکے لائق ہے، پاگل بن کر نجات پا جائے گا"۔ (۳۲): "قسم ہے اللہ کی جان کی کہ تو ہرگز اس سے نجات نہ پائے گا"۔ (۳۳): "اور یہ کہنے کے بعد اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے خوب مکّوں اور لاتوں سے ماریں تاکہ شاید اسکی عقل شاید اس کے سر میں پلٹ آئے"۔ (۳۴): "اور حقیقت یہ ہے کہ یہودا کو کاہنوں کے سردار کے خادموں کے ہاتھ سے وہ ذلت اور حقارت پہنچی جو کہ باور کرنے حد سے باہر ہے"۔ (۳۵): "اس لئے کہ انہوں نے جوش کیساتھ مجلس کی دلچسپی کیلئے نئے نئے ڈھنگ تمسخر کے ایجاد کئے"۔ (۳۶): "پس اس کو مداری کا لباس پہنایا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں سے اسکو خوب دل کھول کر مارا۔ یہاں تک کہ اگر خود کنعانی اس منظر کو دیکھتے تو البتہ وہ اس پر ترس کھاتے"۔ (۳۷): "لیکن کاہنوں اور فریسیوں اور قوم کے شیوخ کے دل یسوع پر یہاں تک سخت ہو گئے کہ اس سے وہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتے دیکھ کر خوش ہوئے۔ بحالیکہ ان کا خیال یہ تھا کہ یہودا درحقیقت یسوع ہی ہے"۔ (۳۸): "پھر اس کے بعد اسے مشکیں بندھا ہوا حاکم کے پاس کھینچ کر لے گئے جو کہ درپردہ یسوع سے محبت رکھتا تھا"۔ (۳۹): "اور چونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ یہودا یسوع ہی ہے، لہٰذا اسکو اپنے کمرہ میں لے گیا۔ اور اس سے یہ سوال کر کے گفتگو کی کہ کاہنوں اور قوم کے سرداروں نے اُسے کس سبب سے اسکے ہاتھوں میں سپرد کیا ہے"۔ (۴۰): "یہودا نے جواب دیا اگر میں تجھ سے سچ کہوں تو تو مجھے سچا نہ جانے گا اسلئے کہ تو بھی ویسا ہی دھوکا دیا گیا ہوگا جیسا کہ کاہنوں اور فریسیوں کو دھوکا دیا گیا ہے"۔ (۴۱): "حاکم نے یہ خیال کر کے کہ وہ شریعت کے متعلق کہنا چاہتا ہے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ

میں یہودی نہیں ہوں‘‘۔(۴۲):’’مگر کاہنوں اورقوم کے شیوخ نے تجھے میرے ہاتھ میں سپرد کیا ہے‘‘۔(۴۳):’’پس تو ہم سے سچ کہہ تاکہ میں وہی کروں جو کہ انصاف ہے‘‘۔(۴۴):’’اس لئے کہ مجھے یہ اختیار ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں یا تیرے قتل کا حکم دوں‘‘۔(۴۵): ’’یہودا نے جواب میں کہا اے آقا تو مجھے سچا مان کہ اگر تو میرے قتل کا حکم دے گا تو بہت بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا اس لئے کہ تو ایک بے گناہ کو قتل کرے گا‘‘۔(۴۶):’’کیونکہ میں خود یہودا اسخر یوطی ہوں نہ کہ یسوع جو کہ جادوگر ہے۔پس اس نے اس طرح اپنے جادو سے مجھ کو بدل دیا ہے۔پس جبکہ حاکم نے اس بات کو سنا وہ بہت متعجب ہوا۔یہاں تک کہ اس نے چاہا کہ اسے چھوڑ دے‘‘۔(۴۸):’’اسلئے حاکم باہر نکلا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا کم از کم ایک جہت سے تو یہ آدمی موت کا مستحق ہے‘‘۔(۴۹):’’پھر حاکم نے کہا یہ آدمی کہتا ہے کہ وہ یسوع نہیں بلکہ یہودا ہے جو کہ سپاہیوں کو یسوع کے پکڑوانے کے واسطے لے گیا تھا‘‘۔(۵۰):’’اور کہتا ہے کہ جلیل کے یسوع نے اسکو جادو سے یوں بدل دیا ہے۔پس اگر یہ بات سچ ہو تو اس کا قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہوگا‘‘۔(۵۲):’’لیکن اگر یہی یسوع ہے اور یہ انکار کرتا ہے کہ وہ یسوع ہے۔پس یہ یقینی ہے کہ اسکی عقل جاتی رہی ہے اور ایک دیوانہ کو قتل کرنا ظلم ہوگا‘‘۔(۵۳):’’اس وقت کاہنوں کے سرداروں اور قوم کے شیوخ نے کاتبوں اور فریسیوں کے ساتھ ملکر شور مچا کے کہا وہ ضرور یسوع ناصری ہے اس لئے کہ ہم اسکو پہنچانتے ہیں‘‘۔(۵۴):’’کیونکہ اگر یہی مجرم نہ ہوتا تو ہم اسکو تیرے ہاتھ میں سپرد نہ کرتے‘‘۔(۵۵):’’اور وہ دیوانہ ہرگز نہیں ہے، بلکہ یقیناً وہ خبیث ہے کیونکہ اپنے اس مکر سے ہمارے ہاتھوں سے بچ جانے کا خواہاں ہے‘‘۔(۵۶):’’اور اگر اس نے نجات پائی تو جو فتنہ یہ اٹھائے گا وہ پہلے فتنہ سے بھی بدتر ہوگا۔بہر حال بیلاطیس (یہ حاکم کا نام ہے) نے اس لئے کہ وہ اس دعویٰ سے اپنے تئیں چھڑا لے، یہ کہا یہ شخص جلیل کا رہنے والا ہے اور

ہیرودس جلیل کا بادشاہ ہے''۔ (۵۸): ''اس لئے اس مقدمہ میں حکم دینا میرا حق نہیں ہے''۔ (۵۹): ''تم اب اسی کو ہیرودس کے پاس لیجاؤ''۔ (۶۰): ''تب وہ لوگ یہودا کو ہیرودس کے پاس لے گئے جس نے کہ بہت مرتبہ یہ آرزو کی تھی کہ یسوع اسی کے گھر آئے''۔ (۶۱): ''مگر یسوع نے کبھی اس کے گھر جانے کا ارادہ نہیں کیا''۔ (۶۲): ''کیونکہ ہیرودس قوموں میں سے تھا اور اس نے باطل جھوٹے معبودوں کی عبادت کی تھی اور ناپاک قوموں کے رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کر رہا تھا''۔ (۶۳): ''پس جبکہ یہودا وہاں لیجایا گیا، ہیرودس نے اس سے بہت سی چیزوں کی نسبت سوال کیا۔ یہودا نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہ وہ یسوع ہے، انکی بابت اچھا جواب نہیں دیا''۔ (۶۴): ''اس وقت ہیرودس نے اپنے سارے دربار کے ساتھ اس سے ٹھٹھا کیا اور حکم دیا کہ اس کو سفید لباس پہنایا جائے۔ جیسا کہ بیوقوف آدمی پہنتے ہیں''۔ (۶۵): ''اور یہ کہہ کر اسے بیلاطیس کے پاس واپس بھیج دیا کہ تو اسرائیل کے گھرانے کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کر''۔ (۶۶): ''اور ہیرودس نے یہ اس لئے لکھا کہ کاہنوں کے سرداروں اور کاتبوں و فریسیوں نے اسکو سکوں کی بڑی مقدار دی تھی''۔ (۶۷): ''پس جب حاکم نے اس بات کو ہیرودس کے ایک خادم سے معلوم کیا کہ معاملہ ایسا ہے تو اس نے کچھ روپیہ حاصل کرنے کے لالچ میں آکر یہ ظاہر کیا کہ وہ یہودا کو چھوڑ دینا چاہتا ہے''۔ (۶۸): ''تب اس نے اپنے ان غلاموں کو (جنہیں کاتبوں نے کچھ روپیہ عطا کیا تھا تا کہ وہ اس یہودا کو قتل کر ڈالیں) حکم دیا کہ اسے کوڑے ماریں۔ مگر اللہ جس نے کہ انجاموں کی تقدیر کی ہے۔ یہودا کو صلیب کے واسطے باقی رکھا تا کہ وہ اس ڈراؤنی موت کی تکلیف کو بھگتے جسکے لئے اس نے دوسرے کو سپرد کیا تھا''۔ (۶۹): ''پس اللہ نے تازیانہ کے نیچے یہودا کی موت آنے نہیں دی باوجود اسکے سپاہیوں نے اسکو اس زور کے ساتھ کوڑے مارے تھے کہ ان سے اس کا بدن خون بن کر بہہ نکلا''۔ (۷۰): ''اور اس لئے

انہوں نے اسکوایک پرانا کپڑا ارغوانی رنگ کا یہ کہہ کر پہنایا کہ ہمارے نئے بادشاہ کومناسب ہے کہ وہ حلّہ پہنے اورتاج دے"۔(۷۱):"پس انہوں نے کانٹے جمع کیے اور ایک تاج سونے اورقیمتی پتھروں کے تاج کے مشابہ بنایا جسکو بادشاہ اپنے سروں پر رکھتے ہیں"۔ (۷۲):"اور کانٹے کا تاج یہودا کے سر پر رکھا"۔(۷۳):"اوراس کے ہاتھ میں ایک بانس کاٹکڑا مثل چوگان (عصا) کے دیااوراس نے ایک بلند جگہ میں بٹھایا"۔(۷۴):"اور اسکے سامنے سے سپاہی ازراہ حقارت اپنا سر جھکائے اسکوسلامی دیتے گذرے گویا کہ وہ یہود کا بادشاہ ہے"۔(۷۵):"اور اپنے ہاتھ پھیلائے تاکہ وہ انعامات لیں جنکے دینے کی نئے بادشاہوں کوعادت تھی"۔(۷۶):"پس جب کچھ نہ پایا تو یہ کہتے ہوئے یہودا کو مارا۔ اے بادشاہ!اس حالت میں تو کیونکر تاج پوش ہوگا جبکہ تو سپاہیوں اور خادموں کوانعام نہیں دیتا"۔(۷۷):"جبکہ تو کاہنوں کے سرداروں نے مع کاتبوں اورفریسیوں کے دیکھا کہ یہودا تازیانوں کی ضرب سے نہیں مرا۔ اور جبکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ پیلاطیس اُسکو رہا کردے گا۔انہوں نے حاکم کوروپیوں کا ایک انعام دیااور حاکم نے وہ انعام لیکر یہودا کو کاتبوں اورفریسیوں کے حوالہ کردیا۔گویا کہ وہ مجرم ہے جوموت کا مستحق ہے اورانہوں نے اسکے ساتھ ہی دو چوروں پرصلیب دئے جانے کا حکم لگایا"۔(۷۹):"تب وہ لوگ اسے "جمجمہ" پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اس یہودا کو ننگا کرکے صلیب پر لٹکایا اسکی تحقیر میں مبالغہ کرنے کیلئے"۔(۸۰):"اور یہودا نے کچھ نہیں کیا سوا اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔(۸۱):"میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اوراس کا چہرہ اوراسکی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حدتک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اوراس پرایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا"۔(۸۲):"اس لئے ان میں سے بعض یہ خیال کر

کے یسوع کی تعلیم سے نکل گئے کہ یسوع جھوٹا نبی تھا اور اس نے جو نشانیاں ظاہر کیں وہ فن جادوگری سے ظاہر کیں تھیں''۔ (۸۳): ''اس لئے یسوع نے کہا تھا کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک نہ مرے گا''۔ (۸۴): ''مگر وہ اس وقت میں دنیا سے لے لیا جائیگا''۔ (۸۵): ''پس جو لوگ کہ یسوع کی تعلیم میں مضبوطی سے جمے رہے۔ انکو رنج نے گھیر لیا۔ اس واسطے کہ انہوں نے مرنیوالے کو یسوع کے ساتھ بالکل مشابہ دیکھا۔ یہاں تک کہ انکو یسوع کا کہنا بھی یاد نہ آیا''۔ (۸۶): ''اور اسی طرح یسوع کی ماں ہمراہی میں ''ججمہ'' پہاڑ پر گئے''۔ (۸۷): ''اور صرف ہمیشہ روتے ہوئے یہودا کی موت کو دیکھنے کے لئے موجود ہونے پر ہی کمی نہیں کی بلکہ نیقوذیموس اور یوسف اباریماثیائی کے ذریعہ سے حاکم سے یہودا کی لاش بھی حاصل کی تاکہ اسے دفن کریں''۔ (۸۸): ''تب اسکو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا جس کو کوئی باور نہ کر سکا''۔ (۸۹): ''اور اسکو یوسف کی نئی قبر میں ایک سو رطل خوشبوؤں میں بسانے کے بعد دفن کر دیا''۔

فصل ۲۱۸، (۱): ''اور ہر ایک آدمی اپنے گھر کو پلٹ آیا''۔ (۲): ''اور جو یہ لکھتا ہے اور یوحنا اور یعقوب اس یوحنا کا بھائی یسوع کی ماں کے ساتھ ناصرہ کو گئے''۔ (۳): ''رہے وہ شاگرد جو کہ اللہ سے نہیں ڈرے تو وہ رات کے وقت گئے اور یہودا کی لاش چرا کر اسے چھپا دیا اور خبر اڑادی کہ یسوع جی اٹھا ہے''۔ (۴): ''تب اس فعل کے سبب سے ایک بے چینی پیدا ہوئی''۔ (۵): ''کاہنوں کے سردار نے حکم دیا کہ کوئی آدمی یسوع ناصری کی نسبت کلام نہ کرے ورنہ وہ جرم کرنیکی سزا کے تحت میں آئیگا''۔ (۶): ''اس کے لئے بڑی سختی ظاہر ہوئی۔ پس بہت سے آدمی سنگسار کئے گئے اور تازیانوں سے مارے گئے اور ملک سے جلا وطن کر دیئے گئے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں خاموشی کو لازم نہیں پکڑا''۔ (۷): ''اور ناصرہ میں یہ خبر پہنچی کہ کیوں کر یسوع اُن کے شہر کا ایک باشندہ جی اٹھا

ہے۔ اس کے بعد کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا"۔ (۸): "تب اس نے جو کہ لکھتا ہے یسوع کی ماں سے منت کی کہ وہ خوش ہو کر رونے سے باز آئے کیونکہ اس کا بیٹا جی اٹھا ہے۔ پس جبکہ کنواری مریم نے اس بات کو سنا وہ رو کر کہنے لگی تو اب ہمیں اور شلیم چلنا چاہئے تا کہ میں اپنے بیٹے کو ڈھونڈوں"۔ (۹): "اس لئے اگر میں اسکو دیکھ لوں گی تو آنکھیں ٹھنڈی کر کے مروں گی"۔

فصل ۲۱۹،(۱): "تب کنواری مع اس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب کے اسی دن اور شلیم میں آئی جس روز کہ کاہنوں کے سردار کا حکم صادر ہوا تھا"۔ (۲): "پھر کنواری نے جو کہ اللہ سے ڈرتی تھی، اپنے ساتھ رہنے والوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کے بیٹے کو بھلا دیں باوجود اس کے کہ اس نے معلوم کر لیا تھا کہ کاہنوں کے سردار کا حکم ظلم ہے"۔ (۳): "اور ہر ایک آدمی کا انفعال (تاثر) کس قدر سخت تھا"۔ (۴): "اور وہ خدا جو کہ انسان کے دلوں کو جانچتا ہے، جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم لوگ (جنکو کہ ہم اپنے معلم یسوع سمجھتے تھے) کی موت پر رنج والم اور اس کو جی اٹھتا دیکھنے کے شوق میں محو ہو گئے تھے"۔ (۵): "اور وہ فرشتے جو کہ مریم پر محافظ تھے تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ جہاں کہ یسوع فرشتوں کی ہمراہی میں تھا اور اس سے سب باتیں بیان کیں"۔ (۶): "لہٰذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ اسکو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں اور اپنے شاگردوں کو دیکھ آئے"۔ (۷): "تب اس کو فرمایا رحمٰن نے اپنے چاروں نزدیکی فرشتوں کو جو کہ جبرئیل اور میخائیل اور رفائیل اور اوریل ہیں۔ حکم دیا کہ یہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لیجائیں"۔ (۸): "اور یہ کہ متواتر تین دن کی مدت تک وہاں اسکی نگہبانی کریں"۔ (۹): "اور سوا ان لوگوں کے جو اسکی تعلیم پر ایمان لائے ہیں اور کسی کو اسے نہ دیکھنے دیں"۔ (۱۰): "پس یسوع روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جسکے اندر کنواری مریم مع اپنی دونوں بہنوں مرتا اور مریم مجدلیہ اور بعازر

اور راس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب اور بطرس کے مقیم تھے"۔(۱۱):"تب یہ سب خوف سے بیہوش ہوکر گر پڑے گویا کہ وہ مردے ہیں۔ (۱۲): پس یسوع نے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا تم نہ ڈرو اسلئے کہ میں یسوع ہوں"۔(۱۳):"اور نہ روؤ کیونکہ میں زندہ ہوں نہ کہ مردہ"۔(۱۴):"تب ان میں سے ہر ایک دیر تک یسوع کے آجانے کی وجہ سے دیوانہ سا رہا"۔(۱۵):"اس لئے کہ انہوں نے پورا پورا اعتماد کرلیا تھا کہ یسوع مر گیا ہے"۔(۱۶):"پس اس وقت کنواری نے روتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے تو مجھ کو بتا کہ اللہ نے تیری موت کو تیرے قرابت مندوں اور دوستوں پر بدنامی کا دھبہ رکھ کر اور تیری تعلیم کو داغدار کرکے کیوں گوارا کیا۔ بحالیکہ اس نے تجھ کو مردوں کے زندہ کردینے پر قوت دی تھی پس تحقیق ہر ایک جو کہ تجھ سے محبت رکھتا تھا وہ مثل مردے کے تھا"۔

فصل ۲۲۰،(۱):"یسوع نے اپنی ماں سے گلے ملکر جواب میں کہا اے ماں تو مجھے مان کیونکہ میں تجھ سے سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ہرگز نہیں مرا ہوں"۔(۲):"اس لئے کہ اللہ نے مجھ کو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے"۔(۳):"اور جبکہ کہا چاروں فرشتوں سے خواہش کی کہ وہ ظاہر ہوں اور شہادت دیں کہ بات کیونکر تھی"۔(۴): "تب جونہی فرشتے چار چمکتے ہوئے سورجوں کی مانند ظاہر ہوئے۔ یہاں تک کہ ہر ایک دوبارہ گھبراہٹ سے بیہوش گر پڑا گویا کہ وہ مردہ ہے"۔(۵):"پس اس وقت یسوع نے فرشتوں کو چار چادریں کتان کی دیں تاکہ وہ ان سے اپنے تئیں ڈھانپ لیں کہ اسکی ماں اور اسکے رفیق انہیں دیکھ نہ سکیں اور صرف ان کو باتیں کرتے سننے پر قادر ہوں"۔(۶):"اور اسکے بعد ان لوگوں میں سے ہر ایک کو اٹھایا انہیں یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ یہ فرشتہ اللہ کے ایلچی ہیں"۔(۷):"جبرئیل جو کہ اللہ کے بھیدوں کا اعلان کرتا ہے"۔(۸):"اور میخائیل

جو کہ اللہ کے دشمنوں سے لڑتا ہے"۔ (۹): "اور رافائیل جو کہ مرنیوالوں کی روحیں نکالتا ہے"۔ (۱۰): "اور اوریل جو کہ روز اخیر قیامت میں لوگوں کو اللہ کی عدالت کی طرف بلائے گا"۔ (۱۱): "پھر چاروں فرشتوں نے کنواری سے یہ بیان کیا کہ کیونکر اللہ نے یسوع کی جانب فرشتے بھیجے اور یہودا کی صورت کو بدل دیا تا کہ وہ اس عذاب کو بھگتے جس کیلئے اس نے دوسرے کو بیچا تھا"۔ (۱۲): "اس وقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم کیا مجھے جائز ہے کہ تجھ سے اس وقت بھی اس طرح سوال کروں جیسے کہ اس وقت جائز تھا جبکہ تو ہمارے ساتھ مقیم تھا"۔ (۱۳): "یسوع نے جواب دیا برنباس تو جو چاہے دریافت کر میں تجھ کو جواب دوں گا"۔ (۱۴): "پس اس وقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم اگر اللہ رحیم ہے تو اس نے ہم کو یہ خیال کرنے والا بنا کر اس قدر تکلیف کیوں دی کہ تو مردہ تھا"۔ (۱۵): "اور تحقیق تیری ماں تجھ پر اس قدر روئی کہ مرنے کے قریب پہنچ گئی"۔ (۱۶): "اور اللہ نے یہ روا رکھا کہ تجھ پر "تجمہ" پہاڑ پر چوروں کے مابین قتل ہونے کا شبہ لگے۔ حالانکہ تو اللہ کا قدوس ہے"۔ (۱۷): "یسوع نے جواب میں کہا اے برنباس تو مجھ کو سچا مان کہ اللہ ہر خطا پر خواہ کتنی ہی ہلکی کیوں نہ ہو بڑی سزا دیا کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ گناہ سے غضب ناک ہوتا ہے"۔ (۱۸): "پس اسی لئے جبکہ میری ماں اور میرے ان وفادار شاگردوں نے جو کہ میرے ساتھ تھے مجھ سے دنیاوی محبت کی نیک کردار خدا نے اس محبت پر موجودہ رنج کیساتھ سزا دینے کا ارادہ کیا تا کہ اس پر دوزخ کی آگ کیساتھ سزا ہی نہ کیجائے"۔ (۱۹): "پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تا کہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں"۔ (۲۰): "اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جبکہ محمد رسول آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا، جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں

گے۔ (۲۱): ’’اور یسوع نے یہ بات کہنے کے بعد کہا اے رب ہمارے البتہ تو بیشک عادل ہے اسلئے کہ اکیلے تیرے ہی لئے بے نہایت بزرگی اور اکرام ہے‘‘۔

فصل ۲۲۱: اور یسوع اس لکھنے والے کی جانب متوجہ ہوا اور کہا اے برنباس تجھ پر واجب ہے کہ تو ضرور میری انجیل اور وہ حال لکھے جو کہ میرے دنیا میں رہنے کی مدت میں میرے بارے میں پیش آیا اور وہ بھی لکھ جو کہ یہودا پر واقع ہوا تا کہ ایمانداروں کا دھوکا کھانا زائل ہو جائے اور ہر ایک حق کی تصدیق کرے‘‘۔ (۳): ’’اس وقت اس لکھنے والے نے جواب دیا اے معلم اگر خدا نے چاہا تو میں اسکو ضرور کروں گا‘‘۔ (۴): ’’لیکن میں نہیں جانتا کہ یہودا کو کیا پیش آیا اسلئے کہ میں نے سب باتیں نہیں دیکھی ہیں‘‘۔ (۵): ’’یسوع نے جواب دیا یہاں یوحنا اور پطرس ہیں جن دونوں نے ہر چیز دیکھی ہے۔ پس یہ دونوں تجھ کو تمام واقعات کی خبر دیں گے‘‘۔ (۶): ’’پھر ہم کو یسوع نے ہدایت کی کہ ہم اسکے مخلص شاگردوں کو بلائیں تا کہ وہ سب اس کو دیکھیں تب اس وقت یعقوب اور یوحنا نے ساتوں شاگردوں کو مع ینقودیموس اور یوسف اور بہت سے دوسروں کے بہتر میں سے جمع کیا اور انہوں نے یسوع کے ساتھ کھانا کھایا‘‘۔ (۸): ’’اور تیسرے دن یسوع نے کہا تم لوگ میری ماں کے ساتھ زیتون پہاڑ پر چڑھ جاؤ‘‘۔ (۹): ’’اس لئے کہ میں وہیں سے آسمان پر بھی چڑھ جاؤں گا اور تم اسکو دیکھو گے جو مجھے اٹھالے جائے گا۔ تب سب کے سب گئے بجز پچیس کے بہتر شاگردوں میں سے جو کہ خوف سے دمشق کی طرف بھاگ گئے تھے‘‘۔ (۱۲): ’’اور اسی اثناء میں کہ یہ سب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے یسوع ظہر کے وقت ان فرشتوں کی ایک بھاری بھیڑ کیساتھ آیا جو اللہ کی تسبیح کرتے تھے‘‘۔ (۱۳): ’’تب وہ اس یسوع کے چہرے کی روشنی سے اچانک ڈر گئے اور اپنے مونہوں کے بل زمین پر گر پڑے‘‘۔ (۱۴): ’’لیکن یسوع نے انکو اٹھا کر کھڑا کیا اور یہ کہہ کر انہیں تسلی دی: تم ڈرومت میں تمہارا معلم ہوں۔ اور

اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کوملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے، یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو"۔ (۱۶): "اسلئے کہ اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے"۔ (۱۷): "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے"۔ (۱۸): "تم ڈرتے رہو اس لئے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکا دینے کا ارادہ کریگا"۔ (۱۹): "لیکن تم تمام اسرائیل ساری دنیا میں ان سب چیزوں کے لئے جنکو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو"۔ (۲۰): "اور یہ کہنے کے بعد اللہ سے مومنوں کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید توبہ وایمان کے لئے دعا کی"۔ (۲۱): "پس جبکہ دعا ختم ہوگئی اسنے یہ کہتے ہوئے اپنی ماں کو گلے لگایا اے میری ماں مجھ پر سلامتی ہو"۔ (۲۲): "تو اس اللہ پر توکل کر جس نے تجھ کو اور مجھ کو پیدا کیا ہے"۔ (۲۳): "اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف کہتا ہوا متوجہ ہوا: اللہ کی نعمت اور اسکی رحمت تمہارے ساتھ رہے"۔ (۲۴): "پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے"۔

فصل ۲۲۲، (۱): "یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد اسرائیل اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراگندہ ہوگئے"۔ (۲): "رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا، اسکو باطل نے دبا لیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے"۔ (۳): "پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ نے جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں، یہ بشارت دی کہ یسوع مر گیا اور وہ جی نہیں اٹھا اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ درحقیقت مر گیا پھر جی اٹھا اور اوروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے اور انہی لوگوں کے شمار میں پولس نے بھی دھوکا دیا"۔ (۶): "اب رہے ہم تو ہم محض اسی کی منادی کرتے ہیں کہ جو کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں تا کہ اخیر دن میں جو اللہ کی عدالت کا دن

ہوگا، چھٹکارا پائیں۔ آمین''۔

ناظرین! مذکورہ بالا حوالہ جات انجیل برنباس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیا جانا اور صلیب کے عذابوں سے معذب ہونا تو درکنار وہ تو دشمنوں کے پاس تک نہ رہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک رسائی نہیں ہوئی۔ سولی دینا اور صلیب پر لٹکانا اور بے گناہ کو کوڑے مارنا تو برا کام ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسے طریق سے حفاظت کی کہ دشمنوں نے مس تک نہ کیا اور خدا نے انکو حسب وعدہ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ صحیح سلامت آسمان پر اٹھالیا اور انکے عوض یہودا اسخیر یوطی جس نے تیس سکوں کے لالچ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوانا چاہا تھا، وہی صلیب دیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۰﴾ یعنی''یہودا نے تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ غالب تدبیر کرنے والا ہے''۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر میں غالب آیا اور جو صلیب کے عذاب یہودا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے تجویز کئے تھے وہی عذاب اس پر الٹ دیئے۔ یہودا اسخیر یوطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ مصلوب ہوا اور یہ عین انصاف تھا۔ کیونکہ یہودا اسخیر یوطی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دلوانے کی تدبیر کی تھی۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور یہودا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی۔ یعنی یہودا کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل ہوگئی اور وہ صلیب دیا گیا۔ یہودا نے اس وقت بہت شور اٹھایا اور فریاد وواویلا کیا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔ عیسیٰ نے جادو کے زور سے مجھ پر اپنی شبیہ ڈالی ہے اور خود بچ گیا ہے۔ مگر سب نے سنکر یہ خیال کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اپنی جان صلیب سے بچانے کے لئے حیلہ نکالا ہے کہ کسی طرح بچ جاؤں۔ پر کسی نے اعتبار نہ کیا اور اسی کو صلیب دی۔

تمام عیسائیوں کے دو فرقے ہوگئے تھے: **ایک** کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے اور نہ صلیب کے زخم ان کو لگائے گئے۔ وہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے گئے اور انکا مشبہ یعنی یہودا سخر یوطی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی تھی، وہی صلیب دیا گیا۔ اس اعتقاد والے باسالیدیان، سرن تھان، گورپوکھری تیان تین فرقے عیسائیوں کے ہیں۔

دوسرا گروہ عیسائیوں کا اس بات کا معتقد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے گئے اور انکو صلیب کے عذاب اس واسطے دیئے گئے کہ ان کی امت کی نجات ہو اور کفارہ کی بنیاد رکھنے یا قائم کرنیکے واسطے ایسا اعتقاد تراشا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے امت کے گناہوں کے بدلے عذاب اٹھائے اور صلیب پر فوت ہوگئے تھے۔ اور پھر تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ فرقے روجن کیتھلک، یونیٹرین، پروٹسٹنٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔

تیسرا گروہ یہود کا تھا جو کہتا تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو جو رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، قتل کر دیا۔

یہ اختلاف حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے زمانہ تک برابر چلا آتا تھا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ ایک عیسائی فرقہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے، بلکہ زندہ اٹھائے گئے اور انکا ہمشکل پھانسی دیا گیا اور مارا گیا۔ تیسرا گروہ عیسائیوں کا یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکائے گئے اور فوت ہو کر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر آخر زمانہ میں اتریں گے۔

قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اس اختلاف کا جو فیصلہ کیا وہ یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ

صلیب دیئے گئے۔ جیسا کہ ﴿مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ﴾ سے ظاہر ہے ﴿بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہی فیصلہ قرآن کے ماننے والوں نے تسلیم کیا۔ اور ۱۳۰۰ برس تک صحابہ کرام و آئمہ دین وصوفیائے کرام واولیائے امت محمدیہ بھی فیصلہ قرآن مانتے آئے ہیں کسی ایک نے بھی قرآن کے برخلاف نہ یہود کا اعتقاد رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ اور نہ عیسائیوں کا اعتقاد رکھا کہ صلیب پر لٹکائے گئے۔ بلکہ وہی اعتقاد رکھا جو قرآن نے انجیل برنباس کے بیان کی تصدیق کی تھی۔ یعنی ﴿شُبِّہَ لَھُمْ﴾ فرمایا تھا، جس کا مطلب وہی ہے جو کہ برنباس حواری نے بیان کیا اور چشم دید حال بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ انکا ہم شکل صلیب دیا گیا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ شخص کس قدر ظالم طبع ہوگا جو یہ اعتقاد رکھے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ جو حکم بن کر آئے تھے، انہوں نے اختلاف کا فیصلہ نہ کیا اور جس مطلب کیواسطے رسول بن کر آئے تھے وہ کام نہ کیا اور اپنا فرض منصبی ادا نہ کیا اور اختلاف چھوڑ گئے۔ یہ جو مرزا صاحب اور مرزائی اب کہتے ہیں کہ عیسیٰ صلیب پر لٹایا گیا، یہ تو پہلے عیسائیوں کا اعتقاد تھا اور یہ کفارہ کی بنیاد تھی کہ حضرت عیسیٰ نے صلیب کے عذاب امت کی خاطر برداشت کئے۔ اور چونکہ یہ اعتقاد باطل تھا اسلئے قرآن نے اسکی تردید کی اور صاف صاف لفظوں میں فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ یعنی ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو فوت ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے، بلکہ انکو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہوتے تو صاف فرمایا جاتا کہ عیسیٰ مر گئے۔ اور ﴿بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ نہ فرمایا جاتا اور یہ قطعی دلیل حیات مسیح ہے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اسکی تصدیق فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، وہ حدیث یہ ہے: ’’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ للیھود: اِنَّ عِیسٰی لم یمت وَ اِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ‘‘۔ (از در منثور) یعنی

''رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، وہ تم میں قیامت سے پہلے آنیوالے ہیں۔ پھر دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسىٰ بن مريم مع رسول الله وصاحبهٔ فيكون قبره رابعاً"**. یعنی ''عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے اور انکی چوتھی قبر ہوگی''۔ پھر تیسری حدیث میں فرمایا: **"ثُمَّ يَمُوْتُ فيدفن معى فى قبرى"**. یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ۴۵ برس زندہ رہ کر پھر فوت ہوں گے اور مقبرہ میں دفن ہوں گے''۔

اس جگہ مرزا صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو **"فى قبرى"** کے لفظ پر کرتے ہیں۔ افسوس مرزا صاحب کو اعتراض کرنے کے وقت ہوش نہ رہتی تھی۔ **"فى قبرى"** کے لفظی معنوں پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) ''رسول کی ہڈیاں نکال کر پھر عیسیٰ کو دفن کریں گے اور یہ ہتک رسول اللہ کی ہے''۔ ہم مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے بادب دریافت کرتے ہیں کہ **"فى"** کے معنی اگر یہی ہیں جو مرزا صاحب کہتے ہیں تو ﴿**قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ**﴾ کے معنی بھی وہ یہی کرتے ہوں گے کہ زمین کے بیچ میں سرنگ کھود کر سیر کرو! ﴿**وَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ**﴾ کے معنی بھی وہ یہی کرتے ہوں گے کہ میرے بندوں کے پیٹ پھاڑ کر داخل ہو جاؤ! ﴿**اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَة**﴾ کے معنی بھی یہی کرتے ہوں گے کہ طبقات زمین کے نیچے زمین کے درمیان آدم کو خلیفہ بنائے گا! مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ صریح نص شرعی کے مقابل جب انکو جواب نہ آتا تو جہالت کے اعتراض کر کے نص شرعی ٹالنا چاہتے تھے۔ مگر اہل علم کب سنتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جب اس حدیث کی شرح دوسری حدیث نے کر دی ہے: **"فيكون قبره رابعا"**. یعنی ''انکی قبر چوتھی قبر ہوگی''، تو پھر جہالت نہیں تو اور کیا ہے کہ **"فى قبرى"** سے یہ مطلب ہے کہ ''رسول اللہ کی قبر کو کھود کر عیسیٰ کو دفن کریں گے''۔ خلاصہ

یہ ہے کہ جو امر انجیل میں مذکور ہو اور قرآن اور احادیث سے اسکی تصدیق ہو، اور شریعت محمدی میں جزو ایمان قرار پائے، اس امر سے محض اپنی خواہشِ نفس کی خاطر انکار کرنا اور مسیح کو مار کر خود مسیح موعود بننا، کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ اس طرح تو پہلے بھی کئی جھوٹے مسیح موعود ہو گزرے ہیں۔ چنانچہ ''ابراہیم بذلہ'' نے خراسان میں یہی تو دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ سندھ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جزیرہ حمیکہ میں ایک حبشی نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جعلی و نقلی و بروزی و ظلی مسیح تو بہت ہو گذرے اور حسب پیشگوئی حضرت عیسیٰ و محمد رسول اللہ ﷺ بہت ہوتے رہیں گے۔ اصلی مسیح تو وہی ہے جو نبی ناصری ابن مریم تھا۔ جس کا زندہ ماننا نزول کیواسطے لازمی ہے۔ کیونکہ اگر مسیح بھی دوسرے نبیوں کی طرح مر چکا ہے تو پھر اس کا نزول بھی باطل ہے۔ کیونکہ مردے کبھی اس دنیا میں دوبارہ نہیں آتے اور مسئلہ نزول جزو ایمان ہے۔ اس لئے مسیح کا زندہ ماننا بھی جزو ایمان ہے۔ دیکھو ''فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **''وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب و نزول عیسیٰ من السماء وسائر علامات یوم القیامة علی وردت به الأخبار الصحیحة حق کائن''.**

یعنی ''نکلنا دجال یاجوج و ماجوج کا اور چڑھنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور تمام علامات قیامت کی جو کچھ حدیثوں میں وارد ہے، سب حق ہیں''۔ (فقہ اکبر)۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جزو ایمان ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب شرط زائل ہو تو مشروط بھی زائل ہو جاتا ہے۔ پس اصالتاً نزول عیسیٰ علیہ السلام سے انکار عین قیامت کا انکار ہے اور یہ کفر ہے۔ (وما علینا الا البلاغ)

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مرزا صاحب انجیل وقرآن واحادیث نبوی کے برخلاف ''ازالہ اوہام'' حصہ دوم کے ص ۵۶۱ پر لکھتے ہیں: ''اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے'' چنانچہ الہام یہ ہے: ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے اور اسکے رنگ میں ہوکر وعدہ کے موافق تو آیا ہے''...... (الخ)

ناظرین کرام! چونکہ یہ الہام قرآن شریف اور احادیث نبوی اور اجماع امت کے برخلاف تھا اس لئے حسب اصول مقرر کردہ صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین واولیائے امت مرزا صاحب کو ایسے الہام پر اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس پر اجماع امت ہے کہ جو الہام قرآن شریف کے برخلاف ہو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطانی ہے۔ مگر افسوس! مرزا صاحب بجائے اس الہام کو ردّ کرنے کے الٹا اس فکر میں لگے کہ کسی طرح وفاتِ مسیح قرآن شریف سے ثابت کرکے اپنے الہام کی پیروی کرتے ہوئے خود ہی عیسیٰ ابن مریم بن جائیں اور اپنی پہلی تحریریں جو کہ وہ بھی الہام سے لکھی تھی، ان کو ردّی کردیں۔ انکی پہلی الہامی تحریر حسب ذیل ہیں:

الہام مرزا صاحب: **ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ**...... (الخ)۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے

وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا‘‘۔ (دیکھو براہین احمدیہ ص ۴۹۸،۴۹۹، مصنفہ مرزا صاحب) جسکی نسبت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ الہام ربانی سے لکھی گئی ہے۔

اب فیصلہ آسان ہے کہ مرزا صاحب کی دونوں تحریروں کو خدا کی طرف سے تسلیم نہیں کرسکتے۔ بہر حال ایک ہی درست ہوگی جو قرآن کریم اور حدیث شریف اور سلف صالحین کی تحریروں کے موافق ہوگی۔ اور دوسری جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے، غلط ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی بعد کی تحریر چونکہ نصوص شرعی کے برخلاف ہے، اس واسطے غلط ہے۔ پیروی کے لائق نہیں۔ مرزا صاحب نے سخت اصولی غلطی کھائی ہے کہ تمام امت کے برخلاف جو انکو الہام ہوا اسکو سچا کرنے کے واسطے قرآن شریف کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو یہود نے کتاب اللہ تورات کے ساتھ کیا تھا۔ یعنی ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ﴾ مرزا صاحب نے تیس آیات پیش کی ہیں جو کہ ذیل میں درج کر کے ہر ایک کا نمبروار جواب دیا جاتا ہے۔ ’’قولہ‘‘ کے تحت مرزا صاحب کی عبارت ہے۔ اور ’’اقول‘‘ کے تحت جواب۔

قولہ: پہلی آیت **"یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ"**. یعنی ’’اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اُٹھانیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں‘‘۔

اقول: اگر دوسرا شخص یہ ترجمہ کرتا تو مرزا صاحب اس پر یہودیت اور الحاد کا فتویٰ دیدیتے کہ تم نے ’’پھر عزت کے ساتھ‘‘ کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور ’’تہمتوں سے‘‘ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مگر مرزا صاحب خود ہیں کہ قرآن شریف میں تحریف لفظی کرتے ہیں اور خوف

خدا نہیں کرتے کہ جو الفاظ قرآن میں نہیں ہیں، کیونکر اپنی طرف سے وہ الفاظ قرآن شریف میں داخل کئے جاسکتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کا کوئی مرید بتادے: ''عزت کے ساتھ اُٹھانا'' اور ''تہمتوں سے پاک کرنا'' کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ **''مُطَهِّرُكَ''** کا لفظ جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس میں آسمان کی طرف جانے کا اشارہ تھا کہ: ﴿**مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا**﴾ یعنی ''اے عیسیٰ میں تجھ کو ان لوگوں کی صحبت سے پاک کروں گا''۔ یہ اشارہ تھا کہ تم کو ایسی جگہ رکھوں گا جس جگہ کافر نہ پہنچ سکیں گے اور وہ جگہ آسمان ہی ہے۔ جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ: ''مسیح آسمان پر اُٹھایا گیا''۔ اور مسیح خود بھی فرماتے ہیں کہ: ''میں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ تم وہاں نہیں آسکتے یعنی آسمان''۔

اور مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے: ''سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے''۔ (دیکھو براہین احمدیہ ص ۳۶۱، مصنفہ مرزا صاحب)۔ **''مُتَوَفِّيْكَ''** کے معنی بھی مار دینے والا غلط کئے ہیں۔ کیونکہ **''توفی''** کا مادہ **وَفَا** ہے اور **وَفَا** کے معنی موت ہرگز نہیں صرف بطور مجاز موت کے معنی لئے جاتے ہیں، کیونکہ موت کے وقت خداتعالیٰ روح کو اپنے قبضہ میں کرلیتا ہے اس واسطے مجازی معنی موت کے ہیں، حقیقی معنی **''توفی''** کے پورا پورا لینے یا دینے کے ہیں۔ دیکھو: ﴿**ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ**﴾. یعنی ''پھر تمام نفس پورا پورا بدلہ دیئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے''۔ افسوس! مرزا صاحب نے خود ہی **''توفی''** کے معنی پورا پورا لینے کے کئے ہیں۔ دیکھو ''براہین احمدیہ'' ص ۵۱۹، جو مرزا صاحب کی الہامی کتاب ہے۔

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول نے بھی اسی آیت: ﴿**يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ**﴾ (الآیۃ) کے معنی پورا لینے کے کئے ہیں۔ سنو حکیم صاحب کا ترجمہ: ''جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف''۔

(دیکھو تصدیق ص ۸، مصنفہ حکیم نورالدین صاحب)

اسمیں کچھ شک نہیں کہ پہلے مرزا صاحب مسلمان تھے اور انکے عقائد جمہور اہل اسلام کے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے اصالتاً نزول اور حیات کے معتقد تھے، مگر بعد میں جب ان کو خود عیسیٰ ابن مریم بننے کا خیال ہوا تو پھر سب کچھ بھول گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثابت کرنے میں قرآن شریف میں تحریف شروع کردی اور برائے نام تیس (۳۰) آیات لکھ کر اپنے من مانی تفسیر و معانی کیے اور انکے مرید "حکیم خدا بخش" نے اپنی کتاب "عسل مصطفیٰ" میں بے محل ساٹھ آیتیں لکھدیں۔ یہ اپنے مرشد مرزا صاحب سے بھی بڑھ گئے۔ اصل میں ایک آیت بھی قرآن شریف میں نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہوگئی ہے۔ پس اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ "مُتَوَفِّیک" کے معنی یہ نہیں کہ مار دیا۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں تجھے مارنے والا ہوں، جسکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ابھی مارا نہیں آئندہ کسی زمانہ میں مارنے والا ہوں۔

اس آیت کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کرنا علم عربی سے ناواقف ہونے کی سند ہے۔ کیونکہ "مُتَوَفِّیک" کے معنی مارنے والا ہے نہ کہ مار دیا۔ اسم فاعل کے صیغہ کو ماضی کا صیغہ سمجھنا عربی سے جاہل ہونے کی ایک کافی دلیل ہے۔

پس آیت سے وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ حیات ثابت ہے کیونکہ اس آیت کے نازل ہونے تک مسیح کی موت وارد نہ ہوئی تھی اور "مُتَوَفِّیک" کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اے مسیح میں تجھ کو کسی آئندہ زمانہ میں مارنے والا ہوں اور یہ معنی مرزا صاحب کے غلط معنی "مارنے والا" تسلیم کر کے کیے ہیں ورنہ "**توفی**" کے معنی "**اَخذُ شَیْءٍ وافیا**" ہی کے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ کسی مفسر نے اسکے معنی "مرنیوالا" نہیں کیے۔ شاید

کوئی مرزائی کہدے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسکے معنی "مُمِیْتُکَ" کیے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بعد نزول وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ سابقاً اسی کتاب میں لکھا جاچکا ہے۔ (دیکھو ص ۱۳، کتاب ہذا)

قولہ: دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم مقتول ومصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا۔ جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اسکو اپنی طرف اُٹھالیا۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ رَفَعَهُ سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو" ...... (الخ)۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ۵۹۹، مصنفہ مرزا صاحب)

اقول: رَفَعَهُ مسیح علیہ السلام کی مفصل بحث ذیل میں ملاحظہ ہو، **وهو هذا:**

ناظرین! رفع عیسیٰ علیہ السلام شاخ یا جزو یا فرع ہے۔ واسطے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے جس کا نزول مخبر صادق خاتم النبیین مفخر موجودات محمد ﷺ نے قیامت کی علامات میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ایک علامت قیامت بیان فرمائی۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت اور حشر بالا جساد پر اور یوم القیامت پر جو دن جزاو سزا کا ہے کیونکہ جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہرگز سچا مومن نہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے جو مومن سے اقرار لیا جاتا ہے یا مومن کو تعلیم دیجاتی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہوں۔ اور یہ اقرار نہ صرف زبانی اقرار کرتا ہوں بلکہ اسکی تصدیق قلب یعنی دل سے بھی کرتا ہوں۔ اور کوئی مسلمان نہیں جو اس بات کو نہ جانتا ہو۔ مگر تاہم میں ایمان کی صفت بیان کرتا ہوں جس پر تمام امت کا اجماع ہے اور کسی ایک کو بھی انکار نہیں اور وہ یہ ہے: "**امنت باللہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الاخر والقدر خیره وشره من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت**"۔ یعنی "میں

ایمان لایا اللہ پر فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر یعنی توریت، انجیل، زبور، قرآن پر اور تمام رسولوں پر اور قیامت کے دن اور نیکی اور بدی کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جی اٹھنا موت کے بعد قیامت کے دن"۔ پس جو شخص اس اقرار پر قائم ہے اور دل سے اسکی تصدیق کرتا ہے، وہ مومن ہے اور جو شخص ان امور کا منکر ہے وہ غیر مومن اور کافر ہے۔ اس صفت ایمان کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل مسئلہ رفع پر جب غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ رفع کا انکار نزول کا انکار ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار علامات قیامت کا انکار ہے۔ کیونکہ جس قدر علامات قیامت ہیں سب کی سب مافوق الفہم ہیں اور عقل انسانی انکی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ اسی واسطے ان پر ایمان لانے والا مبارک گروہ "**یومنون بالغیب**" میں شامل ہوتا ہے۔ اور چون وچرا کرنیوالا اور محالات عقلی وخلاف قانون قدرت کے عذر اور اعتراض پیش کرنیوالا من گھڑت تاویلات کرنیوالا ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ "**یومنون بالغیب**" کی فہرست میں داخل ہو سکے۔ پس ثابت ہوا کہ مومن وغیر مومن میں یہی فرق ہے کہ مومن محال عقلی کے اعتراضات نہیں کرتا اور فرمودہ خداتعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور غیر مومن خدا اور اسکے رسول کے فرمودہ پر ایمان نہیں لاتا اور اپنے حواس پر دھوکا خوردہ ہو کر دولتِ ایمان سے بے بہرہ رہتا ہے۔ پہلے کلام ربانی کی تاویلات اپنی عقل کے مطابق کرتا ہے اور جب اسکی عقل نظارۂ قدرت میں محو ہو کر حیران ہو کر عاجز ہوتی ہے تو پھر انکار کر دیتا ہے اور کھرا خاصہ دہریہ کافر بن جاتا ہے۔ خواہ کسی مصلحت کے باعث منافقانہ طور پر زبان سے اقرار بھی کرے کہ جی ہاں میں تمام ساوی کتابوں کو مانتا ہوں مگر آسمانی کتابوں میں مضامین لکھے ہوئے ہیں انکے معنی سلف صالحین نے جو کئے ہیں چونکہ وہ موجودہ زمانہ کی عقول کے مطابق نہیں، اس واسطے تاویلی معنی کرتا ہوں۔ دراصل وہ منکر ہوتا ہے، صرف مومنوں کے ڈر سے زبانی اقرار کرتا ہے، مگر یہ اقرار

مؤمنین کتاب اللہ میں شامل نہیں ہونے دیتا۔ اس مختصر تمہید کے بعد اصل مسئلہ رفع کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ رفع نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآنی مسئلہ نہیں بلکہ انجیلی مسئلہ ہے۔ جسکی تصدیق محمد ﷺ نے فرمائی ہے کیونکہ وہ عیسائیوں کے مشرکانہ عقیدہ کی اصلاح کے واسطے تشریف لائے تھے۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ تھا تو حضور علیہ السلام کا پہلا فرض تھا کہ اسکی تردید فرماتے مگر جب تصدیق فرمائی تو یہ بالکل غلط ہوا کہ ”رفع جسمانی کا مسئلہ مشرکانہ ہے“۔ اس اعتقاد فاسد سے تو محمد رسول اللہ ﷺ پر الزام آتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنی امت کو مشرک بنایا اور کیوں نہ اس عقیدہ نزول و رفع کو باطل فرمادیا۔ جیسا کہ ابن اللہ اور تثلیث وغیرہ عقائد کی تردید فرمائی اور مٹایا۔ اس مسئلہ رفع و نزول کو بھی مٹاتے، مگر بجائے مٹانے کے تصدیق فرمائی اور جان بوجھ کر اپنی امت کو ابتلاء میں ڈالا۔ جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو بحال رکھا اور مناسب طریق پر اسکی تصدیق فرمائی تو پھر اس عقیدہ سے انکار کرنا محمد سے انکار کرنا ہے اور چونکہ نزول فرع ہے اصل رفع کی یعنی رفع لازم ہے اور نزول ملزوم۔ یا یوں سمجھو کہ پہلے رفع ہے اور بعد نزول۔ جب رفع سے انکار ہوگا تو نزول سے ضرور انکار ہوگا اور یہ کفر ہے کہ علامات قیامت اور یوم آخرت سے انکار کیا جائے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ انجیل میں اس مسئلہ کی نسبت کیا بیان ہے اور قرآن نے تصدیق فرمائی یا نہیں۔ چونکہ قرآن مجید دوسری سماوی کتابوں کا مصدق ہے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے مسئلہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت انجیل میں دیکھیں کہ انجیل میں رفع عیسیٰ علیہ السلام کس طرح مذکور ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ﴿**فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**﴾ یعنی ”اہل کتاب سے دریافت کرو جو کچھ تم نہیں جانتے“۔ جب قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ میں مصدق تورات و انجیل ہوں۔ دیکھو سورۂ مائدہ، رکوع ۷ ﴿**آتیناه الانجیل فیه هدًی وّنورٌ**﴾ یعنی ”ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو

انجیل دی جس میں ہر طرح کی ۔۔۔ اور نور ہدایت ہے اور آگے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ﴾ ...... (الخ) ترجمہ: ''اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں (اس کے اترنے کے وقت) پہلے سے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ بھی ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے تم بھی اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو خدا سے پہنچتی ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو''۔ (ص ۱۵۲، نذیر احمد)

قرآن مجید نے رفع عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق تو فرمائی کہ: ﴿مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ . یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً قتل نہیں ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ مگر رفع کی کیفیت مفصل تحریر نہیں فرمائی کہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرفوع ہوئے۔ یعنی اٹھائے گئے اس لئے ضروری ہے کہ ارشاد خداوندی اور حکم قرآنی کے مطابق انجیل سے اس مسئلہ رفع کی حقیقت تو دیکھیں اگر اس کی تصدیق قرآن وانجیل سے ہو جائے تو پھر کسی مومن کا کام نہیں کہ اس مسئلہ سے انکار کرے، چاہے اسکی عقل کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ مومن کی تعریف یہ ہے کہ فرمودہ خدا پر بلا دلیل عقلی ایمان لائے۔

مرزا صاحب بھی ''ازالہ اوہام'' حصہ دوم کے صفحہ ۶۱۶ پر: ''**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**'' کا اصول قبول کر کے لکھتے ہیں کہ: ''اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائیگی''۔ (بلفظ ملخصاً)۔ پس مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ مسائل متنازعہ فیہما میں جس مسئلہ کی تفصیل قرآن میں بیان نہ ہو تو اہل

کتاب کی کتابوں سے دیکھنا چاہئے اور انکی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اب چونکہ رفع عیسیٰ علیہ السلام میں تنازعہ ہے ایک فریق ۱۳سو برس کے بعد کہتا ہے کہ روحانی رفع ہوا۔ اب طریق انصاف یہ ہے کہ انجیل کی طرف رجوع کریں، کیونکہ انجیل چشم دید شہادت حواریان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے اور معتبر ہے۔ جس سے مرزا صاحب نے حضرت ایلیا کا قصہ اور حضرت یونس کا قصہ اور حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ حضرت یحییٰ ایلیا ہے، قبول کیا۔ تو اب انجیل کے معتبر ہونے میں مرزا صاحب کو کچھ شک نہیں۔ پس ان کے مریدوں کو بھی شک نہیں کرنا چاہئے اور انجیل کا بیان قبول کرنا چاہئے۔ یہ نہیں ہوسکتا اور نہ انصاف ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے واسطے انجیل جب ان کے مطلب کی کہے تو معتبر ہو اور جب وہی انجیل ان کے خلاف مطلب کہے تو محرف ومبدل اور غیر معتبر ہو جائے، انجیل معتبر ہے تو دونوں کے واسطے ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کے ارشاد کے مطابق انجیل کی طرف رجوع کرتے ہیں:

حوالہ اول: ''انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۵۰ سے ۵۲ تک'' ''تب وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کے انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا، ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا''۔

ناظرین! ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور اسی حالت میں اٹھایا جانا رفع جسمانی ثابت کرتا ہے، کیونکہ روح کے ہاتھ نہیں ہوتے اور نہ روح دعا کرسکتا ہے بغیر جسم کے۔

حوالہ دوم: ''اعمال، باب ۱، آیت ۹ سے ۱۲ تک'' ''اور یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وہ آسمان کی طرف تک رہے تھے۔ دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے کہ اے جلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع

جوتمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے، اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آئیگا''۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ کس طرح رفع جسمانی اور نزول جسمانی ثابت ہے۔

حوالہ سوم: ''انجیل مرقس، باب ۱۶، آیت ۱۹'' ''غرض خداوند (عیسیٰ علیہ السلام) انہیں ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا''۔

ناظرین! کیا صاف صاف ثبوت ہے کہ آسمان پر رفع جسمانی ہوا۔ کیونکہ فرمانے کے بعد اٹھایا گیا، لکھا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات انجیل سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان کا لفظ ہر ایک انجیل میں موجود ہے اور جسدِ عنصری کے ساتھ اٹھایا جانا ثابت۔ کیونکہ بدلی کا لفظ انجیل میں جو ہے، بتا رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا۔ اور اگر رفع روحانی ہوتا تو بدلی کے ذریعہ اٹھایا جانا انجیل میں مذکور نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کے اٹھانے کے واسطے بدلی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کوئی نظیر ہے کہ روحانی رفع کے واسطے بادل آتے تھے اور روح کو اٹھالے جاتے تھے۔ اگر کوئی نظیر ہے تو کوئی مرزائی بتادے، مگر نہ بتاسکیں گے۔ چاہے تمام مل کر زور لگائیں اور کوشش کریں۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾۔

حوالہ چہارم: ''انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۳۶'' میں لکھا ہے: ''میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو''۔ (۴۰): ''کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو''۔ (۴۱): ''اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے اور جب وہ مارے خوشی کے اعتبار نہ کرتے اور متعجب تھے، اس نے ان سے کہا کہ یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے''۔ (۴۲): ''تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا اسکو دیا''۔ (۴۳): ''اس نے لیکر ان کے سامنے کھایا''۔

اس انجیل کے مضمون نے روزِ روشن کی طرح بتا دیا ہے اور بعبارت النص ثابت

کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانی رفع کی خود تردید فرمادی ہے۔ کیونکہ صاف صاف فرمایا کہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور پھر حواریوں کی تسلی کے واسطے بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کھایا۔ حالانکہ روح کھانے پینے سے پاک ہے۔ اب ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے۔ کیونکہ پہلے شاگردوں کو دکھائی دیئے اور اسی حالت میں آسمان پر اُٹھائے گئے اور قرآن مجید نے اس مضمون انجیل کی تصدیق بھی فرمائی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ**﴾ اور پھر تاکید کے طور پر دوبارہ فرمایا کہ مرا نہیں، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اس جگہ غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن مجید کا جو دعویٰ ہے کہ میں انجیل و دیگر کتب سماوی کا مصدق ہوں۔ یہ دعویٰ تب ہی سچا ہوسکتا ہے جب قرآن نے بھی جسمانی رفع کی تصدیق فرمائی اور یہ کسی آیت قرآن میں نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی ہوا اور رفع جسمانی کی تردید کی ہے۔ جس طرح تثلیث و ابن اللہ اور الوہیت مسیح کی تردید ہے۔ بلکہ انجیل و قرآن رفع جسمانی عیسیٰ علیہ السلام میں متفق ہیں۔ اب کسی مسلمان کا کام نہیں کہ انکار کرے۔ اب ہم ذیل میں زیادہ تسلی کے واسطے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ کسی مرزائی کو جائے کلام باقی نہ رہے۔

دلیل اوّل: قتل اور صلیب فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر۔ کیونکہ روح ایک جوہر لطیف ہے جو کہ نہ محسوس و خارج ہے اور نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ اس کا قتل ہونا یا صلیب دیا جانا ممکن نہیں۔ جسم ہی قتل کیا جاتا ہے اور جسم ہی صلیب دیا جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا ہے'' تو ثابت ہوا کہ جسم ہی کا رفع ہوا کیونکہ قتل جسم نے ہونا تھا اور صلیب پر بھی

جسم نے ہی لٹکایا جانا تھا۔ جب اسی چیز کا رفعہ ہوا جس نے قتل ہونا تھا تو ثابت ہوا کہ جسم ہی مرفوع ہوا۔ جس پر قتل وصلب کا فعل وارد ہونا تھا نہ کہ روح۔ کیونکہ روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ کوئی سولی دے سکتا ہے۔ جب قتل وصلیب سے جسم بچایا گیا تو ضرور جسم کا ہی رفع ہوا اور یہی مقصود تھا۔

اس جگہ مرزا صاحب اور ان کے مرید اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں آسمان کا لفظ نہیں لکھا اور یہ تحریف ہے کہ خدا کے کلام میں کوئی لفظ زیادہ یا کم کیا جائے۔ اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ یہ تحریف تو آپ کرتے ہیں کہ روح کا لفظ اپنے پاس سے لگا کر رفع روحانی کہتے ہیں۔ اگر رفع روحانی لیں تو پھر یہ الفاظ زیادہ کرنے پڑتے ہیں: ”**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه وصلب جسدہٗ ورفع روحه**“. اور یہی تحریف والحاد ہے۔ پس جیسا آسمان کا لفظ نہیں ویسا ہی روح کا لفظ بھی نہیں۔ مگر انجیل میں آسمان کا لفظ موجود ہے اس لئے قرآن کی تفسیر انجیل کے مطابق کرنا تحریف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جاتا ہوں اور بدلی کا لفظ اسی واسطے ہے، تا کہ ثابت ہو کہ جسم اٹھایا گیا۔ کیونکہ روح مادی جسم نہیں ہے کہ اس کے اٹھانے کے واسطے بادل کی ضرورت ہو۔ بادل مادی جسم کو ہی اٹھاتا ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ سینکڑوں ہزاروں من پانی کا بوجھ بادل اٹھائے پھرتے ہیں اور جگہ جگہ میں پانی برساتے پھرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحکم ربی اٹھایا جانا کچھ محال نہیں۔ ہوائی جہازوں کو دیکھو سینکڑوں من لوہا کس طرح ہوا اٹھائے پھرتی ہے۔ انسان میں تو اس قدر طاقت ہو کہ ہزاروں من بوجھ کرۂ ہوا پر لے جائے مگر خدا تعالیٰ ایک من یا ڈیڑھ من کا آدمی ہوا پر نہ لے جاسکے۔ ایسے عاجز خدا کو تو کوئی خدا نہیں مان سکتا جو حکمت وقدرت میں اپنی مخلوق سے کم ہو۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مضامین بطور قصہ بیان ہوتے ہیں وہ اختصار سے ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں انکی تفصیل موجود ہے اور اسی واسطے حکم ہے کہ اہل کتاب سے سوال کرو اگر تم پورا قصہ نہیں جانتے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فرمانا کہ ''ہم نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا'' انجیل کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔

اس جگہ مرزا صاحب اور مرزائی ایک اور اعتراض کیا کرتے ہیں کہ خدا آسمان پر ہی ہے اور زمین پر نہیں۔ اس اعتراض کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی تو یہ اعتراض ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا خدا آسمان پر ہے جس نے مرزا صاحب کا نکاح آسمان پر پڑھا۔ جیسا کہ انکی پیشگوئی تھی اگرچہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر یہ ثابت ہوا کہ مرزائی خدا آسمان پر ہے اور وہاں سے محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے باندھا۔ نیز مرزا صاحب نے علماء کو مخاطب کر کے جو کہا ہے کہ ہمارا اور ان کا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ مرزا صاحب کا الہام "**ینصرونک رجال نوحی الیھم من السمآء**". ترجمہ: ''مرزا صاحب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے''۔ اب مرزا صاحب نے سماء اور خدا کے خود ہی معنی کئے ہیں۔ پس اپنی طرف اٹھانا آسمان پر اٹھانا ثابت ہوا۔ (حقیقۃ الوحی)۔ پھر مرزا صاحب کا الہام: ''آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے''۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۸۹)۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ مرزائی خدا کا کارخانہ آسمان پر ہے۔ پھر الہام مرزا صاحب: "**ینزل علیک سرا من السماء**". ''ہم آسمان سے تیرے پر کئی پوشیدہ باتیں نازل کرتے''۔ اس سے ثابت ہے کہ خدا آسمان پر ہے اور آسمان سے مرزا صاحب پر پوشیدہ باتیں نازل کرتا ہے۔ پھر الہام مرزا صاحب: ''**کان اللہ نزل من السماء**'' ''گویا آسمان سے خدا اترا''۔ اس سے بھی خدا کا آسمان پر ہونا ثابت ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۹۹)۔ پھر الہام مرزا صاحب: ''**لک**

درجة فی السماء'' ''تیرا آسمان میں بڑا مرتبہ ہے''۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ خدا آسمان پر ہے اور وہاں مرزا صاحب کا بڑا مرتبہ اپنے پاس رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص۹۰)۔ پھر ''قال ربک انه نزل من السماء مایرضیک'' ''تیرا رب فرماتا ہے کہ ایک امر آسمان سے نازل ہوگا کہ تو خوش ہو جائیگا''۔ (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

غرض مرزائیوں کا خدا تو بیشک آسمان پر ہے اور آسمان سے ہی سب اسرار و احکام و مراتب نازل کرتا ہے۔ جب وہی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ کیونکہ خدا آسمان پر ہے۔ ہاں دوسرے مسلمان اعتراض کریں تو انکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ شاہد و مشہود ہے اور اسکی حکومت سب جگہ ہے اور اس کا جلوہ ہر اجسام اور اجرام میں ہے۔ یعنی تمام موجودات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے اور ہر ایک میں اس کا تصرف ہے یہ اسکی مرضی ہے کہ کسی وجود کو خواہ آسمان پر رکھے خواہ زمین پر رکھے اسکی ذات پاک ہر جگہ موجود ہے۔ مگر یہ محاورہ کتب الٰہی کا ہے کہ آسمانی بادشاہت اور آسمانی صحائف جب کہا جائے تو اس سے مراد خدا کی بادشاہت اور خدا کی کتاب ہوتی ہے اور اسکے برعکس جب کہا جاتا ہے کہ خدا کی کلام نازل ہوئی ہے تو مراد ہوتی ہے کہ آسمان سے آئی ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کا تعلق زیادہ انسانی مفہوم کے واسطے آسمان سے ہے اور ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ نص قرآنی اسکی شاہد ہے۔ مگر بلا کیف و کنہ۔ یعنی خدا تعالیٰ عرش پر ہے مگر بلا کیف و کنہ کے یعنی کیونکر اور کس طرح عرش پر مقیم ہے یہ نہیں کہہ سکتے۔ جب کوئی کہتا ہے کہ میرا انصاف آسمان پر ہوگا تو اس سے متکلم کی مراد خدا تعالیٰ ہوتی ہے۔ پس اسی محاورہ کے لحاظ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا یعنی آسمان پر اٹھالیا۔ اس ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی تفسیر محمد رسول اللہ ﷺ نے خود فرمادی ہے۔ جس کے مقابل کسی خودغرض اور

مدعی کی تاویل وتفسیر قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مطلب کے واسطے غلط تفسیر کرتا ہے۔

”عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہٗ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر“ (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا) ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی، پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائیگی ان کیلئے اولاد اور ٹھہریں گے ان میں ۴۵ برس پھر مریں گے عیسیٰ علیہ السلام پس دفن کئے جائیں گے بیچ قبر میری کے درمیان ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے“۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی آسمان پر ہوا اور حیات بھی ثابت ہوئی۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے مانا ہوا بھی ہے۔ (دیکھو نزول مسیح کا حاشیہ مندرجہ، صفحہ ۳)۔ اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ **”اسمہ کاسمی ویدفن معی فی قبری“** تو وہ شوخیاں نہ کرتے اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ مرزا صاحب تسلیم کرگئے ہیں۔

پس تمام حدیث کے مضمون سے رفع جسمانی ہی ثابت ہوا اور حیات مسیح بھی ثابت ہوئی اور یہ بلحاظ حفاظت کامل کیا تاکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تکلیف نہ دیں باقی رہا یہ اعتراض کہ کیا زمین پر خدا قادر نہ تھا کہ حفاظت کرتا، کیوں آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قادر بیشک ہے مگر وہ کبھی کبھی اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کی حفاظت کے واسطے خاص خاص کرشمہ قدرت دکھاتا رہتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ کسی قانون قدرت کا پابند نہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت خاص کرشمہ قدرت دکھایا کہ بغیر ماں باپ پیدا کیا۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام پر آگ سرد کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے لکڑی کا سانپ بنایا اور اسکی جسمانی حفاظت جادوگروں سے کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خاطر کفار عرب کو اندھا کر دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کو غار میں نہ دیکھ سکے اور تمدنی وسیاسی والٰہی علوم بغیر استاد تعلیم فرمائے۔ حضرت رب العزت کی عادت ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ خاص معاملہ رکھتا ہے اور خاص طور پر انکی حفاظت جسمانی وروحانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ نمرود کے دل پر تصرف فرما کر حضرت ابراہیم کی خلاصی کرا دیتا ہے، مگر اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ نمرود کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی آگ میں ڈالے اور اس طرف خاص کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے آگ کو حکم کیا کہ ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو۔ چنانچہ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہوگئی۔ ایسا کیوں کیا؟ اس واسطے تاکہ آئندہ نسلوں کیواسطے میری قدرت لامحدود کا نشان رہے۔ ایسا ہی فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا سکتا تھا، مگر کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے اور آئندہ نسلوں کی عبرت کے واسطے فرعون کو سمندر میں غرق کیا اور اسی جگہ جس جگہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام صحیح سلامت بمعہ امت کے گذرے تھے۔ ایسا ہی حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت خدا کر سکتا تھا، مگر کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے غار میں حفاظت فرمائی اور لطف یہ کہ کفار نزدیک ہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ ایسا ہی مصلحت ربی نے عجوبہ نمائی اور معجزہ نمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں دکھائی کہ آسمان پر اٹھا لیا۔ تو کونسی بات مشکل ہے بلکہ یہ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد اور اسکے مرید میری قدرت کا انکار کریں گے اور مجھ کو اپنی طرح عاجز سمجھیں گے کہ میں آسمان پر کسی کو نہیں لیجا سکتا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے یہ کرشمہ قدرت دکھایا تاکہ ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ ہر ایک بات پر قادر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ورفع بطریق معجزہ کر کے اور

رفع جسمانی کرکے ثابت کردیا کہ ہم جسدِ عنصری کو آسمان پر لے جانے کیلئے عاجز نہیں ہیں۔ یہ تو جہالت کے سوال ہیں کہ زمین پر خدا حفاظت نہ کرسکتا تھا۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے جہل کا باعث ہے۔ یہ لوگ جن کی عرفان کی آنکھ اندھی ہے خدا تعالیٰ کو بھی اپنی مانند ایک ناچیز انسان خیال کرتے ہیں اور اپنی ذات پر قیاس کرکے جس چیز پر اپنی طاقت عاجز پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو بھی عاجز سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید نے اسی واسطے پہلے انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے ہیں، تاکہ مومنین کتاب اللہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کو محدود نہ سمجھیں۔ مگر آج کل علوم جدیدہ کے اثر سے کتب سماوی کے مضامین سے انکار اسی واسطے کیا جاتا ہے کہ محال عقلی ہیں، جو مدعی ہیں وہ خود خالی ٹپارہ ہیں۔ اس واسطے پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے منکر ہوتے ہیں، کیونکہ خود معجزہ دکھانے سے عاجز ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب ایک ہی معجزہ دکھا کر اسلام کی زندہ مثال قائم کرتے، مگر وہ خود خالی تھے، باتوں باتوں سے دعویٰ تو یہ کرتے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کا نمونہ ہوں، مگر معجزہ ایک بھی نہ دکھایا۔ رمل سے پیشگوئیاں ہی کرتے اور وہ بھی موت کی کرتے، جب وہ بھی جھوٹی نکلتی تو باتیں بنا کر ٹال دیتے۔ کبھی بیماروں کو اچھا کیا؟ آگ میں کودے؟ لکڑی کا سانپ بنایا؟ پتھر کی کنکریوں نے زبان حال سے انکی تصدیق کی؟ جیسا کہ محمد ﷺ کی؟ ہرگز نہیں پس خود مثالی تھے۔ پہلوں کو بھی جھٹلایا۔

دوسری دلیل: رفع جسمانی کی یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم و روح مرکبی حالت کا نام ہے صرف روح کو عیسیٰ علیہ السلام نہیں کہتے اور نہ صرف جسم کو عیسیٰ علیہ السلام کہہ سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ فوت ہوئے اور نہ قتل ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے'' تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا نہ کہ رفع روحانی ہوا۔ ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں کے بزرگان مومنین سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی

رفع ہوا۔ یا حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ باقی کسی کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کا ذکر نہیں۔ اگر کہو کہ سب کا رفع روحانی ہوتا ہے، جو نجات یافتہ ہوتا ہے۔ تو پھر یہ کلام ربانی پایہ فصاحت سے گر جاتی ہے کیونکہ فضول کلام ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا کہ خدا تعالیٰ نے انکے رفع روحانی کا وعدہ فرمایا اور رفع روحانی کر کے وعدہ پورا کیا؟ ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو پہلے ہی سے نجات یافتہ ہوتے ہیں انکو رفع روحانی میں تو ہرگز شک نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا۔ مرزا صاحب اور مرزائی ایک بڑا دھوکہ دیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ''جو صلیب دیا جائے اس کا رفع روحانی نہیں ہوتا''۔ یہ بالکل غلط ہے اور انصاف خداوندی کے برخلاف ہے کہ ایک طرف تو کفار ایک نبی و رسول کو قتل کریں اور صلیب دیں اور خدا تعالیٰ انکے ساتھ بے انصافی کرے کہ انکا رفع روحانی رفع بھی نہ ہو۔ اصل میں مرزا صاحب ایسے مطلب پرست تھے کہ اپنے مطلب کے واسطے طبعزاد بات بنالینا عیب نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آدھی عبارت کتب سماوی کی پیش کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔ یہ جو عام شور مچا رکھا ہے کہ چونکہ کاٹھ پر لٹکایا جانا لعنتی ہونے کا نشان تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ صریح ظلم خدا کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہوتا ہے کہ یہود کوڑے مارتے ہیں کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکتے ہیں، خون زخموں سے جاری ہے اور طرح طرح کے عذاب ہو رہے ہیں۔ مگر یہود کا طرفدار خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بھی نہیں نکلنے دیتا۔ یہ خوب انصاف خداوندی ہے۔ کیونکہ اگر صلیب پر مر جائے تو خدا اس کا رفع روحانی نہیں کرسکتا۔ کس قدر لغو ہے۔ ایسا عذاب تو دوزخیوں کے واسطے مقرر ہے کہ عذاب ہوگا اور جان نہ نکلے گی۔ اصل میں تورات کی عبارت یہ ہے:

نقل تورات

استثناء باب ۲۲، آیات ۲۲و۲۳: ''اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت پر لٹکائے تو اسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے، بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے، کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تیری زمین جس کا وارث خدوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جائے''۔

اب ناظرین کو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب صرف آیت ۲۳ کا مضمون تھوڑا سا پیش کر کے ہر ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ کاٹھ پر مرنا چونکہ لعنتی ہونے کا نشان تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ صلیب کے عذابوں سے بیہوش ہوگیا تھا اور ایسا بیہوش کہ مردہ اور زندہ میں فرق نہ ہوسکا۔ یہ بات ذی ہوش تو تسلیم نہیں کرسکتا، کیونکہ ایسی کوئی بیہوشی اور غلطی نہیں کہ نفس بند ہو جائے۔ یعنی سانس کا آنا جانا بند ہو جائے۔ اگر سانس بند ہوگیا اور جسم بے حس ہوگیا تو پھر اسی کا نام موت ہے۔ یہودی ایسے بے عقل نہ تھے کہ جس کام کے واسطے انہوں نے ہمیشہ کی ذلت اور لعنت لی وہ کام ادھورا چھوڑ کر مطمئن ہو جاتے، حالانکہ انکو یہ بھی علم تھا کہ یہ شخص پیشگوئی کر چکا ہے کہ میں پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ تو پھر بھی موت کی تصدیق نہ کرتے۔ مگر جب چشم دید شہادت انجیل میں موجود ہے کہ داروغہ نے آکر دیکھا کہ مسیح مر چکا ہے، مگر باہم ایک سپاہی نے بہانے سے اسکی پسلی چھیدی جس سے لہو اور پانی نکلا''۔ (دیکھو انجیل یوحنا، باب ۱۹، آیت ۳۰۔۳۱)

انجیل کے مقابل اور چشم دید شہادت کے سامنے مرزا صاحب کی طبعزاد کہانی جو انہوں نے اپنی غرض کیلئے ۱۹ سو برس کے بعد بنائی کہ جان نہ نکلی تھی اور رفع روحانی ہوا۔

کیونکر تسلیم ہوسکتی ہے۔ یہودیوں کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں کہ اگر کوئی بے گناہ بھی پھانسی دیا جائے تو ملعون ہوتا ہے۔ کیونکہ تورات میں صاف لکھا ہے کہ ''اگر کسی نے ایسا گناہ کیا ہو جس سے اسکا قتل واجب ہو تو وہ ملعون ہے'' مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بے گناہ تھے۔ انکا رفع روحانی نہ ہونا خدا کا ظلم ہے۔ پس یہ ڈھکوسلہ غلط ہے کہ رفع روحانی ہوا۔

دوم: یہ لغو فعل ہے کہ رفع روحانی کر کے خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرے، کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا رفع روحانی بعد وفات ہوا تو فضول ہے، کیونکہ زندگی میں تو اسکی نبوت کی تصدیق نہ ہوئی مرنے کے بعد رفع روحانی کی تصدیق نبوت کس کام کی۔ کیونکہ رفع روحانی کے بعد تو نہ وہ نبوت کا کام کر سکتے تھے اور نہ تصدیق کسی کام کی تھی اور نہ یہودیوں پر حجت تھی، کیونکہ یہودیوں کو رفع روحانی کا علم نہ ہوا۔ جب رفع روحانی محسوس نہ ہوا تو یہودیوں پر حجت نہیں اور فضول ہے اور خدا کی ذات فضولیات سے پاک ہے۔ پس رفع روحانی کا خیال ردی ہے اور باطل عقیدہ ہے۔

تیسری دلیل: انجیل میں صاف صاف لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیتون کے پہاڑ پر اپنے شاگردوں کے حق میں دعائے برکت دیتے ہوئے اٹھائے گئے۔ دیکھو **انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳:** ''اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے خلوت میں اس کے پاس آ کے کہا ہم سے کہو کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور زمانہ کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے''؟

انجیل کے اس مضمون سے بروزی نزول بھی باطل ہوا کیونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے۔ خیر یہ بحث الگ ہے فی الحال یہ ثابت کرنا تھا کہ شاگردوں سے باتیں کرتا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرفوع ہوئے اور یہ مشاہدہ ہے کہ جسم و روح دونوں کی ترکیبی حالت سے باتیں ہوسکتی ہیں صرف روح باتیں نہیں کرتی اور نہ نظر آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا

نہ کہ روحانی۔ چنانچہ ذیل کی حدیث نے اسکی تصدیق بھی کی ہے۔ دیکھو ''تفسیر عزیزی'' میں زیتون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: ''ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے ہیں بیت المقدس کو تشریف لے گئیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو مسجد سے نکل کر ''طور زیتا'' پر تشریف فرما ہوئیں اور وہاں پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد کیا کہ یہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ (تفسیر عزیزی، ص ۲۲۵، پارہ ۳۰)۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی کا عقیدہ ازواج مطہرات میں بھی مروج تھا۔

چوتھی دلیل: ﴿مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے ثابت ہے کہ قتل کا ارادہ ہوا اور قتل وقوع میں نہ آیا بلکہ رفع ہوا تو ضروری تھا کہ زمانہ قتل و زمانہ رفع میں فاصلہ نہ ہو۔ یعنی جس وقت مصلوب قتل سے بچایا گیا اسی وقت اس کا رفع ہوتا۔ کیونکہ ''بَلْ'' کا اضراب بتا رہا ہے کہ قتل نہیں ہوا، بلکہ اٹھایا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ جس وجود عنصری نے قتل ہونا تھا اسی کا رفع ہوا۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ جب کوئی کہے کہ زید کو سزا نہیں دی گئی بلکہ انعام دیا گیا اب اس واقعۂ سزا اور انعام کے زمانہ میں فاصلہ ہرگز جائز نہیں۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ قتل کی نفی اب ہو اور رفع ۸۷ برس کے بعد ہو۔ اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن میں تحریف ہوتی ہے۔ پھر قرآن کی آیت یوں چاہئے: **''مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا حفظه الله من ايديهم ثم مات ورفع روحهٗ''**. مگر یہ تحریف الحاد اور یہودیت ہے۔

دوم: حضرت محمد رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ برس تک دنیا میں رہے اور ۱۲۰ برس کی عمر کے بعد انکا رفع ہوا'' یہ حدیث نواب صدیق الحسن خان صاحب نے اپنی کتاب **''حجج الکرامه فی آثار القیامه''** کے صفحہ ۴۲۸ پر نقل کی ہے، **وهوهذا: '' گویم رفع او یعنی عیسیٰ بعمر یکصد و بست سال هست**

چنانچه طبرانی و حاکم و مستدرک از عائشه آورده اند که قال فی مرضه الذی توفی فیه لفاطمة ان جبریل کان یعار عننی القرآن فی کل عام مرة وانه عارضنی بالقران العام مرتین و اخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین وماة سنة"

پانچویں دلیل: وعدۂ خداوندی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان الفاظ میں ہوا تھا کہ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ﴾ کہ "اے عیسیٰ میں تیری حفاظت کروں گا اس طریق سے کہ پورا پورا تم کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا کہ کفار کے شر سے تو محفوظ رہے گا"۔ چنانچہ **"مطھرک"** کا لفظ بتا رہا ہے۔ یعنی تین وعدے ہیں: **(اول)** اپنے قبضہ میں کرنا، **(دوم)** اٹھالینا، **(سوم)** پاک کرنا۔ اب ظاہر ہے کہ مخاطب عیسیٰ علیہ السلام ہے جو کہ جسم و روح دونوں کا نام ہے دونوں کا توفی اور دونوں کا رفع ہونا چاہئے اور دونوں کو پاک ہونا چاہئے کیونکہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ وعدہ ہے۔ اور یہ بالکل لغو بات ہے کہ ایک شخص فریاد کرے کہ حضور دشمن مجھ کو مارتے ہیں، تو حضور بھی وعدہ کریں کہ ہاں میں تم کو ماروں گا۔ پس **"متوفیک"** کے معنی "میں تم کو ماروں گا" اس جگہ غلط ہیں۔ کیونکہ جس خطرہ سے ڈر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جب وہی خطرہ خدا نے اسکو دلایا تو یہ تسلی کا باعث نہیں ہے۔ تسلی تو تب ہی ہے جبکہ اس خطرہ سے سائل کو بچایا جائے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں کہ: "روح تو تیار ہے مگر جسم کمزور ہے" جس سے ثابت ہے کہ جسمانی حفاظت کی ہی دعا تھی اور وہی وعدہ پورا ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے زخموں اور عذابوں سے خوف تھا۔ ورنہ نبی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ موت سے ڈرے۔ پس ڈر جو تھا تو یہی تھا کہ صلیب پر نہ لٹکایا جاؤں اور مجھ کو ذلت و رسوائی نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب اور مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھاتے ہیں اور طرح طرح کے

عذابوں سے اسکی ذلت کرتے ہیں۔تو غور اور انصاف سے کہو کہ **"مطھرک"** کا وعدہ اور **"متوفیک"** کا وعدہ پورا ہوا؟ وعدہ تو تب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ یہود کے شر سے اس طرح سے محفوظ کئے جائیں کہ انکا ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچے اور یہود مس تک نہ کریں۔ پس رفع جسمانی لازمی امر تھا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحیح سلامت اٹھائے جائیں اور انکی حفاظت پوری پوری ہو اور کسی کافر کوان تک پہنچ نہ ہو۔اس لئے رفع جسمانی ہوا اور سب وعدے پورے ہوئے۔یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور پھر رفع کرکے کافروں کی گندی صحبت اور شرارتوں اور تکلیف رسانی سے پاک فرمایا۔جیسا کہ ﴿**وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَنْکَ**﴾ سے ثابت ہے۔اس جگہ سے مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے **"ممیتک"** کے معنی کئے ہیں۔جس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تقدیم و تاخیر کرکے یہ معنی کرتے ہیں کہ "اے عیسیٰ میں پہلے تیرا رفع کروں گا اور بعد نزول ماروں گا" اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ معنی تسلیم کرتے تو پھر جو معنی انہوں نے **"فلما توفیتنی"** کے **"رفعتنی"** کئے ہیں وہ بھی تسلیم کرو۔اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے معنی **"رفعتنی"** نہیں مانتے تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند کیوں پیش کرتے ہو؟ ﴿**اَفَتُؤمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ**﴾ کے مصداق بنتے ہو! یہ کسی کا مذہب نہیں کہ رفع جسمانی نہیں ہوا اور موت کے بعد رفع روحانی ہوا۔جب موت ثابت نہیں تو رفع بعد موت کے روحانی بھی غلط ہوا۔

چھٹی دلیل: ہر ایک نبی کی حفاظت خدا تعالیٰ روحانی و جسمانی بطور معجزہ خرق عادت ومحال عقلی کے طور پر کرتا رہا ہے۔چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت جسمانی فرمائی اور آگ کی عادت جو جلانے کی تھی اسکو سردی سے بدل دیا۔یہ خلاف قانون قدرت نہیں ہے کہ آگ پانی کا کام دے اور سرد ہو جائے۔حضرت نوح علیہ السلام کی بھی حفاظت فرمائی اور

بذریعہ کشتی طوفان سے بچایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی اور خلاف قانون قدرت مچھلی کے پیٹ میں ہضم اور بول براز نہ ہونے دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی اور غار ثور میں باوجود کہ کفار وہاں پہنچ بھی گئے، خلاف قانون قدرت غار کا منہ ایک جانور کے جالے سے ایسا بند فرمایا کہ کفار کو وہم بھی نہ ہوا کہ کوئی اس غار کے دروازہ سے گذرا ہے۔ جب سنت اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت جسمانی فرماتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں وہ کیوں خلاف سنت کرتا اور جسمانی عذاب دلوا کر یہود کو خوش کر کے تمام جہاں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذلیل ورسوا کر کے صرف روحانی رفع دیتا جو کہ کوئی حجت نہ تھی۔ روحانی رفع کا کیا ثبوت خدا تعالیٰ نے دیا؟ کیا یہود نے تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی اور اس کا رفع روحانی ہوا؟ یا ۱۹ سو برس کے عرصہ میں سوا مرزا صاحب کے جنکی اپنی غرض اس تاویل میں ہے، کسی نے سلف سے کی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر ردی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان نہ نکلی تھی اور اس کا رفع روحانی ہوا اور اس رفع روحانی سے کسی کو عبرت کیا ہو سکتی تھی۔ پس یہ بالکل غلط اور خانہ زاد من گھڑت قصہ ہے جو مرزا صاحب نے اپنے مطلب کے واسطے بنا لیا ہے۔ اور افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو انجیل اور قرآن اور احادیث اور اجماع امت کو تو نہیں مانتے اور مرزا صاحب کی بات کو بلا چون وچرا تسلیم کرتے ہیں۔ یہ خدا اور اس کے رسول سے تمسخر نہیں تو اور کیا ہے اور کتب سماوی اور احادیث نبوی کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر رفع جسمانی نہ ہوتا تو رسول مقبول ﷺ اسکی تصدیق نہ فرماتے بلکہ تردید کرتے۔ ہم ذیل میں وہ حدیثیں لکھتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا تصدیق کیا گیا ہے۔

پہلی حدیث: ”عن أبی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل

ابن مریم من السمآء فیکم وامامکم منکم (رواہ البیھقی فی کتاب الاسماء والصفات)
ترجمہ: ”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام تمہارے میں آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔“

دوسری حدیث: ”عن ابن عساکر قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل أخی عیسٰی ابن مریم من السماء (کنز العمال) ترجمہ: ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے“۔ ”**اخی**“ کا لفظ صاف صاف بتارہا ہے کہ نبی ناصری کا نزول اصالتاً ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بھائی نہ تھے امتی وغلام تھے۔

تیسری حدیث: ”فانّہ لم یمتْ الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء (فتوحات مکیہ) ترجمہ: فی الواقع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نہیں مرے، بلکہ خدا نے آسمان پر اٹھالیا“۔ اس حدیث سے حیات بھی ثابت ہے اور آسمان پر جانا بھی۔

چوتھی حدیث: ”أخرج الطبرانی وابن عساکر عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض یمکث فی الناس اربعین سنۃ (درمنثور) ترجمہ: فرمایا آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم اتریں گے زمین کی طرف اور چالیس برس رہیں گے آدمیوں میں“۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رفع آسمان ہوا اور نزول زمین پر ہوگا۔ **فی الناس** کا لفظ بتارہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب انسانوں میں نہیں ہیں۔ آسمان پر فرشتوں میں رہتے ہیں اور اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب میں اتریں گے۔

پانچویں حدیث: ”وعائشہ گفتہ کہ گفت رسول خدا ﷺ ینزل

عیسٰی ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث عیسٰی فی الارض اربعین سنة اماماً عدلاً وحکماً قسطا" (اخرجه ابن ابی شیبة واحمد وابو یعلی وابن عساکر)۔ اس حدیث میں **فی الارض** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ (حجج الکرامہ ص۴۲۸)

چھٹی حدیث: **"یلبث عیسٰی ابن مریم فی الارض اربعین سنة"**...... (الخ)

(حجج الکرامہ ص۴۲۸)

اس حدیث میں بھی **فی الارض** کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

ساتویں حدیث: **"انّ عیسٰی ابن مریم کان یمشی علی الماء ولو زاد یقینًا لمشی فی الھواء"** (رواہ الحکیم عن زافر بن سلیمان)۔ ترجمہ: ''حکیم نے زافر ابن سلیمان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسٰی مریم کا بیٹا پانی پر چلتا تھا اور اگر زیادہ یقین میں ترقی کرتا تو ہوا پر چل سکتا''۔ (دیکھو کنز العمال)۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے جو کہ انسانی طاقتوں سے باہر ہے یعنی محال عقلی ہے۔

دوم: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہوا پر بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام چل سکتے تھے اگر ان میں یقین کی کمی نہ ہوتی جب ایک امر کا امکان ثابت ہوا اور پھر اس کا واقع ہونا بھی ثابت ہو جائے تو پھر کوئی عقلمند اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ رسول خدا ﷺ خود ہی اس امر کے واقع ہونے کی شہادت دیدیں۔ یعنی پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میں اگر یقین زیادہ ہوتا تو ہوا پر بھی جا سکتے اور پھر ان کے آسمان پر جانے کی تصدیق بھی کر دی۔ دیکھو حدیث نمبر۳ جو کہ ''فتوحات مکیہ'' میں ہے: **"بل رفعه**

الله الی ھذا السماء‘‘ یعنی ’’اللہ نے آسمان پر اٹھالیا۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یقین زیادہ اللہ تعالیٰ نے کردیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانا سچ ہوگیا کہ یقین کے زیادہ ہونے پر بقول انجیل بادلوں کے ذریعہ اس کا رفع ہوا۔ اس حدیث نے اس اعتراض ہتک محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی لغو اور باطل ثابت کردیا۔ کیونکہ جو بات محمد رسول اللہ ﷺ میں نہ تھی، وہ حضرت عیسیٰ میں کیوں ہو۔ یعنی پانی پر چلنا محمد رسول اللہ ﷺ نے خود خصوصیت مسیح ظاہر فرمادی کہ وہ پانی پر چلتا تھا۔ (نعوذ باللہ) اگر خصوصیت مسیح باعث ہتک رسول مقبول ﷺ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ ’’امام جلال الدین سیوطی‘‘ رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسانی قویٰ وجزئیات سلب کردیئے گئے تھے تاکہ آسمان پر جاتا ہوا نہ ڈرے۔ جب ایک امر اول انجیل سے اور پھر قرآن شریف سے اور پھر احادیث نبوی سے اور پھر اجماع امت سے ثابت ہوا، اس سے انکار کرنا کسی مومن کتاب اللہ اور مسلمان کا تو ہرگز حوصلہ نہیں اور نہ کوئی مسلمان کسی خودغرض مدعی کے من گھڑت تاویلات جو وہ اپنی دکان چلانے کے واسطے کرے، تسلیم کرسکتا ہے؟ ہاں مخلوق پرست اور ناموری کے خواہاں ہمیشہ جسکی پیروی کا دم بھرتے رہے اسکی بات کو بلاچوں وچرا مانتے آئے ہیں۔ جب وہ کاذب مدعی ثابت ہوئے تو مرزاصاحب بھی امت کے برخلاف چل کر کبھی سچے نہیں ہوسکتے۔ رفع جسمانی وحیات مسیح سے انکار مرزاصاحب اور ان کے مرید اسی واسطے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اصالتاً رفع ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے مسلمانوں اور سلف صالحین کی طرح مانا جائے تو مرزاصاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر ایک آیت کے الٹے معنی کرتے ہیں اور لغات کی کتابوں سے غیرمشہور اور غیرمحل معنی کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ہم ذیل میں چند اعتراضات مرزائیوں کے رفع کے متعلق لکھ کر ان کا بھی جواب دیتے

ہیں کہ مسلمان انکو جواب دے سکیں۔

پہلا اعتراض: رفع کے معنی ہمیشہ رفع روحانی و بلندی درجات ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

جواب: یہ بالکل غلط ہے کہ رفع کے معنی ہمیشہ اور ہر جگہ بلندی مرتبہ اور درجہ کے ہوتے ہوئے اور ہمیشہ جس جگہ رفع کا لفظ آئے اس جگہ جسم کو چھوڑ کر روح کے معنی کئے جائیں۔ دیکھو قرآن مجید: ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ یعنی ”حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا“۔ (نذیر احمد، ص ۳۲۲) دیکھو ”سورۂ یوسف، رکوع ۱۰“ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کا رفع روحانی تھا یا جسمانی تھا؟ یہ بھی رفع کا لفظ ہے اور یہاں معنی روحانی رفع کے ہرگز نہیں۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کا رفع ان کے تخت پر جسمانی تھا نہ کہ روحانی تھا۔

دوم: حضرت ایلیا کا رفع بجسد عنصری آسمان پر ہوا۔ دیکھو ”تورات، سلاطین نمبر ۲، باب ۲، آیت ۱“ اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو بگولے میں اڑا کر آسمان پر لے جائے۔ یہ بمنزلہ ﴿يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ﴾ کے وعدہ تھا اور آگے ”آیت ۱۱“ میں وعدے کا وفا اسطرح مذکور ہے: ”اور ایسا ہوا کہ جونہی وہ دونوں باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھا کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کر ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیا بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا“۔ بعینہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ ”**رافعک**“ کا تھا۔ بجسد عنصری رفع کر کے خدا تعالیٰ نے وعدہ **رافعک** پورا فرمایا اور جس طرح ایلیا بگولے کے ذریعہ سے آسمان پر اٹھایا گیا، ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدلی کے ذریعہ شاگردوں کے دیکھتے ہوئے اُٹھایا گیا۔ ایسے بین ثبوت کے ہوتے ہوئے کسی مومن کا کام نہیں کہ رفع جسمی عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے اور یہ بالکل غلط اور

دھوکہ دہی ہے کہ سنت اللہ نہیں ہے کہ کسی نبی و رسول کو آسمان پر لے جائے۔ زردشت پیغمبر کا آسمان پر جانا بجسد عنصری مذکور ہے۔ دیکھو ''دبستان مذاہب، صفحہ ۸۹'' اصل عبارت یہ ہے:

"چوں زر دشت بکنار آب آمد سر وتن را چوں دل خویش فروشت باجامهائے پاك مشغول نماز گشت همدراں رور بهمن که برزگترین ملائکه است واهل اسلام او را جبرائیل نامند بیاید باجامهائے نورانی از زردشت نام پرسیده گفت از دنیا چه کام جوئی۔ زردشت جواب داد که مرا جز رضائے یزدان آرزوئے نیست وغیر از راستی دل من نمے پژدهد وگماتم که تو مرا به نیکی رهنمائی پس بهمن گفت برخیز تانزدیزدان شوی و آنچه خواهی از حضرت او سوال کنی که او کرم تا پاسخ سود مند دهد۔ پس زردشت برخواست بفرموده بهمن یك لحظه چشم فرد بست۔ چوں چشم بکشاد خود را درد روشن خیر یافت"......(الخ)۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ کتب سماوی کے مضامین سے انکار بھی کیا جائے اور کتب سماوی پر اس کا ایمان بھی سلامت رہے۔ باقی رہی عقل انسانی تو یہ عقل انسانی ہر ایک کی نہیں مانتی کہ جسد عنصری سے کوئی انسان آسمان پر جائے۔ مگر خدا تعالیٰ ﴿علی کل شیء قدیر﴾ خاص خاص آدمیوں کو لیجا سکتا ہے۔ جسطرح اس کا معاملہ عجوبہ نمائی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے وہ عام کے ساتھ نہیں۔ ایسا ہی آسمان پر لے جانا اس کی مرضی ہے۔ ہاں عام قاعدہ نہیں جیسا کہ آگ کا برد ہونا اور لکڑی کا سانپ بن جانا اور مچھلی کے پیٹ میں تین دن یا چالیس رات زندہ رکھنا محال عقلی ہونے کے باعث عام نہیں۔ اسی طرح انسان کا آسمان پر اٹھایا جانا عام نہیں، خاص ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع و نزول بھی خاص ہے اور علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ

سمجھے کہ وہ محالات عقلی پر قادر نہیں۔ یہی باتیں کفار کہتے تھے دیکھو ''قرآن مجید، سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰'': ﴿وَقَالُوا أَئِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَئِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا﴾ ترجمہ: کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرے پیچھے گل سڑ کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے۔ (نذیر احمد، ص۳۸۲)

جب دوسرے لوگ محال عقلی کا اور خلاف قانون قدرت کا عذر کر کے قیامت کے منکر ہو کر کافر ہو جاتے ہیں تو پھر مرزا صاحب اور مرزائی محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کی بنا پر خدا تعالیٰ کے عجوبہ نمایاں سے انکار کر دیں تو وہ کافر کیوں نہ ہوں؟ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک بات ہی جب مرزائی کہیں تو مسلمان رہیں اور جب دوسرے شخص وہی بات کریں تو کافر ہوں۔ اگر کافر ہوں گے تو دونوں، اگر مسلمان ہوں گے تو دونوں۔ جس طرح ''ابن اللہ کا مسئلہ'' اگر مرزا صاحب کو مرزائی خدا کا بیٹا تسلیم کریں تو مسلمان اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہیں تو کافر۔ یہ ہے قادیانی ایمان داری اور یہی قادیانی انصاف ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تو افضل الرسل ہو کر آسمان پر نہ جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جائیں۔ اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے اور وہ کسر شان ہے اور جاہلوں کو دھوکہ دینے کے واسطے ایک آیت کا ٹکڑا پیش کر کے غلط بیانی کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو صرف رسول ہوں آسمان پر نہیں جا سکتا اور اوپر کی آیات چھوڑ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جس کا جواب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہرگز اس میں کسر شان و ہتک نہیں، کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ تو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف دوسرے آسمان تک رہے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کی بدبختی دیکھئے کہ اپنی دکان چلانے کے واسطے آنحضرت ﷺ کے معراج سے بھی انکار کر دیا۔

کیونکہ جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر جانا اور واپس آنا دوسرے مسلمانوں کی طرح مانیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی رفع ونزول ثابت ہو جائیگا۔ اب ان سے نہایت ادب سے دریافت کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن علامت اور طلوع الشمس من المغرب، دابۃ الارض، خروج دجال، حشر ونشر وعذاب قبر، نامہ اعمال وصراط، دوزخ وبہشت یہ بھی تو اسی رسول مقبول ﷺ کا فرمودہ تھے جس نے نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک قیامت کا نشان فرمایا اور یہ بھی محال عقلی ہے کہ خاک شدہ پوست وہڈیاں اسی جسم سے اٹھیں اور حساب کتاب دیں۔ جب دوسرے محالات عقلی پر ایمان ہے تو پھر رفع عیسیٰ علیہ السلام اور جسمی معراج محمد ﷺ پر کیوں ایمان نہیں؟ اور دوزخ، بہشت، طلوع الشمس من المغرب، دابۃ الارض پر ایمان ہے تو پھر اصالتاً نزول ورفع عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں؟ کیا ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ پر عمل ہے۔ یعنی کچھ حصہ تو محمد ﷺ کے فرمودہ کا تسلیم کرنا اور کچھ فرمودہ اسی پاک رسول ﷺ سے انکار کرنا، کونسا ایمان اور مسلمانی ہے۔ جب محمد ﷺ نے خود فرمادیا کہ وہی عیسیٰ نبی ناصری جس کا رفع ہوا اسی کا نزول ہوگا تو پھر اس سے انکار، رسول اللہ ﷺ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ جس طرح قیامت کی دوسری علامات محالات عقلی ہیں اور مافوق الفہم ہیں اسی طرح رفع ونزول بھی محالات عقلی ہیں۔ جب ان کا انکار ہوا تو خود قیامت سے انکار ہوا اور یہی کفر ہے۔

اب ہم قرآن مجید کی وہ آیات لکھتے ہیں تاکہ مرزائیوں کی ایمانی حالت اور خشیت اللہ کا پتہ لگے۔ جس میں مرزا صاحب نے بالکل جھوٹ لکھ کر دھوکا دیا ہے کہ ’’محمد رسول اللہ ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی اور انہوں نے انکار کیا اور خدا نے ان کو کہا کہ تم کہو کہ میں صرف رسول ہوں‘‘۔ خدا جانے مرزا صاحب نے کن الفاظ کے معنی کئے ہیں۔ اور تحریف کس جانور کا نام ہے! کیونکر مرزا صاحب کو سچا مانا جائے؟ دیکھو اصل الفاظ

قرآن مجید: ﴿اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت فرمائی کہ ان کو کہدو: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ کہ ''سبحان اللہ میں کیا چیز ہوں، ایک بندہ بشر خدا کا بھیجا ہوا ہوں''۔ یہ بالکل غلط ہے کہ کافروں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر چڑھنے کے واسطے کہا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا عجز ظاہر فرمایا۔ یہ بات ہی اور ہے۔ جیسا کہ عام محاورہ ہے کہ جب انسان لاجواب ہوتا ہے تو غصے کی حالت میں کہتا ہے کہ اگر تو کوشش کرتا ہوا آسمان پر بھی چلا جائے تو میں یہ بات قبول نہ کروں گا۔ بعینہ یہ حالات کفار کے خداتعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں کہ'' کافرلوگ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ ہم تو اس وقت تک ایمان لانے والے نہیں ہیں کہ یا تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نکالو اور کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ یا جیسا کہ تم کہا کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردو یا رہنے کے لئے تمہارا کوئی طلائی گھر ہو یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم ہم پر خدا کے ہاں سے ایک کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو آپ پڑھ بھی لیں تب تک ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ دیکھو'' سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰''۔ ہم نے صرف ترجمہ لکھدیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کفار کا مطالبہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لانے کا تھا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ چاہے تو ہم پر آسمان گرادے یا سونے کے محل اور نہریں بھی بنالے یا آسمان پر چڑھ جائے۔ اس سیاق و سباق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو معلوم تھا کہ شاید آسمان پر محمد ﷺ چلے جائیں۔ کیونکہ وہ ایلیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نظیر دیکھ چکے تھے اور معراج حضور ﷺ کا بھی سن چکے تھے اس واسطے انہوں نے یہ شرط لگائی کہ کتاب لکھی ہوئی لاؤ۔ جس کو ہم پڑھ لیں۔ اس کے جواب میں رسول مقبول ﷺ کو حکم ہوا کہ کہدو میں ایک بشر رسول ہوں جو حکم ہوتا ہے وہی تم کو کہتا

ہوں اور یہی کتاب ہے کیونکہ ممکن نہ تھا کہ ہر ایک کافر کیواسطے الگ الگ کتاب آتی۔ یہ کہاں ہے کہ کفار نے کہا کہ اے محمد ﷺ آسمان پر چڑھ جا اور انہوں نے فرمایا کہ میں آسمان پر جا نہیں سکتا۔ یہ سنت اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ عجوبہ نمائی اور خاص کرشمۂ قدرت اپنی مرضی سے دکھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب کبھی کوئی کافر اس قسم کا مطالبہ کرے، اسی وقت خدا تعالیٰ وہ عجوبہ نمائی کردے کیونکہ عقلیں اور خواہشیں انسانوں کی الگ الگ ہوتی ہیں اور پیغمبر وقت ہر ایک کی خواہش کے مطابق معجزہ نمائی نہیں کرتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے کہ پیغمبر کا تفوق ظاہر کرنے کے واسطے جب چاہے عجوبہ نمائی کرے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں ایک بشر رسول ہوں یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ مجھ کو اگر خدا تعالیٰ بھی آسمان پر لے جانا چاہے تو نہیں لے جا سکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ حضرت ایلیا علیہ السلام کو خدا آسمان پر لے گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے اوپر عرش اور کرسی بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک لے گیا کہ وہاں تک جبرئیل بھی ساتھ نہ جا سکا اور عجز سے کہا۔

اگر بر سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

مگر دین کے اندھے اعتقاد کے سقیموں کو یہ فضیلت محمد ﷺ کی نظر نہیں آتی اور ہتک کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ کو جب ایسی فضیلت اور معجزہ عطا ہوا جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ یعنی قرآن مجید جو ہمیشہ زندہ جاوید کرامت و معجزہ ہے اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ تفوق عنایت ہو کہ کل عالموں کے واسطے مبعوث ہوئے اور خاتم النبیین کی خصوصیت عنایت ہوئی جو کسی نبی کو نہ ہوئی تھی، تو کیا اس فضیلت کے سامنے وہ جزوی خصوصیت ولادت و رفع مسیح اگر محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے نہیں دی تو اس میں ہتک ہرگز نہیں۔ یہ اعتراض تو ایسے بیوقوف شخص کی مانند کا ہے جو کہ بادشاہ کے دربار میں آکر خدم

وحشم کو دیکھے اور باہر لشکروں اور فوجوں اور خزانوں اور محلوں کو دیکھ کر کہے کہ خداوند نے حضور کو سب کچھ دیا مگر آپ کو بانس پر چڑھ کر بازی لگانی نہیں آتی اس میں تو آپ کی سراسر ہتک ہے۔ ایسا ہی یہ احمقانہ اعتراض ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر رفع نہیں ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا کیوں ہوا، اس میں ہتک حضور ﷺ کی ہے۔ جب تمام جہان پر حضور کو فضیلت حاصل ہوئی، مقام شفاعت عنایت ہوا، معراج حاصل ہوا، کل دنیا کے پیغمبر مقرر ہوئے، قرآن معجزہ جاوید حاصل ہوا، خاتم النبیین کا اعزاز مرحمت ہوا۔ اگر رفع نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ جزوی فضیلت ہر ایک بشر میں ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتی۔ اگر زید جوتا سینا جانتا ہے اور بکر لوہار ہے تو زید کی بکر کے مقابلہ میں کوئی ہتک نہیں اور نہ بکر کی زید کے مقابل کوئی ہتک ہے۔ اگر کوئی احمق لوہار سے کہے کہ آپ جوتا بنانا نہیں جانتے اس میں تمہاری ہتک ہے، یہ لغو ہے۔ کیونکہ اس میں کسی ایک کی ہتک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو ﴿حَصُوْرًا﴾ فرمایا اور کسی نبی کو ﴿حَصُوْرًا﴾ نہیں فرمایا۔ حَصُوْر اسکو کہتے ہیں کہ باوجود ہونے طاقت مردمی کے اپنے آپ کو شہوت سے روکے اور عورت سے نزدیکی نہ کرے۔ کیا یہ خصوصیت کسی اور نبی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کس قدر ابلہ فریبی ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ رفع ونزول ودرازیٔ عمر عیسیٰ علیہ السلام کے تسلیم کرنے سے حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے۔ اگر رفع عیسیٰ علیہ السلام میں حضرت ﷺ کی ہتک ہے اور خصوصیت باعث اس ہتک کا ہے، تو ذیل کے واقعات سے کیوں ہتک نہیں۔ اگر ہتک ہے تو کیوں ان سے انکار نہیں کیا جاتا اور رفع مسیح سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ صرف اس واسطے کہ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے۔

اوّل خصوصیت: حضرت آدم علیہ السلام (ان کی عمر ۹۳۰ برس)۔ اور حضرت نوح علیہ السلام (ان

کی عمر ہزار برس سے اوپر)۔ ان کو اس قدر عمریں دارزی دی گئیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ کل عالموں کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کو صرف اپنی قوم کی تبلیغ کیلئے ایک ہزار برس کی مہلت دی گئی۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے اور محمد رسول اللہ کو صرف ۲۳ برس دیئے گئے۔ اسمیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟

دوم خصوصیت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری لڑکی کے پیٹ سے بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوئے اور دیگر تمام انبیاء باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے۔ کیا اس میں بھی کل انبیاء اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟ کہ یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں ملی۔

سوم خصوصیت: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے بلا واسطۂ جبرئیل کلام کیا اور دوسرے سب انبیاء اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بواسطۂ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کلام کیا۔ کیا اس میں بھی سب انبیاء اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟

چہارم خصوصیت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ مگر موسیٰ کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں؟ کہ وہ تو عوام لوگوں کی مانند بیہوش ہو جائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ خصوصیت ملے کہ کسی نبی کو بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی نہ ملے کہ بیہوش ہوں گے۔

پنجم خصوصیت: حضرت یونس علیہ السلام کو جو یہ خصوصیت ملی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رات اور بعض روایات کے رو سے چالیس دن رات زندہ رہے اور خدا تعالیٰ نے خاص کرشمۂ قدرت ان کی خاطر دکھایا جو رفع عیسیٰ علیہ السلام سے عجیب تر ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں خلاف قانون قدرت زندہ رہے اور بول و براز نہ ہوئے۔ اس

میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟ اگر متذکرہ بالا انبیاء کی خصوصیات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی سے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کیونکر ہو سکتی ہے۔ مصرعہ

ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

یہ صرف مرزا صاحب نے اپنی دوکان "پیری مریدی" کی خاطر یہ ڈھکوسلہ تجویز کیا کہ اگر رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام تسلیم کیا جائے تو میری دوکان نہ چلے گی اور نہ مسیح موعود ہو سکوں گا۔ اسواسطے ہتک کر کے سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو ان سے دریافت کرنا چاہئے کہ جب دوسرے انبیاء کی خصوصیات تم تسلیم کرتے ہو اور ہتک محمد رسول اللہ ﷺ نہیں جانتے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے کیوں ہتک محمد رسول اللہ ﷺ کہتے ہو۔ اس طرح تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین کو خدا نے پلیڈری کے اعلیٰ امتحان میں پاس کیا اور مرزا صاحب کو مختاری کے امتحان میں بھی کامیابی نہ ہوئی اس میں مرزا صاحب کی ہتک ہے۔

دوم: مرزا صاحب جب جو ہمیشہ سر درد اور بول کی بیماری سے بیمار رہتے تھے۔ اس میں بھی مرزا صاحب کی ہتک ہے کہ عام لوگ تو تندرست ہوں اور مرزا صاحب کو خدا نے صحت بھی نہ دی۔ اس میں بھی انکی ہتک ہے۔

تیسرا اعتراض: یہ کرتے ہیں کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔

جواب: یہ بھی علوم حکمت سے ناواقفیت کا باعث ہے۔ وجود عنصری کو صرف خاکی وجود پر حصر کرنا جہالت کا باعث ہے۔ جب چار عناصر: آب، خاک، آتش، ہوا۔ تمام کائنات کا مبدع ومنبع وجود انہیں چار عناصر کی امتزاج پر ہے۔ آسمان، آفتاب، مہتاب، ستارے، سیارے بروج وغیرہ اجرام سماوی انہیں عناصر کی ملاوٹ سے بنے ہیں اور انہیں عناصر کی

ملاوٹ سے اجسام سفلی یعنی زمینی بنے ہیں اور ہر ایک عنصری میں حکم ربی جاری ہے۔ جس طرح حکم ہوتا ہے اسی طرح وہ عنصر ترکیب پاکر دوسرے عناصر سے وجود پذیر ہو جاتا ہے، تو پھر یہ غلط ہوا کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جاسکتا۔ کیونکہ آسمان خود عنصری وجود رکھتا ہے جب ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو یا جمادات نظر آتے ہیں یا نباتات یا حیوانات جمادات میں قوت نامیہ نہیں۔ نباتات میں قوت نامیہ ہے مگر قوت حرکت ونقل مکان نہیں۔ حیوانات کی قسموں پر نظر ڈالتے ہیں تو حسب استعداد ترکیب عناصر ان میں حرارت پائی جاتی ہے۔ حشرات الارض میں کم حرارت ہے، جو کہ سوراخوں میں رہتے ہیں۔ بہائم یعنی چارپاؤں والوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے، مگر سیدھا نہیں چل سکتے، یعنی دوپاؤں والوں سے ان میں کم حرارت ہوتی ہے۔ انسان میں حیوانوں سے زیادہ حرارت ہوتی ہے اور وہ دوپاؤں سے چل سکتا ہے۔ مگر ہوا میں پرواز نہیں کرسکتا۔ طیور میں انسان سے زیادہ حرارت ہوتی، جس سے ان میں قوت پرواز ہوتی ہے۔ اگر پرواز کرنا یا ہوا پر اڑنا فضیلت ہوتی تو اُلو کوّے، باز، شکرے وغیرہ اشرف المخلوقات مانے جاتے اور انسان اشرف نہ ہوتا۔ مگر چونکہ بموجب ''**کرمنا بنی آدم**'' انسان کو فضیلت ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آسمان پر جانا اور آسمان پر رہنا باعث فضیلت نہیں۔ شیاطین وجنات آسمان پر جاسکتے ہیں، مگر اشرف المخلوقات نہیں ہیں۔ چاند، سورج وستارے وسیارے وغیرہ بروج آسمان پر ہیں۔ مگر انسان ان سے افضل ہے۔ انسانوں کو اگر قوت پرواز نہیں تو اس میں ان کی کیا ہتک ہے؟

چونکہ فضیلت نفس ناطقہ میں تھی اسلئے انسان کو نفس ناطقہ عطا فرما کر کل کائنات پر شرف بخشا گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو شرف مکالمہ بخشا۔ جب یہ تسلیم ہوچکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کائنات بنائی اور ترکیب عناصر سے سب وجود بنائے ہیں، تو اس کی ذات پاک کے آگے کیا مجال ہے کہ ایک عنصر کو دوسرے عنصر پر غالب کرے۔ انسان کو آسمان پر لے

جائے یا کسی آسمانی وجود یعنی فرشتہ کو حکم دے کہ فلاں انسان کو اٹھا لاؤ اور وہ انسان کو اٹھا لے جائے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پرواز کرنیوالا وجود دوسرے وجود کو جس میں قوت پرواز نہیں ساتھ لیجاتا ہے۔ جیسا کہ چیل کا چوہے وغیرہ حشرات کو اٹھا لیجانا شاہد ہے۔ ایسا ہی حکم ربی سے فرشتہ انسان کو آسمان پر لیجاسکتا ہے۔ مگر انسان کا اٹھایا جانا کچھ محال عقلی نہیں ہے، کیونکہ ہوا غالب عنصر اڑنے والا ہے اور پانی ہوا کے ساتھ شامل ہو کر اڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہوا پانی کو اٹھائے پھرتی ہے۔ آگ پہلے ہی سے عالم علوی سے ہے دیکھو دھواں اوپر کو جاتا ہے۔ روح بھی عالم علوی سے ہے۔ باقی ایک خاک رہ گئی۔ جن کا اڑنا ظاہر میں نظروں میں محال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں خاک بھی امتزاج عناصر سے بنی ہوئی ہے۔ جب دوسرے عنصر کا غلبہ ہو جائے تو مغلوب عنصر دوسرے غالب عنصر میں محو ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حکمت کا مسئلہ ہے مغلوب عنصر غالب عنصر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس اگر آتشی وجود ہے مثلاً آفتاب تو یہ بھی عنصری وجود ہے اور دیگر سیارے ستارے ہیں تو وہ بھی ترکیب عناصر سے عنصری وجود رکھتے ہیں۔ بلکہ خود آسمان بھی عنصری وجود رکھتا ہے۔ ایک عنصری وجود کا دوسرے عنصری وجود پر جانا اور زندہ رہنا کچھ مشکل نہیں اور نہ محال ہے۔ ایک دفعہ ایک شہاب ثاقب کیپ کالونی میں جو زمین پر گرا اور کیمیائی تحقیق کی گئی تو مفصلہ ذیل اشیاء مادی اس میں سے برآمد ہوئیں: لوہا، کانسہ، گندھک، سلیکہ، میگنیشا، چونا، لائم الومینیا پوٹاس، سوڈا، آکسائیڈ آف میگنز، تانبہ، کاربن وغیرہ۔ (دیکھو صفحہ ۵۵، موز انکٹر جیالوجی، مصنفہ ڈاکٹر سمیل لیس)۔ پس یہ جاہلانہ اعتراض ہیں کہ آسمان عناصر نہیں اور نہ انسان وہاں زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت جب آسمانوں اور زمینوں پر یکساں ہے تو پھر وہ جیسا چاہے عجوبہ نمایاں کر کے اپنی قدرت لامحدود کا ثبوت دے، کوئی امر مانع نہیں۔ چونکہ اختصار منظور ہے اس لئے اسی پر اکتفاء ہے تا کہ اصل مضمون نہ بڑھ جائے۔ پس یہ غلط

خیال ہے کہ جسد عنصری آسمان پر نہیں جاسکتا کیونکہ جتنے وجود آسمان پر ہیں وہ بھی تو عنصری ہیں۔ پس یہ اعتراض حکمت ہے جہل کا باعث ہے۔ جنوں کی پیدائش آگ سے ہے کیا وہ وجودِ عنصری نہیں؟ فرشتوں کے وجود نوری ہیں، کیا وہ وجودِ عنصری نہیں؟ یہ صرف لفظی بحث ہے۔ سب کائنات وجودِ عنصری رکھتی ہے خواہ خاکی ہو، آتشی یا ہوائی سب وجودِ عنصری ہیں۔

چوتھا اعتراض: یہ ہے کہ خداتعالیٰ بھی نوع کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ: ﴿**فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ**﴾ (سورۂ اعراف، رکوع۲) ترجمہ: تم زمین پر ہی اپنی زندگی کے دن کاٹو گے اور زمین پر مرو گے۔ اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کے واسطے مقرر ہے کہ زمین پر ہی رہیں اور زمین پر ہی فوت ہوں۔ اور ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں کہ ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچنے والی اور اس کو اپنے پاس روکنے والی ہے خواہ انسان مردہ ہو یا زندہ۔ ﴿**اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاo اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًاo**﴾

(سورۂ مرسلات، رکوع۱)

جواب: دونوں آیتیں قرآن مجید کی بے محل ہیں اور ﴿**یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ**﴾ کے مصداق ہیں۔ جو کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے اپنے قول کے مطابق الحاد اور یہودیت ہے۔ پہلی آیت کے مخاطب حضرت آدم علیہ السلام وحوا ہیں۔ ان کو خداتعالیٰ نے آسمان سے نکالا اور آسمانی نعمتوں سے محروم فرمایا۔ تو اس وقت ان کو حکم دیا کہ تم اب زمین پر اپنی زندگی بسر کرو گے۔ اور زمین پر ہی فوت ہو گے۔ اس سے تو الٹا ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ نے انسان کو پہلے آسمان پر رکھا تھا۔ اور ثبوت کے وقت یہ فرمادیا کہ اب تم زمین پر رہو گے۔ اس سے کیونکر ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ انسان کو آسمان پر نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ثابت ہوا کہ اگر خدا چاہے انسان کو آسمان پر رکھے یا زمین پر رکھے دونوں میں اس کا اختیار ہے۔ یہ آیت تو الٹی رفع عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتی ہے کہ جس طرح خداتعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام،

حوا اور سانپ کو بجسد عنصری آسمان پر رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے اخراج کے بعد بھی اگر چاہے تو انسانوں اور حیوانوں کو آسمان پر رکھ سکتا ہے۔ جس طرح ایک جج ایک قیدی کو کہے کہ تم کو عمر قید ہے۔ تم ہمیشہ جیل خانہ میں رہو گے۔ مگر اس حکم سے جج کی بے اختیاری ثابت نہیں ہوتی کہ وہ اب کسی انسان کو جیل خانہ سے باہر رہنے نہیں دے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ حکم حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کو کہ تم ہمیشہ زمین پر رہو گے۔ خدائی قدرت اور طاقت کو سلب نہیں کرتا کہ اب خدا تعالیٰ میں طاقت ہی نہیں رہی کہ کسی کو آسمان پر لے جائے۔ اگر چاہے اور اس کی مرضی بھی ہو تو یہ خدا کی معزولی ہے کہ آدم علیہ السلام کو نکالتے کے وقت خود آسمانی حکومت کھو بیٹھے۔ بلکہ اس آیت سے تو انسان کا آسمان پر جاسکنا ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ اور کھانے پینے بول و براز کا بھی اعتراض رفع ہو گیا۔ کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا اسی طرح دوسرے انبیاء علیھم السلام کو بھی رکھ سکتا ہے۔ جب پہلے خدا تعالیٰ آسمان پر انسان بجسد عنصری رکھ سکتا تھا تو اس کے بعد بھی رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ ہبوط آدم علیہ السلام کے بعد اس کی خدائی طاقتوں میں فرق نہیں آگیا۔ کیونکہ صفت اپنے موصوف کی ذات کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ اس کا اختیار ہے کہ چاہے اپنی صفت کو کسی مصلحت کے واسطے استعمال نہ کرے۔ جیسا کہ زندہ اور مردہ کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ میں ہے کہ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ﴿يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ﴾ یعنی ”خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے“۔ پس یہ خدا کی خدائی سے لاعلمی کا باعث ہے کہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ انسان کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا اور نہ وہاں زندہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ یعنی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے آسمان پر رکھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رکھا ہوا ہے۔

دوم: مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ **یدفن معی فی قبری** یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوکر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے دفن کئے جائیں گے''۔ تو اس آیت کے رو سے بھی مسلمان حق پر ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کو زمین میں ہی دفن کریں گے۔ اس میں قرآن کی کیا مخالفت ہوئی۔ یہ اعتقاد تو عین قرآن کے اور حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین میں مدفون ہوں گے۔ صرف درازی عمر کا سوال ہوسکتا ہے۔ جس کی نظیریں بھی موجود ہیں کہ حضرت آدم ونوح شیث ودقیان وغیرہ علیہم السلام کی عمریں ہزار، ہزار برس کے قریب تھیں۔ جو کہ آج کل کے زمانہ میں محالات عقلی سے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا زیادہ عمر تک ناممکن ومحال نہیں۔ دوسری آیت بھی غیر محل ہے۔ کیونکہ قیامت کے بارے میں ہے۔ اوپر سے تمام آیات قیامت کے اثبات میں ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''تباہی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو۔ کیا ہم نے زمین کو جیتوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ (ترجمہ نذیر احمد) ''اپنی طرف کھینچنے والی'' غلط ترجمہ کیا ہے۔ **کفاتاً** کے معنے سمیٹنے والی درست ترجمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا نمونہ بناتا ہے۔ کہ ہم ایسے زبردست قدرت والے ہیں کہ اتنا بڑا وجود زمین ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور اس میں پہاڑ بنائے اور تمہاری خوراک، پوشاک اور معاشرت کے سامان مہیا کئے۔ کیا ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں۔ کہ تم کو دوبارہ زندہ کر سکیں۔ اور تمہارے اعمال کا بدلہ جزا یا سزا دیں۔ اس آیت کا رفع عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ تعلق نہیں اور نہ امکان رفع عیسیٰ کے مخالف ہے۔ بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محالات عقلی پر قادر ہے۔ اور ثبوت یہ دیتا ہے کہ جس طرح ہم نے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی بنایا ہے اور اس کے بنانے پر ہم قادر ہیں اور ہماری قدرت محدود نہیں ہم اسی طرح قیامت پر بھی قادر ہیں جو کہ تمہارے نزدیک

محالات عقلی سے ہے۔ اور اگر کھینچنے والی معنی لیں تو بھی درست معنی یہ ہیں کہ زمین انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یعنی جوں جوں عمر کم ہوتی جاتی ہے انسان قبر کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی رسہ باندھا ہوا ہے کہ وہ انسان کو رسہ کے ذریعہ سے کھینچ رہی ہے۔ افسوس اس آیت کے پیش کرنے کے وقت وہ استعارہ ومجاز وکنایہ ہے جس پر تمام قادیانی مشن کا مدار ہے اور نبوت ورسالت کی بنیاد ہے بھول گئے۔ اور حقیقی کشش کہتے ہیں۔

دوم: مسلمان تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین پر ہی مریں گے۔ اور مدینہ منورہ میں حدیث نبوی کے مطابق مدفون ہوں گے۔ اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ یہ تو ہمارے حق میں مفید ہے۔ اس آئت سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم **رفع الی السماء** انسانی سے عاجز ہیں یہ کج بحثی ہے۔ خواہ مخواہ قرآن کی آیات کا تصادم کیا جائے۔ جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ یعنی ایک آیت قرآن کی مخالفت کے واسطے دوسری آیت کو ٹکرانا اور اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے واسطے بے محل آیت پیش کرنا۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ ’’**انما هلک من کان قبلکم بهذا ضربوا کتاب الله بعضه بعضاً**‘‘ یعنی ’’تم سے پہلے لوگ اس واسطے تباہ ہوگئے کہ انہوں نے خدا کی کتاب کو بعض سے بعض کو لڑایا‘‘۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام ہے اور اس کی شکل یہ ہے۔ کہ آیت بے محل اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے واسطے پیش کر کے دھوکہ دینا اور نص قرآن کا رد کرنا حرام ہے۔ اور حدیث میں بھی تدافع کرنا حرام ہے۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب اور مرزائی تدافع کرنے سے خوف خدا نہیں کرتے۔ جب کوئی نص قرآنی یا حدیث نبوی پیش کی جائے تو جھٹ کوئی نہ کوئی بے محل اور بے موقعہ آیت پیش کر دیتے ہیں۔ پس ان آیات کا رفع عیسیٰ علیہ السلام کے

ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ غرض قرآن مجید میں بہت جگہ **رفع** کا لفظ آیا ہے۔ مگر سب جگہ یہ ہرگز معنی نہیں کہ مر کر ہی رفع ہو۔ جیسے موقع ہوتا ہے۔ ویسے ہی معنی ہوتے ہیں۔ ﴿**وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ**﴾ (سورۃ بقرہ) کیا اس آیت کے یہ معنی درست ہوسکتے ہیں کہ ’’طور کی جان نکال کر خدا نے اس کا روحانی رفع کیا تھا۔ یا رفع یدین جو بہت جگہ حدیثوں میں آیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھوں کی جان نکال کر خدا نے ان کا روحانی رفع کیا۔ یا رفع شک کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے شک کی جان نکال کر اس کا رفع روحانی کیا‘‘۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کیوں کر درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع صرف روحانی ہوا۔ حالانکہ وعدہ تھا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو اٹھاؤں گا۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ جسم وروح ترکیبی حالت کا نام ہے اور جسم ہی قتل سے بچایا گیا۔ تو جسم کا ہی رفع ضروری تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، یونس علیہ السلام، نوح علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ وغیرہم سب کی حفاظت جسمانی فرمائی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور تھا۔ کہ اس کے جسم مبارک کو ذلیل کیا جائے، کوڑے لگائے جائیں، منہ پر طمانچے مارے جائیں اور لمبے لمبے کیل اس کے ہاتھ، پاؤں میں ٹھوکے جائیں اور ان سے خون جاری ہو اور کاٹھ پر لٹکایا جائے اور اس عذاب پر خدا کو ذرہ رحم نہ آئے۔ اور بجائے اس کے بچاؤ کے اس کی جان بھی نکلنے نہ پائے۔ یہ صریح ظلم حضرت عیسیٰ کے حق میں کیوں خاص ہو۔ پس یہ غلط ہے کہ رفع روحانی ہوا تھا۔ کیونکہ قرائن وسیاق قرآن کے برخلاف ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بھی بچائے گئے اور قتل سے بھی بچائے گئے۔ جیسا کہ ’’انجیل برنباس‘‘ میں لکھا ہے۔ پس اے برنباس معلوم کر اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالے گا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا

لے گا۔اور بیوفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک اس کو یہی خیال کرے گا۔ کہ میں ہوں۔ (دیکھو انجیل برنباس،فصل ۱۱۲، آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵)

اس انجیل کے مضمون کی قرآن مجید نے بھی تصدیق فرمادی۔ **﴿مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾** اور **شبہ لھم** سے مگر اب کہا جاتا ہے کہ اگر یہ معنی تسلیم کئے جائیں تو مرزاصاحب کی دوکان نہیں چل سکتی۔اس لئے تاویلات باطلہ کر کے اجماع امت کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو صلیب دیا جانا اور عذاب دیا جانا ذلیل کیا جانا، کوڑے اور طمانچے اور منہ پر تھوکا جانا سب کے سب لعنتی ہونے کی باتیں اس میں تسلیم کر کے رفع روحانی تسلیم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔تاکہ کسی طرح مرزاصاحب مسیح موعود بن جائیں۔ چاہے قرآن واحادیث واجماع کے برخلاف ہو۔مگر ہم کہتے ہیں۔کہ کیا مصیبت پیش آئی ہے۔کہ ہم اجماع امت کے برخلاف ہو کر ہم مسیح کو مصلوب مانیں اور رفع روحانی کا ڈھکوسلا تسلیم کریں۔جب قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قتل وصلیب کا فعل تو ضرور واقع ہوا۔مگر مسیح مرفوع ہوئے اور ان کا مشبہ یعنی یہودا مصلوب ہوا۔تو پھر جو امر پہلے انجیل سے، پھر قرآن سے، پھر احادیث سے اور پھر اجماع امت سے ثابت ہو اور جس پر ۱۳سو برس سے عمل امت چلا آیا ہو۔اس سے ایک مسلمان کس طرح انکار کر سکتا ہے۔جس کا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور ان کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔اور **﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾** کے پاک گروہ سے ہونا چاہیے وہ تو ہرگز ایسی دلیری نہ کرے گا۔ہاں مخبّر مومن جو چاہے تسلیم کرے۔اس سے کچھ بحث نہیں۔

پانچواں اعتراض:۔ کرۂ زمہریر سے انسانی وجود گزر نہیں سکتا۔اس لئے انسان وہاں جانہیں سکتا۔

جواب:۔ یہ بھی شرعی اعتراض نہیں۔صرف کمی علوم حکمت کے باعث ہے۔اس لئے ہم

بھی علوم حکمت سے عقلی جواب دیتے ہیں۔ پہلے جسم کی تعریف کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ جسم ایک جوہر کو کہتے ہیں۔ کہ اس میں طول اور عرض اور پہننا اور عمق ہو۔ ہر جسم میں دو امر ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بغیر جسم پیدا نہیں ہوسکتا۔ ایک کو ''ہیولیٰ'' اور دوسرے کو ''صورت'' کہتے ہیں۔ اور ہر جسم جو ہے اس میں فلکیات وعنصرات سے کچھ مقدار اور شکل سے حصہ ہے۔ کہ جس سے وہ مخصوص ہے۔ اور ہیولیٰ صورت خارجی میں تعین کا محتاج ہوتا ہے اور صورت وجود خارجی میں ہیولیٰ کی محتاج ہوتی ہے۔ پس صورت اور ہیولیٰ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جسم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مرکب اور دوسرا بسیط۔ جسم مرکب وہ ہے کہ اس کی ترکیب اجزائے سے ملی ہوئی ہو۔ جیسا کہ سرکہ اور شہد ملا کر سکنجبین بناتے ہیں۔ اس کے برعکس جسم بسیط مرکب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پانی یا ہوا یا آگ وغیرہ۔ جسم بسیط کے پھر دو قسم ہیں ایک وہ کہ تبدیل ہو سکے۔ جیسا کہ عناصر دوسرا وہ جو تبدیل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آسمان، جو کہ دلائل فلسفہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان کو تغیر وفنا نہیں اور نہ یہ ایک شکل سے دوسری شکل میں بدل جاتے ہیں۔ اس واسطے فلکیات کو بسیط علوی کہتے ہیں اور عناصر کو بسیط سفلی۔ پس اجسام بسیط کا مقدم ہوتا ہے مرکبات کے وجود پر۔ اب چونکہ جسم انسانی مرکب ہے عناصر سے اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ آسمانوں پر بھی عناصر ہیں۔ چنانچہ ''دانش نامہ'' میں لکھا ہے کہ مکان آگ کا زیر فلک عنصر ہے اور مکان ہوا کا آگ کے نیچے اور مکان پانی کا ہوا کے نیچے اور خاک کا پانی کے نیچے اور حکماء نے مقرر کیا ہے کہ بعض عنصر ثقیل ہیں۔ اور بعض خفیف۔

خفیف: وہ عنصر ہیں جو اوپر کی طرف مائل ہوں۔ اور **ثقیل** وہ ہیں جو نیچے کی طرف مائل ہوں آگ اور ہوا اوپر کی طرف مائل ہیں۔ اور خاک اور پانی نیچے کی طرف مائل ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود عنصری بطور معجزہ خاص تھا۔ یعنی بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوتا تھا۔ پس ایسے لطیف اور معجزہ نماوجود کا رفع محال عقلی ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس کی پیدائش نطفہ سے نہ تھی۔ اور یہ اس واسطے کہ ﴿عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ جانتا تھا۔ کہ مرزائی ایک فرقہ ہوگا۔ جو رفع عیسیٰ پر معترض ہوگا۔ اس واسطے پہلے ہی سے عیسیٰ کو مستثنیٰ کر دیا۔ کہ ایسا وجود بخشا کہ جو نطفہ کا واسطہ نہ رکھتا تھا۔ جو کہ خلاف قانون فطرت ومحالات عقلی سے تھا۔ علم طب سے یہ بات ثابت ہے کہ مرد کے نطفہ سے ہڈی بنتی ہے۔ اور عورت کے خون سے بدن بنتا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ ہڈی بغیر نطفہ کے پیدا ہو۔ مگر اس قادر مطلق نے جو کسی قانون کا پابند نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں بغیر مادہ مرد کے ہڈی بھی پیدا کر دی اور ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر﴾ ہونے کا ثبوت دے کر اس قانون فطرت کو جو آدم سے لے کر حضرت مریم تک چلا آتا تھا۔ توڑ کر محالات عقلی کے تمام اعتراضوں کا رد کر دیا۔ جب یہ کلیہ مسلّم ہے کہ روح جس جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اسی کی قابلیت کے مطابق کام کرتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ایک خاص جسم عنصری تھا۔ جس کا رفع ممکن تھا۔ عناصر کے طبقات مقرر ہیں جس طرح کہ نو آسمان ہیں اسی طرح عناصر کے نو طبقات ہیں۔ دو آگ کے، ایک خالص جو کہ فلک قمر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور دوسرا دخانیہ جو کہ بخارات غلیظہ جو کہ زمین سے نکلتے ہیں۔ اس آگ کے جو کہ ہوا کے ساتھ ملی ہوئی ہے متصل ہے۔ ایسا ہی ہوا کے تین طبقے ہیں:

پہلا طبقہ: ہوا کا صرف یہی ہوا ہے۔ جو کہ ہم محسوس کرتے ہیں جو کہ آگ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

دوسرا طبقہ: ہوا کا وہ ہے جس کو کرۂ زمہریر کہتے ہیں۔ اور یہ نہائت سرد ہوتا ہے۔ بسبب دوری سے زمین کے۔

تیسرا طبقہ: ہوا کا وہ ہے جو زمین سے ملا ہوا ہے۔ اور یہ طبقہ گرم ہوتا ہے آفتاب کے شعاع سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوپر بھی ہوا ہے۔ اور کرۂ زمہریر کے اوپر بھی ہوا اور دیگر عناصر ہیں۔ اس لئے انسان کا آسمان پر جانا اور زندہ رہنا محالات عقلی سے نہیں۔ کیونکہ کرہ زمہریر سے تیزی سے گزر جان محالات سے نہیں۔ جس طرح فرشتے گزرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو بھی ساتھ لے گئے۔ تیزی میں گزرنے سے سردی اثر نہیں کرتی۔ شائد کوئی مرزائی کہہ دے کہ یہ فلسفہ یونانی پرانا ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ تو ہم جدید فلسفہ سے ثابت کرتے ہیں کہ آسمان پر بھی کوئی جگہ ہیولیٰ سے خالی نہیں۔

پروفیسر آرنسٹ ہیکل آف جنا یونیورسٹی جرمنی لکھتے ہیں کہ خلا کی وسعت غیر محدود وغیر معین ہے۔ اس کا ایک انچ بھی خالی نہیں ہر جگہ ہیولی ہے۔ اس کی نقل وحرکت مسلسل جاری ہے مادہ اور انقلاب انگیز قوت کے عمل کا تسلسل جاری ہے۔ مادہ بتدریج حجم وضخامت میں بڑھتا رہتا ہے۔ الخ (ادیب، صفحہ ۱۷۳)

دوم: حرارت وروشنی دو چیزیں جاندار کے لئے لازم ہیں۔ اس وجہ سے سورج منبع حیات ہے۔ (ادیب، صفحہ ۱۷۲)

سوم: فرانس کا ایک نامور فاضل لوئی چنگی اے۔ آفتاب میں انسانی آبادی کے بارے میں لکھتا ہے کہ جو شخص اس نظریہ کا قائل ہے۔ جس کے حامی ہرشل اور ہبولٹ وغیرہ تھے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ آفتاب میں ایسے انسانوں کی بستی ناممکنات سے نہیں۔ جو ہم سے قدرے مختلف ہیں۔ (ادیب، صفحہ ۱۷۱)

چہارم: طبقہ نور کی حرارت نشینی کرۂ ہوا سے وہاں پہنچ سکتی ہے۔ اور جانداروں کی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ اسی طرح جو روشنی صاف ہو کر جاتی ہے آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتی، اس میں

ہم جیسے انسان زندہ رہ سکتے ہیں۔ (دیکھو دے فرڈ ذیحہ، صفحہ ۱۰۰)

باقی رہائش زمین کا اعتراض کہ زمین کی کشش انسان کو اوپر جانے نہیں دیتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین کی کشش کے اکثر حکماء قائل نہیں، کیونکہ جب مانا ہوا اصول ہے۔ کہ زمین کی کشش اس قدر قوی ہے کہ آفتاب کو ساڑھے نو کروڑ میل سے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر بفرض محال ہم تسلیم بھی کرلیں تو پھر ناممکن ہے کہ کوئی جانور ہوا پر پرواز کر سکے۔ اور ہوائی جہاز زمین سے الگ ہوکر بلند پروازی کرسکیں، کیونکہ جب زمین ساڑھے نو کروڑ میل سے اپنے سے بڑے وجود یعنی آفتاب کو جو اس سے دس لاکھ حصہ سے زیادہ بڑا ہے کھینچ لیتی ہے۔ تو جانور اور ہوائی جہاز اس کی کشش کا مقابلہ کر کے غالب آکر بلند پرواز ہوں۔ پس یا تو ہوائی جہازوں اور جانوروں کی پرواز سے انکار کرنا پڑے گا یا زمین کی کشش سے۔ مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہزاروں منوں بوجھ والے جہاز اوپر چلتے ہیں۔ اور کئی کئی دن تک اوپر رہتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ زمین میں کوئی ایسی کشش نہیں کہ کوئی وجود اس سے الگ ہوکر اوپر نہ جاسکے۔ علاوہ براں رسالہ **"الشمش الضحی"** میں لکھا ہے کہ ہم لوگ ذی روح ہیں اور ہم میں ایک ایسی طاقت ہے کہ زمین کی کشش سے ہم اپنے تائیں روک سکتے ہیں (از کتاب العقل، صفحہ ۲۹۳) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ذی روح تھے یعنی زندہ تھے۔ اس لئے ان کو زمین کی کشش آسمان پر جانے سے نہیں روک سکتی اور نہ محال عقلی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر جاسکیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع حکمت یونانی اور انگریزی سے بھی ثابت ہے اور یہی مقصود تھا:۔

چھٹا اعتراض: انسانی جسم آسمانی آب وہوا کے موافق نہیں اس لئے انسان وہاں زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ بھی بسبب ناواقفیت علوم جدیدہ کے اعتراض ہیں۔ ذنج عالم علم ہیئت آرگو

صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفٹر ڈیتھ'' کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ انسان آفتاب میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ترجمہ اصل عبارت کا یہ ہے کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں، لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے کہ آیا ہم ایسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں۔ تو اثبات میں جواب دینے سے گریز نہ کروں گا۔

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اور سانپ کا آسمان پر قبل از ہبوط آدم علیہ السلام قرآن اور دیگر کتب سماوی سے ثابت ہے۔ اگر مومن ہو تو مانو۔ اور اگر غیر مومن ہو تو انکار کرو۔ تاویل کرو تاویل بھی ایک قسم کا انکار ہے۔

ساتواں اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں بول و براز کہاں کرتے ہونگے اور کھانا کہاں کھاتے ہونگے۔

جواب: یہ اعتراض کوئی مسلمان قرآن شریف کا ماننے والا تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قصہ آدم وحوا جو قرآن میں مذکور ہے اور دیگر کتب سماوی میں بھی مندرج ہے۔ صاف صاف بتا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بمعہ اپنی بیوی کے آسمان پر رکھے گئے تھے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وہی باورچی خانہ اور پارٹ یعنی پاخانہ استعمال کرتے ہوں گے۔

دوم: قرآن مجید میں مائدہ کا اترنا حضرت عیسیٰ کی دعا پر ثابت ہے تو آسمانی باورچی خانہ بھی ثابت ہوا۔

سوم: جب کل رزقوں کا منبع اور کل کائنات کی زندگی اور قوام کا باعث آسمان اور اس کی گردش اور آفتاب ومہتاب وغیرہ اجرام فلکی کی تاثیرات ہیں۔ تو پھر ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے رزق کا نہ ملنا چہ معنی وارد جب سب کچھ ولایت سے آنا تسلیم کیا جائے۔ تو پھر کس قدر جہالت ہے کہ کہا جائے کہ زید ولایت میں کیا کھاتا ہوگا۔ ایسا ہی جب سب رزق آسمان سے آتے ہیں تو پھر وہ جہالت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ کہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام

وہاں کھاتے کیا ہونگے۔ اللہ اکبر جہالت بری بلا ہے۔ جب زمانہ حال میں فلکیات کے عالموں نے ثابت کر دیا کہ زمین ایک چھوٹا سا کرہ ہے۔ اور تمام ستارے کرے ہیں۔ اور سب میں آبادیاں ہیں۔ جب ایک چھوٹے سے کرہ زمین پر تمام حوائج انسان وحیوان و چرند و پرند کے پورے ہو سکتے ہیں اور خدا کر رہا ہے۔ اور تمام رزقوں کا پیدا ہونا آسمانی وجودوں کی تاثیرات سے ہے۔ جیسا کی آفتاب ومہتاب وغیرہ کی تاثیرات سے کل دانے اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ تو پھر ان کروں میں جو زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور عناصر ومادہ سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کھانا ملے اور نہ بول وبراز کے واسطے جگہ ملے۔ ایسے جاہل معترض سے کیا بحث ہو۔ جو کہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنے چاہ کو ہی دنیا سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ چاہ سے باہر نہ تو کوئی زندہ رہ سکتا ہے اور نہ چاہ کے باہر کوئی پانی کا قطرہ ہے اور نہ ہوا ہے۔ ایسے نادانوں کو سوچنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں رب العالمین فرما کر ایسے ایسے اعتراضوں کو صاف کر دیا ہے۔ جب صرف ایک ہی عالم نہیں بلکہ کئی عالم ہیں اور سب کی پرورش ہوتی ہے۔ اور ہر ستارے میں آبادی ہے۔ تو پھر یہ خیال جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ رزق صرف زمین کے رہنے والوں کو ملتا ہے۔ اور پاخانہ کے واسطے جگہ بھی صرف زمین والوں کو ہی مل سکتی ہے۔ دوسری آبادیوں اور آسمانی ہستیوں کا نہ تو خدا رازق ہے اور نہ ان کو رزق ملتا ہے مصرعہ

براین عقل و دانش بباید گریست

دوم: مشاہدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس کسی کو جس جگہ رکھتا ہے اس جگہ کی آب وہوا کے مطابق اس کا مزاج بنا دیتا ہے۔ سرد ملکوں کے باشندے خوراک وپوشاک میں گرم ملکوں کے باشندوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ مگر سرد ملک کے گرم ملک میں اور گرم ملک کے سرد ملک میں آتے جاتے ہیں۔ اور آب وہوا کے موافق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ

آسمان پر اٹھائے گئے اور رکھے گئے تو آسمانی زندگی بسر کرتے ہوں گے اور وہاں کی آب وہوا بھی ایسی ہے کہ وہاں کے ساکنان لطیف غذا کھاتے ہیں۔ شائد غذا اور رزق کے معنی آپ گنک کی روٹی اور چاول بھاجی سمجھتے ہوں گے۔ اور یہ غلط ہے۔ خداتعالیٰ انسان کو جس جگہ رکھتا ہے اس کی حالت بھی ویسی ہی کرتا ہے۔ اور ویسی غذا دیتا ہے۔ آپ اپنی حالت یاد کریں کہ ماں کے پیٹ میں آپ کو غذا بھی ملتی تھی اور آپ کی پرورش بھی ہوتی تھی۔ مگر آپ کو بول و براز وہاں نہ آتا تھا۔ کیا آپ انسان نہ تھے۔ کیا آپ بجسد عنصری نہ تھے۔ کیا آپ ذی روح نہ تھے۔ کیا آپ سانس نہ لیتے تھے۔ سب کچھ تھا۔ تو پھر اس صانع مطلق نے جب ماں کے پیٹ میں آپ کی حفاظت کی۔ سانس کے واسطے ہوا کا بھی انتظام کیا۔ بول و براز کا بھی انتظام کیا گیا۔ تو وہ قادر مطلق آسمان پر جو کہ زمین سے لاکھوں بلکہ لاتعداد درجہ زیادہ ہے۔ حضرت عیسیٰ کے رزق اور بول کا بندوبست نہ کر سکے۔ ایسے عاجز خدا کو آپ ﴿علیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیْر﴾ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ جس کو ایسے ایسے اعتراض پیدا ہوں عارف اور خدا شناس کہہ سکتے ہیں۔ ایسا شخص تو خدا کی خدائی کا منکر اور اس کی قدرت سے بالکل بے خبر اور اس کے عرفان سے اندھا ہے۔ معمولی مسلمان بھی نہیں۔ مسیح موعود اور نبی رسول ہونا تو بڑی بات ہے۔

آٹھواں اعتراض: اب جو تنازعہ ہو رہا ہے۔ تو مسلمانوں کو چاہیے کہ مسیح کو اتار لائیں اور ''ازالہ اوہام'' میں مرزاصاحب تمسخر کے طور پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ کوئی بیلوں سے اترنے والا مسلمانوں کو دھوکا نہ دے۔

جواب: یہ اعتراض بعینہ وہی ہے کہ جو کہ کفار جواب دینے سے عاجز ہو کر پیغمبر ﷺ سے کہا کرتے تھے۔ کہ قیامت کا ہونا برحق ہے۔ اور ضرور قیامت آنی ہے۔ تو ہم منکر ہیں۔ ہمارے وقت میں آجائیں۔ تاکہ ہم جھوٹے اور تم سچے ثابت ہو جاؤ۔

افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جب علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے اور قیامت کا آنا اللہ تعالیٰ کے علم وارادہ میں وقت مقرر پر ہے۔ تو اسی وقت آئے گی۔ یہ مطالبہ مرزائیوں کا تب درست ہوسکتا تھا۔ جب کہ قیامت آجاتی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوتا۔ جب قیامت نہیں آئی اور دوسری علامات قیامت ظاہر نہیں ہوئیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کس طرح اتر آئے۔ کیا سورج مغرب سے نکلا خروج دجال ہوا، دابۃ الارض نکلا۔ یاجوج ماجوج ظاہر ہوئے؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو حضرت عیسیٰ کس طرح اتر آئیں۔ اگر کہو کہ مرزاصاحب کی تاویلات کے موافق سب علامات ظاہر ہو چکیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ مسیح موعود تاویلی وبناوٹی تھا۔ ایسے ہی علامات بناوٹی اور غلط ہیں۔ جس عقل سے علم سے غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم نبی ناصری تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی عقل اور علم سے طلوع الشمس من المغرب اور دابہ الارض اور یاجوج ماجوج کی تاویلات کو قبول کرتے ہو۔ جو کہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت پادری بھی تھے۔ روس اور انگریز بھی تھے۔ اسلام بھی تھا۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام نے ان کو نہ تو دجال فرمایا۔ اور نہ یاجوج ماجوج ہی کہا۔ اور نہ اسلام کے ظہور کو طلوع الشمس من المغرب فرمایا۔ تو دوسرے کسی امتی کا ہرگز منصب نہیں۔ کہ اپنے مطلب کے واسطے خلاف عقل ونقل تاویلات کر کے اپنا الوسیدھا کرے۔ پس جب کہ ابھی دیگر علامات قیامت ظہور نہیں آئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بھی ابھی وقت نہیں آیا۔ اس لئے یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

نواں اعتراض: آسمان پر جانا کوئی فضیلت کی بات تھی۔ تو کیوں سب نبیوں نے خواہش ظاہر نہیں کی۔ کہ اٹھائے جائیں اور کیوں نہ اٹھائے گئے۔ حالانکہ ستائے گئے۔

جواب: یہ اعتراض بھی ناواقفیت دین کے باعث کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے کرشمہ

قدرت اپنی مرضی سے ظاہر فرماتا ہے اور جیسا موقعہ ہوتا ہے عجوبہ نمائی کرتا ہے۔ اگر سب نبیوں کو آسمان پر لے جاتا تو پھر خدا تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا۔ کہ زمین پر وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اور نہ زمین پر اس کی حکومت ہے۔ کیونکہ جس کو پناہ دیتا ہے آسمان پر ہی لے جاتا ہے اس لیے سب انبیاء علیہم السلام کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر نہیں اٹھایا اور اپنی قدرت اور حیرت اور ﴿عَلیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیْر﴾ ثابت کرنے کے واسطے اکثر انبیاء علیہم السلام کی حفاظت زمین پر فرمائی۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت زمین پر فرمائی جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاص کرشمہ قدرت سے ایک مچھلی کے پیٹ میں ایک کو کفار کے ہاتھ میں ہی ان کی مجوزہ تجویز آتش کو ہی حکم کر دیا کہ سرد ہو جا اور وہ سرد ہو گئی۔ ہاں اسبات کو ظاہر کرنے کے واسطے کہ آسمانوں پر بھی واحد خدا کی حکومت ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت آسمانوں پر لے جا کر کی۔ تاکہ دہریہ اور لامذہب یہ استدلال نہ کر سکیں کہ آسمانوں کا خدا الگ ہے۔ جو زمین کی مخلوقات کو آسمان پر جانے نہیں دیتا۔ فضیلت و غیر فضیلت کا سوال غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا رتبہ اور منزلت جو زمین پر ہے وہی آسمان پر ہے۔ کوئی نبی اگر آسمان پر بحکم رب العالمین چلا جائے۔ تو دوسرے نبی پر جو زمین پر مامور ہے۔ تو اس کو کوئی زیادہ فضیلت نہیں۔ اس لئے دوسرے نبیوں نے آسمان پر جانے کی خواہش نہ کی۔

دسواں اعتراض: کیا امت محمد ﷺ کی اصلاح بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ نزول فرمائیں اور اس میں امت محمدی کی ہتک ہے کہ اس میں کوئی لائق اصلاح امت نہیں۔

جواب: یہ اعتراض بھی کم علمی کے سبب سے ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی کی اصلاح کے واسطے تشریف لائیں گے۔ سب حدیثوں میں یہی

لکھا ہے کہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور دجال کو مارے گا۔ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ امت محمدی کی اصلاح کرے گا۔ کوئی حدیث بکسر الصلیب سے خالی نہیں۔ طوالت کے خوف سے سب حدیثیں نقل نہیں ہو سکتی ہیں، صرف ایک بخاری کی حدیث نقل کی جاتی ہے، وھوا ھذا: **"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبل احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول أبوھریرۃ فاقرئوا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾** (الآیۃ). (متفق علیہ)

ترجمہ: ابوہریرہ ﷺ سے کہا کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے قسم ہے اس خدا کی کہ بقا جان میری کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تحقیق تم میں اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے درحال یکہ حاکم عادل ہوں گے۔ پس توڑیں گے صلیب کو یعنی باطل کردیں گے دین نصرانیہ کو اور قتل کریں گے سؤر کو یعنی حرام کریں گے اس کے پالنے اور کھانے کو اور بہت ہوگا مال۔ یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ اگر شک و تردد رکھتے ہو تو پڑھو اگر چاہو (قرآن کی آیت) ''نہیں کوئی اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مگر کہ ایمان لائے گا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے کہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے''۔ (روایت کیا بخاری و مسلم نے)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرض منصبی بعد نزول کسر صلیب و ہدایت یہود ہوگا۔ نہ کہ اصلاح امت محمدی پس اس میں امت محمدی کی کوئی ہتک نہیں بلکہ فخر ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت رحمۃ العالمین خاتم النبیین کی امت میں شامل ہوکر امامت کا فرض ادا کرتا ہے۔ اور اس حدیث نے قرآن مجید کی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ

اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی تفسیر بھی بیان کر دی۔ جو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی تفسیر ہے جو سب تفسیروں سے افضل و اکمل ہے۔ کیونکہ جیسا مفسر اعلیٰ قدر ہوگا ویسے ہی اس کی تفسیر بھی معتبر ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے آگے کسی دوسرے خودغرض مدعی کی تفسیر کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ مسلمہ اصول اجماع امت محمدی کا ہے۔ کہ جو تفسیر رسول خدا ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا ہے فرمائیں وہ تفسیر سب سے اعلیٰ ہوگی۔ پس خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ نے پہلے قرآن سے اور پھر اپنی حدیث میں جب فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اصلاح یہود و نصاریٰ کے واسطے ہوگا۔ تو پھر یہ اعتراض بالکل غلط ہوا کہ امت محمدی میں کوئی لائق نہیں کہ امت کی اصلاح کرے۔ اور اس میں امت کی ہتک ہے۔

اس قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی نے جو کہ اس آیت کی تفسیر ہے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے تمام اعتراضات اور تاویلات غلط ہیں۔ اور ذیل کے امور قرآن اور حدیث یعنی خدا اور خدا کے فرمودہ سے ثابت ہیں۔

اول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً نزول جو کہ فرع ہے۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی۔

دوم: حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہوئی اور **قبل موته** کا ضمیر بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم کی طرف راجع فرمایا۔ تو اب کسی کا حق نہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی تردید کرے۔ اور اپنا الو سیدھا کرے۔ اس میں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ کہ رسول خدا کی مخالفت کی جائے۔

سوم: **حکما وعدلا** سے مرزا صاحب کی تمام تاویلات و دعاوی باطل ہوگئے۔ کیونکہ مرزا صاحب انگریزوں کی رعیت تھے نہ کہ حاکم عادل تھے۔

چھارم: یہ کہ اس کی ڈیوٹی کسر صلیب ہے اور کسر صلیب بہ حیثیت حاکم عادل ہونے کے

ہو سکتی ہے۔ نہ کے محکوم ہونے کی حالت میں۔

پنجم: یضع الجزیته اس کی سچی علامت ہے۔ یعنی ایسا حاکم ہوگا کہ اس کے وقت میں جزیہ نہ رہے گا۔ بلکہ وہ خود مال لوگوں کو دے گا۔ مگر مرزا صاحب ایسے مسیح موعود ہیں کہ لوگوں سے مال بٹورتے تھے۔ پس سچے مسیح موعود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کا رفع بجسد عنصری ہوا۔ اور نزول بھی اصالتاً بجسد عنصری ہوگا۔ جھوٹے مسیح اور مہدی تو بہت ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی ہے کہ بہت جھوٹے مسیح اور نبی ہوں گے۔ اور امتی بھی ہوں گے۔ **کلھم یزعم انه نبی اللّٰه** حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ چونکہ ممکن نہ تھا کہ دو اولوالعزم پیغمبروں کی پیشگوئی جھوٹی ہوتی۔ اس لئے پہلے زمانوں میں بھی جھوٹے مدعی گزرے اور اس زمانہ میں بھی مرزا صاحب اور آئندہ بھی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہوتے رہیں گے۔ سچا مسیح موعود تو وہی ہے۔ جو کہ قیامت کی علامات سے ایک علامت ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد قیامت آجائے گی۔ مگر مرزا صاحب کے بعد بھی قیامت نہیں آئی۔ جیسا کہ پہلے کذابوں کے بعد قیامت نہ آئی تھی۔ اور وہ جھوٹے ثابت ہوئے مرزا صاحب بھی ہرگز ہرگز اپنے دعویٰ مسیح موعود ہونے میں سچے نہیں۔ اور کسی مسلمان کا ایمان اجازت نہیں دیتا کہ صحیح طور پر جو امور پہلے قرآن شریف سے پھر حدیث نبوی، پھر صوفیہ کرام اور اجماع امت سے ثابت ہوں، ان سے صرف ایک شخص جو کہ خود ہی مدعی ہے اس کے کہنے سے انکار کر کے قیامت کا عذاب اپنے ذمہ لے۔ اور حسرت دنیا والآخرۃ کا مصداق بنے۔ اخیر میں ہم مجدد صاحب سرہندی و دیگر صوفیہ کرام مجدد دین کا عقیدہ دوبارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام لکھتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب بالکل اجماع امت کے برخلاف کہتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس کو ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ (دیکھو صفحہ ۱۳۶ مکتوب ۱۷ دفتر سوم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) **ترجمہ:** اردو اصل عبارت یہ

ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری شریعت کی متابعت کریں گے...... (الخ) (دیکھو صفحہ ۲۲۰، مکتوب ۲۰۴، دفتر دوم، مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) **ترجمہ:** اصل عبارت قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے، سب حق ہیں۔ ان میں سے کسی قسم کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلے گا۔ اور دھواں آسمان سے ظاہر ہوگا...... (الخ)۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا مذہب بھی کہا جاتا ہے تاکہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب تمام امت کے برخلاف گئے ہیں۔ یہ اس واسطے لکھا جاتا ہے کہ مرزائی یہ نہ کہہ دیں کہ کسی صاحب کشف والہام کی سند پیش ہونی چاہئے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو کشف والہام سے معلوم ہوا کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے۔ اور وہ غلام احمد قادیانی ہے۔

اب یہ مسلمہ اصول اہل اسلام ہے کہ جب دو ولیوں کا کشف والہام متفق ہو تو حجت ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ نصوص شرعیہ کے برخلاف نہ ہو۔ ایک مجدد کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان کا بھی مذہب تھا کہ امام مہدی علیہ الرحمۃ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخص ہیں اب شیخ اکبر کا مذہب بھی سن لو۔ اور خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے دل سے فتوے طلب کرو۔ کہ کون حق پر ہے: مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر یا مرزا صاحب؟ شیخ اکبر ''فتوحات'' کے باب ۷۳ میں فرماتے ہیں کہ: ''بڑی وراثت ختم ولایت ہے۔ پس مطلق ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اخیر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور ولایت مطلقہ کے خاتم ہوں گے۔ اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم ایک شخص ملک مغرب سے ہوں گے۔ اور خاندان اور ملک دونوں میں اشرف ہوں گے۔ یعنی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سید ہوں گے۔ نہ کہ مغل چنگیز خاں کی اولاد۔'' ''فتوحات'' کے باب ۹۳ میں لکھتے ہیں کہ: ''امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوا عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو۔ کیونکہ جب عیسیٰ فرود ہوں

گے۔ یعنی آسمان سے اتریں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کریں گے...... (الخ)۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح البیان، جلد۲ ،صفحہ۳۴۴'' پر فرماتے ہیں۔ **قد تواترت الاحادیث ینزل عیسیٰ جسما وردت بذلک الاحادیث المتواتر** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسماً اتریں گے۔ جیسا کہ متواتر حدیثوں میں آیا ہے۔ رفع جسمانی ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزائی مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کے برخلاف مذہب رکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ مر گئے۔ بروزی رنگ میں نزول کریں گے۔ حالانکہ امام صاحب کا بھی یہ مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نزول فرمائینگے۔

چنانچہ ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں: ''**خروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامت علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن**''۔ یعنی امام ابوحنیفہ صاحب ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں کہ نکلنا دجال کا اور یاجوج وماجوج اور چڑھنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور دوسری تمام علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں حق ہیں ظاہر۔ اب انصاف کرو کہ یہ دھوکہ نہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں حالانکہ عقیدہ برخلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ حنفیوں کے ساتھ نہ نمازیں پڑھتے ہیں اور نہ جنازے میں شامل ہوتے ہیں پھر یہ حنفی کس طرح ہوئے۔

شیخ الاسلام الجرانی فرماتے ہیں: ''**وصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امرالمسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانه صعد الی السماء**'' یعنی انسان کا آسمان پر ساتھ اس بدن کے جانا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

بارے میں ثابت ہوا ہے۔ کہ وہ چڑھا آسمان پر۔

شیخ الاسلام حضرت احمد نفراوی المالکی نے ''فواکہ دوانی'' میں لکھا ہے کہ علامات قیامت میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے اصالتاً۔

علامہ زرقانی مالکی نے شرح ''مواہب قسطلانی'' میں بڑی بسط سے لکھا ہے: **فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فانه یحکم بشریعة نبینا ﷺ**۔ یعنی جب سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ تو ہمارے نبی کی شریعت پر حکم کریں گے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کہ امام مالک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل اور بروزی ظہور کے تسلیم کرنے والے تھے۔ اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہوتا تو یہ مالکی علماء اپنے امام کے برخلاف نہ جاتے اور اصالتاً نزول کے قائل نہ ہوتے۔ اس بات پر اجماع امت ہے اور ہر ایک مذہب والے نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہماری شریعت یعنی شرع محمدی پر حکم کریں گے اس سے صاف ثابت ہے کہ آنے والا صاحب شریعت ہوگا۔ اس کی اپنی شریعت بھی ہوگی۔ اور مرزا صاحب امتی تھے کوئی شریعت نہیں ساتھ لائے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مسیح ہرگز نہیں ہوسکتے اور یہ بھی صاف ثابت ہے کہ اصالتاً نزول ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی امتی کا بروزی رنگ میں ظہور ہونا ہوتا۔ تو یہ قید ہرگز نہ لگائی جاتی کہ وہ شریعت محمدی پر حکم کرے گا۔ اور اپنی شریعت سے حکم ہرگز نہ کرے گا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو مسلمانوں کا امام کہے گا۔ کہ آپ آگے ہوکر امامت کریں۔ تو وہ کہے گا کہ نہیں میں اس واسطے امامت نہیں کراتا۔ تاکہ میری امت کو شک نہ ہو کہ میں اپنی شریعت عیسوی پر حکم کروں گا۔ اور شریعت محمدی کو منسوخ کروں گا۔ اس حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ نبی عیسیٰ نبی ناصری اصالتاً نزول فرمائیں گے۔ جن کا رفع بجسد عنصری ہوا اور جو صاحب شریعت تھے۔

گیارھواں اعتراض: حضرت عیسیٰ اصالتاً نزول فرمائیں گے تو مہر نبوت ٹوٹتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک ہے کہ نبوت سے معزول ہوکر امتی بنائے جائیں۔

جواب: اول تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دے دیا ہے کہ نزول عیسیٰ خاتم النبیین کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی مبعوث ہو چکے تھے۔

دیکھو ’’مجمع البحار، صفحہ۸۵‘‘ پر ان کا قول درج ہے: **قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده۔** یعنی ’’اے لوگو! یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔ مگر یہ مت کہو کہ دنیا میں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا‘‘۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واسطے فرمایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کے نزول سے بھی منکر نہ ہو جائیں۔ حضرت عائشہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ تمام صحابہ کرام وتابعین کا مذہب تھا۔ اسی کتاب ’’مجمع البحار‘‘ کے صفحہ۱۰۲ پر لکھا ہے کہ **فیبعث اللّٰه عیسیٰ ای ینزل من السماء وحاکما بشرعنا۔** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے اور حکم کریں گے ہماری شریعت پر۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول خاتم النبیین کے برخلاف نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ دوسری بات یہ ہے ایک اور حدیث بھی اس کی تفسیر کرتی ہے: **عن عائشه قالت قلت یا رسول اللّٰه انی اری اعیش بعدک فتاذن ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع ما فیه الا موضع قبری وقبر ابوبکر وعمر وعیسیٰ بن مریم۔** یعنی ’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی رسول اللہ ﷺ سے کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میرے پاس تو ابوبکر وعمر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے سوا اور جگہ نہیں۔

تیسری حدیث: اسی کی تفسیر کرتی ہے: **عن عبداللّٰہ بن عمرو قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم أنا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین أبی بکر وعمر** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا)

ترجمہ: روایت ہے عبد اللہ بیٹے عمر سے راضی ہو اللہ دونوں باپ بیٹا سے۔ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے: اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے۔ اور پیدا کی جائے گی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین میں پینتالیس برس پھر مریں گے عیسیٰ اور دفن کئے جائیں گے میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے۔ اٹھوں گا میں اور عیسیٰ بیٹا مریم کا ایک مقبرہ سے ابوبکر وعمر کے درمیان سے روایت کی یہ حدیث ابن جوزی نے ''کتاب الوفا'' میں اس حدیث نے ذیل کے امور کا فیصلہ کر دیا ہے اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی قبول کیا ہے۔ (دیکھو حاشیہ مندرجہ صفحہ۳، نزول مسیح مصنفہ مرزا صاحب) اگر یہ لوگ سمجھتے کہ **یدفن معی فی قبری** کے کیا معنی ہیں۔ تو شوخیاں نہ کرتے۔ پس اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کا مرشد تسلیم کر چکا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلا امر: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے جیسا کہ **الی الارض** کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔

دوسرا امر: یہ کہ ۴۵ برس زمین پر بعد نزول رہیں گے۔

تیسرا امر: یہ کہ بیوی کرے گا۔ کیونکہ جب اس کا صعود ہوا تھا۔ تو تب تک بیوی نہ کی ہوئی تھی۔

چوتھا امر: یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری اٹھائے گئے اور اصالتاً بجسد عنصری نزول فرمائیں گے۔

پانچواں امر: یہ کہ بعد فوت ہونے کے مدینہ منورہ میں مقبرہ رسول اللہ میں مدفون ہوں گے۔ اس سے حیات مسیح بھی ثابت ہوئی۔

چھٹا امر: یہ کہ مرزا صاحب جو تاویل کرتے ہیں کہ میں روحانی طور پر محمد ﷺ کے وجود مبارک میں دفن ہوا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ بین ابو بکر و عمر کے الفاظ حدیث کے مرزا صاحب کی تاویل کا بطلان کررہے ہیں۔ کیونکہ ابو بکر و عمر حقیقی طور پر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے نہ کہ روحانی اور مجازی طور پر۔ اور جو خالی جگہ ہے اس میں بھی حقیقی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول وفوت ہونے کے دفن ہوں گے۔ مرزا صاحب کے اس من گھڑت تاویل کی تردید حضرت عائشہ کی درخواست بھی ظاہر کرتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی حقیقی وجسمانی طور پر مدفون ہونے کی درخواست کی تھی نہ کہ روحانی مجازی طور پر۔ جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر بواسطہ محبت روحانی طور پر دفن ہونا مقصود ہوتا تو یہ امر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل تھا۔ جو کہ رسول اللہ سے ان کو اور رسول اللہ کو ان سے کمال محبت تھی۔ جو کہ مرزا صاحب میں ہرگز متصور نہیں۔

دوم: اگر کمال محبت سے کوئی شخص محبوب ہوسکتا۔ اور ظلی اور بروزی نبی کہلا سکتا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی و رسول کہلاتے۔ اور روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ کے بدن میں دفن ہو کر عین محمد رسول اللہ ﷺ ہو کر مدعی نبوت ہوتے۔ مگر وہ تو مدعی نبوت کو کافر جانتے تھے پس یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

کسی مترجم نے یہ معنی نہیں کئے کہ ”جب تو نے مجھ کو مارا یا وفات دی“۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کئے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے معنی ”کہ تو نے مجھے وفات دی“ غلط ہیں۔ جب تک کوئی سند سلف صالحین سے نہیں تب تک ایک خود غرض کے معنی کبھی درست نہیں ہوسکتے۔ بلکہ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ میں نے **توفی** کے معنی

کرنے میں غلطی کی ہے۔ جب ایک شخص غلطی کرنے والا ہے۔ تو اب کیا ثبوت ہے کہ جو پہلے غلطی کر چکا ہے اب صحیح معنی کرتا ہے اور اب غلطی نہیں کرتا۔ مرزاصاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔ ''اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں''۔ (دیکھو ایام صلح ص۴۱، مصنفہ مرزاصاحب)۔ مرزاصاحب غلطی کرنے والے ثابت ہوئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اب جو معنی کرتے ہیں یہ بھی غلط ہیں۔ بدرجہ اول یہ وجہ کے معنی توفی کے پورا پورا لینے کے اجماع امت کے موافق ہیں۔ دوسرا یہ کہ ''براہین احمدیہ'' (بقول مرزاصاحب) خدا کی کلام اور الہامی کتاب ہے۔ جب مرزاصاحب کا دعویٰ ہے کہ'' براہین احمدیہ'' الہام ربانی سے لکھی گئی ہے تو پھر خدا تعالیٰ علام الغیوب تو غلطی نہیں کرتا۔ بعد ازاں جب مرزاصاحب کو مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو الٹے اور غلط معنی کرنے لگے۔ پس توفیتنی کے معنی رفعتنی درست ہیں جو تفسیر اور حدیث کے مطابق ہیں اب تفسیروں سے مختصر طور پر توفی کے معنی لکھتے جاتے ہیں:

۱..... تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے: **التوفی اخذ الشیٔ وافیا انه الموت نوع منه فان اصله قبض الشیٔ بتمامه۔**

۲..... تفسیر ابوالمسعود میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شیٔ وافیا والموت نوع منه۔**

۳..... تفسیر کبیر میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شیٔ وافیاً والموت نوع منه ایضاً التوفی جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الیٰ السماء۔** یعنی توفی کے معنی میں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور موت بھی ایک قسم کا توفی ہے۔ اور اسی تفسیر میں لکھا ہے۔ اور بعض ان میں سے آسمان پر چڑھنے والے وجود پر بولے جاتے ہیں۔

۴..... تفسیر ابوسعود میں ہے: توفی کا اصل قبض شئے ہے پوری طرح سے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں: **اصله اخذ قبض شئی بتمامه۔**

۵......تفسیر قسطلانی میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شئی وافیا والموت نوع منه**۔ یعنی توفی کے اصلی معنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہے اور موت بھی اقسام توفی کے معنوں میں سے ایک قسم ہے۔

۶......تفسیر حسینی میں لکھا ہے: **پس آن هنگام که مرافرگرفتی**۔ یعنی رفع کردی۔ **بآسمان یایمیرا بندی**۔

۷......تفسیر صافی میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شئی وافیاً والموت نوع منه**۔

۸......تفسیر بحر مواج میں لکھا ہے: **پس آنگاه که مرامتوفی گردانیدی وبجهانے دیگر رسانیدی هم تونگهبان بودی درکاروبارایشان**۔ یعنی جب تو نے مجھ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور دوسرے جہاں میں پہنچا دیا تو پھر تو ان کے کاروبار کو دیکھنے والا تھا۔

۹......تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے: **التوفیا اخذ شی وافیا**۔ یعنی توفی کے معنی کسی شئے کا پورا لینا ہے۔

۱۰......تفسیر خازن: **فلما توفیتنی** یعنی **فلما رفعتنی الی السماء. فالمراد به وفات الرفع لا الموت**۔ یعنی جب تو نے آسمان کی طرف مجھے اٹھا لیا۔ پس مراد اس اٹھانے سے وفات ہے نہ کہ موت۔

۱۱......مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے **فلما توفیتنی** کے یہ معنی کئے ہیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا پھر مجھ کو خبر نہیں کہ انہوں نے میرے بعد کیا کیا۔

(دیکھو صفحہ ۱۲۹، تذکر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان، مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب)

۱۲......تفسیر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی: **فلما توفیتنی**۔ یعنی جب تو نے مجھ کو محجوب کیا۔ (دیکھو فص الحکم فص عیسوی)

۱۳......خود مرزا صاحب: (دیکھو براہین احمدیہ و ایام صلح مصنفہ مرزا صاحب) جس میں خود

انہوں نے پورا لینے کے معنی اسی آیت کے کئے ہیں۔

متذکرہ بالا تراجم اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ **توفی** کے معنی حقیقی طور پر تو قبض شے کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا لے لینا۔ اور چونکہ موت کے وقت روح کو اللہ تعالیٰ کامل اور پورے طور پر اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ یعنی لے لیتا ہے اس واسطے **توفی** کی قسموں میں سے ایک قسم غیر حقیقی ومجازی موت بھی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مرزا صاحب یہ آیت ناحق پیش کر رہے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے اور کون کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت تک نہ مرینگے۔ مسلمان تو بالا جماع پکار پکار کر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ۴۵ برس زمین پر رہ کر اور اسلام پھیلا کر فوت ہوں گے اور مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں درمیان حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے مدفون ہوں گے۔ تنازعہ تو صرف وفات قبل از نزول میں ہے جس کے ثابت کرنے سے مرزا صاحب اور ان کے سب مرید عاجز ہیں۔ یہ کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی فوت نہ ہوں گے۔ مسلمان تو حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے: **عن عبد اللّٰہ ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر.** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء)۔ **ترجمہ:** روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس، پھر مریں گے اور دفن کئے جائیں گے نزدیک میرے مقبرہ میرے میں۔ پس اٹھوں میں اور عیسیٰ ایک مقبرہ میں درمیاں ابوبکر اور عمر کے۔ (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ ص ۳۸۶ جلد ۴)

سارا تنازعہ تو اس وفات میں ہے جو قبل نزول ہے۔ جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری جس کے آنے کی خبر حدیثوں میں ہے وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہو چکا ہے۔ وہ اب نہیں آسکتا میں اس کی جگہ آیا ہوں جو کہ بالکل غلط اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ چھ سو برس بعد حضرت عیسیٰ سے مبعوث ہوئے۔ اگر حضرت عیسیٰ مر گئے ہوتے تو ان کو ضرور خبر ہوتی۔ جب حضرت رسالت مآب ﷺ کو خبر نہ ہوتی تو امتی بن کر غلام احمد مرزا کو کس طرح خبر ہوسکتی ہے؟

مگر مرزا صاحب اس وفات قبل نزول مسیح کو تمام عمر کی کوشش میں ثابت نہ کر سکے اس آیت **فلما توفیتنی** سے وفات قبل از نزول ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں اسی سورہ کے اسی رکوع کی ابتداء میں جس سے یہ رکوع شروع ہوتا ہے، لکھا ہے: ﴿ **يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْب** ﴾ ترجمہ: ’’اور اس دن کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تم کو اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا‘‘۔ اسی طرح سارا رکوع احوال قیامت کے دن کا ہے۔ جس طرح اور نبیوں سے پوچھا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ ﴿ **ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ﴾ (سورۃ مائدہ، آیت ۱۱۶) یعنی ’’اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مان لو‘‘۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ عرض کریں گے۔ کہ اے پروردگار جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان کا نگران رہا۔ ﴿ **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** ﴾ پھر جب تو نے مجھے پھیر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی۔ ﴿ **قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ** ﴾ ’’کہے گا

اللہ یہ وہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ ان کا“۔

اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود دو جگہ فرمایا۔اول ﴿ **یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ** ﴾ اور دوسری جگہ ﴿ **یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ** ﴾ پس اس صورت میں اگر **توفیتنی** کے معنی مرزا صاحب موت کے بھی کریں یا ہم مرزا صاحب کی خاطر موت کے معنی مان بھی لیں تب بھی مرزا صاحب کا دعویٰ وفات مسیح قبل از نزول یوم ولادت سے ۱۲۰ برس کی عمر پا کر مرنا ثابت نہیں ہوتا۔یہ قیامت کے سوال وجواب میں حضرت عیسیٰ کا عرض کرنا بارگاہ رب العالمین کہ جب تو نے مجھ کو وفات دی تو تو ہی ان کا نگران حال تھا وفات قبل از نزول کی ہرگز ہرگز دلیل نہیں ہو سکتی۔کیونکہ بعد از نزول مریں گے۔

اس موقعہ پر مرزائی ایک حدیث بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں کہ چند اصحاب کو قیامت کے دن دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور میں کہوں گا کہ میرے اصحاب ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔کہ انہوں نے تیرے بعد دین کو بدل دیا تھا اس واسطے یہ دوزخی ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا۔ **کما قال عبد الصالح** یعنی ”جس طرح عیسیٰ اپنی غیر حاضری کا عذر کریں گے میں بھی اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کروں گا۔اور کہوں گا کہ یہ تیرے بندے ہیں چاہے عذاب کر اور چاہے تو معاف کر“۔اس حدیث سے استدلال یہ کرتے ہیں **فلما توفیتنی** رسول اللہ ﷺ بھی فرمائیں گے۔تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور محمد رسول اللہ علیہ السلام کی موت ایک ہی قسم کی ہے۔

مگر ان نادانوں کو اول تو واضح رہے کہ **کما** کا لفظ حدیث میں ہے جو کہ حرف تشبیہ ہے اور یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مماثلت تامہ ہو۔اگر کسی کو شیر سے تشبیہ

دی جائے تو ضرور نہیں کہ اس کی دم اور پنجے بھی شیر کی مانند ہوں۔ صرف وجہ شبہ میں اشتراک ہوتا ہے۔ پس اس جگہ وجہ شبہ غیر حاضری ہے اور غیر حاضری کی حالت میں جن لوگوں سے غیر حاضر رہا۔ ان کے چال چلن سے بے خبری ہے۔ اس **کما** کے لفظ تشبیہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ اول تو محمد رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور کفار پر غالب آخر کامیابی کی حالت میں عرب میں اپنی حکومت قائم کر کے فتحیاب اور ﴿ **اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** ﴾ کی سند حاصل کر کے اس دار فانی سے تشریف لے گئے اس کے مقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزا صاحب مغلوب ہو کر دشمنوں سے طمانچے اور کوڑے کھا کر اور صلیب کے زخموں سے زخمی ہو کر نہایت محرومی اور ناکامیابی سے صلیب کے عذاب برداشت کر کے چوری چوری بھاگے اور بزعم مرزا صاحب کشمیر میں جادم اور پھر یہودیوں سے ایسے خوف زدہ رہے کہ اپنا فرض رسالت ادا نہ کیا اور خاموشی سے یہودیوں سے ڈر کر زندگی کے دن پورے کر کے فوت ہوئے۔ اور یہودیوں سے ایسے ڈرے کہ اپنی قبر بھی غیر کے نام سے مشہور کی۔ یعنی یوز آسف کے نام سے۔

اب بتاؤ کہ کوئی عقل مند تسلیم کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت ایک ہی قسم کی تھی۔ ہرگز نہیں۔ اس جگہ تشبیہ صرف غیر حاضر میں ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کریں گے۔ اور بس۔ اسی واسطے مخبر صادق محمد الرسول اللہ ﷺ نے **ماقال** نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ایک غلام احمد قادیانی میری امت میں مدعی نبوت ہوگا۔ اور چونکہ میں نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ اس واسطے مسیح موعود ہو کر کاذب نبی یعنی امتی نبی بھی ہوگا۔ اور وہ اس حدیث سے تمسک کر کے اپنے دعویٰ نبوت و مسیحیت جس کی بنا وفات مسیح پر رکھے گا۔ اس واسطے آپ

نے ماقال نہیں فرمایا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ خداوند کریم سے جواب عرض کریں گے۔ وہی جواب میں عرض کروں گا۔ پس یہ نادانی کا خیال ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہی جواب دیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیں گے۔ کیونکہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جب سوال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ نہ ہوگا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا۔ تو جواب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوسکتا ہے۔ جب کہ امت حضرت محمد ﷺ آپ کو یا آپ کی والدہ کو امت عیسوی کی مانند خدا نہیں بناتے تو پھر خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ سوال محمد الرسول ﷺ سے نہ ہوگا کہ ”ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“ یعنی ”اے محمد ﷺ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو دو خدا مانو“۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا کے فضل وکرم سے امت محمدی نہ تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا بیٹا کہتی ہے۔ اور نہ آپ کی والدہ ماجدہ کو معبود یقین کرتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ علام الغیوب کا محمد سے یہ ہرگز سوال نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا جب سوال یہ نہ ہوگا تو محمد رسول ﷺ کا جواب بھی ہرگز یہ نہ ہوگا کہ میں نے لوگوں کو نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو معبود مانو۔

اگر کچھ تعلق اس حدیث کا **فلما توفیتنی** سے ہے تو صرف یہی ہے کہ جیسا حضرت عیسیٰ اپنی بریت ظاہر کریں گے اسی طرح میں بھی اپنی امت کے مشرکوں کی بدعنوانیوں اور باطل عقائد جو وہ احداث کریں گے۔ میں بھی ان سے بریت چاہوں گا۔ نہ حضرت عیسیٰ والا سوال ہوگا۔ اور نہ حضرت عیسیٰ والا جواب اور یہ **توفیتنی** کا لفظ اسی واسطے قرین معجزین بیان میں آیا ہے اس کے جو چاہو معنی کرو سب درست ہیں۔ اگر موت کے معنی کرو تو موت بعد نزول مراد ہے۔ اور اگر **رفعتنی** کرو تو **رفع الی السماء** قبل از نزول مراد

ہے۔ اگر قبض شئے وافیاً کے معنی کرو حضرت عیسیٰ کو تمام حالتیں ﴿ما دمت فیھم﴾ کی معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی اپنی امت سے جب غیر حاضر ہوا نزول سے پہلے اور طبعی موت سے فوت ہوا اور مدینہ میں مدفون ہوا نزول کے بعد۔ دونوں حالتوں میں بہ سبب مقبوض الی اللہ ہونے کے اپنی امت سے غیر حاضر ہوا۔ اگر قرآن میں توفیتنی کے عوض کوئی اور لفظ ہوتا جس کے خاص موت کے ہی معنی ہوتے جیسا کہ یموتنی یعنی موت دی مجھ کو۔ تو یہ لطف نہ ہوتا۔ مگر مرزاصاحب کو اپنی غرض کچھ کرنے نہیں دیتی ان کے نزدیک اسلام ہے تو وفات مسیح۔ غرض تمام عمر وفات مسیح ثابت کرتے مر گئے۔ اور وہ نہ ہوئی۔ صرف اس واسطے کہ خود غرضی پر مبنی تھی کہ مسیح مرے تو میں مسیح موعود بنوں۔

جب ہم مانتے ہیں کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور وہ ۴۵ برس زندہ رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور ان کی چوتھی قبر ہوگی۔ درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے تو پھر کس قدر کج بحثی ہے کہ ناحق اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ لو اخیر ہم مرزاصاحب کا ہی اقرار پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے خود اقبال کر لیا ہے۔ کہ یہ سوال جواب بعد حشر قیامت کے دن ہوگا۔ لو اب مرزاصاحب کے حافظہ کی داد دو۔ اور اب بھی وقت ہے توبہ کر لو۔ کہ مرزاصاحب کو وحی حضرت خداوند علام الغیوب کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو تضاد نہ ہوتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معیار بتا دی ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ یعنی اگر یہ کلام کسی غیر کی ہوتی تو اس میں اختلاف ہوتا۔ پس یہ نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ جس کلام میں تضاد ہو وہ کبھی خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ مرزاصاحب کی ذیل کی عبارت دیکھو۔ جس میں

اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کو سوال جواب ہوں گے۔

اس جگہ اگر کوئی توفی کے معنی مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا تجویز کیا جائے تو یہ معنی تو بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ ''یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا''۔ پس اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہیں مریں گے۔ کیونکہ قیامت کے بعد موت نہیں اور ایسا خیال بالبداہت باطل ہے۔

علاوہ اس کے قیامت کے دن یہ جواب ان کا کہ ''اس روز سے کہ میں مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوا۔ یہ اس عقیدہ کی رو سے صریح دروغ بے فروغ ٹھہرتا ہے۔ جب کہ یہ تجویز کیا جائے کہ وہ قیامت سے پہلے دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے۔ کیونکہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آئے اور اپنی امت کی مشرکانہ حالت کو دیکھ لے بلکہ ان سے لڑائیاں کرے۔ اور ان کی صلیب توڑے اور ان کے خنزیر کو قتل کرے وہ کیوں کر قیامت کے روز کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں''۔ (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

مرزا صاحب کا یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ عیسیٰ بغیر موت قیامت کو پیش ہوں گے۔ جب کہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ بعد نزول فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ "**تو چه دلاور است دزدے که بکف چراغ دارد**" کا مصداق ہے۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اس جگہ سخت دھوکے دئے ہیں اور بالکل جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بطور افترا مسلمانوں پر لگا کر خود ہی اپنی مرضی کے مطابق سوال بنا لیتے ہیں اور خود ہی جواب دیتے ہیں جو کہ ذیل کے دلائل سے غلط ہیں۔

۱...... **سوال:** لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا

تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہ مریں گے۔ الخ

جواب: یہ دروغ بے فروغ ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ پیش ہوں گے تو وہ اسی جسد عنصری سے ہوں گے جس کے ساتھ ان کا رفع ہوا تھا۔ کیونکہ جب محمد الرسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول فوت ہوں گے اور ۴۵ برس تک زمین پر زندہ رہ کر دنیا پر اسلام پھیلا کر عقائد باطلہ کو محو کر کے فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ تو پھر کس قدر مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی حدیث کے بر خلاف اپنے طبعزاد اعتراض کی بنیاد پر رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ انکا رفع الی السماء ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ بات اپنی طرف سے بنا لینے میں خشیۃ اللہ کے برخلاف نہیں سمجھتے یہ کہاں لکھا ہے اور کس مسلمان نے ۱۳۰۰ سو برس کے عرصہ میں یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم عنصری سے پیش ہوں گے جس سے رفع ہوا تھا اور نہ پھر کبھی مریں گے۔ ایسا سفید جھوٹ تو کوئی ایمان دار نہیں بول سکتا۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ اگر **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کئے جائیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کا کبھی بھی فوت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کر کے مرزا صاحب کو اور ان کے مریدوں کو بتاتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی غلط فہمی ہے کہ وہ **رفعتنی** کو محل اعتراض سمجھتے ہیں۔ اب سنو اور خوب غور سے سنو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی امت سے الگ ہوئے تو تقاضائے بشریت ان کا لاعلم ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ خاصہ خدا تعالیٰ ہی کا ہے کہ حاضر و غائب ہو کر یکساں حالت میں نگران حال رہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو ان کو ساکنان زمین کا حال کیا معلوم ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کا یہ فرمانا کہ جب میں اٹھایا گیا تو پھر میں ساکنان زمین

اور اپنی امت کا گواہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ جواب بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جائے تو اس کو اس شہر کی جس سے چلا جائے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک ہی شہر میں جب ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں کوئی انتقال کرے تو اس کو پہلے محلّہ کی خبر نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ ایک شخص زمین سے آسمان پر اٹھایا جائے اور پھر یہ امید ہو کہ وہ تمام زمین کے حالات آسمان سے معلوم کر سکتا ہے۔ بالکل سزا اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کا ہی خاصہ ہے کہ دور و نزدیک یکساں دیکھ سکے۔ پس مرزاصاحب کا یہ اعتراض کہ اس جگہ **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کئے جائیں تو حضرت عیسیٰ کی کبھی موت ثابت نہیں ہوتی غلط ہے۔ کیونکہ رفع کے بعد نزول کے بعد موت اور موت کے بعد قیامت۔ اور یہ سوال جب قیامت کو ہوگا۔ تو ظاہر ہے کہ بعد وفات عیسیٰ علیہ السلام اور تمام ساکنان زمین و آسمان وغیرہ سے بروز قیامت ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿ **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ** ﴾ یعنی ''کل چیزیں جو زمین پر ہیں وہ فنا ہو جائیں گی صرف ذات باری تعالیٰ صاحب جلال واکرام باقی رہے گی''۔ پس یہ اعتراض مرزاصاحب کا بالکل غلط ہے کہ **رفعتنی** کے معنی سے عیسیٰ کی زندگی جاوید ثابت ہوگی۔

۲..... مرزاصاحب کا یہ اعتراض کے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں تو یہ دروغ بے فروغ ہوگا۔ کیونکہ بعد از نزول وہ امت کے حالات سے خبردار ہوں گے اور ان کے ساتھ لڑائیاں وغیرہ کریں گے۔ اور صلیب توڑیں گے۔ اور خنزیر وغیرہ قتل کریں گے تو ان کو اپنی امت کی خبر ہوگی۔ اور جب خبر ہوگی تو پھر قیامت کے روز کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنی امت کی خبر نہیں۔ یہ اعتراض بھی مرزاصاحب کا بہتان وافترا ہے۔ مرزاصاحب ایسے محو مطلب پرستی تھے اس جگہ بھی مرزاصاحب نے حضرت عیسیٰ

علیہ السلام پر افترا باندھا ہے کہ وہ کہے گیں کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں۔ اور جھوٹ کہے گیں کیونکہ ان کو بعد نزول خبر ہوگی۔ حالانکہ نہ تو یہ سوال خدا کا ہوگا کہ تو اپنی امت کا حال جانتا ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب ہوگا کہ میں اپنی امت کے حال سے بے خبر ہوں۔ یہ مرزا صاحب کا بہتان ہے۔ جو خود ایجاد کرلیا ہے۔ لہٰذا ہم ناظرین کی توجہ اصل الفاظ قرآن مجید کی طرف منعطف کرتے ہیں اور مختصر طور پر نیچے سوال از طرف خداوند کریم و جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام لکھتے ہیں۔ تاکہ مرزا صاحب کا اپنا دروغ بے فروغ ثابت ہو۔

سوال خداتعالیٰ: ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ (واحد) اللہ کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا بنالو

جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام: ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْداً مَا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ترجمہ: ”تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا پس وہی میں نے ان لوگوں کو سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اور تو سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کرے تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ بیشک تو ہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔“

اب کوئی بتائے کہ کہاں سوال ہے کہ اے عیسیٰ تم کو اپنی امت کی خبر ہے اور کہاں حضرت عیسیٰ کا جواب ہے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ جس پر مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دروغ بے فروغ کا فتویٰ جڑ دیا۔ افسوس دعویٰ نبوت کا اور عمل یہ کہ خود جھوٹ لکھ دیتے ہیں۔

حالانکہ سب آسمانی کتابوں نے اصول مقرر کر دیا ہے کہ جھوٹا شخص کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا صاحب کی خصوصیت ہے کہ کوئی بات سچ نہیں اور اس پر دعویٰ یہ کہ مسیح موعود و نبی و رسول ہوں اور جو کچھ لکھتا ہوں وحی والہام سے لکھتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھے۔

اب ہم نمبروار جواب کے ہر ایک فقرہ کو الگ الگ لکھتے ہیں تا کہ مرزا صاحب کی ایمانداری معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے واسطے جھوٹ لکھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے۔ اور افسوس ان کے مریدوں پر کہ وہ ہرگز غور نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کہاں سے لکھتے ہیں اور یہ ان کا لکھنا سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ سب رطب و یابس وحی الٰہی تسلیم کر کے **آمنا و صدقنا** کہتے ہیں۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا سوال یہ ہے کہ اے عیسیٰ تو نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ تو حضرت عیسیٰ کا جواب یہی ہوسکتا تھا کہ میں نے نہیں کہا۔ سو یہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیں گے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ یہ مرزا صاحب کا افترا ہے کہ حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جواب ان کا دروغ بے فروغ ہوگا۔ ہم حضرت عیسیٰ کے جواب کے فقرے الگ الگ لکھ کر ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے پاس سے افترا باندھا ہے کہ حضرت عیسیٰ جھوٹ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ حالانکہ بعد نزول آپ کو خبر ہوگی۔

پہلا فقرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کا یہ ہے: ''تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا پس وہی میں نے ان لوگوں کو سنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمہارا اور میرا رب ہے''

ناظرین! اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے مرزا صاحب بتا سکیں کہ عیسیٰ علیہ السلام

کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں اور یہ جھوٹ ہوگا۔

دوسرا فقرہ یہ ہے: ’’جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا‘‘۔ یعنی ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ ’’جب تک ان میں رہا‘‘۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی رفع کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ ورنہ صاف کہتے کہ جب تک میں ان میں زندہ رہا۔ مگر چونکہ یہ نہیں کہا صرف ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ کہا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میرے ان میں رہنے کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ قبل از رفع، اور دوسرا ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ کا بعد از نزول کا ہے۔ اب انصاف سے بولو کہ حضرت عیسیٰ کا کون سا دروغ بے فروغ جواب ہوگا۔ وہ تو کہتے ہیں اور بہت سچ کہتے ہیں کہ میں جب تک ان میں رہا تب تک نگراں حال تھا۔ کیا جھوٹ ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ کی نفی کی حالت میں بھی نگراں حال امت تھے؟ یا امت سے غیر حاضری کی حالت میں بھی نگراں حال تھے؟ ہرگز نہیں تو یہ پھر جھوٹ کیوں کر ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا ہی افترا ہے۔ اگر روح کا رفع ہوتا اور عیسیٰ مر جاتے تو فرماتے۔ جب تک میں ان میں زندہ رہا نگراں حال رہا۔ اور جب تو نے مجھ کو مار کر میرے روح کو اٹھالیا تو تو ہی نگران تھا۔ مگر ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ فرمایا۔ یعنی جب تک میں ان میں رہا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ کے رہنے کی دو جگہیں تھیں ایک تو عیسائیوں اور یہودیوں میں رہنے کی جگہ اور دوسری ایسی جگہ کہ جہاں یہود و نصاریٰ موجود نہ تھے اور نہ اس جگہ سے حضرت عیسیٰ ان کے نگراں حال تھے۔ اور وہ **رفع الی السماء** کا زمانہ ہے جس کی تصدیق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔

تیسرا فقرہ یہ ہے: ’’جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا‘‘۔ اس فقرہ سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ عرض کریں گے حضرت عیسیٰ کہ میں عالم الغیب نہیں۔ مجھ کو غیب کا علم نہیں۔ جب میں ان میں نہ تھا اور مجھ کو تو نے اپنی طرف اٹھالیا تو پھر میں ان پر گواہ کس

طرح ہو سکتا ہوں۔ یہ تو خاص تیری ہی صفت ہے کہ تجھے ہر وقت ہر جگہ کا علم رہتا ہے۔ میرا ہرگز یہ مرتبہ نہیں کہ میں ان سے الگ بھی رہوں اور ان کے حال کا نگران بھی رہوں۔ میں تو تب تک ہی گواہ تھا۔ جب تک ان میں تھا۔ اب بتاؤ اس جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کیا جھوٹ ہوگا واقعی جب وہ ان میں جس عرصہ تک نہیں رہے۔ اس عرصہ کی گواہی وہ کس طرح دے سکتے ہیں۔

اس جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کہ بعد نزول ان کو خبر ہوگی۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ ان کو خبر ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ کا کہاں سوال ہے۔ کہ تم کو خبر ہے کہ تیری امت نے شرک وگناہ کئے۔ اور حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کا جواب تو ظاہر کر رہا ہے کہ میری امت نے میری غیر حاضری میں مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بنایا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ یعنی ''جب تک میں ان میں رہا'' بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت کے برخلاف ان پر حجت قائم کر رہے ہیں اور درگاہ خداوندی میں اقرار کے رنگ میں فرما رہے ہیں کہ میری امت نے قصور تو ضرور کیا ہے مگر تو ان کو بخش دے تو، تیری مخلوق ہے اور تو ان کا خالق ہے۔ چونکہ معافی مجرم کے واسطے مانگی جاتی ہے اور یہ ایک گونہ اقرار جرم ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ اپنی شنید کی بنا پر جو ان کو بعد نزول حاصل ہوگی، یہ کہیں گے کہ میری امت بیشک میری غیر حاضری میں مشرک ہوئی۔ لیکن تو اگر ان کو بخش دے تو تیری مخلوق ہے۔ تو یہ حضرت عیسیٰ کا دروغ بے فروغ کیسے ہوا؟ غرض یہ بالکل اور من گھڑت سوال ہے اور جواب بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کا دھوکا دینے کے واسطے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ قرآن کے تو کسی لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ خدا تعالیٰ یہ سوال کرے گا کہ اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ وہاں سوال تو یہ ہے کہ ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ

وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت۱۱۶) یعنی ''اے عیسیٰ کیا تو نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود بناؤ اللہ کو چھوڑ کر''۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ خدا کا سوال یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی۔ جس کے جواب میں حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جھوٹ ہوگا۔ جب سوال یہ ہے کہ تو نے کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بناؤ تو جواب بھی یہی ہوگا کہ میں نے نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بناؤ۔ پس جب یہی جواب عیسیٰ دیں گے تو پھر مرزا صاحب نے قرآن میں تحریف کر کے اپنی طرف سے یہ سوال خدا تعالیٰ کی طرف سے بنالیا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اگر کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں تو دروغ بے فروغ ہوگا۔ جب تک کوئی مرزائی قرآن سے یہ نہ بتا دے کہ خدا کا سوال یہ ہوگا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی۔ تب تک مرزا صاحب افتراپردازی کے الزام میں بری نہیں ہوسکتے۔ اب مرزا صاحب کے مریدوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید کی وہ آیات دکھادیں جس میں اللہ کا یہ سوال ہو کہ ''اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی''۔ اور حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں حالانکہ ان کو خبر ہوگی۔ کیونکہ بعد نزول وہ اپنی امت بگڑی ہوئی دیکھیں گے۔ اور سنیں گے۔ سارا دارومدار اسی بات پر ہے۔ اگر سوال یہ ہو کہ اے عیسیٰ تیری امت بگڑی اور حضرت عیسیٰ جواب دیں کہ مجھ کو خبر نہیں۔ تب تو اعتراض درست ہوگا۔ اور اگر سوال یہ نہیں تو پھر مرزا صاحب کا بہتان وافترا حضرت عیسیٰ پر اور خدا پر ثابت ہے۔

جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے اور اس حدیث کو بھی تسلیم کرتے ہیں جس میں مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر چاہئے **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کریں تب بھی درست ہیں۔ اور چاہے مرزا صاحب کی خاطر ہم برخلاف اجماع امت موت کے معنی بھی کرلیں تب بھی

مرزا صاحب وفات عیسیٰ علیہ السلام قبل از نزول وبعد از صلیب ثابت کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ یہ وفات جس کا ذکر قیامت کے دن ہوگا۔ بعد نزول حضرت عیسیٰ واقعہ ہوچکی ہوگی۔ متنازعہ تو صرف قبل از نزول وفات کا ہے جو ان کی مایہ ناز دلیل (اس آیت) سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس اس آیت سے بھی استدلال مرزا صاحب کا وفات مسیح پر غلط ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اذ جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے اس کے اول موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قصہ نزول آیت کے وقت ایک ماضی کا قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ پھر جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی ﴿فلمّا توفّیتنی﴾ وہ بھی صیغہ ماضی ہے...... (الخ)۔ (ازالہ اوہام صفحہ۶۰۲)

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس اپنے ایجاد بندہ خیال گندہ کا خود ہی رد اگرچہ ''حقیقۃ الوحی'' کے صفحہ ۳۱ میں کرچکے ہیں۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے۔ ''کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن سوال ہوگا''۔ اب بتاؤ مرزا صاحب نے پہلے بھی الہام ربانی سے لکھا تھا۔ کہ قال ماضی ہے اور اس آیت کے نزول سے پہلے کا قصہ ہے اور یہ سوال جواب ہوچکے ہیں۔ اور اب ''حقیقۃ الوحی'' میں جو کہ مرزا صاحب کے الہام ربانی سے لکھی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ ''قیامت کو سوال جواب ہوں گے''۔ اب پہلے تو کوئی یہ بتادے کہ کون سا الہام مرزا صاحب کا درست ہے۔ آیا ''ازالہ اوہام'' والا جس میں ماضی کا قصہ لکھا ہے یا ''حقیقۃ الوحی'' والا جس میں استقبال لکھا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام نہ ہوتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو ان میں تضاد ہرگز نہ ہوتا۔

دوم: مرزا صاحب کو دعویٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے اور حال یہ ہے کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ

قرآن مجید میں جب اذ ماضی پر آتا ہے تو استقبال کے معنی بھی دیتا ہے۔ دیکھو تو ﴿اِذْ فَزِعُوْا﴾ اور ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا﴾ میں ماضی پر اذ آیا ہے مگر احوال قیامت کا ذکر جو کہ آنے والا ہے پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ ہمیشہ ماضی پر جب اذ آئے تو زمانہ گذشتہ کا ذکر خاص ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیات محولہ بالا سے ثابت ہے کہ اذ ماضی پر آیا ہے اور وہ استقبال کے واسطے آیا۔

سوم: سنت اللہ یہ ہے کہ زمان مستقبل کے جن امور کا ہونا یقینی اور ضروری ہے ان کو بصیغہ ماضی بیان کیا جایا کرتا ہے۔ جس شخص کو نظم قرآنی سے کچھ بھی مس ہے وہ تو اس سنت اللہ سے انکار نہیں کرسکتا۔ قیامت کا ذکر ہے جس کو جابجا بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح واقعات گذشتہ کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا اسی طرح احوال قیامت میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ لہٰذا قرآن کریم میں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو سورۃ زلزال ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ میں سب ماضی کے صیغے ہیں جو کہ واقعات سب قیامت کو ہونے والے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی﴾ سوال اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ جواب بروز قیامت ہونے والے ہیں نہ بقول مرزا صاحب زمانہ ماضی میں ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ رکوع ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ سے شروع ہوتا ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا۔ اور رسول بروز قیامت ہی جمع ہوں گے تب حضرت عیسیٰ سے وہ سوال ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ جواب دیں گے۔

اور پھر اسی صورت کے آخر میں ہے ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ دن صادقوں کے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ اس

سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قیامت کا ذکر ہے، اور سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کے دن ہوگا۔ اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ جواب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن دیں گے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے۔ پس یہ آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ وفات عیسیٰ قبل از نزول پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ جواب وسوال ابھی تک نہیں ہوئے۔ قیامت کو ہوں گے پس وفات مسیح بھی ابھی تک وارد نہیں ہوئی جب موت کا مسیح پر وارد ہونا اس آیت کے کسی لفظ سے ثابت نہیں تو پھر اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا مسیح پر ہرگز ثابت نہیں اور استدلال غلط ہے۔

جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال ہی نہ ہوگا۔ کہ ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ﴾ تو پھر ان کا وہی حضرت عیسیٰ والا جواب کس طرح ہو سکتا ہے۔

دوم: حدیث میں **کماقال** لکھا ہے نہ کہ **ماقال**۔ اگر **ماقال** ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہی جواب دینگے جو حضرت عیسیٰ دیں گے مگر جب سوال ایک جنس کا نہیں تو پھر جواب بھی ایک جنس کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سوم: **کما** حرف تشبیہ ہے اور مشبہ ومشبہ میں وجہ شبہ ادنیٰ اشتراک میں ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ عینیت۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں گے کہ چاہے تو عذاب کر اور چاہے تو رحم وبخشش کر یہ تیرے بندے ہیں۔ کیونکہ امت محمدی میں افراد صرف بدعتی ہوں گے نہ کہ مشرک۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی مشرک ہوں گے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الگ سوال ہوگا۔ اور ان کا جواب بھی سوال کے مطابق الگ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی چونکہ صرف بدعتی ہوں گے لہذا آپ کا جواب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے الگ ہوگا۔

چہارم: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے ''فصوص الحکم'' میں لکھا ہے کہ ایک رات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عشاء سے صبح تک بار بار یہی پڑھتے رہے اور سجدے کرتے رہے کہ ﴿**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ**﴾ پس محمد رسول اللہ ﷺ کا جواب بعینہ انہی الفاظ میں نہ ہوگا جن الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔ اور نہ **توفی** کے لفظ سے جو رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کی نسبت استعمال فرمائیں گے اس کے وہ معنی ہوں گے جو **توفی** کا لفظ حضرت عیسیٰ اپنی نسبت استعمال کریں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح باپ کے صلب سے پیدا ہوئے اور انہی کی طرح فوت ہوئے۔ اس لیے یہ **تَوَفَّیْتَنِی** ان کی ذات کی نسبت وفات کا حکم رکھتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام بغیر باپ کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ان کا پیدا ہونا بطور معجزہ تھا۔ اس لیے ان کا رفع بھی بخلاف قانون قدرت بطور معجزہ ہوا۔ تو ان کے حق میں بھی وہی لفظ **تَوَفَّیْتَنِی** موت کے معنوں میں ہرگز نہیں آسکتا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات نسبت کے معنی دیتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کا زمانہ ﴿**مَا دُمْتُ فِیْهِمْ**﴾ دو دفعہ ہے۔ ایک قبل از نزول دوسرا بعد نزول۔ اس لیے حضرت عیسیٰ کے حق میں **تَوَفَّیْتَنِی** کے معنی **رفعتنی** ہی درست ہوں گے۔ کیونکہ رفع قبض روح سے بھی ہوتا ہے اور جسد عنصری سے بھی۔ اگر جسم کو بیکار چھوڑ دیا جائے **توقبض شئی و افیا** جو **توفی** کے حقیقی معنی ہیں صادق نہیں آتے۔

پس اس حدیث میں مماثلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جواب میں یہی ہے کہ جس طرح غیر حاضری کی حالت میں اپنی امت کے شاہد حضرت عیسیٰ نہ تھے اور انہوں نے اپنی غیر حاضری کا عذر کیا تھا۔ اسی طرح میں بھی غیر حاضری کا عذر کروں گا۔ یہ ہرگز وجہ مماثلت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ کیونکہ **توفیتنی** کے معنی نیند اور غشی کے بھی ہیں۔اور حضرت عیسیٰ پر بقول مرزاصاحب غشی مشابہ مرگ وارد ہوئی جو کہ **توفی** تھا۔اوردوسرا **توفی** بقول مرزاصاحب ۸۷ برس کے بعد کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی۔ تو اب مرزاصاحب کے اقوال سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے **توفی** میں فرق ہے یعنی حضرت عیسیٰ کا توفی دو دفعہ ہوا۔ایک صلیب پر اور بقول مرزاصاحب دوسرا کشمیر میں۔اور محمد رسول اللہ ﷺ کا **توفی** صرف ایک ہی دفعہ مدینہ منورہ میں ہوا۔تو مرزا صاحب کے اپنے ہی اقرار کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی**﴾ کہنا اور معنوں میں ہوگا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿**تَوَفَّیْتَنِی**﴾ فرمانا دوسرے معنوں میں ہوگا۔یعنی محمد ﷺ کے **توفی** میں مجازی موت وغشی ونیند یا صلیب کے عذابوں سے بیہوش ہونا شامل نہیں اور حضرت عیسیٰ کے **توفی** میں نیند وغشی و بیہوشی کا زمانہ بھی شامل ہے۔یہ ذرا دقیق نکتہ ہے۔غور سے سوچو کہ لفظ تو ایک ہی ہے مگر ایک شخص پر وہی لفظ صرف ایک معنی میں بولا جاتا ہے۔مثلاً امیر یا خلیفہ جس کا ملک اور بادشاہت دنیاوی ہو اس کو امیر وخلیفہ کہتے ہیں۔مگر ایک شخص جو پیشوا ہو اس کو بھی امیر قوم کہتے ہیں۔اب ''امیر'' کا لفظ مشترک المعنی ہے۔ہر جگہ بادشاہت کے معنوں میں ہی محدود نہ ہوگا۔جس جگہ امیر کا لفظ بولا جائے گا۔وہاں دیکھنا ہوگا کہ وہ کس قسم کا امیر ہے۔آیا چند شخصوں کی بیعت لے کر امیر بن بیٹھا ہے یا واقعی حکومت اور بادشاہت سے امیر کہلاتا ہے۔جیسے حالات ہوں گے ویسے ہی لفظ ''امیر'' کے معنی ہوں گے پس ہی ﴿**تَوَفَّیْتَنِی**﴾ کے معنی بھی دونوں پیغمبروں کے حالات کے مطابق ہوں گے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی امت آپ کو اور آپ کی والدہ مکرمہ کو معبود اور خدا نہیں کہتی نہ خدا کا ان پر یہ سوال ہوگا۔پس محمد رسول اللہ کا اپنے حق میں **توفیتنی** فرمانا ان معنوں میں

ہرگز نہ ہوگا۔ جن معنوں میں حضرت عیسیٰ کا درگاہ خداوندی میں عرض کرنا ہوگا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبارہ نزول نہ ہوگا۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ نزول ہوگا اس لیے سوال بھی مغائر اور جواب بھی مغائر ہوں گے۔ جب جواب مغائر ہوں گے تو ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي**﴾ بھی معنوں میں مغائر ہوگا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿ **تَوَفَّيْتَنِي** ﴾ فرمانا صرف موت کے معنوں میں ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ کا ﴿ **تَوَفَّيْتَنِي** ﴾ فرمانا رفع اور نزول اور پھر موت کے معنوں میں ہوگا۔ یعنی ﴿**مَا دُمْتُ فِيهِمْ**﴾ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت میں دو دفعہ رہے اور پھر ان کو ﴿ **تَوَفَّيْتَنِي** ﴾ کہنے کا موقعہ ملا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿**مَا دُمْتُ فِيهِمْ**﴾ کا چونکہ زمانہ حضرت عیسیٰ کے مشابہ نہیں۔ اس لیے ان کا ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي**﴾ کہنا حضرت عیسیٰ کے کہنے کے ہرگز مشابہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی مرزا صاحب وفات مسیح قبل از نزول ثابت نہ کر سکے۔

نعوذباللہ: اگر یہ مان لیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا توفی اور عیسیٰ کا توفی ایک ہی قسم کا ہے تو اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی سخت ہتک ہے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد کوڑے پٹوانے اور طمانچے کھانے کے ذلت کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے۔ اور لمبے لمبے کیل ان کے اعضاء میں ٹھونکے گئے جس سے اس قدر خون جاری ہوا کہ حضرت عیسیٰ بیہوش اور ایسی غشی کی حالت میں ہوگئے کہ وہ فوت ہوگئے۔ اور پھر تیسرے دن زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے جس پر اناجیل اربعہ کا اتفاق ہے۔ یہ **توفی** تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوا۔ اس کے مقابل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا **توفی** نہایت کامیابی کے ساتھ شہنشاہ عرب کا لقب پاکر طبعی موت سے **توفی** ہوا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا **توفی** ہرگز ہرگز ایک قسم کا نہ تھا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے اور استدلال غلط ہے۔

قولہ۔چوتھی آیت: جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔

اقول: مرزاصاحب کا قاعدہ تھا کہ جس آیت کو وہ اپنے مطلب کے مخالف دیکھتے اور ان کو کھٹکا ہوتا کہ یہ آیت صاف حیات مسیح ثابت کر رہی ہے تو وہ فوراً اسی آیت کو وفات مسیح کے ثبوت میں بتادیتے تھے۔انہی باتوں نے تو ان کی راستبازی کو بٹہ لگایا ہے کیونکہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے کہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بول کر دھوکہ دے۔ اور تمام دنیائے اسلام کے علماء وفضلاء اور مفسرین ومجتہدین کو جھٹلادے۔مرزاصاحب نے جب دیکھا کہ یہ آیت بہ عبارت النص مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ یعنی ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے ایمان لائیں گے“۔تو مرزاصاحب نے تفسیروں کے اختلاف سے الٹا مدعا سمجھ کر ﴿مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر پر بحث شروع کر دی کہ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی بلکہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔یا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔اور ایک غریب قرأت بھی قَبْلَ مَوْتِهِمْ نقل کی مگر افسوس اصل مدعا مفسرین جو اس اختلاف سے تھا وہ نہ بتایا اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔

مفسرین کا اختلاف صرف اس واسطے تھا کہ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ جو آیا ہے کہ تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیں گے تو وہ ایمان عیسائیت کا ہوگا۔ اس واسطے ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے لکھی۔اور بعض نے لکھا ہے کہ ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر اور ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر قرآن اور اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔اور مرزاصاحب نے اس اختلاف سے الٹا نتیجہ نکالا کہ ”حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے“ جسے کوئی

باحواس انسان ہرگز باور نہیں کر سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس امر میں تنازعہ اور اختلاف ہوتا ہے وہ امر انہیں متعلقین میں سے کسی کے حق میں فیصلہ پاتا ہے نہ کہ فریقین کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ایک اجنبی شخص اپنی مطلب براری کے لئے الفاظ کے من گھڑت معانی تراش کر اس امر تنازعہ فیہ کا خود مدعی ہو کر سچا بھی ہو سکتا ہے۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف تو صرف ایمان میں ہے کہ کس بات پر ایمان لائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد۔ اس واسطے بعض نے خیال کیا کہ عیسیٰ پر ایمان لائے تو مسلمان نہ ہوئے اس واسطے انہوں نے ﴿به﴾ کی ضمیر قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع بتائی اور ﴿موته﴾ کی ضمیر خواہ واحد کی ہو خواہ جمع کی اہل کتاب کی طرف پھیری مرزا صاحب نے نہ معلوم اس سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کیسے نکال لی۔

اول:۔ تو جب عبارت میں مرجع ضمیر کا مذکور ہو پھر کسی کا حق نہیں رہتا کہ کوئی دوسرا مرجع جو عبارت میں مذکور نہ ہو مقرر کرے۔ جیسا کہ ان تمام آیا میں ہے:

﴿قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾

(پ۶، ع۲)

ان آیات کے ترجمہ میں بجائے ضمیروں کے اصل مرجع کا نام لکھا جاتا ہے تاکہ آسانی سے معلوم ہو جائے کہ ﴿موته﴾ کی ضمیر کس کی طرف درست ہے۔

ترجمہ: قول ان (یہود) کا کہ جس نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ علیہ السلام بیٹے مریم کو جو اللہ کا

رسول تھا حالانکہ نہ یہود نے مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ مسیح علیہ السلام کو سولی دیا۔ لیکن یہود کے لئے شبہ کیا گیا (مسیح کی شکل دوسرے شخص دے بدل دی گئی) اور یہودی جو اختلاف کرتے ہیں۔ اس میں (یعنی مسیح عیسیٰ کے قتل کے بارے میں) وہ پڑے ہوئے ہیں شک میں اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنے ظن کی۔ حالانکہ مسیح عیسیٰ یقیناً قتل نہیں ہوا۔ بلکہ اٹھالیا مسیح عیسیٰ کو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا۔ مگر ایمان لائے گا ساتھ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے مرنے عیسیٰ کے اور قیامت کے دن ہوگا مسیح علیہ السلام عیسیٰ اس پر گواہ۔

ان آیات میں ۹/ نو ضمیریں واحد کی ہیں وہ سب تو حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں پھر یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ پہلی سات ضمیریں تو مسیح کی طرف راجع ہوں اور پھر بعد کی نویں ضمیر بھی مسیح عیسیٰ کی طرف راجع ہو جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی ﴿ **اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ** ﴾ جب سارے ضمیر واحد کے مسیح ابن مریم رسول اللہ کی طرف راجع ہیں اور اخیر کی ضمیر ﴿ **يَكُوْنُ** ﴾ کی بھی مسیح ابن مریم رسول اللہ کی طرف راجع ہے جو کہ قیامت کے دن اہل کتاب پر گواہ ہوگا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ﴿ **قَبْلَ مَوْتِهٖ** ﴾ کی ضمیر اسی مسیح عیسیٰ ان مریم رسول اللہ کی طرف نہ پھیری جائے۔ جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ”ازالہ اوہام“ میں ﴿ **مَوْتِهٖ** ﴾ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے، مگر معنی الٹے کرتے ہیں۔ ﴿ **قبل موته** ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ **قبل ايمانه بموته**۔ (ازالہ اوہام، ص ۵۸۵)

باقی رہا یہ سوال جس کی بنا پر مفسرین رحمھم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ کیوں بعض مفسرین نے قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ان دو ضمیروں کو پھیرا ہے۔ تو

اس کا جواب یہ ہے کہ ان مفسرین رحمہم اللہ نے اس خیال سے ﴿بہ﴾ کی ضمیر کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیرا ہے کہ بعد محمد ﷺ کے جو خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں عیسیٰ مسیح پر ایمان لانا کافی نہیں۔ جب تک آخری نبی پر ایمان نہ لایا جائے اس واسطے انہوں نے یہ ضمیر قرآن شریف یا محمد ﷺ کی طرف پھرتی لکھا ہے۔ مگر یہ دونوں ضمیریں جب محمد ﷺ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیر دیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اصالتاً نزول حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ اگر تم کو شک ہو اصالتاً نزول ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام میں تو قرآن کی آیت ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ پڑھو یعنی ہر ایک اہل کتاب جو اس وقت ہوگا حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے گا۔ عیسیٰ کی موت سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ نے خود فیصلہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول میرے دین اور شریعت کے تابع ہوگا اور شریعت محمدی پر خود عمل کرے گا اور کرائے گا تو وہ شک اعتراض جو بعض مفسرین کو ہوا تھا وہ بھی رفع ہوگیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حقیقت میں محمد ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ اگر بفرض محال مرزا صاحب کی خاطر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ ﴿بہ﴾ اور ﴿موتہ﴾ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف یا حضرت محمد ﷺ کی طرف پھرتی ہے اور ﴿موتہ﴾ کی ضمیر کتابیوں کی طرف پھرتی ہے۔ پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہرگز اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی ایجاد تھی کہ جس آیت کو حیات مسیح پر دال جانتے تھے اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیتے اور بلا دلیل کہہ دیتے کہ اس سے مسیح کی وفات ثابت ہے۔ کوئی مرزائی بتا دے کہ اس آیت میں کون سے الفاظ ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ اختلاف مفسرین ”تو صرف ایمان میں ہے نہ کہ حیات مسیح میں“ وہ سب متفق ہیں کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری اصالتاً قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور ان

کا نزول آثار قیامت میں سے ایک اثر (علامت ہے) پس یہ آیت بھی وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ. پانچویں آیت: جو وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے یہ ہے: ﴿**مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ**﴾ (پارہ۶، رکوع۲) یعنی ''مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے''۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جس کا کہ ﴿**كَانَ**﴾ کا لفظ شاہد ہے جو حال کو چھوڑ کر زمانہ گذشتہ کی خبر دیتا ہے۔ الخ۔

اقول: حق بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔ مرزا صاحب کے اگرچہ تمام رگ وریشہ میں مسیح کی وفات سمائی ہوئی تھی۔ مگر قرآن کی آیت اور اس آیت کے الفاظ نے مجبور کر دیا کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ مبارک سے حیات مسیح ثابت کر دیں۔ اگرچہ آپ نے اس آیت کا ترجمہ حسب عادت غلط ومحرف الفاظ میں کیا ہے مگر اس تحریف کے وقت کچھ ایسے بے خود ہو گئے کہ کلمہ حق کو نہ روک سکے۔ دیکھو وہ لکھتے ہیں۔ ''یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں''۔

مسلمانو! یہ خدا کی قدرت کا تماشہ ہے کہ مرزا صاحب نے غلط معنی بھی کئے اور کچھ عبارت تحریف کے طور پر اپنے پاس سے بھی ملا دی۔ یعنی اپنے پاس سے لکھتے ہیں کہ ''اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں''۔ حالانکہ قرآن کا کوئی لفظ نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت وجبروت دیکھئے کہ مسیح کو خود موت سے نکال دیا ہے۔ یعنی اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو ثابت ہوا کہ مسیح

فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مسیح سے پہلے سب رسول فوت ہوئے لکھتے ہیں جس سے حضرت عیسیٰ صاف صاف مستثنیٰ ہوگئے۔ یعنی اس سے پہلے سب نبی فوت ہوگئے مگر وہ فوت نہیں ہوا۔

مرزاصاحب پر اس وقت ہی مثال صادق آتی ہے کہ چلے تھے شکار کرنے مگر خود ہی شکار ہوگئے۔ مرزاصاحب وفات مسیح ثابت کرتے کرتے خود حیات مسیح علیہ السلام ثابت کرگئے۔ کیونکہ رسولوں کی موت سے مسیح کو الگ کرلیا۔ گویا اس آیت تحریف کے نازل ہونے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزاصاحب زندہ ثابت ہوئے۔ **والحمدللہ**۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

آگے لکھتے ہیں کہ ”جب وہ زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے“۔ اس عبارت میں بھی مرزاصاحب نے اپنے پاس سے عبارت جوڑ دی ہے کہ جب وہ زندہ تھے۔ حالانکہ کوئی لفظ آیت میں نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ جب وہ زندہ تھے۔ ہاں ﴿**كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ**﴾ ہے۔ یعنی وہ دونوں مخلوق تھے۔ اور جس طرح دوسری مخلوق کو غذا ملتی ہے اسی طرح وہ بھی غذا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں الوہیت مسیح کی تردید ہے۔ یعنی مسیح معبود خدا نہ تھا مخلوق ومحتاج غذا تھا اور ایسا ہی اس کی ماں مریم تھی۔ یہاں وفات وحیات کا کوئی ذکر نہیں۔ مرزاصاحب نے یہ کیوں کر سمجھ لیا کہ ایک غذا کے بدلنے سے فوت ہونا لازم آتا ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ تمام حیوان ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پاتے ہیں اور خون ہی ان کا طعام ہوتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتے ہیں تو صرف دودھ ان کی غذا طعام اور وجہ پرورش ہوتی ہے۔ اور جب اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں تو اناج وگھاس ومیوہ جات ان کا طعام وغذا ہوتے ہیں۔ کیا کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر انسان یا دیگر حیوان فوت ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ ﴿**كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ**﴾ نہیں

رہتے اس لئے کہ خون کی غذا بند ہو جاتی ہے اور صرف دودھ ہی ملتا ہے۔ جب دودھ ملتا ہے تو کیا مر جاتے ہیں۔ یا دودھ کا موقوف ہونا وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ہے کہ غذا کے بدلنے سے کوئی فوت نہیں ہوتا جب یہ امر ثابت ہے کہ غذا کے بدلنے سے موت لازم نہیں آتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غذائے زمینی سے غذائے آسمانی کیوں کر باعث وفات ہو سکتی ہے۔ اور یہ کیوں کر مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ آسمان پر طعام وغذا نہیں۔ حالانکہ آسمان سے ہی زمین والوں کو غذا ملتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کی غذا جب ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی میں اس قدر سرور و قوت ہے کہ زمین پر بھی اس کی تاثیر سے اولیاء اللہ کئی کئی مہینے کچھ کھاتے پیتے نہیں اور زندہ رہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ کا آسمانی غذا سے آسمان پر زندہ رہنا یقینی ہے وہ مخالف کو کیوں چبھتا ہے۔ کیونکہ کل غذاؤں رزقوں کا منبع آسمان ہے۔ تمام رزق اور غذائیں آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **﴿وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾** (پ۲۴ ع۲) **﴿وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾** ترجمہ:۔ اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق۔ اور آسمان میں ہے روزی تمہاری جو وعدہ دی گئی ہے۔

شائد کوئی جلد باز یہ کہہ دے کہ ایسی غذائیں آسمان پر نہیں جیسی زمین پر ہوتی ہیں تو اس کو قرآن کی آیت کے ساتھ جواب دے دیا ہے جس میں لکھا ہے **﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾** یعنی پرورش کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ جس سے ثابت ہے کہ جیسا کہ رب العالمین زمین پر ہے ایسا ہی آسمانوں پر ہے۔

افسوس! ایک طرف تو خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی طرح خدا نیست کو ہست کر سکتا ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، مرزا صاحب ص۲۵۵) مگر جب دوسرا شخص

قرآن سے ثبوت دے کر کہے تو فلسفی دلائل سے کلام الٰہی کی تردید کی جاتی ہے حالانکہ آسمانوں کا علم حاصل نہیں۔ جب قرآن کو مانا تو جو کچھ اس کے اندر لکھا ہے اس کو بھی ماننا چاہئے اور اگر من مانی تاویل کی تو یہ بھی ایک قسم کا انکار ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے کہ لگا لگایا خوان آسمان سے بنی اسرائیل کی درخواست اور حضرت عیسیٰ کی دعا سے اترا تو پھر مومن قرآن تو انکار نہیں کرسکتا۔ دیکھو قرآن میں کس طرح مفصل ذکر ہے۔ صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ (دیکھو سورۂ مائدہ)

کیا تمہارے پروردگار سے ہوسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتارے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ اگر تم خدا کی قدرت اور میری نبوت پر ایمان رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو۔ اور ایسی بیہودہ فرمائش نہ کرو۔ جس میں ایک طرح کا امتحان معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے ہم کو امتحان منظور نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ تبرک سمجھ کر اس خوان میں سے کچھ کھائیں۔ اور ہمارے دل آپ کی رسالت سے پورے پورے مطمئن ہوجائیں اور ہم تجربہ سے معلوم کرلیں کہ بیشک آپ نے ہمارے آگے سچا دعویٰ کیا تھا۔ اور ہم آپ کے اس خوان کے گواہ رہیں۔ اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار۔ اور خوان کا اترنا ہمارے لئے۔ یعنی ہمارے اگلے پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے۔ یہ تیری طرف سے ہمارے حق میں تیری قدرت کی ایک نشانی ہو۔ اور ہم کو اپنے دستر خوان کرم سے روزی دے۔ اور تو سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت خوب، بیشک ہم وہ خوان تم لوگوں پر اتاریں گے۔ مگر جو شخص پھر تم میں سے ہماری خدائی کا انکار کرتا رہے گا۔ تو ہم اس کو سخت عذاب کی سزا دیں گے کہ دنیا جہاں میں کسی کو بھی ویسی سزا نہیں دیں گے۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد)

افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے ایسی ایسی باتیں بنا لیتے ہیں کہ ادنیٰ

طالب العلم بھی ہنسی اڑاتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ **کان** ماضی کا صیغہ ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ چونکہ وہ کھانا نہیں کھاتے لہٰذا فوت ہوگئے ہیں۔یہ ایسی ہی نامعقول بات ہے جو کوئی مرزاصاحب کو ان کی زندگی میں کہتا کہ آپ دودھ پیتے تھے۔اور وہ ماضی کا زمانہ تھا۔اس لئے آپ فوت ہو چکے ہیں۔کیونکہ اب آپ کا دودھ نہ پینا آپ کی وفات کی دلیل ہے۔

اب ذرا ﴿کَانَ﴾ پر بحث بھی ضروری ہے تاکہ مرزاصاحب کا منطق معلوم ہو کہ وہ اپنے مطلب کے واسطے من گھڑت قاعدہ بنالیتے ہیں۔حالانکہ قرآن کے برخلاف ہوتا اور لطف یہ کہ پھر اس کا نام حقائق ومعارف رکھتے۔اور افسوس مرید تسلیم کرتے۔

مرزاصاحب لکھتے ہیں کہ ﴿کَانَ﴾ چونکہ ماضی کا صیغہ ہے۔اور ماضی کے سوا اور،اور معنوں یعنی مضارع وحال واستقبال کے معنوں میں نہیں آتا اس لئے اس آیت سے وفات مسیح ثابت ہے۔یہ بالکل غلط ہے۔دیکھو قرآن مجید کی آیات ذیل:۔

۱...... **مثال:** ﴿**مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا**﴾ یعنی مسلمانوں اور پیغمبر کو لازم نہیں۔کیا مرزاصاحب اس جگہ بھی یہ معنی کریں گے کہ پیغمبر اور مسلمانوں کو لازم نہیں تھا۔ہرگز نہیں۔تو پھر ان کا کہنا غلط ثابت ہوا کہ ﴿کَانَ﴾ صرف ماضی کے واسطے آتا ہے اور اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔

۲...... **مثال:** ﴿**وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ اِذْ ھَدَاھُمْ**﴾ (پ۱۱ع۴) یعنی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ یک قوم کو ہدایت دے اور پیچھے گمراہ قرار دے۔یہاں بھی ﴿کَانَ﴾ آیا ہے مگر ماضی کے صیغہ کے معنی نہیں دیتا جس سے وفات مسیح باطل اور استدلال مرزا صاحب غلط ثابت ہے۔

۳...... **مثال:** ﴿**لَوْکَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً**﴾ (پ۵،ع۴) یعنی مناسب نہیں کہ

مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ یہاں بھی ﴿کَانَ﴾ ماضی کا صیغہ ہے اور معنی ماضی کے نہیں حال اور استقبال کے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے۔ کہ ﴿کَانَ﴾ سے وفات مسیح ثابت ہے کان سے تو صرف یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم دونوں مخلوق تھے۔ اور عاجز انسان تھے۔ خدا اور خدا کی جز و نہ تھے۔ دوسری مخلوق کی طرح طعام کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ خدا کھانے پینے سے پاک ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ دونوں ماں بیٹا وفات پا گئے۔ یہاں تو تردید الوہیت وثالث ثلاثہ ہے نہ کہ تردید حیات ہے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ اب عیسیٰ علیہ السلام طعام نہیں کھاتے۔ اور وہ طعام کے کیا معنی سمجھتے ہیں اگر گندم کی روٹی اور گوشت وغیرہ کو ہی طعام سمجھتے ہیں تو بہت انسان اور حیوان مردہ ثابت ہوں گے۔ کیونکہ بہت انسان صرف دودھ پر گذارہ کرتے۔ اور تین تین ماہ تک چولہا گرم نہ ہوتا۔

اب ہم اس بڑے بھاری مغالطہ کی تردید کرتے ہیں جو مرزا صاحب یہ آیت پیش کر کے مسلمانوں دیتے ہیں۔

مرزا صاحب: ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی مر چکے ہیں۔ حالانکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہرگز نہیں۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی گذرنے کے ہیں اور گذرنا زندوں اور مردوں دونوں کے واسطے بولا جاتا ہے۔ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں جو گذر چکے ہیں۔ چار نبی زندہ بھی ہیں۔ یہی قرآن مجید کے اعلیٰ درجہ کے فصاحت ہے کہ اس نے ایسے موقعہ پر ایسا لفظ استعمال فرمایا جو کہ مردہ اور زندہ سب نبیوں اور رسولوں پر حاوی ہو۔ کیونکہ چار نبی زندہ ہیں جو گذر گئے ہیں۔ دو/۲ آسمان پر اور دو/۲ زمین پر۔ حضرت خضر والیاس زمین پر اور حضرت مسیح اور ادریس آسمان پر۔ جیسا کہ شیخ اکبر ''حضرت محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں لکھا ہے۔ اور مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۳۸۷ میں لکھا کہ کہا بغوی

نے معالم التنزیل میں چار شخص انبیاء میں سے زندہ ہیں۔ زمین پر خضر والیاس اور آسمان پر ادریس وعیسیٰ الخ۔ اسی واسطے قرآن مجید نے ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ فرمایا تاکہ مردہ اور زندہ رسولوں پر حاوی ہو۔ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی صرف موت کے ہرگز نہیں۔

ہم ذیل میں قرآن مجید کی چند آیات **مشت نمونہ از خروار** لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ خَلَتْ زندوں کے واسطے بھی بولا جاتا ہے اور مردوں کے واسطے بھی۔

اول: ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ﴾ یعنی جب وہ اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں۔ (پ۱ع۲) یہ ﴿خَلَوْا﴾ جو مادہ ہے ﴿خَلَتْ﴾ کا خاص زندوں کے حق میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی جب منافق لوگ مسلمانوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کی طرف جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ٹھٹھے کرتے ہیں۔ کیا یہ منافقین کا آنا جانا زندہ ہونے کی حالت میں تھا یا مردہ ہونے کی حالت میں۔ اور ﴿خَلَوْا﴾ زندوں کے واسطے مستعمل ہوا یا مردوں کے واسطے۔ صاف ظاہر ہے کہ زندوں کے واسطے مستعمل ہوا پس ثابت ہوا کہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت ہی نہیں زندوں کے واسطے بھی ﴿خَلَتْ﴾ بولا جاتا ہے۔

دوم: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ﴾ یعنی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہے۔ کیا یہاں سنت اللہ فوت ہوگئی معنی کرو گے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ غلط ہوا کہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت ہے۔

سوم: ﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ﴾ یعنی جس وقت اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے تجھ پر اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اس جگہ بھی ﴿خَلَوْا﴾ زندوں کے واسطے بولا گیا ہے کیونکہ مردے تو غصے سے انگلیاں نہیں کاٹتے۔

چہارم: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی

النَّارِ﴾ (پ۸، رکوع۱۱)۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بھی داخل ہو جائے مل کر جن اور انسانوں کی امتوں میں جو تم سے پہلے گزری تھیں آگ میں۔ یعنی دوزخ میں۔

اب ظاہر ہے کہ یہاں بھی ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہیں صرف گذرنے کے ہیں علاوہ بریں قرآن مجید میں کثرت سے سنت اللہ کے ساتھ ﴿قَدْخَلَتْ﴾ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی سنت اللہ کی موت کے نہیں صرف گزرنے کے ہیں۔ اور گزرنے کے واسطے موت لازم نہیں زندگی کی حالت میں گزرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پنجاب میں یا اور کسی ملک میں بھی دستور ہے کہ جب کبھی کوئی تبدیل ہو جائے اور نیا حاکم آئے تو بولا جاتا ہے کہ کئی حاکم آئے اور گزر گئے۔ اس کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ سب حاکم فوت ہو گئے۔ کیونکہ زندگی میں بھی گزرنا ہوتا ہے۔ زید دہلی جاتا ہوا امرتسر، لدھیانہ، جالندھر اور انبالہ سے گزر جاتا ہے۔ حالانکہ فوت نہیں ہوتا۔ پس یہ بالکل غلط اور دھوکہ دہی ہے کہ ﴿قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ سے وفات مسیح ثابت ہے۔ بلکہ اس سے تو حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح زمین سے گزر کر آسمان پر چلا گیا۔ جیسا کہ زندہ آدمی کسی شہر امریکہ سے گزر کر انڈیا میں چلا آئے جو نیچے زمین کے ہے اور جس طرح امریکہ سے گزر کر انڈیا میں آنے کے واسطے موت لازم نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے واسطے فوت ہونا لازم نہیں۔ اور ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ حیات مسیح ثابت کر رہا ہے۔ ورنہ اگر مسیح فوت ہو گیا تھا تو صاف موت کا لفظ ہوتا۔ یعنی ﴿قَدْ مَاتَ﴾ ہوتا۔ مگر ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ اس واسطے فرمایا ہے کہ چار نبی گزر بھی گئے اور زندہ بھی ہیں۔ جو اس واسطے ایسا لفظ قرآن میں ذکر فرمایا جس سے دونوں معنیٰ نکل سکیں۔ اس لئے ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ جو رسول فوت ہو کر گزرے ہیں ان پر بھی صادق آئے اور جو ابھی تک نہیں مرے۔ ان پر بھی صادق آئے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ حیات ثابت ہوتی

ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿خلت﴾ کا لفظ فرمایا جو کہ مشترک المعنی ہے ورنہ صاف صاف ﴿قد مات﴾ کا لفظ ہوتا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی مرزا صاحب کا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ﴿خلت﴾ کے معنی موت کے نہیں ہیں۔

یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ ﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ کا اصل مطلب کیا ہے؟

صحیح مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نصاریٰ کی تردید فرما کر بتا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک رسول تھا۔ جیسا کہ اس کے پہلے رسول ہو گزرے ہیں۔ اس جگہ صرف تردید الوہیت مسیح اور اثبات رسالت ان کی مقصود بالذات ہے نہ کہ کسی کی حیات وموت کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں جب آپ یہ آیت نکال کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ صرف رسالت مسیح کا ثابت کرنا اس سے مقصود ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے نبیوں کے ساتھ رسالت ونبوت میں مماثلت ہے۔ نہ کہ رسولوں کی پیدائش اور موت میں مماثلت ہے۔ پیدائش میں حضرت مسیح کل رسولوں سے علیحدہ ہیں یعنی بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت آدم پیدائش میں رسولوں سے مماثلت نہیں رکھتے کیونکہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ ﴿قدخلت﴾ میں آدم سے مماثلت صرف رسالت میں ہے اور ایسا ہی دوسرے رسولوں سے رسالت میں مماثلت ہے نہ کہ مرنے اور جینے میں۔ اگر مرنے میں مماثلت ہے۔ تو پیدائش میں بھی ہونی چاہئے۔ اور یہ بالبداہت بلاخوف تردید روشن ہے کہ مسیح کو پیدائش میں کسی رسول سے مماثلت نہیں۔ کیونکہ کوئی نبی کنواری لڑکی سے بغیر مس باپ کے پیدا نہیں ہوا۔ پس اس آیت سے وفات مسیح کا استدلال غلط بلکہ اغلط ہے۔

قولہ۔پنجم آیت: یہ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا یَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ (پ۱۷،ع۱)۔ درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ

جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنت اللہ ہے۔تو پھر حضرت مسیح کیوں کر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہاں کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو مار چکی ہے۔ ”بے شک ہم اسبات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں“...... (الخ)

اقول: مرزا صاحب خود غرضی سے کچھ ایسے محو حیرت تھے کی خود ہی اصول بناتے اور جب انہی کا موضوعہ اصول ان کے خلاف مطلب ہوتا تو اس سے بھی انکار کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس مذکورہ بالا عبارت میں جب دیکھا کہ اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید میں ہے ان کے مدعا کے برخلاف ہے تو جھٹ قرآن کی تردید مسلم کی حدیث سو برس والی سے کردی۔ مگر ساتھ ہی ایک مہمل تقریر کردی کہ بے شک اصحاب کہف زندہ ہیں۔ مگر شہداء کی طرح ان کی زندگی ہے۔ سبحان اللہ امام اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اور ایسی فاش غلطی کہ کوئی پرائمری جماعت کا طالب علم بھی نہیں کر سکتا کل دنیا جانتی ہے کہ شہید پہلے جنگ کرتے تھے۔ اور کفار کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے تھے۔ اور قبروں میں مدفون ہو جاتے تھے۔ تب ان کو شہید کہا جاتا تھا۔ مرزا صاحب نے جو صریح قرآن مجید کے برخلاف کہہ دیا کہ ان کی یعنی اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں کی سی ہے۔ کس قدر غضب کی بات ہے۔ کہاں قرآن میں یا کسی حدیث میں یا کسی تاریخ میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کفار کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور ان کو شہیدوں کی مانند زندگی عطا ہوئی۔ اگر کوئی مرزائی نہ دکھائے تو پھر مرزا صاحب کی دروغ بانی اور کذب بیانی اظہر من الشمس ہوگی۔ ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیت لکھتے ہیں جس سے ثابت ہے۔ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک غار میں زندہ رہے۔

دیکھو قرآن فرماتا ہے: ﴿نحن نقص علیک نباھم بالحق﴾ (الخ)۔ سے قصہ شروع ہوتا ہے اور آگے صاف لکھا ہے۔ ﴿قال قائل﴾ الایۃ۔ یعنی ''ان میں سے ایک بولنے والا بول اٹھا'' بھلا اس غار میں تم کتنی مدت ٹھہرے ہوں گے۔ وہ بولے ہم بہت رہے ہوں گے۔ کہا کہ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اس غار میں کتنی مدت رہے۔ اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ جا کر دیکھے کہ کس کے ہاں اچھا کھانا ہے اور اس میں سے بقدر ضرورت کھانا تمہارے لئے لے آئے اور چپکے سے لے کر چلا آئے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے اگر تمہاری قوم کے لوگ تمہاری خبر پا جائیں گے تو ﴿یرجموکم﴾ تم کو سنگسار کر دیں گے۔ ﴿او یعیدوکم فی ملتھم﴾ یا تم کو الٹا پھر اپنے دین میں کر لیں گے اور ایسا ہوا تو پھر تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

ان آیات سے (جن کا بخوف طوالت فقط حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے) صاف ثابت ہے کہ اصحاب کہف کفار کے خوف سے غار میں پوشیدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص قدرت سے ایسی نیند عطا کی کہ وہ کھانے پینے سے بے پرواہ ہو گئے۔ اس حالت میں نیند میں نہ ان کو بھوک لگی نہ پیاس۔ جب جاگے تو بھوک پیاس محسوس ہوئی۔ اس نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں بھوک پیاس نہیں ہوتی۔ اس واسطے **توفی** کے معنی نیند کے درست ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں ہیں اور تا نزول اسی حالت میں رہیں گے۔

اب مرزا صاحب کی دلیری دیکھئے کہ کس طرح قرآن مجید کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو مار چکی''۔

اب کوئی پوچھے کہ حضرت کلام اللہ کے مقابل آپ کا کہنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور

آپ کا کہنا جب کسی سند شرعی سے نہیں کہ اصحاب کہف مر گئے تھے۔ اور بعد موت غار میں پوشیدہ ہوئے اور اب ان کی زندگی شہیدوں والی ہے۔ کوئی سند بھی ہے یا یوں ہی جو دل میں آیا لکھ مارا۔

سنو! خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر غار والوں کی خبر کفار کو ہوگی تو سنگسار کریں گے مرزا صاحب بتا دیں کہ شہیدوں کو بھی سنگسار کیا جاتا ہے۔ مر کر تو شہید ہونا ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی عقل اور فلسفی عقل دیکھئے کہ کہتے ہیں شہیدوں کی زندگی ہے۔

دوم: قرآن شریف فرماتا ہے ایک کو کھانا لانے کے واسطے شہر میں روانہ کرو۔ کیا کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حمائت کر کے بتا سکتا ہے۔ کہ شہید کھانا مول لینے کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ اور روپیہ ساتھ لاتے ہیں جیسا کہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص لایا تھا اور اس کو پھر معلوم ہوا کہ تین سو نو برس ہم غار میں سوئے رہے۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت ﴿**وَلَبِثُوا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا**﴾ یعنی اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو برس رہے اور نو برس اس کے اوپر۔

اب مرزا صاحب قرآن شریف کی تردید کر کے کہتے ہیں کہ اصحاب کہف شہید تھے کوئی اس عقل مند سے پوچھے کہ شہید لوگ غار میں چھپنے کیوں گئے۔ وہ تو غار میں اس واسطے گئے کہ کفار کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں اور شہید نہ کہلائیں۔ تو پھر انہوں نے شہادت کس طرح سے پائی۔ جب کفار کے ہاتھ میں بھی نہ آئے اور نہ قتل ہوئے تو شہید غار میں بیٹھے بیٹھے کس طرح ہوئے۔ مگر یہ شہادت شائد قادیانی شہادت ہے کہ کاذب اپنے کذب کے ذریعہ سے جس طرح اپنے آپ کو شہید بلکہ اس سے بھی زیادہ بنا لیتا ہے۔ اسی طرح قادیانی شہادت اصحاب کہف کو بھی دیدی۔ سنو! مرزا صاحب لکھتے ہیں: ؎

کربلا است سیر ہر آنم　　　صد حسین ؓ است در گریبانم

یعنی ہر وقت میں کربلا جیسے صدمات اٹھا رہا ہوں اور ایک حسین رضی اللہ عنہ کیا بلکہ سو حسین رضی اللہ عنہ میرے گریبان میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قادیان کربلا ہے اور میں ایک سو حسین رضی اللہ عنہ کا مجموعہ ہوں۔ یعنی جو کچھ عذاب کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہوئے اس سے سو درجہ زیادہ مجھ کو عذاب ہوتے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سے سو درجہ شہادت مجھ کو ہوتی ہے۔ بلکہ ہر آن کربلا کی سیر کرتا رہتا ہوں یعنی کربلا جیسے عذاب ہر وقت برداشت کرتا ہوں۔

اب کسی باحواس آدمی کو شک رہتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹ وافترا اور خلاف واقعہ بات کہہ دینے میں اول درجہ کے ڈگری یافتہ تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تین دن کے پیاسے دشت کربلا میں شہید ہوئے اور جسد مبارک تیروں سے چھد گیا تھا۔ اور سر مبارک تن اطہر سے جدا کیا گیا۔ اور کاذب مدعی کیوڑے اور خس کی ٹیٹوں میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور عورت کے زیور سونے کے اس قدر کہ کسی امیر دنیا پرست کو نصیب نہ ہوئے ہوں۔ اور مقویات اور لذیذ غذاؤں کی وہ کثرت کہ حلق مبارک سے دوسری غذا کا اترنا ایسا ہی محال تھا جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا نزول۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے جسم کو ان کے کذب بھرے سر سے کسی نے سبکدوش نہیں کیا یعنی کسی نے مرزا صاحب کو قتل نہیں کیا۔ تیروں کے بدلہ میں ایک سوئی کا زخم نہیں لگا۔ خود اپنی موت مرض ہیضہ سے فوت ہوا۔ مگر کذب بیانی یہ کہ سو حسین کا عذاب آپ کو ہر وقت ملتا ہے۔ خیر یہ قصہ طول ہے اصل مطلب کی طرف آتا ہوں کہ اصحاب کہف نہ تو کفار کے ہاتھ آئے اور نہ شہید ہوئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی مانند اپنی قدرت نمائی سے عجیب کام کیا کہ کفار غار تک نہ پہنچ سکے اور صحیح وسلامت ۳۰۹ برس تک سوئے رہے۔ یہ بالکل فاسد اور غلط عقیدہ مرزا صاحب نے تراشا ہے کہ اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں والی زندگی ہے۔ اور صریح قرآن شریف کا

انکار کیا ہے۔

پس قرآنی نص سے ثابت ہوا کہ جسمانی جسم بغیر طعام کے زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ شاہد ہے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے جس خدا نے اصحاب کہف کو اپنی خاص عجوبہ نمائی قدرت سے ایسی نیند سے سلایا کہ ۳۰۹ برس تک بھوک پیاس سے مستغنی رہے وہی خدا قادر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی نیند عطا کر دی ہے کہ تانزول وہ انسانی حوائج سے بے پرواہ رہے۔ اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بحالت نیند اٹھائے گئے اور تانزول اسی حالت میں رہیں گے۔ اور **توفی** کے معنی نیند کے بھی ہیں۔ اور بھوک پیاس نیند کی حالت میں نہیں لگتی۔

اب ہم مسلم والی حدیث کی بابت بحث کرتے ہیں۔

۱..... مرزا صاحب نے خود اپنا اصول توڑا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جس امر کو سچا معاملہ بتا کر فرما رہا ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک زندہ سوئے رہے۔

اور بعد میں ایک ان میں سے کھانا مول لینے آیا۔ مرزا صاحب قرآن کی تردید مسلم والی حدیث سے کرتے ہیں۔ جب یہ مسلمہ اصول ہے کہ اول قرآن بعدہ حدیث پھر قرآن کے مقابل حدیث پیش کرنی مرزا صاحب کی غلطی ہے۔

۲..... مسلم والی حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ اصحاب کہف مر گئے۔ یہ مانا کہ مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ استعمال کیا کرتے ہیں مگر ایسا جھوٹ کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ حدیث میں اگر کوئی مرزائی دکھا دے کہ اصحاب کہف مر گئے تھے تو ہم اس کو سو روپیہ انعام دیں گے۔ مرد صادق بنیں اور حدیث مسلم والی سے دکھا دیں یا اب تو کاذب مدعی کا پلہ چھوڑیں۔ کیونکہ ثابت ہے کہ وہ قدم قدم پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو دعویٰ والہام میں کیوں کر سچا ہو سکتا ہے اور ایسا دروغ گو پیشوا ہونے کے لائق نہیں۔

۳..... مسلم والی حدیث کا حوالہ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہوگزرے ہیں اور حضرت محمد ﷺ نے اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت مدت بعد فرمایا۔ مابعد کا زمانہ ماقبل کے زمانہ پر کیوں کر حاوی ہوسکتا ہے یہ صرف خودغرضی ہے کہ اس نے اندھا کردیا ہے۔ جب قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کا ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عمر پانا مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ساڑھے نوسو برس کی تورات سے ثابت ہے تو کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ عمداً جھوٹ اختیار کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث جو کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے واسطے فرمائی وہ پہلے انبیاء اور مخلوق کے واسطے بتائی جائے یہ ایسی ہی جہالت کی بات ہے کہ کوئی جاہل کہے کہ حضرت ابراہیم وموسیٰ نے قرآن پر عمل نہیں کیا تو جس طرح اس جاہل کو سمجھایا جائے گا۔ کہ اس وقت تو قرآن شریف نہ تھا۔ اسی طرح مرزاصاحب کو بتایا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کے وقت نہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور نہ مسلم والی حدیث تھی۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ ایک بادشاہ ایک امر کی ممانعت تو کرے یکم جنوری ۱۹۱۸ء کو اور جن جن لوگوں نے اس حکم سے پہلے جنوری ۱۸۹۹ء یا ۱۵۸۰ء میں وہ کام کئے ان کو بھی ساتھ ہی شامل کرے۔ ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں تو چھ سو برس کے بعد کے زمین پر سو برس سے زیادہ کوئی نہ جئیے گا اور مرزاصاحب حضرت عیسیٰ اور اصحاب کہف کو بھی اس حدیث میں شامل کرلیں۔ یہ زبردستی اور غرضی نہیں تو اور کیا ہے۔

۴..... یہ حدیث تو زمین کے ساکنان کی بابت ہے اور بحث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درازی عمر کی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ زمین کی بات آسمان والوں پر کیوں کر صادق آسکتی ہے۔ بلکہ اس سے تو حیات ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ زمین پر سو برس تک کوئی نہ رہے گا۔ تو ثابت ہوا کہ جو آسمان پر ہے وہ اس حدیث کی رو سے زندہ ہے اور موت سے بچا

ہوا ہے۔

۵…… اب ہم مرزا صاحب کے اپنے قول سے اس حدیث کا ایسے موقع پر پیش کرنا غلط ثابت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے خود ایک کتاب جس کا نام ''راز حقیقت'' ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پا کر فوت ہو کر کشمیر میں مدفون ہوئے۔ اصل عبارت بہت طویل ہے خلاصہ یہ ہے۔

''حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی''۔ (دیکھو راز حقیقت کا حاشیہ مندرجہ صفحہ نمبر ۲ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی مرزا صاحب کے اقرار سے تو یہ حدیث مسلم والی درست نہیں رہتی اور جب حضرت عیسیٰ نے اس حدیث کے قاعدہ کو ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پا کر توڑ دیا تو اصحاب کہف بھی توڑ سکتے ہیں۔ جن کی عمر کا ذکر قرآن شریف میں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جھوٹ بول کر دھوکہ دہی کی غرض سے مسلم والی حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ جب ان کو خود معلوم تھا کہ مسیح کی عمر میں خود ہی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی قبول کر چکا ہوں تو یہ کیوں کہتا ہوں کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ یہ دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

۶…… جب حدیث خواہ کیسی ہی صحیح ہو قرآن کے متعارض ہو تو حدیث کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ پس جب قرآن شریف اصحاب کہف کی مدت نیند ۳۰۹ برس بیان کرتا ہے اور مسلم والی حدیث سو برس سے کسی کی زیادہ عمر ہونے نہیں دیتی۔ تو حدیث کی تاویل کرنی ہوگی یا بالکل ترک کرنا ہوگا اور یہ وہی اصول ہے جس کو مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بار بار ذکر کرتے ہیں۔ مگر جب اپنا مطلب نہیں نکلتا تو خود ہی اس کے برخلاف جاتے ہیں اب مسلم والی حدیث جو کہ صریح قرآن شریف کے متعارض ہے کیوں پیش کرتے ہیں۔ کیا ان کے اعتقاد

میں حدیث قرآن سے مقدم ہے۔

۷..... مرزا صاحب دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی بحث میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث عقل اور واقعات کے برخلاف ہو اس کو مجاز واستعارہ پر عمل کرنا چاہئے اب مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے مجاز واستعارہ کیوں کیوں بھول گئے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ سو برس سے کسی شخص کی عمر زمین پر متجاوز نہیں ہوگی۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ کے وقت میں کسی شخص کی عمر سو برس کی یا سو سے زیادہ کی نہ ہو۔ تاریخ کی کتابوں سے اس کی تردید واقعات سے پائی جاتی ہے۔ دور نہ جاؤ مسیلمہ کذاب کی عمر سوا سو برس کی تھی اور مرتے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ (ص۱۳۱، افادۃ الافہام، حصہ اول)

آج تک کثرت سے لوگوں کی عمریں ایک سو برس سے زیادہ ہوتی آئی ہیں۔ اور کئی ایک اب بھی موجود ہوں گے۔ پس اس حدیث مسلم والی کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ورنہ اسلام کو ایک مضحکہ خیز مذہب دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اب ہم مرزا صاحب کے اصل مطلب کی طرف آتے ہیں کہ چونکہ کوئی جسم بغیر طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہوں گے۔ اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔

۱..... مرزا صاحب کو طعام میں دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ طعام اسی کو کہتے ہیں جو انسان پکائیں اور روٹی یا چاول کے ساتھ بھاجی ترکاری روزانہ بنا کر کھائیں تو وہ جسم کا طعام ہے اور اسی سے بقائے جسم ہے۔ ورنہ کوئی جسم قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا قیاس ہے اور بالکل غلط ہے۔ اور نہ قرآن شریف کی اس آیت کا یہ منشاء ہے یہ آیت انبیاء علیہم السلام کی فطرت انسانی بتاتی ہے کہ وہ بھی انسان تھے۔ اور یہ جو تم اعتراض کرتے ہو کہ یہ کیسا نبی ہے کہ ہماری طرح کھانے پینے والا بنایا ہے۔ اور ان کے جسم ایسے بنائے ہیں کہ کھاتے ہیں طعام کو۔

اول: تو یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہے۔

دوم: اس سے کسی طرح بھی وفات مسیح کا استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ مرزاصاحب کو کس طرح علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر طعام نہیں ملتا۔ کیا مرزاصاحب آسمان پر گئے ہیں اور وہاں کے جغرافیہ سے واقف ہوکر آئے ہیں کہ آسمان پر طعام نہیں۔ اگر کہو کہ جدید علوم سے معلوم ہوا ہے کہ آسمانوں پر طعام نہیں تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم ہیئت کا ایک فرنچ عالم آرگو صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفز ڈ۔جتھ'' کے صفحہ۲۱ پر لکھتے ہیں:

''اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے آیا ہم جیسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں تو اثبات میں جواب سے گریز نہیں کروں گا۔''

مرزاصاحب خود ''سرمہ چشم آریہ'' میں جو ان کی کتاب ہے اس میں قبول کر چکے ہیں کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہے کہ چاند ومریخ وغیرہ ستاروں میں آبادیاں ہیں۔ جب آسمان پر آبادیاں ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام بغیر طعام کیوں کر مانے جاسکتے ہیں۔ اصل میں مرزا صاحب کو طعام میں غلطی لگی ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ طعام وہی ہے جو انسان خود آگ پر پکا کر تیار کرتا ہے۔ اور اس طعام کے بغیر زندگی محال ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ع

کار پاکاں بر قیاس خود مگیر

مرزاصاحب اپنے نفس پر قیاس کر کے زعم کرتے ہیں کہ چونکہ میں لذیذ اور مقویات اور برف وکیوڑہ وگوشت مرغ وروغن بادام والی غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ شائد عبادالرحمٰن میں سے بھی کوئی بغیر ایسے طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے حالات میں ''تاریخ فرشتہ'' میں لکھا ہے کہ آپ ڈیلے، جو ایک

جنگلی درخت کا پھل ہے کھایا کرتے تھے۔ اور یہی ان کا طعام تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چولہے میں تین تین ماہ مسلسل آگ نہ جلتی تھی اور نبی علیہ السلام کا کنبہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتا تھا۔

(دیکھو بخاری باب الطعم)

سوم: اولیائے اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس روز تک کچھ نہ کھاتے اور نہ پیتے مگر ان کی طاقت اور زندگی بحال رہتی۔ کیونکہ یاد الٰہی ان کی غذا ہو جاتی ہے۔ اور ذکر الٰہی کا سرور ان پر ایسا غالب آتا ہے کہ بھوک پیاس بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

چہارم: یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک ملک اور ہر باشندگان کی غذا و طعام الگ الگ ہوتا ہے۔ بعض دن رات میں آٹھ دفعہ کھاتے اور بعض چار دفعہ اور بعض صرف دو دفعہ اور بعض ایک ہی دفعہ اور بعض عاشقان خدا ہمیشہ ہی روزہ رکھتے ہیں اور یاد خدا ان کی غذا ہوتی ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے روزہ طی کی حدیث میں فرمایا ہے: **وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی** (متفق علیہ) یعنی میں تمہاری طرح نہیں میں رات کاٹتا ہوں اور میرا خدا مجھ کو طعام کھلا دیتا ہے اور سیراب کر دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ میری زندگی تمہاری طرح معقولات کی محتاج نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو روحانی طعام خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ دوسرے عوام کو حاصل نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب چونکہ اس کوچہ سے واقف نہیں بقول شخصے ع

سخن شناس   دلبرا خطا اینجا ست

مرزا صاحب کا طعام بھی اگر مانا جائے جو وہ خود استعمال کرتے تھے تو بہت مخلوق خدا جو خشک روٹی اور صرف دودھ یا نباتات پر زندگی بسر کرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ہیں۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب جیسا مرغن ملذذ و مقوی طعام نہیں ملتا۔ یا اقرار کرو کہ طعام

صرف اسی گوشت، روٹی، دال بھاجی وپلاؤ کلیہ وغیرہ کا نام نہیں بلکہ جو چیز بدل ماتحلل ہوکر جزو بدن ہو وہی غذا اور طعام ہے۔ اور یہ حسب فطرت اجسام ارضی واجسام سماوی سب کو درجہ بدرجہ مختلف اقسام اور گوناگوں رنگ سے ملتی ہے یہاں زمین میں ہی دیکھ لو کہ بعض حیوانات کئی کئی دن تک پانی نہیں پیتے۔ حشرات الارض کی فطرت ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ وہ پانی ہرگز نہیں پیتے۔ بعض انسان صرف گوشت کھاتے ہیں اور اناج کو چھوتے تک نہیں۔ شمالی لینڈ میں جو لوگ لام پر گئے تھے ان کا بیان ہے کہ اس ملک کے لوگ اناج نہیں کھاتے۔ روٹی سونگھ کر پھینک دیتے ہیں۔ صرف گوشت کھاتے ہیں اور طاقت ور ایسے ہیں کہ گھوڑا اور اونٹ ان کا تعاقب کر کے پکڑ نہیں سکتا اور دوڑتے وقت وہ پانپتے نہیں ان کا طعام صرف گوشت ہی ہے۔ قطب شمالی کے لوگ صرف مچھلی کھاتے ہیں ان کو بھی نہ اناج ملتا ہے اور نہ ان کا طعام اناج ہے۔ اہل ہنود میں بہت لوگ دودھ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ روٹی ہرگز نہیں کھاتے اور یہ لوگ دودھاری کہلاتے ہیں۔ جب زمین پر اس احسن الخالقین اور احکم الحاکمین کا یہ انتظام ہے کہ ہر ایک مخلوق کو مختلف اقسام سے طعام ملتا ہے تو اسی ﴿**علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ**﴾ کی قدرت کاملہ کے آگے یہ ناممکن ہوسکتا ہے کہ آسمانی مخلوق کے واسطے جو کہ الطف واکمل ہے کوئی انتظام اس کے بدل ماتحلل نہ ہو۔ کیا تمام اجرام سماوی جو کہ ہر ایک زمین سے بڑا ہے اور اپنے اندر آبادیاں رکھتا ہے۔ اور جاندار مخلوق اس میں رہتے ہیں سب کو طعام نہیں ملتا اور سب فوت شدہ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے آسمان پر طعام کا نہ ملنا ایک ایسا امر ہے جس کو کور باطنی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جب انسان اپنی اپنی عجائبات قدرت سے تو واقف نہیں۔ آئے دن جدید ایجادات اس کے محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت کا بخیہ ادھیڑ رہی ہے۔ اور جن جن امور کو آج سے پہلے کئی سال محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کہا جاتا تھا آج وہ صرف انسانوں کی قدرت سے ممکن ہی

نہیں بلکہ مشاہدہ میں آرہے ہیں۔ مثلاً ہوائی جہازوں کی ایجاد، بغیر تار تاروں کی خبر رسانی، آگ اور پانی کا ایک جگہ جمع ہو کر لوہے کو جو کہ ایک غیر متحرک دھات ہے اس کا اس قابل ہو جانا کہ سینکڑوں ہزاروں منوں بوجھ کو سینکڑوں اور ہزاروں کوس تک لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ باوجود اس مشاہدہ کے پھر اپنی محدود عقل پر جو کہ ہر زمانہ میں ناقص ثابت ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی قدرت سے انکار کرنا اور عقلی ڈھکوسلا لگانا اور آسمانی کتابوں کا انکار کرنا۔ اور ان کی بیہودہ تاویلات کرنا عدم معرفت خدا کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے مرزا صاحب کی پوری تردید اور عدم معرفت باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔ شیخ ابن عربی نے ''فصوص الحکم'' ''فص عزیزی'' میں لکھا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی کہ یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں۔ اس پر جواب عتاب کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ شیخ ابن عربی ''فصوص الحکم فص عزیزیہ'' میں لکھتے ہیں۔ اور حدیث سے جو ہم لوگوں کو روایت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے وحی بھیجی **لئن لم تنته لا محون اسمک عن دیوان النبوۃ** اگر تم اس تعجب کے کہنے سے یعنی یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں گے تو تمہارا نام نبوت کے دفتر سے مٹا دوں گا۔

تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میں وحی سے خبر دینے کا طریقہ تم سے اٹھا دوں گا۔ اور امور تجلی سے دوں گا۔ اور تجلی ہمیشہ تمہاری استعداد کے موافق ہوا کرے گی جس سے تم کو ادراک ذاتی حاصل ہو۔ الخ (دیکھو فصوص الحکم، صفحہ ۱۷۶، اردو)

شیخ اکبر کی عبارت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے وہ اعلیٰ ہوتا ہے اور جو امور ادراک ذاتی سے بذریعہ عقل انسانی سمجھے جاتے ہیں وہ ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عزیر نے جب بذریعہ ادراک معلوم کرنا چاہا کہ خداوند تو مردے کس طرح پر زندہ کرے گا۔ تو اس کو عتاب ہوا کہ تم اس

بات کے کہنے سے باز نہ آؤ گے تو تمہارا نام نبیوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے گا اور تم کو ہر ایک وہ امر جو تمہارے مشاہدہ میں آجائے دیا جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے احکام میں چوں چرا کرنا جائز نہیں۔ اور ہر ایک امر میں ادراک عقلی طلب کرنا درست نہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو برس تک مردہ پڑے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کر کے پوچھا کہ کتنا عرصہ گزرا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا زیادہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سو برس تک تم مرے رہے۔ اور ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا کھانا بگڑا نہیں اور دیکھو اپنے گدھے کی طرف کہ کس طرح اس کی ہڈیوں پر گوشت پہنایا جاتا ہے۔

مرزا صاحب اس قصہ کو مانتے ہیں مگر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا یعنی زندہ ہونا ایک کرشمہ قدرت تھا پس ہم بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ اور رفع اور نزول اور مردوں کا زندہ کرنا اور دیگر معجزات کرشمہ قدرت یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا رسولوں اور نبیوں کی فضیلت دنیا پر ظاہر کرنے کے واسطے اور ان کی صداقت ظاہر کرنے کے واسطے خاص کرشمہ قدرت سے معجزے دکھایا کرتا ہے۔ جو کہ بظاہر محالات عقلی وخلاف قانون قدرت معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں محالات میں سے نہیں ہوتے کیونکہ جن لوگوں نے خدا کو مانا ہے انہوں نے اس کو اپنی صفات میں بھی کامل مانا ہے۔ اور جب ابتدائے عالم میں کچھ نہ تھا اور صرف امر کُنْ سے سب کائنات بنادی اور اس کی قدرت لامحدود کے آگے کوئی بات ان ہونی تو غیر ممکن نہیں تو پھر جو امور عقل انسانی میں نہیں آسکتے یہ عقل انسانی کا قصور ہے کہ وہ ناقص ہے نہ کہ خدا تعالیٰ عاجز وجود ہے کہ وہ ایسے امور نہیں کرسکتا جو کہ مافوق الفہم انسانی ہیں۔ انسان تو خود عاجز ہے اور محدود ہے۔ ایک محدود وجود غیر محدود قدرتوں والے وجود پر محیط ہوسکتا ہے اور محدود وجود غیر محدود پر کس طرح حاوی ہوسکتا ہے۔ جب ادراکات انسانی لامحدود قدرت پر محیط نہیں ہے تو پھر اس کا یہ

کہنا کہ یہ امر محالات سے ہے غلط ہے کیونکہ یہ خود ناقص ہے۔ اور خدا کی قدرت جو کہ محدود نہیں ہے اس پر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اور اس کا جہل ہے جو کہ اس سے یہ کہلاتا ہے کہ یہ امر ناممکن محال عقلی ہے۔ حالانکہ یہ امر خدا تعالیٰ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کی طرف منسوب ہے۔ پس وہ خدا تعالیٰ جو کہ ذرہ سے لے کر آفتاب تک اور ماہ سے لے کر ماہی تک ہر ایک وجود مرئی وغیر مرئی اور عناصر اور کل کائنات ارضی وسماوی کا خالق ومالک ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ کیا ہزاروں اور لاکھوں عیسیٰ کو اپنے امر کے تحت بلاخورد ونوش بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ یہ صرف دلائل کی طرف مائل ہونے کی خرابی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود مان کر اور پھر اس کو اپنی قدرت وجبروت میں کامل یقین کر کے ہر ایک امر ممکن وغیر ممکن پر قادر یقین کر کے پھر بلادلیل دہریہ وفلاسفہ کی تقلید میں کہ دنیا کہ یہ خدا نہیں کرسکتا۔ خدا کی معرفت سے سادہ اور لاعلم ہونے کی دلیل ہے۔

اب رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں بدلتی اس کا مطلب اگر وہ صحیح سمجھتے تو ہرگز خدا تعالیٰ کی ذات میں قادر مطلق ہونے کا شک نہ کرتے مگر مرزا صاحب تو دفعہ الوقتی کیا کرتے تھے۔ جب موقعہ ہوتا کہہ دیتے اگرچہ اپنی تردید خود ہی کر دیتے۔ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے خود ہی اپنے قلم مبارک سنت اللہ اور قانون قدرت ومحالات عقلی پر پانی پھیر دیا ہے۔ سنو حق الیقین والوں کی بابت لکھتے ہیں:

عباد الرحمن: اور اس قدر زور سے صدق ووفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے۔ اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسرے سے وہ ہرگز نہیں کرتا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام۔ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اس لئے ہر

ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا...... (الخ)۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، صفحہ ۴۹۔۵۰، سطر۲۰ سے سطر۵ تک)

مرزاصاحب نے اگر یہ تحریر صدق دل سے لکھی ہوتی اور یہ ان کا اپنا اعتقاد ہوتا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں جو کچھ قرآن میں لکھا ہے سب درست سمجھتے۔ کیونکہ مفصلہ ذیل امورات کا فیصلہ مرزاصاحب نے خود کر دیا ہے۔

۱...... ''رسولوں اور نبیوں سے خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے''۔ مرزاصاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ کی عادت عوام سے اور ہے اور رسولوں اور نبیوں اور ولیوں سے الگ ہے۔ جب خدا کی اپنے خاص بندوں سے الگ عادت ہے تو پھر آپ کا یہ اعتراض غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدت تک بغیر طعام نہیں رہ سکتے۔ مرزاصاحب کو کیا علم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس قسم کا طعام ملتا ہے۔ جب بقول مرزاصاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا کی الگ عادت ہے کیونکہ وہ رسول ہے۔ تو پھر خداتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الگ عادت سے طعام بھی کھلاتا ہے اور الگ عادت سے تا نزول درازعمر بھی دے رکھی ہے۔ آپ کا کیا عذر ہو سکتا ہے۔

۲...... ان کے ساتھ خداتعالیٰ کے وہ معاملات جو دوسرے سے ہرگز نہیں کرتا۔ مرزاصاحب جب اقرار کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ جو رسول ونبی سے معاملہ کرتا ہے وہ دوسرے سے نہیں کرتا تو پھر یہ اعتراض کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ بغیر طعام نہیں رہ سکتا۔ جب خدا کا ان سے یعنی عیسیٰ سے الگ معاملہ ہے تو پھر اس کو طعام بھی الگ دیتا ہے۔ جو کہ عوام کو وہ طعام نصیب نہیں ہوتا۔ بس عوام کا خیال وقیاس جو مرزاصاحب نے کر کے حضرت عیسیٰ کی حیات پر اعتراض کئے ہیں کل کا رد ہو گیا۔ کیونکہ ہر ایک کا یہی جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ خدا کی الگ عادت ہے۔

۳......جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے ایک ظالم کے حکم سے تو خداتعالیٰ نے آگ کو ان پر سرد کر دیا۔

اب کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزاصاحب کا قانون قدرت کہاں گیا اور سنت اللہ تبدیل ہوئی یا نہیں۔ جب سے کرہ نار خدا نے پیدا کیا تب سے اس میں جلانے کی خاصیت رکھی اور اب تک بھی سنت اور عادت اللہ یہی ہے کہ جو چیز آگ میں ڈالی جائے جل جاتی ہے اور آگ کسی پر سرد نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے جو آگ سرد کی گئی اور جس خدا نے آگ پر یہ قدرت نمائی فرمائی اور اپنے رسول کی حفاظت جسمانی کی غرض سے آگ کو حکم دیا کہ سرد ہو جا وہ ہی خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے وقت کیوں کر عاجز ہوسکتا ہے کہ اپنے رسول کی حفاظت جسمانی نہ کرے۔ اور اس کے جسم کو کوڑے پٹنے دے اور صلیب کے عذاب اس قدر دلا دے کہ بے گناہ بے ہوش ہو جائے۔ ایسا بے ہوش اور غشی کی حالت میں مردہ سمجھ کر دفن کیا جائے اور باوجود قادر ہونے کے پھر یہود کے سپرد کر دے کہ تم جو عذاب چاہو دے لو میں پھر اس کا رفع روحانی کروں گا۔ یہ خدا کی عادت اور سنت کے خلاف ہے۔ یا مرزاصاحب کا خیال غلط ہے کیونکہ اس نے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں جگہ دے کر قدرت نمائی فرمائی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہود کے ہاتھ سے بچایا۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں اور حضرت یونس علیہ السلام کے دشمنوں سے ان کی جسمانی حفاظت کی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی حفاظت جسمانی فرمائی اور جسم کو اوپر اٹھالیا تاکہ یہود کسی طرح کا قابو نہ پاکر ایک رسول کی ذلت اور عذاب پر قادر نہ ہوں۔

آگ کے سرد ہونے اور مچھلی کے پیٹ میں بول براز نہ ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کچھ زیادہ عجیب تر نہیں۔ کیونکہ ''انجیل'' میں لکھا ہے کہ بادلوں

اور فرشتوں کے ذریعہ سے مسیح آسمان پر اٹھایا گیا۔عیسیٰ کا اٹھایا جانا محال عقلی نہ رہا۔کیونکہ نظیریں موجود ہیں۔خدا تعالیٰ نے رفع عیسیٰ سے عجیب تر معاملات اپنے رسولوں اور نبیوں سے کئے ہیں۔اور ان کے جسموں کو بے حرمتی اور ذلت اور عذاب سے بچایا۔پس حضرت عیسیٰ کو بھی رفع جسمانی دے کر بچایا۔ورنہ حضرت عیسیٰ کے حق میں ظلم ہوگا کہ اس کے جسم کو تو عذاب خدا تعالیٰ نے دلوائے اور صرف روح کو اٹھایا۔جو کہ بلادلیل و بلاثبوت ہے۔روح کا اٹھایا جانا یہود پر جب ظاہر نہ ہوا اور یہودیوں نے جو چاہا حضرت عیسیٰ رسول اللہ کو عذاب دیا اور تمام خلقت موجودہ نے دیکھا اور یقین کیا کہ سب عذاب اور ذلتیں حضرت مسیح کو دی گئیں اور یہودی اب تک کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ رسول اللہ کو مار ڈالا اور طرح طرح کے عذاب دے کر مار ڈالا۔تو پھر خدا کی حفاظت اپنے رسولوں کے حق میں کیا ہوئی۔بلکہ مرزا صاحب کی تاویل سے جو کہ وہ لکھتے ہیں کہ جان نہ نکلی تھی۔زیادہ عذاب دیا جانا ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ یہ بدیہی مشاہدہ ہے اور ہر ایک مذہب کا اتفاق ہے۔بلکہ دہریہ وغیرہ بھی یقین کرتے ہیں کہ موت عذابوں اور تکلیفوں کے ختم کرنے والی ہے اسی واسطے اکثر بڑے بڑے مدبر وفلاسفر،وعقلا نے خودکشیاں کیں اور عذاب سے نجات پائی۔مگر مرزا صاحب یہ خدا کا ظلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرتے ہیں۔کہ ادھر تو یہودی حضرت عیسیٰ کو عذاب دیتے تھے اور اس طرف خدا تعالیٰ کا غضب حضرت عیسیٰ کے حق میں یہ تھا کہ صلیب پر جان نہ نکلتی تھی۔کیونکہ اگر جان نکل جاتی تو صلیب کے عذابوں سے رہائی ہو جاتی۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ یہود کا طرف دار تھا اور اپنے رسول کا دشمن تھا۔کہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے رسول کو عذاب دیئے جارہے ہیں اور وہ بجائے امداد کرنے اور بچانے کے الٹی اپنے رسول کی جان بھی نکلنے نہیں دیتا۔اور پھر لکھتے ہیں کہ مسیح ایسا عذابوں سے بے ہوش ہوا کہ مردہ تصور ہو کر اتارا گیا۔اور دفن کیا گیا۔مگر افسوس کوئی خیال نہیں کرتا یہ کہ جب مسیح

ایسا بیہوش تھا کہ مردہ متصور ہوا اور اس کی نبض بھی بند ہوگئی اور محافظان صلیب و یہودیاں موجود نے دیکھ بھی لیا بلکہ ایک سپاہی نے مصلوب کی پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا کہ مصلوب میں کوئی نشان زندگی باقی نہیں اور مر چکا ہے۔ اور پھر لاش کو غسل دیا گیا اور دفن کی گئی۔ جس کے ساتھ اس قدر معاملات ہوئے اگر وہ مردہ نہ تھا۔ تو مرزا صاحب اور مرزائی خود ہی بتائیں کہ مردہ ہونے کے کیا نشان باقی تھے جو اس وقت مصلوب مسیح میں نہ پائے گئے اور کس دلیل سے انیس سو برس کے بعد دھوکہ دیا جاتا ہے کہ جان باقی رہی تھی۔ اگر جان باقی تھی تو قبر میں دم گھٹ کر مر جانا ضروری تھا۔ غرض یہ بالکل غلط ہے اور خود غرضی کی تاویل ہے کہ مسیح صلیب دیئے گئے کیونکہ اس میں خدا اور اس کے رسول کی سخت ہتک ہے۔ معمولی انسان کی غیرت بھی یہ نہیں چاہتی کہ اس کے کسی دوست کو اس کا کوئی دشمن کوڑے مارے۔ کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکے اور طرح طرح کے عذاب دے اور وہ چپ کا کھڑا تماشہ دیکھے۔ چہ جائیکہ خود خدا قادر مطلق ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر﴾۔ عزیز الحکیم ہو اور ہر ایک طرح کی قدرت نمائی کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنے ایک رسول کی بے حرمتی دیکھے اور اس کو عذاب ہوتا دیکھے اور کوئی حفاظت اور امداد نہ کرے۔ حالانکہ وعدہ کر چکا ہو کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو بچالوں گا اور پھر عام وعدہ بھی ہو کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب رہتے ہیں۔ پھر مسیح کو یہودیوں کے حوالے کر دے یہ خدا کی ہتک نہیں تو اور کیا ہے اور ساتھ ہی ان دلائل سے مرزا صاحب کی سنت اللہ کے بدل جانے کا بھی ثبوت مل گیا ہے۔ کیونکہ جب ہمیشہ سنت اللہ یہی رہی کہ اپنے رسولوں کو بچاتا آیا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ کے واسطے کیوں سنت بدلی جائے اور اس کے واسطے صلیب کے عذاب تجویز کئے گئے۔ پس یا تو مسیح کا رفع جسمانی تسلیم کرنا پڑے گا یا خدا کی سنت کا تبدیل ہونا اور وعدہ خلاف ہونا ثابت ہوگا۔ چونکہ باقرار مرزا صاحب سنت اللہ نہیں بدلتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں

زندہ ہیں۔ اور وہ تا نزول زندہ رہیں گے لہٰذا یہ آیت بھی وفات مسیح پر دلیل نہیں۔

قولہ ساتویں آیت: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ﴾ (پ۴،ع۶) یعنی محمد ﷺ ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے۔ کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔

اقول: یہ آیت بعینہ انہیں الفاظ میں جو مرزا صاحب پانچویں آیت میں پیش کر چکے ہیں ہے۔ صرف مسیح کی جگہ محمد ﷺ کا نام آیا ہے۔ ورنہ اور تمام الفاظ وہی ہیں۔ ناظرین کی توجہ کے واسطے آیت دوبارہ لکھی جاتی ہے۔

﴿وَمَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾

یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسول گزرے گئے۔ ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں فرمایا کہ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور ظاہر ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ محمد ﷺ زندہ تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ احد میں رسول کریم ﷺ زخمی ہو گئے اور اس کش مکش میں شیطان نے پکار دیا کہ محمد ﷺ مر گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کا تمام لشکر (بجز خاص اصحابوں کے) بھاگ نکلا۔ اس وقت کے تقاضا سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تم میں رسول ہمیشہ رہے تو تم راہ خدا میں استقلال سے جنگ کرو۔ اور جب رسول فوت یا قتل ہو جائے تو تم بھاگ جاؤ۔ اس آیت سے نہ تو کسی کی وفات کا ذکر ہے۔ اور نہ مسیح

علیہ السلام سے اس آیت کا کچھ تعلق ہے۔ اگر بقول مرزا صاحب اس آیت کا تعلق حضرت مسیح سے جوڑا جائے تو مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خود ﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ کے ترجمہ میں مسیح کو فوت شدہ نبیوں سے الگ تسلیم کر چکے ہیں یعنی لکھ چکے ہیں کہ مسیح سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ جب پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو وہ مرزا صاحب کے اقرار سے زندہ رہے۔ اب یہ آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ بھی مسیح کو زندہ ثابت کر رہی ہے۔ الف لام ﴿الرُّسُل﴾ کا اگر استغراقی لیں یعنی تمام نبی اس ﴿خَلَتْ﴾ میں شامل ہیں تو (نعوذ باللہ) محمد نبی و رسول ﷺ نہیں تھے کیونکہ ﴿مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ میں شامل نہیں۔ اور اگر محمد ﷺ کی رسالت تسلیم کریں تو پھر سب نبی و رسول فوت شدہ تسلیم نہیں ہو سکتے اور حضرت عیسیٰ و ادریس و خضر و الیاس مستثنیٰ ہیں۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ جس طرح ﴿الرُّسُل﴾ سے محمد ﷺ جن پر بحالت زندگی یہ آیت نازل ہوئی ﴿الرُّسُل﴾ سے مستثنیٰ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ﴿قَبْلِ الرُّسُل﴾ کی وفات سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ جس طرح محمد ﷺ **قبل الرسل** میں وفات میں شامل نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی وفات میں شامل نہیں۔ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا صاحب نے حسب عادت خود بہت سے فقرات اپنے پاس سے بڑھا دیئے ہیں جو کہ نمبر وار ذیل میں لکھ کر ہر ایک کا جواب دیا جاتا ہے۔

ا...... ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب: سب نبی فوت ہو جاتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول خدا اور اس کا رسول نہ فرماتا۔ کیونکہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ اگر فوت ہو جاتے تو واپس آنا ان کا اناجیل و قرآن اور حدیثوں میں مذکور نہ

ہوتا۔ جس طرح دوسرے کسی نبی ورسول کا دوبارہ آنا مذکور نہیں۔ پس یہ غلط ہے کہ سب نبی فوت ہوگئے۔ صحیح ترجمہ یہی ہے جو کہ سلف صالحین نے کیا ہے کہ سب نبی ورسول گزر گئے اور ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے کسی نے نہیں لکھے نہ کسی لغت کی کتاب میں ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہیں۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کا مادہ **خلا و خلو** ہے۔ جس کے معنی گزرنے کے ہیں اور گزرنے کے واسطے ضروری نہیں کہ فوت ہو کر ہی گزرنے والا گزرے ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ﴾ نص قرآنی شاہد ہے کہ منافق بحالت زندگی گزرتے تھے۔ پھر دیکھو ﴿سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِیْ﴾ یعنی اللہ کی سنت پہلے سے گزر چکی۔ کیا یہاں بھی اللہ کی سنت فوت ہوگئی معنی کروگے۔ جو کہ بدیہی غلط ہیں کیونکہ مرنے سے تغیر وتبدل ہو جاتا ہے۔ اگر سنت اللہ بھی فوت ہو جائے تو تبدیل ہونا لازم آئے گا جو کہ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا﴾ کے برخلاف ہے۔ ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ کا تعلق صرف ان کی رسالت اور زمانہ نبوت کے متعلق ہے جس کے معنی صرف گزرنے کے ہیں۔ عربی کا محاورہ ہے: **خلت یاخلو من شهر رمضان** یعنی رمضان کی فلاں تاریخ گزر گئی۔ پنجاب ہندوستان میں یہی محاورات ہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں میں دہلی جاتا ہوا آپ کے شہر سے گزر گیا۔ یا کئی تحصیلدار اس اس تحصیل سے گزر گئے یا کئی لاٹ صاحب آئے اور گزر گئے۔ آپ کو وطن چھوڑے کتنا عرصہ گزرا غرض ﴿خَلَتْ﴾ کا تعلق زمانہ سے ہے۔ اور مقصود خداوندی ان آیات میں بھی نبی ورسول کے زمانہ کی رسالت اور احکام شریعت کا گزرنا ہے۔ نہ کسی کی موت۔ ﴿خَلَتْ﴾ کی مفصل بحث پہلے پانچویں آیت کے جواب میں گزر چکی ہے۔ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہیں اگر ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہوتے تو خداتعالیٰ بھی بجائے ﴿أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ﴾ کے ﴿أَفَإِنْ خَلَتْ﴾ فرماتا۔ مگر چونکہ

﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہ تھے اس لئے خدا نے **مات وقتل** کے الفاظ فرمائے جس سے ثابت ہے کہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی صرف موت کے نہیں۔ زندہ ہونے کی حالت میں **خلو وخلت** ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا ہوا۔

۲...... **دلیل مرزا صاحب:** اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی ہے صحیح نہیں ہوگی۔

الجواب: خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں مرزا صاحب نے خود ہی خدا کی طرف سے دلیل بنالی ہے اور خود ہی جواب دے دیا ہے۔ اگر دوسرا شخص ایسا کرتا تو مرزا صاحب جھٹ اس کو یہودی اور لعنت کا مورد قرار دیتے اور زور سے کہتے کہ خدا کی کلام میں اپنی طرف سے عبارت ملاتے ہو۔ کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کس عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے...... (الخ)

ناظرین! مرزا صاحب اپنا مطلب ادا کرنے کے واسطے من گھڑت سوال بنا کر خود ہی جواب اپنے مطلب کا دینا شروع کر دیتے ہیں۔ آیت تو صرف یہ ہے۔ ﴿**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل**﴾ یہ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں میں کوئی پیش کرو جو ہمیشہ زندہ رہے۔ یہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے۔ کہ خدا پر بہتان باندھے۔ خدا تعالیٰ علام الغیوب تو ایسی دلیل کبھی پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب کی طرح خودغرض خلاف واقعہ بات بنانے والا نہیں اس کو علم ہے کہ چار نبی میری مرضی اور تقدیر سے جب تک میں چاہوں زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تو ایسی دلیل پیش کر کے عاجز انسان کی طرح جہل کا الزام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا افترا خدا پر ہے کہ خدا نے دلیل پیش کی کہ کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا نبی پیش کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے کا الزام بھی

مسلمانوں پر مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت عنایت ہے۔ ورنہ مسلمان تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بھی بعد نزول فوت ہو کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مدفون ہوں گے اور یہ ان کی چوتھی قبر ہوگی۔ مگر مرزا صاحب خود ہی سوال کر لیتے ہیں اور خود ہی جواب اپنے مطلب کا دے دیتے ہیں۔ جو کہ بقاء اور راستبازی کے برخلاف ہے۔ یہ آیت تو صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مماثلت رسالت میں ماقبل کے رسولوں کے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔ جس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ جس طرح پہلے رسول انسان تھے ایسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ نہ حضرت مسیح کا اس آیت سے تعلق ہے اور نہ ان کے ذکر میں یہ آیت مذکور ہے جو آیت حضرت محمد ﷺ کے حق میں ہو اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر پیش کرنا انکا کذب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور قرآن شریف کو خود رائی اور مطلب پرستی کا جولا نگاہ بنانا نہیں تو اور کیا ہے پس یہ آیت محمد ﷺ کے حق میں ہے اور وفات مسیح پر اس کے ساتھ استدلال بالکل غلط ہے۔

قولہ آٹھویں آیت: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (پ ۱۷، ع ۲)۔ یعنی ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس اگر تو مر جائے تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کے رو سے **خلد** کا مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔

اقول: اس آیت کا بھی وفات مسیح سے کچھ تعلق نہیں یہ ایک عام قانون قدرت جتایا گیا ہے کہ کوئی بشر ہمیشہ رہنے والا ہم نے نہیں بنایا۔ یہ آیت تو مرزا صاحب ان لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے تھے جو مسیح کو ہمیشہ رہنے والا لازوال اور قدیم اور اللہ اور معبود مانتے ہیں۔

مسلمانوں کا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ مسیح ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ اوران کی ہستی لایزال اور غیر متبدل ہے یہ تو کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے یا رہیں گے۔ جب مسلمان نہیں کہتے کہ مسیح ہمیشہ رہے گا اور ہرگز نہ مرے گا۔ تو پھر یہ آیت پیش کرنا غیر محل وغلط ہے۔ مسلمان جب بموجب فرمودہ مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر مرزا صاحب کا افترا ہے کہ مسلمان مسیح کی جاوید زندگی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب مسلمان بار بار حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول مریں گے تو پھر یہ بہتان مرزا صاحب مسلمانوں کے حق میں ناحق تراشتے ہیں۔ دیکھو ذیل میں حدیثیں جن میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک ہی حال پر نہ رہیں گے۔

پہلی حدیث: عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبری واحد بین ابوبکر وعمر. (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا)

یعنی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر سے راضی ہو اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹا سے کہا۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی، پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی ان کے لیے اولاد اور ٹھہریں گے ان میں پینتالیس برس۔ پھر مریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے، پس دفن کیے جائیں گے۔ بیچ قبر میری کے درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان حسب فرمودہ رسول مقبول ﷺ کے اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اصالتاً زمین پر نزول فرمائیں گے اور پھر نکاح

کریں گے۔ اور ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور رسول اللہ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما دونوں کے درمیان دفن کیے جائیں گے۔ افسوس مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کے حق میں اعتقاد وخلود کا رکھتے ہیں جس کے واسطے مرزا صاحب نے یہ آیت پیش کی۔

دوسری حدیث: عن عبداللہ بن سلام قال یدفن ابن مریم معہ رسول اللہ ﷺ وصاحبہ فیکون قبرہ رابعا۔ (اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی)

یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''دفن کئے جائیں گے عیسیٰ ابن مریم مقبرہ رسول اللہ میں اور ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی''۔ اس حدیث کی رو سے بھی مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک حالت پر رہیں گے۔ یہ مرزا صاحب کی اپنی طبعزاد بات ہے جو اپنے مطلب کے واسطے بنائی ہے۔ کل مرزائی جمع ہوکر مسلمانوں کی کسی کتاب سے بتائیں کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ ایک حالت پر مانتے ہیں ورنہ تسلیم کریں کہ اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ نویں آیت: ﴿تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (پ۱،ع۱۶)۔ یعنی اس وقت سے پہلے جتنے پیغبر ہوئے یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہوگیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

اقول: اس آیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا کوئی ذکر نہیں اور نہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلیل ہے کیونکہ **تلک** اسم اشارہ ہے اور اشارہ ہمیشہ مشار الیہ کے ذکر کے بعد آیا کرتا ہے۔ اب قرآن مجید میں اوپر کی آیت دیکھو کہ ان میں اگر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا ذکر ہے تو مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال درست ہوگا۔ ورنہ بالکل غلط۔ اب ﴿تِلْکَ اُمَّۃٌ﴾ کے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰی تِلْکَ اُمَّۃٌ﴾ یہ پیغمبر ہیں جن کا ذکر ہے اور تلک کا اشارہ انہیں پیغمبروں کی طرف ہے۔ مرزا صاحب کے مرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ﴿تِلْکَ اُمَّۃٌ﴾ میں دکھادیں۔ ورنہ مرزا صاحب کی دھوکہ دہی ظاہر ہے کہ ذکر دوسرے پیغمبروں کا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواہ مخواہ شامل کر کے قرآن میں ایک پیغمبر کا نام زیادہ کر کے تحریف لفظی قرآنی کے مرتکب ہوتے ہیں کہاں عیسیٰ کا نام ہے۔ وہاں تو ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط ہے۔ ویعقوب وعیسیٰ مرزا صاحب نے خود بنالیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ اور تحریف مرزا صاحب کے اپنے اقرار سے یہودیت والحاد ہے۔

باقی وہی قَدْخَلَتْ کی بحث ہے کہ مرزا صاحب خَلَتْ کے معنی غلط کرتے ہیں۔ مرنے اور گزرنے میں فرق ہے۔ افسوس مرزا صاحب خَلَتْ کے معنی مرنے کے خلاف لغت عرب ومحاورات عرب کرتے ہیں۔ اور کوئی سند نہیں دے سکتے۔

اس وقت سے پہلے بھی اپنے پاس سے کلام الٰہی میں لگالیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ مگر اس قدرت زور لگایا تحریف کے مرتکب بھی ہوئے مگر پھر بھی یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ دسویں آیت: ﴿وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب نے نہیں کیا۔ شائد کوئی مصلحت ہو ہم ذیل میں پہلے ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کی اس آیت سے جو کہتے ہیں کہ بالکل غلط ہے ترجمہ یہ ہے۔ ’’اور مجھ کو حکم دیا گیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں‘‘۔

آگے مرزا صاحب ان الفاظ سے خدا اور خدا کے رسول سے تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔ مردے جو ہوئے حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے...... (الخ) (ص، ے ۹۰)

اقول: یہ تحریر مرزا صاحب کی ایسی دل آزار اور بے سند ہے کہ کوئی بے دین بھی ایسی گستاخی اور تکذیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نہیں کر سکتا۔

یہ رسول اللہ ﷺ پر تمسخر اڑایا ہے کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور کرائیں گے اور یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا ہے کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ اور یحییٰ کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہے: **فلما خلصت اذا یحییٰ وعیسیٰ وھما ابنا خالۃ قال: ھذا یحییٰ وھذا عیسیٰ وسلم علیھما فسلمت۔** یعنی جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا ناگہاں عیسیٰ اور یحییٰ کھڑے تھے۔ کہا جبرائیل نے کہ یہ یحییٰ ہیں اور یہ عیسیٰ پس سلام کر ان کو۔ پس سلام کیا میں نے کو ان...... (الخ) (ص ۵۵۹، جلد ۴، مظاہر حق)

اب مرزا صاحب کو کس طرح معلوم ہوا کہ عیسیٰ عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ پاس یوں ہی فارغ بیٹھے ہیں۔ یہ مرزا صاحب کا دروغ بے فروغ اپنی ایجاد ہے اور ذیل کی دلائل سے باطل ہے۔

اول: مرزا صاحب کو کسطرح معلوم ہوا کہ یحییٰ یوں ہی بیٹھے ہیں۔ اس سے مرزا صاحب کا آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب چونکہ آسمان پر جا نہیں سکتے اور نہ ان آنکھوں کے ساتھ آسمان کے حالات دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے یہ من گھڑت افترا ثابت ہوا

جو مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ پر باندھا ہے کہ وہ یوں ہی بے نمازی کی حالت میں پڑے ہیں۔

دوم: رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرائیل کی شہادت کے مقابل مرزا صاحب کے جاہلانہ اعتراضات اور خودغرضی کے استدلات چونکہ کچھ وقعت نہیں رکھتے اس لیے مرزا صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ عیسائیوں کی نماز پڑھتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے اعتراض ہے اور عیسائیوں کا نام لے کر حضرت عیسیٰ کے نزول سے نفرت دلا کر اپنا الو سیدھا کرنا مقصود ہے ورنہ وہ خود جانتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے اور کتاب آسمانی قرآن سے پہلے انجیل واجب التعمیل تھی اگر انجیل کے حکم کے مطابق وہ نماز پڑھیں تو کیا حرج ہے۔

سوم: قرآن میں صرف نماز و زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ عیسائی طریق مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے لگایا اور تحریف کے مرتکب ہوئے۔ جو کہ بقول ان کے الحاد و کفر ہے۔

چہارم: مرزا صاحب کو معلوم ہے کہ جو احکام قابل اطاعت امت ہوتے ہیں۔ وہ اس امت کے نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حقیقت میں وہ تمام افراد امت کے واسطے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ مجھ کو وصیت کی گئی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو زکوٰۃ جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح مال جمع کرنا اور زکوٰۃ کے لائق ہونا حرام ہے کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زندگی میں جو واقعہ صلیب سے پہلے تھی جس میں کسی کو اختلاف نہیں صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور انہوں نے زکوٰۃ دی۔ تو پھر ان کا آسمان پر جانا اور مال جمع کرنا اور زکوٰۃ نہ دینا مرزا صاحب کو کیوں کر معلوم ہوا۔ مرزا صاحب کے پاس کوئی سند ہے جس کی چشم دید شہادت ہو کہ حضرت عیسیٰ نے آسمان پر مال تو جمع کیا، صاحب نصاب ہوئے اور زکوٰۃ نہیں دیتے۔ جب

کوئی مرزائی مرزا صاحب کی حمایت میں ہمیں بتادے گا کہ مسیح نے آسمان پر مال جمع کیا ہوا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتے تو ہم ان کو مسیح کا زکوٰۃ دینا بتائیں گے بلکہ وہ مساکین بھی بتائیں گے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ ایسا ہی نماز کا حال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا نزول نماز پڑھتے ہیں جس نے اس کو تارک الصلوٰۃ دیکھا ہے اس شخص کو پیش کرو۔ جس طرح ہم محمد ﷺ کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ کو دوسرے آسمان پر دیکھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرب فرشتے کی شہادت ہے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ عیسیٰ ہیں اور یہ یحییٰ ہیں۔ ان کو سلام کرو۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے سلام کیا جیسا کہ اوپر حدیث کا ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔ اگر مرزا صاحب اور مرزائی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں کہ مسیح اب نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ زکوٰۃ دیتا ہے کوئی سند وشہادت پیش کریں۔ بلا دلیل بات ایک جاہل سے جاہل بھی بنا سکتا ہے۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ مسیح اب زکوٰۃ نہیں دیتے اور نماز نہیں پڑھتے جس کا ثبوت فی بطن القائل ہے۔ اس دلیل سے وفات ثابت ہو سکے یہ ایسی جاہلانہ دلیل ہے کہ کوئی مرزا صاحب کو ان کی زندگی میں کہتا آپ خدا کی طرف سے حج کے واسطے مامور ہیں چونکہ آپ نے اب تک حج نہیں کیا۔ آپ فوت شدہ ہیں اگر مرزا صاحب اس جاہلانہ اور احمقانہ دلیل سے فوت شدہ ثابت ہو جاتے تو مرزا قادیانی کی اس دلیل سے مسیح بھی فوت شدہ ثابت ہو سکتا ہے اور اگر مرزا صاحب ایسی دلیل سن کر اس کو اپنے دربار سے پاگل کر کے نکال دیتے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی بھی اس دلیل کو ویسا ہی ردی سمجھا نہ جائے۔ جیسا کہ جو مرزا صاحب کو ان کے حج نہ کرنے سے مردہ تصور کرتا تھا۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی اس دلیل کو ردی سمجھا جائے۔

پنجم: یہ الٹا منطق صرف مرزا صاحب کا ہی خاصہ ہے کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھے تو مردہ ہو جاتا ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے ان کی امتیں اور وہ

خود نماز کے واسطے مامور تھے۔ مگر کوئی باحواس آدمی تسلیم کر سکتا ہے کہ نماز نہ پڑھنا کسی امت کے فرد کے لئے موت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ دور نہ جاؤ۔ اپنی امت میں ہی دیکھ لو۔ ہزاروں لاکھوں اسی ملک پنجاب میں ہوں گے۔ کہ جو نماز نہیں پڑھتے۔ کیا وہ بھی مرزا صاحب کی اس دلیل سے مردہ ہیں۔ اور ان کا نماز نہ پڑھنا ان کی موت کی دلیل ہے۔ مرزا صاحب خود جب نابالغ تھے۔ اور نماز کے لئے مکلف نہ تھے۔ اور نہ نماز پڑھتے تھے۔ کیا وہ مردہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ یہ بالکل غلط استدلال ہے کہ مسیح کا نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا جو کہ خود بلا دلیل ہے اور کوئی ثبوت شرعی ساتھ نہیں رکھتا۔ صرف مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے وفات مسیح پر دلیل ہو۔

ششم: ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ سے تمام حیاتی کا زمانہ یکساں سمجھنا اور نماز و زکوٰۃ کے واسطے دلیل حیات گردانا بالکل غلط ہے یہ فرمانا حضرت عیسیٰ کا اس وقت کا ہے۔ جس وقت ماں کی گود میں انہوں نے کلام کیا تھا۔ اور اسی وقت فرمایا تھا۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور عبداللہ ہوں۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ آگے ﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ یعنی حضرت عیسیٰ ماں کی گود میں بطور معجزہ بول اٹھا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) عنایت فرمائی ہے۔ اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں، نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں۔ اور اپنی ماں کا خدمت گار بنایا۔ اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا۔ (پ۱۶،ع۴)

اب ظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیرخوارگی کی حالت میں نماز نہ پڑھتے تھے۔ اور نہ زکوٰۃ دیتے تھے۔ مگر زندہ تھے۔ پھر سن شعور کی حالت میں زندہ تھے۔ مگر زکوٰۃ و نماز نہ پڑھتے تھے۔ سن شعور سے بالغ ہونے کے زمانے تک زندہ تھے۔ مگر نماز گزار و زکوٰۃ دہندہ نہ تھے۔ اگر کوئی جاہل یہودی صفت کہہ دے کہ عیسیٰ تو ماں کی گود میں مردہ تھے۔ کیونکہ نماز نہ

پڑھتے تھے۔ اور نہ زکوۃ دیتے تھے۔ تو مرزائی صاحبان تسلیم کرلیں گے کہ مسیح شیر نوشی کی حالت اور نابالغی کی حالت میں مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر خدا کے واسطے خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر ایمان سے بتادیں کہ یہ آیت مسیح کی وفات پر کس طرح دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ اگر بفرض محال ہم مرزا صاحب کا بلا دلیل دعویٰ مان بھی لیں کہ مسیح اس دنیا سے آسمان پر جا کر نماز گزار نہیں اور زکوۃ دہندہ نہیں تو نعوذ باللہ اس کی نافرمانبرداری اس کی وفات کی دلیل کس طرح ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب نے خود بہت احکام شریعت کی نافرمانبرداری کی۔ مثلاً حج کو نہیں گئے۔ جہاد سے محروم رہے۔ رمضان کے اکثر روزے قضاء یا فوت کرتے۔ نمازیں جمع کر کے پڑھتے رہے۔ تو کیا ان کی اس حالت کو ان کی وفات کی دلیل کہہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں تو پھر اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے اور باقی جو مرزا صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں پر مخول و تمسخر اڑایا ہے اس سے ان کی متابعت تامہ اور جو عظمت رسول اللہ ﷺ کی ان کے دل میں ہے اس کا پورا پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ کی محبت اور عشق کا دعویٰ صرف زبانی تھا ؎

نام محمد ﷺ کا فقط تیری زبان پر　　پر دل میں تو تل بھر بھی نہیں جائے محمد ﷺ

کیا کسی مسلمان کا حوصلہ بڑھتا ہے کہ ایسے کھلے لفظوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں پر ہنسی اڑائے اور رسول اللہ ﷺ کی ہتک کرے اور صریح رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرے۔ رسول اللہ تو فرمائیں کہ عیسیٰ میری متابعت کرے گا۔ مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ’’جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔‘‘ گویا رسول اللہ کا فرمانا غلط ہے کہ عیسیٰ ابن مریم جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں وہی دوبارہ آئیں گے اور میری شریعت کے تابع حکم کریں گے۔ یہ

مرزا صاحب کی غرض مبارک کے موافق نہیں اس واسطے کہ ان کے مسیح موعود ہونے کو خارج ہے اس واسطے عیسائیوں اور آریوں کی مانند فلسفی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شریعت محمدی کے تابع ہو کر اس وصیت کے برخلاف کریں گے۔ جس سے مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ ایک امت کا امام ہوگا غلط ہے اور خدا کی وصیت کے برخلاف ہے۔ اگرچہ یہ اعتراض اس قابل نہیں کہ جواب دیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مقابل مرزائی ڈھکوسلا کی کچھ وقعت نہیں اور یہ وہی باتیں ہیں جو پہلے کذابوں کرتے آئے ہیں اور مسیح موعود ہونے کا مدعی ہو گزرے ہیں اور کامیاب بھی ایسے ہوئے کہ سلطنتیں قائم کر لیں۔ مگر اس خیال سے کہ کوئی مسلمان مرزا صاحب کی دروغ بیانی پر دھوکہ نہ کھا جائے جواب دیتا ہوں۔

مرزا صاحب کچھ ایسے خود غرض تھے کہ اپنے مطلب کے واسطے صریح قرآن شریف کے برخلاف اعتراض کر دیتے تھے چاہے وہ اعتراض ان کی شرم ساری کا باعث ہو مگر وہ اعتراض کے وقت من گھڑت ڈھکوسلے لگانے میں دریغ نہ کرتے۔

اول: مرزا صاحب کے ایمان کا اندازہ ہو گیا کہ ان کو اسلام بانی اسلام سے کس قدر بغض ہے کہ مسیح کا طریقہ اسلام پر نماز پڑھنا حقیقی نماز نہیں۔

مرزا صاحب کے مذہب میں اسلامی نماز اور اسلامی طریقہ باعث نجات نہیں کیونکہ مسیح پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسلامی طریقہ پر نماز پڑھیں گے تو خدا کی وصیت کے برخلاف ہوگا۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے یہ نہ بتایا کہ کس قسم کی نماز اور کس طریقہ کی نماز کا حکم حضرت عیسیٰ کو ہوا تھا۔ یوں ہی اعتراض کر دیا کیونکہ صرف **اوصانی بالصلوۃ** قرآن میں آیا ہے آگے بقول ایجاد بندہ مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے وہ نماز تصور کر لی جو اسلامی طریقہ کے برخلاف ہوتی ہے کوئی مرزائی بتا دے کہ وہ کون سی نماز ہے جو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پڑھنی چاہیے تھی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نماز اور تابعداری تو مرزا صاحب کو پسند نہیں اور یہ وہ ذریعہ نجات ہو سکتی ہے۔ جب کوئی مرزائی کسی سند شرعی سے بتائے گا۔ کہ فلاں قسم کی نماز حضرت عیسیٰ کو پڑھنی چاہئے۔ پھر ہم ثابت کر دیں گے۔ کہ وہ وہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب ہم مرزا صاحب کو قرآن سے ناواقف تو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وفات مسیح کے مسئلہ کا اس قدر ان پر احسان ہے۔ کہ انہوں نے ہر ایک آیت کو مدنظر رکھا ہوا ہے۔ مگر تعجب سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے عمداً مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ کہ مسیح بعد نزول اگر شریعت محمدی پر عمل کرے گا۔ یا محمد ﷺ کی تابعداری کرے گا۔ تو اس کی اپنی نبوت جاتی رہے گی۔ جس کا جواب قرآن کی آیات ذیل خود دے رہی ہیں۔ جن کو مرزا صاحب نے چھپایا۔ جو کہ ایک راستباز کی شان کے برخلاف ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے کہ سب نبی ورسول حضرت خلاصۂ موجودات محمد ﷺ خاتم النبیین پر ایمان لانے کے واسطے عہد لئے گئے ہیں۔ اور یہ شان محمدی دنیا پر ظاہر کرنے کی غرض سے ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾

ترجمہ: جب خدا نے نبیوں کا اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آئے۔ جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت قرآن نے مرزا صاحب کے تمام اعتراضوں کا جواب دے دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے خود تردید فرما دی ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کیا قصور کہ اس کو امتی بنایا جائے اس کا جواب خدائے تعالیٰ نے خود دے دیا ہے کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لے لیا تھا۔ کہ جب خاتم

النبیین آئے۔اور تمہاری تصدیق فرمائے تو تم سب اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ جب حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام متابعت شریعت محمدی کر کے اسلامی طریقہ پر نماز پڑھیں گے۔تو پھر خدا کی وصیت کے برخلاف کس طرح ہوا۔اسلامی طریقہ پر حضرت عیسیٰ کا بعد نزول نماز پڑھنا عین حکم خداوندی کے موافق ہے۔پس اگر ایک نبی دوسرے نبی کی متابعت کرے۔تو اس کی اپنی نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔حضرت خاتم النبیین کی تابعداری کرو۔اور حضور علیہ السلام نے ملت ابراہیمی کی جو تابعداری فرمائی۔تو کیا ان کی اپنی نبوت جاتی رہی ہرگز نہیں۔تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت خاتم النبیین کی تابعداری سے کیوں جاتی رہے گی۔

حضرت خاتم النبیین نے جو فرمایا۔کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔اس حدیث سے ثابت ہے۔کہ ایک نبی کی دوسرے نبی کی تابعداری سے نبوت نہیں جاتی۔یہ مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے جو کہ ایک مسلمان دیندار کی شان سے بعید ہے۔

باقی رہا زکوٰۃ دینا،اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ زکوٰۃ نہیں دیتے۔اور صاحب نصاب ہیں۔افسوس مرزا صاحب کو حق بات چھپاتے ہوئے خوف خدا نہیں آتا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تو صاحب نصاب نہ ہوئے۔اور نہ کبھی زکوٰۃ مال جمع شدہ ادا کی ہمیشہ بے خان ومان مسافرت میں رہے اور رسالت کا کام انجام فرماتے رہے۔جب اس دنیا میں ان کے واسطے زکوٰۃ فرض نہ تھی۔کیونکہ مال دار نہ تھے تو اس دنیا میں جس جگہ دنیاوی مال نہیں کس طرح زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔اب یہ سوال ہوسکتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نبی کو جو حکم اس کی امت کے واسطے ہوتا ہے وہ نبی اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔جب یہود

نے آ کر پوچھا کہ حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں فرمایا: انا عبد اللّٰہ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں خدا نے مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی مقرر فرمایا ہے اور مجھ کو احکام دیئے ہیں۔ ان حکموں میں سے یہ حکم بھی ہے کہ نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں۔ آخر آیات تک جیسا کہ آیات پہلے لکھی گئی ہیں۔ غرض کہ جو احکام امت کے واسطے ہوتے ہیں وہ نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کو حکم زکوٰۃ کا ہوا۔ کیا کبھی حضور علیہ السلام نے بھی مال جمع کیا اور زکوٰۃ دی۔ جب تم محمد رسول اللہ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دو گے تو ہم حضرت عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں گے۔ ورنہ جو احکام شریعت امت کے واسطے خاص ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں نبی ان سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے ضروری نہیں کہ خود بھی ضرور کریں۔ زکوٰۃ کی فلاسفی کیا ہے۔ کہ مساکین نادار دینداروں کو امداد دی جائے۔ جب آسمان پر مساکین نہیں تو زکوٰۃ کا مسئلہ وہاں کس طرح جاری رہ سکتا ہے۔

مگر تعجب تو یہ ہے کہ وفات مسیح سے اس آیت کا کیا تعلق۔ مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور بلا دلیل باتیں جہلا کو بہکانے کے واسطے بلا سند طبعزاد شروع کر دیں۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے ﴿وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْت﴾ یعنی مجھ کو برکت والا کیا ہے چاہے کہیں بھی رہوں۔ اس ﴿اَیْنَ مَا کُنْت﴾ سے سکونت آسمانی ثابت ہے۔ کیونکہ جب کبھی کوئی کسی بلا اور مصیبت سے مخلصی پاتا ہے اور سلامتی کی جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو مبارک مقام کہتے ہیں۔ یہ مبارک ہرگز نہیں کہ کوڑے مارے جائیں لمبے لمبے کیل صلیب کے ٹھوکے جائیں اور خون جاری ہو اور عذاب الٰہی زیادہ اس پر یہ ہو کہ بقول مرزا صاحب جان نہ نکلے۔ پس مبارک اسی میں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ﴿اِنِّیْ رَافِعُکَ﴾ حضرت عیسیٰ کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر آسمان پر پہنچا کر بے خطر فرما کر مبارک فرمایا۔ ﴿اَیْنَ مَا کُنْت﴾

میں آسمان پر جانے کا اشارہ ہے ورنہ ﴿وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا وَّاَوْصَانِیْ﴾ (الآیۃ) کافی تھا۔ جہاں کہیں رہوں اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کے رہنے کی دو جگہ ہیں زمین بھی اور آسمان بھی ورنہ ﴿اَیْنَ مَا کُنْتَ﴾ فرمانے کی کچھ حاجت نہ تھی۔

پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے نہ کہ وفات۔ یہ کہاں اس آیت میں لکھا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے یا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مار ڈالا۔ جیسا کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے مراد اٹھایا جانا اور جسم کا بچانا ثابت ہے۔ نصوص شرعی کے مقابل من گھڑت باتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفاتِ مسیح پر غلط ہے۔

قولہ گیارھوں آیت: ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے ہیں حالانکہ اگر رفع ونزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس جگہ خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

اقول: اس آیت کو پیش کر کے مرزا صاحب نے اپنے تمام مذہب کی تردید کر دی۔

اول: صلیب دیا جانا جو مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ مسیح صلیب دئے گئے اور صلیب کے عذاب اس کو اس قدر دیئے گئے کہ بے ہوش ہو گئے اور ایسی غشی کی حالت میں ہو گئے کہ مردہ متصور ہو کر اتارے گئے اور دفن کئے گئے وغیرہ وغیرہ (دیکھو ازالہ اوہام)

اس آیت سے تمام مذہب اور قیاس مرزا صاحب غلط ہوا کیونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ مسیح کی سلامتی کی تصدیق فرماتا ہے کہ مسیح کو یوم ولادت سے یوم موت تک سلامتی

ہے۔تو ثابت ہوا کہ مسیح ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے اور سلامت رہے۔کوئی مرزائی کسی لغت کے کتاب یا قرآن وحدیث سے دکھا سکتا ہے کہ سلامتی کے معنی پہلے کوڑے مارے جانے جن کے صدمات اور ضربوں سے گوشت پارہ پارہ ہوجائے اور پھر ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں میں لمبے لمبے کیل ٹھوکے جائیں۔اوران سے خون جاری ہواور اس کثرت سے عذاب دئیے جائیں کہ تمام دیکھنے والے چشم دید شہادت دیں۔کہ جان ان صدموں اور دردو کرنے سے نکل گئی تھی جب تک کوئی کتاب پیش نہ کریں جس میں لکھا ہو کہ سلامتی کے معنی صلیب کے عذاب ہیں۔تب تک کوئی باحواس انسان تو قبول نہیں کرتا کہ مسیح سلامت بھی رہے اور صلیب کے عذاب بھی ان کو دیئے گئے۔پس صلیب کی تردید اور رفع جسمانی کی تصدیق اس آیت میں ہے کہ مسیح بال بال بچائے گئے اور رفع جسمانی کرکے خدا نے ان کو حسب وعدہ اس آیت کے سلامت رکھا۔

دوم: مرزا صاحب نے جو رفع روحانی کا ڈھکوسلا ایجاد کیا تھا غلط ثابت ہوا۔کیونکہ اس آیت میں صاف صاف مذکور ہے کہ مسیح کو اپنی سلامتی کا علم تھا کہ مجھ کو یوم ولادت سے یوم وفات تک سلامتی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی دعا رفع روحانی کے واسطے نہ تھی بلکہ صلیب کے عذابوں سے جن کو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا ان سے بچنے کی دعا کی تھی اور وہی دعا قبول ہوکر ﴿اِنِّی رَافِعُکَ﴾ کا وعدہ دیا گیا تھا کہ ہم تجھ کو صلیب سے بچالیں گے۔یہ تو ہرگز معقول نہیں کہ مسیح کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا۔جب رفع روحانی حاصل تھا تو پھر دعا سلامتی جسم کے واسطے تھی جو قبول ہوئی اور رفع روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہوا کیونکہ عذاب جسم کو دیے جاتے تھے نہ کہ روح کو۔

سوم: مرزا صاحب کا یہ مذہب بھی اس آیت سے باطل ہے کہ مسیح صلیب سے بچ کر کشمیر میں پہنچے اور وہاں ۸۷ برس زندہ رہ کر فوت ہوئے۔کیونکہ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر

زندگی بسر کرنے کا نام سلامتی کی زندگی کوئی باہوش نہیں کہہ سکتا۔ کہ سلامتی اسی حالت میں ہو سکتی ہے کہ بے خوف وخطر اپنی زندگی پوری کرے۔ جب مسیح اپنے دشمنوں کے ڈر سے اپنی رسالت کا کام نہ کر سکا تو خاک سلامتی ہوئی کیونکہ کشمیر میں کوئی عیسائی نہ ہوا۔ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے۔

چہارم: مرزاصاحب کا یہ مذہب کہ مسیح ایک سو برس کی عمر میں اپنی موت سے فوت ہوگیا تھا۔ اس آیت سے غلط ثابت ہوا کیونکہ ﴿یَوْمَ اَمُوْتُ﴾ آیت کے الفاظ ہیں اور **اموت** کے معنی **مات** کے ہرگز کوئی عربی دان نہیں کر سکتا۔ جب قرآن کی اس آیت کے نزول کے وقت تک مسیح علیہ السلام کو **اموت** کہا گیا یعنی مروں گا تو ثابت ہوا کہ ابھی تک **فوت نہیں** ہوا۔ یعنی اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک جو چھ سو برس سے زیادہ عرصہ ہے، حیات ثابت ہوئی۔ کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ جو شخص فوت ہو چکا ہو وہ اپنے آپ کو اموت کہتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ زندہ کے حق میں اموت آتا ہے۔ یعنی جس دن میں مروں گا۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے۔

پنجم: مرزاصاحب کا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں غلط ہوا کیونکہ اس آیت کی تشریح میں مرزاصاحب نے خود اقرار کرلیا کہ رفع اور نزول کا ذکر اس آیت میں نہیں۔ چونکہ اس آیت میں رفع ونزول کا ذکر نہیں اس لیے یہ خیال مسلمانوں کا ہیچ ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔ جب بقول مرزاصاحب نزول باطل ہے تو مرزاصاحب کا اپنا دعویٰ بھی باطل ہوا۔

ششم: حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب ہے، کیونکہ مسلم کی حدیث **عن نواس بن سمعان** میں چند بار یہ الفاظ آئے ہیں: **ویُحصَر نبیُّ اللّٰہ عیسٰی واصحابہ، فیَرغَبُ نبیُّ اللّٰہ عیسٰی واصحابہ، ثم یَھبِطُ نبیُّ اللّٰہ عیسٰی واصحابہ.** پس حضرت عیسیٰ کے اصالتاً نزول سے انکار رسول اللہ کا انکار اور تکذیب ہے۔

کیونکہ عیسیٰ نبی اللہ ہیں اور غلام احمد قادیانی جو ۱۹ سو برس کے بعد پیدا ہوا ہو ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ اسم علم کبھی نہیں بدلتا۔ غلام احمد قادیانی سے غلام احمد کی ذات ہوگی نہ کسی غیر کی۔ پس غلام احمد کو عیسیٰ نبی اللہ سمجھنا رسول اللہ کی تکذیب ہے۔ افسوس مرزا صاحب وفات مسیح کے ثابت کرنے کے واسطے ایسے ایسے رڈی دلائل پیش کرتے ہیں کہ کوئی اہل علم ایسا نہیں کر سکتا آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ کا رفع اور نزول ترک کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے سبحان اللہ مسیح موعود ہونے کا مدعی سلطان القلم کے معزز لقب سے ملقب اور یہ جاہلانہ استدلال کہ چونکہ اس آیت میں رفع ونزول ترک کیا گیا ہے اس واسطے رفع ونزول باطل خیال ہے۔ یہ ایسا ہی استدلال ہے۔ جیسا کہ ایک جاہل اجہل قرآن شریف کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ پیش کر کے مرزا صاحب کی طرح کہہ دے کہ چونکہ اس آیت میں نماز زکوٰۃ وحج کا ذکر نہیں آیا اور قادیانی منطق کی رو سے جب ایک آیت میں کوئی امر ترک کیا جائے تو ہیچ اور خلاف واقع ہے اس واسطے نماز وزکوٰۃ وحج ہیچ وسراسر باطل خیال ہے۔ مسلمانو غور کرو کہ وفات مسیح کے عشق نے مرزا صاحب کو کہاں تک پہنچا دیا کہ اگر قرآن کی ایک آیت میں سارے قرآن کا مضمون نہ ہو تو سارا قرآن و دیگر احکام قرآن ہیچ وسراسر باطل ہو جاتے ہیں یہ ہیں قادیانی حقائق ومعارف۔ کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ یہ طریقہ استدلال آپ نے کہاں سے سیکھا ہے اور کس علم سے یہ من گھڑت ایجاد بندہ اگرچہ سراسر باطل خیال گندہ لیا ہے۔ کیا یہ بھی الہامی دلیل ہے؟ کہ اگر ایک حکم یا امر ایک آیت میں مذکور نہ ہو تو دوسری آیات (نعوذ باللہ) بقول مرزا صاحب سراسر باطل ہیں۔ اس طرح تو اس آیت کے تمام قرآن شریف (نعوذ باللہ) رڈی ہوا۔ کیونکہ جس طرح مرزا صاحب نے لکھ مارا کہ رفع ونزول چونکہ اس آیت میں مذکور نہیں اس واسطے رفع ونزول باطل ہے۔ اور قرآن مجید کی آیات ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

الَیه، وَاِن مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی طرف اشارہ نہ دیکھا بلکہ یہاں تک خودغرضی نے محوحیرت کردیا کہ یہ آیات خود ہی پہلے اسی کتاب میں پیش کر کے آئے ہیں۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ رفع ونزول اس آیت میں ترک کرنا دلیل ہے رفع اور نزول کے باطل ہونے کی۔ اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا مذکور نہیں اور یہ واقعہ عظیمہ تک ذکر نہ کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ خیال کے مسیح بغیر باپ پیدا ہوا سراسر خیال غلط ہے۔ تو جو جواب مرزائی اس معترض کو دیں گے وہی جواب ہمارا ہوگا۔ غرض مرزا صاحب نے اس استدلال سے اپنا سلطان القلم ہونا اور معجز بیان ہونا ثابت کردیا ہے۔ کیا مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر تمام وکمال واقعات قرآن مجید میں مختلف مقام اور آیات میں مسیح کی نسبت مذکور ہیں سب کہ سب ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے اور اسی آیت میں آجاتے کیونکہ ترک کرنا باطل کرنے کی دلیل ہے تو اس طرح تمام مذہب اسلام باطل ہے۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ کسی آیت میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر ہے، کسی آیت میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ذکر ہے، کسی آیت میں نماز کا ذکر ہے اور کسی آیت میں حج کا ذکر ہے۔ اور کسی آیت میں زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کے مذہب میں اگر حج والی آیت پر عمل ہو تو نماز وروزہ اور یتیموں کے ساتھ سلوک اور والدین سے احسان وغیرہ وغیرہ سب احکام سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کا ذکر پیش کردہ آیت میں ترک کیا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کی حالت پر جو خیال ان کے دل میں پیدا ہوتا خواہ وہ کیسا ہی نامعقول ہوتا اس کو لکھ مارتے اور افسوس ان کے مریدوں پر جو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کا استدلال کس طرح درست ہوسکتا ہے اور یہ آیت وفات مسیح پر کس قاعدہ اور طریقہ اہل علم سے دلالت کرتی ہے۔ مرزا صاحب بڑے زور شور سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مرید بھی کہتے ہیں کہ مسیح آسمان

پر طعام کہاں سے کھاتا ہوگا۔ بول و براز کہاں کرتا ہوگا۔ اور دیگر حوائج انسانی کس طرح پوری کرتا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ تو ان کا جواب ہم مرزا صاحب کے قاعدہ استدلال سے یہ دیتے ہیں کہ چونکہ اس آیت ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ میں کھانے پینے بول براز اور واقعات عظیمہ کا ذکر ترک کیا گیا ہے۔ اس واسطے مسیح کھانے پینے بول براز کے خیالات باطل ہیں جس طرح اس کے رفع ونزول کے خیالات ترک ذکر سے باطل ہیں۔ اگر مرزائی ہماری اس دلیل کو تسلیم کرلیں گے تو ہم بھی مرزا صاحب کی اس دلیل کو تسلیم کرلیں گے ورنہ یہ شعر ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں کی نذر کریں گے۔

کیونکہ مرزا صاحب وفات مسیح کے ثابت کرتے وقت سب مسلمات دین ولغات ومحاورات بھول جایا کرتے تھے۔ نادان سے نادان آدمی بھی جانتا ہے کہ جب یوم ولادت ویوم وفات ذکر کیا جائے تو تمام وسطی حالات کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ **"اول را بآخر نسبتے هست"** کا مشہور مقولہ شاہد ہے۔ پس یہ آیت بھی حیات مسیح پر دلیل ہے نہ کہ وفات مسیح پر۔ کیونکہ اس سے رفع جسمانی ثابت ہے۔

قوله بارهویں آیت: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفّٰى وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ اس آیت میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جارہی ہے۔ ''بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کیے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان ہوجاتے ہیں''۔

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی اور نہ مسیح سے یہ متعلق ہے۔ مسلمانوں کو قرآن مجید کا (۱۷پارہ رکوع ۸) دیکھنا چاہیے۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں تحریف معنوی کی ہے۔ پہلے ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں:

یہ آیت قیامت کے منکر کفار کو سمجھا رہی ہے کہ وہ خدا جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر علقہ بنایا، پھر مضغہ سے بنایا اور پھر ماں کے پیٹ میں جگہ دی اور پھر اپنے ارادہ سے طفل بنا کر نکالا۔ اور پھر جوان کیا۔ پھر تم میں سے کوئی تو مر جاتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی طرف لوٹا کرلایا جاتا ہے کہ پھر اس کو کوئی علم نہیں رہتا۔ یہ خلاصہ ترجمہ کا ہے۔ اوپر کی آیت کا اور آیت مستدلہ کا۔ یہ آیت خدا تعالیٰ کی قدرت اور عجوبہ نمائی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو محالات عقلی کے دلائل سے قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کو سمجھاتا ہے کہ تم قیامت کے محالات عقلی پر کیوں جاتے ہو پہلے اپنی ہی پیدائش کے حالات اور مختلف منازل کی طرف دیکھو کس طرح ہم نے تم کو بنایا۔ اور جب ہم نے تم کو عدم سے بنا کر کھڑا کیا تو اب تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔ جب ہم پہلے محالات عقلی پر قادر تھے تو اب بھی ہم تم کو قبروں سے اٹھا سکتے ہیں جو تمہارے نزدیک محالات عقلی میں سے ہے۔

اس آیت کا وفات مسیح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اگر مرزائی صاحبان اقرار کریں کہ یہ آیات حضرت مسیح کے حالات پر حاوی ہیں اور حضرت مسیح بھی اسی سنت اللہ اور قانون فطرت اور قدرت کے تابع ہے تو ہم زور سے کہتے ہیں کہ ان کی حالت اس شکار کی طرح ہوگی جو خود شکاری کے آگے آجائے اور شکاری باآسانی اس کو اپنے دام میں پھنسا دے۔ پہلے اس کے کہ کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حمایت کرے اور مسیح کو قانون قدرت کے ماتحت لائے ہم خود ہی مفصلہ ذیل دلائل پیش کر دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی اور مرزا صاحب کا استدلال اس آیت سے بھی غلط ہے۔

اول: خدا تعالیٰ نے ان آیات میں قانون فطرت بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے۔ مگر مسیح علیہ السلام باتفاق فریقین بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا۔ جب پہلے ہی مسیح اس قانون فطرت سے مستثنیٰ کر کے بغیر مس مرد کے صدیقہ مریم کے پیٹ میں خلاف قانون فطرت

متذکرہ بالا آیات جو اس آیت سے پہلے ہیں پیدا کیا تو پھر یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز صادق نہیں آسکتی۔

دوم: یہ نطفہ انسان کی صفت ہے کہ وہ عمر کی درازی سے ضعیف ہو جاتا ہے اور مادی ہونے کے باعث زمین کی تاثیرات سے متاثر ہو کر ضعیف ہو جاتا ہے۔ مگر آسمان کی تاثیرات ایسی ہیں کہ اجرام فلکی کا **بدل مایتحلل** ساتھ ہی ساتھ ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ ضعیف نہیں ہوتے۔ پس مسیح بھی تاثیرات فلکی سے ارذل عمر کے ضعف سے بچا ہوا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ فرشتے، ستارے، آفتاب، مہتاب وغیرہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں۔ لہٰذا مسیح بھی آسمان پر درازی عمر سے نکما نہیں ہو سکتا اور نہ زمین کی آب وہوا کی طرح آسمان کی آب وہوا ہے کہ مسیح کو ارذل عمر ملے۔ چونکہ مسیح کی پیدائش نفخ روح سے تھی اور روح درازی عمر سے ضعیف نہیں ہوتا صرف جسم ہوتا ہے۔ اس لیے مسیح کے واسطے ارذل عمر کا ضعف لازم نہیں۔ کیونکہ وہ روح تھا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ''فصوص الحکم'' میں لکھتے ہیں: اور عیسیٰ علیہ السلام دو جہت سے بشر کی صورت ہوئے۔ ایک جہت ان کی ماں کی طرف سے تھی اور دوسری جہت جبرئیل سے تھی۔ کیونکہ وہ بشر کی صورت پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور یہ دو جہتیں اس واسطے ہوئیں کہ اس نوع انسانی میں تکوین خلاف عادت نہ واقع ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿**کَلِمَۃٌ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ**﴾ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ ہیں اور ان کو مریم کی طرف القا فرمایا اور وہ روح اللہ ہیں (دیکھو فص عیسوی فصوص الحکم اردو شیخ اکبر ابن عربی) کے اس حوالے سے جو قرآن کی تفسیر میں ہے۔ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ماں کی جہت سے بشر تھے اور باپ کی جہت سے روح اللہ تھے۔ پس مسیح قانون خلقت انسانی کے ماتحت پیدا نہ ہوئے اور نہ ارذل عمر کا ہونا ان کے واسطے ہونا ضروری ہے۔ یا تسلیم کرو گے کہ روح اللہ کو بھی ارذل عمر

ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل سب پیغمبروں اور رسولوں کے پاس آتے رہے جو ابتدائے دنیا سے پیدا ہوتے رہے اور وہ ارذل عمر کو نہ پہنچے حالانکہ ہزاروں برس گزر گئے اور نہ علم الٰہی حضرت جبرائیل کو فراموش ہوا۔

سوم: جب خدا تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے حق میں فرماتے ہیں کہ ''وہ نہ صلیب دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا'' تو ثابت ہوا کہ وہ ارذل عمر اور وفات وضعف پیری سے ایسا ہی مستثنیٰ کیا گیا جیسا کہ اپنی ولادت میں قانون فطرت سے مستثنیٰ کیا گیا تھا کہ بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوا اور عجوبہ نمائی قدرت خدا تعالیٰ کی ظہور میں آئی۔ کیونکہ علم طب سے ثابت ہے کہ ہڈی نطفہ مرد سے بنتی ہے اور گوشت خون حیض سے بنتا ہے مگر مسیح میں ہڈی تھی اور نطفہ مرد سے پیدا شدہ نہ تھا۔ اسی طرح تا نزول اس کو عمر دراز عطا کی گئی اور ارذل عمر کے اثر سے خاص کرشمہ قدرت سے محفوظ ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی وجہ استدلال کا جواب دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ وجہ استدلال بھی غلط ہے۔

اول: مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں...... (الخ)

مرزا صاحب نے ''دو ہی طرح سے سنت اللہ کا جاری ہونا'' کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے؟ آیت میں تو دو کا کوئی لفظ نہیں اور نہ طبعی موت کا لفظ ہے۔ الفاظ ''دو طریق اور طبعی موت'' مرزا صاحب نے اپنے پاس سے لگا لیے ہیں جو کہ مشاہدہ سے بھی غلط ہے کیونکہ بعض بچے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں جو کہ مرزا صاحب کے دو طریق کے حصر کو توڑ رہے ہیں۔ بعض کا اسقاط حمل ہو جاتا ہے اور پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ اس سے بھی مرزا صاحب کا حصر کہ ''دو ہی طریق سے سنت اللہ جاری ہے'' غلط ہے۔

دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں مگر عمر طبعی کا عرصہ نہ بتایا کہ کتنی عمر کو عمر طبعی کہتے ہیں اور جب اس حد سے عمر گزر جائے تو عمر ارذل ہے۔ افسوس مرزا صاحب فلاسفہ کی تقلید تو کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ڈر جاتے ہیں اور بودی دلائل سے جہلاء کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حکمائے یونان کا مقولہ ہے کہ عمر طبعی انسان کی ایک سوبیس برس مقرر ہے۔ اس سے اگر پہلے مر جائے تو یہ موت طبعی نہیں بلکہ کسی حادثہ سے ہے جیسا کہ چراغ میں تیل بھی ہو بتی بھی ہو مگر ہوا کے جھونکوں سے گل ہو جائے۔ اسی طرح انسان عمر طبعی سے پہلے مر جاتے ہیں۔ مگر اہل اسلام بلکہ کل اہل مذاہب کا اتفاق ہے کہ کسی جاندار (انسان ہو یا حیوان) کی عمر طبعی مقرر نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق موت آتی ہے خواہ کوئی جوان ہو، خواہ بوڑھا، خواہ شیر خوار بچہ، خواہ جنین یعنی وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ مرزا صاحب کا استدلال تب درست ہو سکتا تھا کہ عمر طبعی قرآن یا کسی حدیث سے ثابت ہوتی۔ مگر قرآن اور توراۃ سے تو ثابت ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۷ برس اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ برس اور نوح علیہ السلام کی عمر ۱۲۰۰ برس کی تھی۔ شاہنامہ ''فردوسی طوسی'' میں لکھا ہے کہ رستم کی عمر ایک ہزار ایک سو تیرہ برس کی تھی ع

''ہزار صد و سیزدہ سالہ مرد''

مرزا صاحب نے عمر طبعی کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ جب اس حد سے گزر جائے تو ارذل عمر ہے۔ جب موت کا وقت مقرر نہیں اور یہ ایسا مسلمہ امر ہے کہ جس میں موافق و مخالف سب متفق ہیں اور صرف اتفاق ہی نہیں بلکہ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ اچانک موت آجاتی ہے۔ طبعی موت کی کوئی حد مقرر نہیں جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف بلاتا ہے تو وہ فوراً چلا جاتا ہے ﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ نص قرآنی شاہد ہے۔ اور اگر اخیر عمر کے حصے کو ارذل کہا جائے تو اس سے کوئی انسان خالی نہیں۔ کیونکہ

جو پچیس برس کی عمر میں فوت ہوا اس پندرہ برس کی عمر کے مقابل بیس پچیس برس کا زمانہ ارذل عمر ہے اور جو سو برس کی عمر میں فوت ہوا اس کا ارذل زمانہ نوے برس ہوا اور جس نے ہزار برس کی عمر پائی اس کا زمانہ ارذل عمر تو سو برس کے بعد ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس مسیح کا زمانہ ارذل عمر نزول کے بعد ہو سکتا ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ طبعی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر ہے تو کوئی مرزائی بتائے۔

دور نہ جاؤ! مرزا صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کا آخری حصہ عمر اگر ارذل تھی تو پھر وہ تمام علم بھول گئے تھے اور نادان بچوں کی طرح باتیں کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط ثابت ہوا اور ایسے ایسے دلائل شاید اسی ارذل عمر کا خاصہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ان کا ارذل زمانہ ۷۰، ۸۰ برس ہے جس کے درمیان فوت ہو گئے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے جو قرآن میں تحریف کر کے طبعی عمر اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے غلط ہے۔ اور یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلیل نہیں۔

قولہ تیرھویں آیت: یہ ہے ﴿وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ یعنی ”تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے“۔ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ ”یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ ﴿لَكُمْ﴾ جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اسبات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ الخ (ازالہ اوہام، ص ۲۰۹)

اقول: یہ آیت بھی مسیح کے متعلق نہیں یہ تو آدم اور شیطان کے حق میں ہے۔ دیکھو اس سے پہلی آیت ﴿وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ یعنی ”اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین میں تمہارے لیے ایک وقت خاص تک

ٹھکانا ہے‘‘۔

اب روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس (شیطان) کے حق میں ہے۔ اور اس وقت ابھی مسیح کی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔ تو یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔ یعنی جب حضرت آدم نے نافرمانی کی اور شیطان کے بہکانے سے گنہگار ہوا تو خدا تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور فرمایا کہ آسمان سے نیچے زمین پر اتر جاؤ اور وقت مقرر تک وہاں ہی رہو۔ حضرت مسیح کی وفات کا اس میں کہاں ذکر ہے اور حضرت مسیح کا آسمان پر جانا جو صریح نص قرآنی اور شہادت انجیل سے ثابت ہے۔ کیونکر ناممکن ہے۔ بلکہ اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ انسان آسمان پر جاسکتا ہے۔ کیونکہ انسان کا جد امجد حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے اترے۔ جب آسمان سے اترنا اسی آیت سے جو مرزا صاحب نے خود پیش کی ہے ثابت ہے تو آسمان پر جانا بدرجہ اولیٰ ممکن اور ثابت ہوا۔ کیونکہ آسمان پر انسانی سکونت پہلے تھی اور اس کے طعام آسائش کے سامان بھی مہیا تھے۔ جب پہلے انسان وہاں پر سکونت پذیر تھا۔ اور کسی جرم کی سزا میں زمین پر اتار اگیا تو اس آیت سے آسمان پر جانا ممکن ہوا۔ کیونکہ جو شخص ایک جگہ سے آئے اس جگہ واپس بھی جاسکتا ہے۔

دوم: ﴿اِهْبِطُوْا﴾ کے حکم سے معلوم ہوا کہ آسمان سے زمین پر اترنا ہوا۔ جب انسان آسمان پر نہیں رہ سکتا تھا تو آدم کسطرح رہا۔ کیونکہ بعد میں اترا پہلے تو رہتا تھا۔ اور کھاتا پیتا تھا۔ اور طعام اس کو ملتا تھا۔ کیونکہ بہشت میں سب اسباب معیشت موجود ہیں۔ اس سے تو مرزا صاحب کے تمام اعتراضات اڑ گئے کہ عیسیٰ کو آسمان پر طعام نہ ملتا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ مرزا صاحب **لکم** کو تخصیص کے فائدہ کے واسطے کہتے ہیں۔ یعنی **لکم** کا مرجع خاص شیطان اور آدم ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ **لکم** مرجع خاص آدم و شیطان ہیں مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے۔ کیونکہ جب شیطان اور

آدم کو یہ خطاب خاص ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ رہے۔ یعنی یہ خاص حکم کہ اتر جاؤ اور تمہارا ٹھکانا زمین ہے خاص آدم اور شیطان کے واسطے ہیں۔ مسیح کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا استدلال غلط ہے۔

قولہ چودھویں آیت: ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں فرق آ جاتا ہے عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے۔ الخ

اقول: اس آیت میں بھی کہیں نہیں لکھا کہ مسیح فوت ہو گئے اور نہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔ مرزا صاحب کی جو وجہ استدلال ہے وہی درست نہیں۔ کیونکہ جب زیادتی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کہ جب انسان اس حد تک پہنچ جائے۔ تو پھر فرتوت وہیم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایسا بوڑھا کہ اس کے حواس قائم نہ رہیں۔ انسان کی فطرت مختلف طاقتوں اور قوتوں والی بنائی گئی ہے۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ کئی لوگ پچاس برس سے زیادہ عمر کے ہوئے اور ان کی طاقتیں بالکل سلب ہو جاتیں ہیں اور بچپن کا زمانہ عود کر آتا ہے۔ مگر بعض ایسے طاقتور ہوتے ہیں کہ اسی نوے برس کی عمر میں بھی ان کی نظر قائم رہتی ہے۔ اور حواس بجا رہتے ہیں اور ایسی صائب رائے دیتے ہیں کہ جوانوں کو بھی وہ باتیں نہیں سوجھتی۔ جوان کو سوجھتی ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی اور جب مسلمانوں سے مقابلہ تھا تو ایسی ایسی تدبیر اس کو سوجھتی تھیں کہ بہت تو جوانوں کو نہ سوجھتی تھیں۔ زیادتی عمر نے اس کی قوتوں میں کچھ کمی نہ کی۔ پنجاب میں ایک مثل مشہور ہے کہ ''فلاں شخص ستر بہتر گیا ہے۔'' یعنی بے وقوفی کی باتیں کرتا ہے حالانکہ ہزاروں اشخاص کے حق میں یہ مثال غلط ہوتی ہے۔ حکیم نور دین صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھیں مگر ان کو قادیانی مشن کی ترقی کے وہ وہ وسائل سوجھتے تھے

کہ کسی جوان مرزائی کو نہ سوجھتے تھے۔ پس جب عمر کی طاقتوں کی کوئی حد نہیں تو پھر یہ قیاس ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادتی عمر کے باعث نکما ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام سے خاص معاملہ ہے اور مسیح بھی نبی ورسول تھا۔ اس لیے اس کے ساتھ بھی خاص معاملہ ہے کہ وہ تا نزول زندہ رہے گا۔ اور درازی عمر کا اثر اس پر ہرگز نہ ہو گا جس طرح کے اصحاب کہف پر باوجود گزر جانے عرصہ دراز ۳۰۹ سال کے وہ جس عمر اور طاقت کے ساتھ سوئے تھے۔ ۳۰۹ برس کے بعد اسی طاقت اور عمر کے ساتھ اٹھے اور زمانے کے اثر سے محفوظ رہے۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴۰۰ برس کی تھی اور زمانے کے اثر سے وہ محفوظ رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر ۹۱۲ برس کی تھی اور ان کی طاقتوں میں فرق نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے کہ وہ اسے قاعدہ کلیہ بناتے ہیں۔ اور جو امر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی پر منحصر رکھا ہوا ہے۔ اس کو اپنے قیاس سے خلاف منشاء خدا تعالیٰ کلیہ قاعدہ بتاتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے کوئی طبعی عمر مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی پیری وغیرہ کا زمانہ مقرر فرمایا ہے۔ تو پھر یہ غلط خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تغیر کا زمانہ آ گیا ہو گا۔ جب کہ ثبوت موجود ہے کہ آسمانی مخلوق بہ نسبت زمینی مخلوق کے الطف اور اکمل ہے۔ اور زمانہ کا اثر ان پر کم ہوتا ہے یا بالکل ہی نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا بنی ہے چاند و سورج و ستارے وغیرہ بروج اپنے اپنے کام میں بحکم ایزد متعال لگے ہوئے ہیں کوئی بوڑھا نہیں ہوا۔ کوئی ارذل عمر تک پہنچ کر ردی نہیں ہوا فرشتے بوڑھے ہو کر پاگل نہیں ہو گئے۔ حاملان عرش نے بوڑھے ہو کر اور کم طاقت ہو کر عرش رب العالمین کو پھینک نہیں دیا تو حضرت عیسیٰ آسمان پر کس طرح زمانہ کے اثر سے ﴿نُعَمِّرْهُ﴾ ہو کر نکمے ہو سکتے ہیں؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت سے لاعلمی کا باعث ہے اور اس حی و قیوم خدا کی

قدرت لامحدود سے ناواقفیت کا سبب ہے کہ مرزا صاحب کو ایسے ایسے وہم اور قیاس سوجھتے ہیں۔ ورنہ جس کا یہ اعتماد ہو کہ خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس نے صرف ایک امر کُنْ سے تمام کائنات کو ایک دم بنا کھڑا کیا ہے۔ اس کے آگے ایک انسان کو درازی عمر کا دینا اور تانزول زندہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ افسوس مرزا صاحب ایک حرف تو مانتے ہے کہ خدا نے ابراہیم پر آگ سرد کردی جو بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ مگر دوسری طرف حضرت عیسیٰ کے زیادہ عمر پانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ایسے ایسے ردی دلائل پیش کرتے ہیں کہ بقول ان کے ان کی اپنی ہی ارذل عمر کا ثبوت ہے۔ ورنہ دیندار مومن بالغیب کی شان سے بعید ہے کہ ایسے ایسے من گھڑت ڈھکوسلوں سے نصوص قرآنی کا انکار کرے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا استدلال غلط ہے۔

قولہٗ پندرھویں آیت: ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَۃً﴾ ترجمہ: ''خدا وہ ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دے دی'' یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح پر نص قطعی تو درکنار کنایۃً بھی دلالت نہیں کرتی۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ ہر ایک انسان کے لئے ضعف پیری ضرور ہے اس لئے حضرت مسیح بھی ضعف پیری سے بچ نہیں سکتے مگر کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ضعف پیری سے موت ہو جاتی ہے یا جو ضعف پیری سے ضعیف ہو جائے وہ ضرور ہی مر جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں بوڑھے ضعیف دنیا میں بقید حیات موجود ہیں۔ کیا یہ ان کی وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس قدر عمر پائی۔ کیا وہ مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ جو ضعیف العمر ہو وہ ضرور مر جاتا ہے۔ جبکہ پیری کا کوئی

خاص زمانہ مقرر نہیں اور نہ عمر طبعی کا کوئی زمانہ مقرر ہے۔ اگر کوئی جاہل حکیم نورالدین سے کہتا کہ آپ ضعف پیری سے فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پیش کرتا ہے کہ چونکہ آپ کو ضعف پیری آگیا ہے۔ آپ مردہ ہیں لہٰذا آپ خلیفہ نہیں ہو سکتے کیونکہ مردے کبھی خلیفہ نہیں ہوتے تو مرزا صاحب کے مرید اس دلیل کو تسلیم کر لیتے اور حکیم صاحب کو مردہ تصور کر لیتے، ہرگز نہیں۔ تو پھر مسلمان مرزا صاحب کی اس دلیل کو کس طرح تسلیم کر لیتے۔ (☆) ''مولوی محمد احسن صاحب امروہی'' اب تک ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی مردہ مانے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی مردہ مانے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعف پیری سے کس طرح مردہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا ضعف اور موت ایک ہی چیز ہے۔ مرزا صاحب خود ہمیشہ امراض کے دورہ سے کمزور اور ضعیف رہتے۔ دردسر اور دیگر بیماریوں کے باعث ضعیف رہتے مگر کوئی ان کو مردہ نہ سمجھتا تھا۔ اگر بفرض محال یہ سمجھ لیں کہ مسیح کی عمر دو ہزار برس ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف العمر ہے تو اس سے اس کی وفات کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ ضعیف العمری نشان زندگی ہے نہ کہ نشان موت۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا۔ مرزا صاحب بار بار قانون قدرت! قانون قدرت! کہہ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ مسیح اس قانون قدرت کے نیچے ہے کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ مسلمان تو بار بار کہتے ہیں کہ بعد نزول مسیح ۴۰ برس زمین پر رہیں گے۔ اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن کئے جائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرتے کرتے ضعیف العمری ثابت کر کے حیات مسیح ثابت کر دی۔

قولہ سولھویں آیت: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ

﴿فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ﴾ (الخ)۔ یعنی اسی زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے۔ جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں اور پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہوجاتا ہے۔ کیا اس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح ہرگز نہیں بتاتی اور نہ یہ مسیح کے بارہ میں ہے۔ یہ آیت پیش کر کے تو مرزاصاحب نے دراز عمر ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ جس طرح پانی امتزاج عناصر سے کھیتی اور پھل تیار کرتا ہے یا پانی سے کھیتیاں اور پھل تیار ہوتے ہیں اسی طرح انسانی وحیوانی زندگی ہے آخر کار ہر ایک انسان کھیتی کی طرح کاٹا جائے گا۔ جس طرح کھیتی اور درخت کاٹے جاتے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے۔ جھگڑا تو سارا درازی عمر کا ہے اور درازی عمر ہم حضرات آدم ونوح وشیث علیہم السلام وغیرہم ثابت کر آئے ہیں۔ لیکن جس خدا نے ان رسولوں کو دراز عمریں دیں۔ وہی خدا مسیح کو بھی جس قدر چاہے دراز عمر دے سکتا ہے۔ اس میں کوئی خلاف قانون قدرت نہیں۔ جب بعد نزول مسیح فوت ہوگا۔ تو اسی قانون کے نیچے آجائے گا۔ اس مثال سے تو اللہ تعالیٰ نے درازی عمر مسیح ثابت کر دی ہے کہ فرمایا کہ یہ حیاتی دنیا کے پانی کی مانند ہے۔ جس طرح پانی دوسرے عناصر سے مل کر مختلف منازل طے کرتا ہے۔ یعنی پہلے بیج سے انگوری نکلتی ہے اور پھر درخت اور پھل، پھول، پتے ہوتے ہیں اسی طرح یہ حیاتی انسانی پہلے ماں کے پیٹ میں منزلیں نطفہ، مضغہ، میں ہونے کی منازل طے کر کے بچہ، طفل، جوان، اور فرتوت ہوکر آخر مر جاتا ہے۔ اس قانون سے کسی کو اختلاف وانکار نہیں۔ مگر مرزاصاحب جو اس قانون قدرت کو مساوی طریق پر ہر ایک متنفس پر یکساں جاری کرتے ہیں یہ غلط

ہے۔ کیونکہ نہ نباتات کا وقت یکساں معین ہے اور نہ حیوانات کا وقت زندگی یکساں سب حیوانوں کے واسطے مقرر ہے۔ سب کھیتیاں مساوی عمر کی نہیں ہوتیں اور نہ سب حیوان وانسان مساوی عمر کے ہوتے ہیں ہر ایک میں امر رب جاری ہے۔ دیکھو کدو وغیرہ وغیرہ ترکاریوں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ صرف بائیس تئیس مہینے پھل دے کر جل جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف جو، مکئی، گندم کئی ماہ میں تیار ہوکر کاٹے جاتے ہیں اور دیر تک انکا ذخیرہ رکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ترکاریاں اور پھل دو تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتے۔ پونڈا یعنی گنا دس ماہ کے بعد تیار ہوتا ہے اور اس کی عمر بھی کم ہوتی ہے۔ یہی اختلاف درختوں اور انکے پھلوں میں ہے آڑو کا درخت دو سال میں تیار ہوجاتا ہے۔ اور پھل لاتا ہے اور آم وانار کا درخت دس بارہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ لے کر تیار ہوتا ہے۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو روزمرہ مشاہدہ میں آرہی ہیں کہ نباتات کی عمریں بھی مساوی نہیں اور نہ قانون قدرت یکساں طور پر ہر ایک مخلوق میں جاری ہے۔ بعض حیوانات بہت عمر کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سانپ، گوہ وغیرہ۔ اور بعد حیوانات درازی عمر پاتے ہیں جیسے حشرات الارض اور بکری وغیرہ جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اس مثال پانی والی میں وجہ شبہ قانون نشوونما ہے جس کے واسطے کوئی حد مقرر نہیں۔ ایسا ہی انسانوں کی عمریں مساوی نہیں ان میں قانون نشوونما بیشک جاری ہے۔ مگر فطری طور پر نہیں ہے۔ سب میں مشیت ایزدی خفیہ کام کر رہی ہے منشائے حق کے مطابق سب نباتات مختلف طور پر پھل پھول لا رہے ہیں جب تک حکم ہوتا ہے تب تک پھل لاتے ہیں اور آخر جل سڑ کر تباہ ہوجاتے ہیں۔ مگر یہ ہرگز نہیں کہ سب کے سب ایک حد معین تک محدود ہوں۔ بعض درخت سیکڑوں برس تک قائم رہتے ہیں اور بعض چند سالوں میں ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح حیوان اور انسان ہیں کہ نشوونما میں تو اس قانون فطرت کے تابع ہیں مگر اپنی ہستی قائم رکھنے میں مختلف مدراج رکھتے ہیں اور سب میں امر حق جاری

ہے۔ اور مشیت ایزدی کے تابع ہیں۔ حضرت نوح اس قانون قدرت کے تابع پیدا ہوئے کہ ۱۴۰۰ برس تک مشیت ایزدی کے امر کے موافق زندہ رہے اور عوج بن عنق ۳۵۰۰ برس تک زندہ رہا۔ (دیکھو جامع العلوم، مطبوعہ نول کشور، صفحہ ۳۸) حالانکہ اب اس قدر عمر دراز محالات میں سے ہے اور خلاف قانون قدرت سمجھی جاتی ہے مگر واضح رہے کہ مقنن یعنی قانون بنانے والے کا اختیار ہوتا ہے کہ بعض امور میں قانون کی پابندی نہ کرے جس کو شاذونادر کہتے ہیں۔ دور نہ جاؤ حضرت مسیح کی ولادت ہی شاذونادر بطور معجزہ کے ہے۔ اگر اس کو درازی عمر بھی خداتعالیٰ نے دے دی اور تانزول زندہ رکھا تو کیا محال ہوا۔ پس یہ آیت بھی مسیح کی حیات ثابت کرتی ہے کہ جس طرح پانی کھیتی میں ایک ہی اثر نہیں رکھتا اور ایک ہی وقت سب کھیتیاں تباہ و ہلاک نہیں ہوتی اسی طرح انسان میں بھی دنیا کی حیاتی مختلف مدارج رکھتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف عمریں ہیں ایک ہی وقت اور عمر سب کے واسطے مقرر نہیں کوئی بچپن میں مرجاتا ہے کوئی جوانی میں مرجاتا ہے کوئی بوڑھا ہوکر نہیں مرتا حالانکہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور وہ خود بھی مرنا چاہتا ہے مگر مشیت ایزدی اس کو زندہ رکھتی ہے حالانکہ نشوونما سب کے سب قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ پس مسیح بھی حیاتی کے نشوونما میں بیشک قانون قدرت کے تابع ہے۔ مگر درازی عمر اس کو اس قانون سے خارج نہیں کرتی اس لئے اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ سترھویں آیت: ﴿ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ﴾ یعنی اول رفتہ رفتہ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مرجاتے ہو...... (الخ)

اقول: اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز مفہوم نہیں ہوتی۔ یہ وہی قانون قدرت ہے یعنی نشوونما کے بعد تم مرنے والے ہو۔ اس سے مرزاصاحب نے کلیہ کس طرح بنالیا کہ جو

قانون قدرت کے مطابق پیدا ہو کر نشوونما پائے وہ اسی وقت مرجاتا ہے۔ یہ ایسا ہی استدلال ہے کہ کوئی آ کر مولوی غلام رسول صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو کہے کہ جناب آپ فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پڑھ دے ﴿ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ﴾ یعنی بعد نشوونما کے آپ مرنے والے ہیں۔ پس اس آیت کے رو سے آپ مردہ ہیں۔ جو شخص مرنے والے اور مرے ہوئے میں فرق نہیں کرتا اس کے حق میں کیا کہا جائے۔ یہ کون کہتا ہے کہ مسیح مرنے والا نہیں۔ جس کا یہ اعتقاد ہو کہ مسیح مرنے والا نہیں اس کو یہ آیت سنانی چاہئے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ مسیح بعد نزول مرنے والا ہے۔ اور اس آیت میں بھی ﴿مَیِّتُوْنَ﴾ فرمایا گیا ہے جو کہ اگر مسیح کے حق میں لیا جائے تو اس کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ﴿مَیِّتُوْنَ﴾ فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ **مات** یعنی مرنے والا فرمایا مرگیا نہیں فرمایا۔

قولہ اٹھارھویں آیت: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُہٗ حُطَامًا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (الآیۃ) ان آیات میں بھی مثلاً یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے۔ اور پھر مرجاتا ہے۔۔۔۔۔۔ (الخ)

اقول: کھیتی اور پانی کی مثال کا جواب سولہویں آیت کے جواب میں دیا گیا ہے یہ صرف آیت کا نمبر بڑھانے کے واسطے اسی مضمون کی آیت کو لکھا ہے جو کہ اہل علم کے نزدیک عیب سخن ہے۔ ہم جواب دے چکے بار بار ذکر کی حاجت نہیں۔ ہاں اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ عمر کا پورا کرنا جو لکھا ہے۔ وہ کون سی عمر کی حد مقرر ہے کہ جب تم اس حد عمر تک پہنچ جاؤ گے تو مرجاؤ گے جب عمر کی حد مقرر نہیں جو ہزار برس زندہ رہے گا اس کی وہی عمر ہے۔ پس مسیح

بعد نزول چاہے ہزار برس گزر جائیں اس کی مدت عمر وہی ہوگی اور وہ پوری کر کے ضرور مرے گا عمر جب تک کوئی حد مقرر نہ کرو۔ تب تک یہ آیت وفات مسیح پر دلیل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر سو آیت بھی ایسی پیش کرو گے تو ہرگز کام نہ آئی گی۔ پہلے عمر کی حد مقرر کرو جب ایک شخص کی حد عمر ہی مقرر نہیں تو پھر جو دو ہزار برس کے بعد نازل ہو کر مرے گا۔ وہی زمانہ اس کی عمر کا پورا ہونا ہوگا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ انیسویں آیت: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ﴾ یعنی ہم نے تجھ پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی ہرگز نہ تو مسیح کے متعلق ہے اور نہ اس سے وفات مسیح کا وہم وگمان بھی ہوسکتا ہے۔ یہ آیت تو صرف ان کفار کو جواب دے رہی ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت کی شان سے بعید ہے اس اعتراض کا جواب خدا تعالیٰ نے دیا ہے کہ ''اے محمد ﷺ ہم نے تجھ سے پہلے سب نبی و رسول جو بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ یہ امور یعنی کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ اس سے وفات مسیح کا مفہوم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا وفات مسیح کا ثبوت ہے۔ تو پھر جس قدر انسان کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ثابت ہوں گے اور یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ لاکھوں کروڑوں آدمی روزمرہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر آتے ہیں اور وہ زندہ ہیں اور کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا تو نشان زندگی ہے نہ کہ موت۔ باقی رہا مرزا صاحب کا استدلال کہ چونکہ مسیح اب کھانا نہیں کھاتا اور بازاروں میں پھرتا نظر نہیں آتا اس واسطے مردہ ہے۔ تو یہ ایسی ہی نامعقول دلیل ہے کہ کوئی شخص کہے

دے کہ خواجہ کمال الدین محمد صادق صاحب کے مرید فوت شدہ ہیں کیونکہ قادیان اور لاہور والوں کو کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر نہیں آتے۔

افسوس مرزا صاحب کو مسیح کی وفات نے ایسا محو حیرت کر دیا ہے کہ ان کو ایسی دلیل پیش کرنے کے وقت سب علوم و فلسفی دلائل بھول جایا کرتے ہیں۔ بھلا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ عدم علم شئے وعدم مشاہدہ شئے، عدم وجود شئے پر دلیل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا بار بار یہ کہنا کہ مسیح طعام نہیں کھاتا اس واسطے مردہ ہے۔ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کو آسمان کا علم ہی نہیں۔ ۱۹ سو برس کے بعد خدا کا فرض ہو سکتا ہے کہ مسیح کی ڈبل روٹی اور چائے کی پیالی روزمرہ چار وقت مرزا صاحب کو دکھاتا، بلکہ ان کے مریدوں کی خاطر ایسے کسی طریق سے آسمان سے نمودار کرتا کہ ہر ایک مرزائی دیکھ لیتا کہ یہ مسیح کا طعام ہے۔ کیونکہ اگر قادیان کے مرزائی دیکھ لیتے تو لاہور کے مرزائیوں پر حجت نہ ہوتی اور اگر لاہور والے دیکھتے تو قادیان والوں کے واسطے دلیل نہ ہوتی۔ پس قرص خورشید کی طرح قرص عیسیٰ علیہ السلام بھی ہر روز طلوع کرتی تب مرزا صاحب اور مرزائی مسیح کو کھانا کھانے والا یقین کرتے۔ مگر ابر اور بارش کے دن پھر بھی مسیح کو فاقہ مست ہی سمجھتے۔ اور شائد بعض محقق مرزائی تو کہتے کہ جب تک ہم آسمان پر جا کر مسیح کو روٹی کھاتے نہ دیکھ لیں تب تک اس کو زندہ نہیں کہہ سکتے۔ مگر افسوس مرزا صاحب کا منطق ایسا ردی ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ کیا مرزا صاحب کے مرید قادیان سے فاصلہ پر رہتے تھے اور ان کو مرزا صاحب کی یاقوتیاں اور مقوی غذائیں دیکھنے کا موقعہ نہ ملتا تھا ان کا نہ دیکھنا مرزا صاحب کی وفات کی دلیل تھی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح جو کہ آسمان پر ہے زمین والوں کو کھاتا پیتا نظر نہ آئے تو مردہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے جب کہ زمین والوں کو زمین کے ہی باشندگان کا علم نہیں۔ لاہور والے کلکتہ والوں کا کھانا پینا اور بازاروں میں پھرنا جب نہیں دیکھ سکتے تو

آسمان والوں کا کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ کیا کوئی آسمان پر گیا ہے۔ اور مسیح کو طعام نہ ملتا دیکھا گیا ہے یا مسیح نے اپنی فاقہ کشی کی شکایت کی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر غلط استدلال ہے کہ اس آیت سے سب رسولوں کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔

قولہ بیسویں آیت: یہ ہے کہ: ﴿**وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ**﴾ یعنی ”جو لوگ غیر اللہ کی پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے“ ...... (الخ)

اقول: اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز نہیں نکلتی اور نہ یہ محل اس آیت کے پیش کرنے کا ہے۔ یہ آیت تو توحید باری تعالیٰ کو ثابت کر رہی ہے کہ جن جن معبودوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو خود مخلوق ہیں کچھ پیدا نہیں کر سکتے تو وہ تمہاری مرادیں کس طرح دے سکتے ہیں۔ وفات مسیح کے ساتھ اس آیت کا کچھ تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معبود ہیں اور مخلوق ہیں اس واسطے فوت ہو گئے ہوں گے۔ مگر یہ غلط اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ کل مخلوق فوت نہیں ہوئی۔ فرشتے خدا کی مخلوق ہیں اور معبود ہیں، مگر فوت نہیں ہوئے حضرات جبرائیل و میکائیل و اسرافیل جب سے دنیا پیدا ہوئے ہیں چلے آئے ہیں اور ہرگز نہیں مرے۔ سورج، چاند، ستارے سب مخلوق ہیں اور معبود ہیں مگر مرے نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان معبودوں میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید یہودیوں اور مشرکین کو فرماتا ہے: ﴿**وَمَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ**﴾ یعنی ”حضرت عیسیٰ کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے یہ ان کا مجادلہ ہے۔ یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں ﴿**اَنْتُمْ وَمَا**

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ نازل ہوا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہمارے معبود یعنی بت جہنم میں ڈالے جائیں گے تو حضرت مسیح بھی معبود نصاریٰ ہیں، وہ بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کفار و مشرکین ایسا ہی معبود بتاتے ہیں جیسے کہ ان کے بت و دیگر مخلوق معبود کہے جاتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے اور وہ لوگ خصومت سے کہتے ہیں۔ پس یہ طریق استدلال جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبودوں میں شامل کرتے ہیں یہ طریق پہلے یہود و کفار عرب کر چکے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ خاصم فرماتا ہے۔ افسوس مرزا صاحب ایک رسول اور نبی کو بتوں اور ستاروں اور عناصر وغیرہ اصنام کی طرح سمجھ کر اس کی وفات کا ثبوت دیتے ہیں، حالانکہ ﴿ **اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ** ﴾ ان کی صفت ہے۔ یعنی کبھی زندہ نہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب حیات تھے اور اصنام اور باطل معبودوں میں شامل نہ تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے خلاف قرآن ان کو بھی معبودوں میں مشرکین عرب کی طرح شامل کرتے ہیں اور اپنی طرف سے قرآن میں تحریف کر کے لکھتے ہیں کہ سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہے حالانکہ انسان کا لفظ قرآن کی آیت میں نہیں۔ مرزا صاحب انسانوں کا لفظ اپنے پاس سے لگا کر مسیح کو بھی اصنام میں داخل کرتے ہیں جو خلاف قرآن ہے۔

دوم: صرف حضرت مسیح علیہ السلام ہی معبودِ نصاریٰ نہیں وہاں تو تین اقنوم معبود ہیں، یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ یعنی ایک مسیح دوسرا روح القدس اور تیسرا خدا۔ اگر مرزا صاحب کا استدلال درست سمجھا جائے تو روح القدس اور خدا کو بھی فوت شدہ سمجھنا ہوگا۔ کیونکہ یہ تینوں معبود ہیں اور پکارے جاتے ہیں اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ نہ روح القدس مرتا ہے نہ خدا کی جز ہو سکتی ہے۔ پس یہ استدلال مرزا صاحب کا غلط ہے کہ جو معبود مانا جائے اس کے

لئے فوت ہونا لازمی ہے۔

سوم: معبودوں پر موت دو طرح پر واقعہ ہو سکتی ہے یا حالاً، مآلاً۔ حالاً موت کے یہ معنی کہ وہ ذی روح نہیں تھے پتھر وغیرہ کے بنے ہوئے ہیں تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں کیونکہ ذی روح کو پتھر کے معبودوں میں شامل کرنا ذی ہوش کا کام نہیں۔ اگر کہو کہ **مآلاً** یعنی آخرکار ان کے واسطے وفات لازم ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں، سب مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ضرور فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ صرف سوال درازیٔ عمر کا ہے جسکی نظیریں حضرت نوح، حضرت آدم علیہم السلام کی درازیٔ عمر قرآن میں موجود ہیں۔ پس مسیح نہ معبودوں میں داخل ہیں اور نہ انکی وفات حالاً ثابت ہے، یعنی مسیح پتھر وغیرہ کا بنا ہوا نہ تھا۔ ہاں مآلاً ضرور ہوگی، یعنی بعد نزول ضرور فوت ہوں گے اور مرزا صاحب کا دعویٰ ہے قبل نزول فوت ہو گئے ہیں جو کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفاتِ مسیح غلط ہے۔

قولہ: اکیسویں آیت: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۝﴾ یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہیں اور ختم کرنیوالے نبیوں کے۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا...... (الخ)

اقول: مرزا صاحب نے نبی کے آنے میں مغالطہ دیا ہے۔ آنا اور پیدا ہونا دو الگ الگ امور ہیں دونوں کا مفہوم ایک ہرگز نہیں ہوتا۔ زید امرتسر سے لاہور آیا، یا بکر قادیان سے بٹالہ میں آیا۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ زید و بکر امرتسر و قادیان میں پیدا ہوئے۔ آیت خاتم النبیین میں نبیوں کی پیدائش ختم کرنیوالا کے معنی ہیں۔ کیونکہ الفاظ ﴿اَبَآ اَحَدٍ

مِنْ رِّجَالِکُمْ﴾ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ باپ کسی رجل کے نہ ہونے کی علت غائی ہے کہ آپ کے بعد کوئی اگر آپ ﷺ کا بیٹا ہوتا اور زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ جیسا کہ حدیث **لو کان ابراھیم حیا لکان نبیّ** سے ثابت ہے۔ یعنی اگر حضور ﷺ کا بیٹا ابراہیم ؓ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اسواسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ جو کسی مرد کے باپ نہیں اس کی علت غائی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول پیدا نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کا بیٹا ابراہیم ؓ اسیواسطے زندہ نہ رہا تا کہ محمد ﷺ کے بعد نبی نہ ہو۔ یہ سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ کسی نبی کا پیدا ہونا خاتم النّبیین کے برخلاف ہے اور مسلمان بھی اسی عقیدہ پر ہیں کہ بعد محمد ﷺ کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، کیونکہ آپ خاتم ہیں نبیوں کے پیدا ہونے کے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھ سو برس پہلے حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے پیدا ہو چکے ہیں اسواسطے انکا دوبارہ اس دنیا میں آنا ان کے دوبارہ پیدا ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ جدید نبی ہونے کی وجہ ہے اس لئے نزول عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اول ''انجیل'' میں بعدۂ ''قرآن'' میں اور اس کے بعد ''حدیثوں'' میں اور اسکے بعد ''اجماع امت'' سے ثابت ہے، خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی جدید نبی پیدا ہوتا تو خاتم النّبیین کے برخلاف ہوتا۔ سابقہ نبی کا آنا خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میرا دعویٰ محمد ﷺ کے برخلاف نہیں، میں نے بروزی رنگ میں دعویٰ کیا ہے اور محمد ﷺ کی متابعت تامہ سے مجھ کو نبوت ملی ہے یہ وہی باتیں ہیں جو کہ مسیلمہ سے لیکر مرزا صاحب تک سب کاذب مدعیان نبوت کرتے آئے ہیں۔ مسیلمہ بھی کہتا تھا کہ اصل پیغمبر تو محمد ﷺ ہیں میں اُن کے ساتھ ایسا پیغمبر و نبی ہوں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کا تابع بھی تھا اور خود بھی نبی تھا۔ اسی طرح میں بھی غیر تشریعی ہوں۔ اسی طرح اور کذاب بھی امت محمدی میں گذرے ہیں اور ضرور گذرنے تھے، کیونکہ

مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کی پیشگوئی ہے کہ تیس (۳۰) جھوٹے نبی میری امت میں سے ہوں گے جو گمان کریں کہ نبی اللہ ہیں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ بہتیروں نے دعویٰ نبوت کیا اور آخر جھوٹے ثابت ہوئے۔ جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ خاتم النّبیین ﷺ کے بعد جدید نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر پرانا نبی آئے تو وہ خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ اسکے متعلق ناطق ہے جس کے سامنے مرزا صاحب کے من گھڑت ڈھکوسلوں کی کوئی حقیقت نہیں جو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر نازل ہوئے تو یہ امر خاتم النّبیین کے برخلاف ہوگا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا: **قولوا انه خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعدهٗ.** یعنی یہ کہو کہ حضرت محمد ﷺ نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، مگر یہ مت کہو کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ یعنی عیسیٰ نبی اللہ مریم کا بیٹا جو پہلے نبی پیدا ہو چکا ہے اصالتاً نازل ہوگا۔ (مجمع البحار، ص ۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری بعد محمد ﷺ کے نبی اللہ ہے جو آنیوالا ہے اور کوئی جدید امتی دعویٰ مسیح موعود سے نبی اللہ نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں، تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس عیسیٰ بیٹا مریم کا دفن کیا جائیگا۔ وہ قول بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نقل کیا جاتا ہے: **عن عائشة رضی اللہ عنہا قال قلت یارسول اللہ ﷺ انی اریٰ اعیش بعدک فتاذن ادفن الیٰ جنبک فقال وانّی لک بذالک الموضع یاتیه الاموضی قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسٰی ابن مریم.** ترجمہ:

’’فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آنحضرتﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پاس مدفون کی جاؤں۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابوبکر وعمر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں‘‘۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اصالتاً نازل ہوں گے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا کہ **قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ** تو ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ نبی اللہ عیسیٰ بیٹا مریم بعد آنحضرتﷺ کے قرب قیامت میں نزول فرمائے گا۔ اسواسطے آپ نے ایک پرانے نبی کا آنا ذکر فرمایا کہ جو کہ محمد رسول اللہﷺ سے چھ سو برس پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ علاوہ برآں اس حدیث کی تصدیق رسول اللہﷺ کی اس حدیث سے ہو چکی ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور ۴۵ برس زندہ رہ کر نکاح کر کے اولاد پیدا کر کے پھر مرے گا۔ **فیدفن معی فی قبری** یعنی مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے دفن کیا جائے گا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُسکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ پس اس حدیث سے مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹ گیا اور ذیل کے امور ثابت ہوئے:

۱...... یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد رسول اللہﷺ کا یہی مذہب تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا نزول زندہ ہیں کیونکہ اگر فوت ہو جاتے تو پھر انکا نزول ہی نہ ہوتا۔ دوبارہ آنے کے واسطے زندگی ضروری ہے ورنہ مردے کبھی دوبارہ نہیں آتے۔

۳...... **ثم یموت فیدفن معی فی قبری** سے جسمانی وفات اور جسمانی دفن ثابت ہوا اور ڈھکوسلا کہ میں روحانی طور پر رسول اللہﷺ میں بسبب کمال اتحاد کے دفن ہو گیا ہوں،

بالکل غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست جسمانی دفن ہونے کے واسطے تھی اور اسی واسطے جگہ طلب کی تھی کیونکہ روحانی دفن کے واسطے جگہ طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی اور روحانی دفن بہ سبب اتحاد قلبی ومتابعت تامہ ومحبت خالص کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھی، کیونکہ حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ پس جسمانی دفن کے واسطے درخواست تھی اور جسمانی دفن ہی مقصود تھا جو کہ اس دلیل سے حضور ﷺ نے اجازت نہ دی کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے اور مرزا صاحب کا روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ میں دفن ہونا ایک ڈھل ہے جو حضرت خلاصۂ موجودات ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا ہم مرتبہ ہو۔

۴..... اس حدیث سے حیات مسیح ورفع جسمانی بھی ثابت ہوا کیونکہ اگر جسم کے ساتھ رفع نہ ہوتا تو جسم کے ساتھ اصالتاً نزول بھی موعود نہ ہوتا مگر چونکہ جسمانی نزول اور جسمانی دفن مذکور ہے اس لئے ثابت ہوا کہ رفع بھی جسمانی ہوا تھا جو کہ اصل ہے نزول کی۔

۵..... عیسیٰ بن مریم نبی ناصری مسیح موعود ہے نہ کہ اس کا کوئی بروز مثیل مسیح موعود ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کے دفن کی جگہ اپنا مقبرہ فرمایا اور عیسیٰ ابن مریم وہی نبی ناصری رسول اللہ ہے۔ مرزا صاحب نہ رسول اللہ نہ عیسیٰ بن مریم نہ مدینہ شریف گئے اور نہ وہاں جاکر دفن ہوئے۔

۶..... اصالتاً نزول ثابت ہوا کیونکہ عیسیٰ ابن مریم اسم علم ہے اور اسم علم کبھی نہیں بدلتا اور نہ اسکو کوئی بدل ہوسکتا ہے۔ پس غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کبھی عیسیٰ بن مریم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابن مریم اس واسطے فرمایا کہ تحقیق ہوجائے کہ وہی عیسیٰ جسکا باپ نہ تھا اور جو بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا تھا، وہی نازل ہوگا۔ اور مرزا صاحب کا باپ غلام مرتضیٰ تھا اس لئے مرزا

صاحب سچے مسیح موعود نہ تھے۔

۷.....مرزا صاحب کا نبی و رسول ہونا باطل ہوا کیونکہ ان کی پیدائش محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوئی ہے جو کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور مرزا صاحب کا ڈھکوسلا کہ میں بہ سبب متابعت رسول اللہ ﷺ کے رسول اللہ ہو گیا ہوں، غلط ہوا۔ کیونکہ متابعت تامہ رسول اللہ ﷺ کی سوا حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کسی نے نہیں کی۔ جب صحابہ کرام متابعت تامہ سے نبی و رسول نہ ہوئے، تو جس شخص نے متابعت ناقص بھی نہیں کی اور قدم قدم پر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، وہ کیونکر تابعدار کامل ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر نبی و رسول کا نام پا سکتا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام بہ سبب متابعت تامہ کے اس نام (نبی و رسول) پانے کے مستحق نہ ہوئے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کے حق میں فرمایا کہ ”تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے، مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، لہٰذا تو نبی کا نام نہیں پا سکتا“۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ؓ ہوتا۔ پس قطعی نصوص شرعی ظاہر کر رہی ہیں کہ بعد محمد رسول اللہ خاتم النبیین کے کوئی سچا نبی نہ ہوگا۔ مرزا صاحب تو متابعت میں بھی ناقص ہیں۔ حج نہیں کیا۔ جہاد نفسی نہیں کیا۔ بلکہ اکثر مسائل میں صریح مخالفتِ رسول اللہ ﷺ کی ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا جس کے میں قریب تر ہوں اور جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، وہی اصالتاً نزول فرمائے گا اور مرا نہیں، بعد نزول فوت ہوگا، مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے اور وہ میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر کے مدفون ہوگا“۔ مگر مرزا صاحب منہ سے تو متابعت تامہ کے مدعی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کر کے انکو جھٹلاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مسیح موعود و دجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ عیسیٰ فوت ہو گئے وہ ہرگز نہ آئیں گے اور نہ آ سکتے ہیں، کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے۔ پس عیسیٰ نبی اللہ جسکے

آنے کی خبر ہے وہ تو میں ہوں اور مسیح موعود امت میں سے ایک فرد ہوگا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا آئیگا اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں ایک امتی عیسیٰ کی خُو وبُو پر آئیگا۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ وہ مرا نہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مرگیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے مقبرہ میں دفن ہوگا، اسی واسطے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجازت جگہ کی نہ دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن کی جائیں۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ روحانی دفن مفہوم تھا جو رسول اللہ ﷺ کو علم نہ تھا اور میں روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبر میں یعنی وجود مبارک میں مدفون ہوں، یعنی فنافی الرسول کے ذریعہ سے عین محمد ہی ہوں۔ اس واسطے میرا دعویٰ نبوت خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں اور نہ مہر نبوت کو توڑتا ہے۔ یہ ایسا ردّی اور باطل استدلال ہے کہ کوئی غاصب کسی شریف کا گھر بار چھین لے اور اس کا تمام مال اسباب اپنا مال اسباب سمجھے اور اس پر قبضہ کرلے، مگر جب اس کے وارث اس کے ظلم کی فریاد اور اسکے تصرف بے جا کی نالش شاہی عدالت میں کریں تو وہ عیار یہ کہہ دے کہ میں ان تمام وارثوں کا بروزی باپ ہوں اور یہ سب کچھ میرا اپنا ہے، کیونکہ ان کے دادا صاحب کی متابعت میں نے پوری پوری کی ہے اور اسکی محبت میں ایسا فنا ہوگیا ہوں کہ عین وہی ہوگیا ہوں اس واسطے میرا دعویٰ اور قبضہ کوئی مخالفانہ قبضہ نہیں، بلکہ میں تو خود ـــــ نہیں ان وارثوں اور مدعیوں کا مورث اعلیٰ ہی ہوں، ان کے وارث اعلیٰ کا بروز ہوں، بلکہ وہی ہوں۔ کیا عدالت شاہی میں اس عیار کی تقریر بے نظیر سن کر بادشاہ اسکو مورث اعلیٰ سمجھ کر تمام اموال واملاک کی ڈگری دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر **احکم الحاکمین** جو خفی اور جلی کا جاننے والا ہے اور **خیر الماکرین** ہے، وہ مرزا صاحب کے اس ڈھکوسلے پر رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت وامت کس طرح دے سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو معزول کر کے نجات کا مدار مرزا

صاحب کی بیعت پر رکھ سکتا ہے؟ دور نہ جاؤ! ذرا کوئی بروزی ڈپٹی کمشنر ہی بن کر دیکھ لے کہ ڈپٹی کمشنر مانا جاتا ہے اور ضلع کی کچہری اسکو دیجاتی ہے یا سیدھا جیل خانے بھیجا جاتا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کو خود غرضی اور غرور نفس نے یہاں تک دھوکا دیا ہے کہ واقعات اور مشاہدات کے برخلاف کہتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے اور قابو یافتگان کو ایسا اُلو بنایا ہے کہ وہ حواس کھو بیٹھے ہیں۔ جو کچھ مرزا صاحب نے کہدیا سب رطب و یابس قبول ہے۔ کیا لطف کی بات ہے کہ اگر کوئی غیر شخص رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو بڑا رنج و غصہ ہو۔ اور اگر مرزا صاحب نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں تو سچے اور عین محمد رسول اللہ ﷺ بن جائیں۔ حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ غیر کا مقابلہ کرنا ایسا رنجیدہ اور مذموم نہیں جیسا کہ اپنا فرزند یا عزیز دوست مقابلہ کرے تو رنج ہوتا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ ایک امتی کے دعویٰ نبوت سے خوش تھے یا غضبناک تھے؟ یعنی مسیلمہ مسلمان تھا اور امتی تھا اور ایسا ہی اسود عنسی امتی تھا اور مرزا صاحب سے متابعت میں بڑھا ہوا تھا۔ کیونکہ اس نے حج بھی کیا تھا۔ یہ دعویٰ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوئے کیا رسول اللہ ﷺ اس وقت خوش ہوئے تھے یا غضبناک؟ ظاہر ہے ایسے غضبناک ہوئے کہ اُن مدعیان کو جو امتی تھے کافر قرار دیا اور ان پر قتال کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ''تاریخ اسلام'' میں لکھا ہے کہ بیس ہزار صحابی معرکہ مسیلمہ میں کام آئے اور مسیلمہ کی طرف سے بھی بے شمار قتل ہوئے۔ پس اگر امتی نبی کا ہونا جائز ہوتا یا موجب فضیلت رسول اللہ ﷺ کا ہوتا تو پھر مسیلمہ کیوں کاذب سمجھا جاتا۔ اس میں تو بقول مرزا صاحب کے رسول اللہ نبی گر ہوتا تھا اور شانِ محمدی دوبالا ہوتی تھی۔ جنکی پیروی سے مسیلمہ و اسود عنسی متابعت محمد ﷺ سے نبی و محمد بن گئے اور رسول اللہ کے نبی گری سے نبوت و رسالت کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اگر یہ ڈھکوسلا سچا ہوتا تو اس قدر کشت و خون کیوں ہوتا۔ اور اگر امتی نبی سچا ہوتا اور اسکے پیرو سچے اور حق پر ہوتے تو پھر اسقدر خونریزی جماعت

اسلام میں کیوں روا رکھی جاتی اور کیوں بے شمار مسلمان طرفین کے مارے جاتے۔ ان واقعات سے ثابت ہے کہ کسی امتی کا دعویٰ نبوت کرنا رسول اللہ ﷺ کے غضب کا باعث ہے۔ چاہے کاذب مدعی زبان سے کہے کہ میں فنافی الرسول ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ دشمن رسول خدا ہے اور مقابلہ کرنیوالا ایک باغی ہے۔ بھلا غور تو کرو رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ابن مریم نبی اللہ ہوگا جو مسیح موعود ہے۔ مگر وفادار غلام کہتا ہے کہ نہیں صاحب وہ تو امتی ہوگا اور بجائے کے مریم کے بیٹے کے غلام مرتضیٰ کا بیٹا ہوگا اور بجائے دمشق میں نازل ہونے کے قادیان (پنجاب) میں پیدا ہوگا اور بجائے آسمان سے نازل ہونے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ بھلا ایسا صریح مخالف شخص دعویٰ فنافی الرسول میں سچا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب حضرت عمرؓ و علیؓ جیسے جنہوں نے جان و مال قربان کر ڈالا۔ ہر ایک تکلیف میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا۔ فقر و فاقے برداشت کئے ہیں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے جنگ کرتے رہے۔ وہ تو متابعتِ تامہ سے نبی نہ ہوئے مگر ایک شخص گھر بیٹھا ہوا مزے اڑاتا، تارک حج و دیگر فرائض، مسلمانوں کا مال دین کی حمایت کے بہانہ سے بٹور کر عیش کرتا ہوا فنافی الرسول کے مرتبہ کو پہنچ کر رسول اللہ و نبی اللہ بن جائے۔ اور اس پر فریبی یہ کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کے آنے سے جو پہلے نبی تھا خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے اور میرے دعویٰ نبوت و رسالت سے جو کہ مسیلمہ کی مانند متابعت سے ہے، خاتم النبیین کی مہر سلامت رہتی ہے **ایک ایسا دروغ بے فروغ ہے جو اپنی آپ ہی نظیر ہے** کیونکہ تیرہ سو برس سے اتفاق امت اسی پر چلا آتا ہے کہ ایک مسلمان شخص امتی تب ہی تک ہے جب تک خود نبوت و رسالت کا دعویدار نہ ہو۔ جب خود نبوت کا مدعی ہوا امت رسول اللہ سے خارج ہوا۔ کیونکہ نبوت و رسالت کے دعویٰ سے وہ تو خود رسول اللہ بن بیٹھا۔ اب مرزا صاحب نبی و رسول بھی بنتے ہیں اور مہر نبوت کی بھی فکر ہے کہ وہ بھی سلامت رہے۔ اس واسطے اپنا نام نبی

وغیرتشریعی نبی و بروزی ظلی نبی رکھتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ مجھ سے پہلے ایسے ہی مدعی گذرے کہ جوامتی بھی تھے اور نبی بھی تھے، جب وہ کاذب ثابت ہوئے تو میں کیونکر اس اُلٹے منطق سے سچا نبی ہوسکتا ہوں کیونکہ دعویٰ نبوت بہرحال ''شرک فی النبوۃ'' ہے اور شرک ایک ایسا فعل مذموم ہے کہ تمام گناہ تو خداتعالیٰ بخش دے گا، مگر شرک ہرگز نہ بخشے گا۔ جب بے نیاز خدا کو اپنا شریک منظور نہیں تو رسول اللہ ﷺ کو اپنا شریک کسطرح گوارا ہوسکتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط منطق ہے کہ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مثیل موسیٰ تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آتے رہے اسمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے کہ انکے فیضان سے کوئی نبی نہ ہو۔ جس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ نبیوں کے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿وَقَفَّيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول آتے رہیں گے اور موسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین نہیں فرمایا تھا، مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے یعنی جسکے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا۔

دوم: یہ غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ میں مماثلت تب ہی کامل ہو سکتی ہے جبکہ محمد ﷺ کے بعد بھی نبی آئیں کیونکہ واقعات اور توراۃ سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ساتھ ہی حضرت یوشع علیہ السلام مبعوث ہوئے اور لگاتار ایک نبی کے مرنے کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا، بلکہ ایک ہی زمانہ میں بہت نبی آئے۔ حتیٰ کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں بہت نبی آئے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد قریب قریب اسی عرصہ یعنی ۱۳ سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا اور کوئی نبی نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ خدا کے قول خاتم النبیین کی تصدیق خدا کے فعل نے کر دی، یعنی پہلے خدا نے فرمایا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجیں گے اور اس عرصہ دراز تیرہ (۱۳) سو برس سے اوپر میں کوئی سچا نبی نہ بھیجا۔ جس سے ثابت ہوا کہ ہرگز منظور نہیں کہ اسکے حبیب کا کوئی شریک ہو اور کلمہ **لا الٰہ الا**

اللہ محمد رسول اللہ جو مسلمانوں کا دین وایمان ہے اسمیں صاف ہدایت ہے کہ شرک جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے ساتھ منع ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ بھی منع ہے۔ یعنی **لا** نافیہ جیسا کہ اللہ پر ہے ویسا ہی محمد ﷺ پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح **لا الہ الا اللہ** ہے، ایسا ہی **لا رسول الا محمد رسول اللہ** ہے۔ جیسا کہ مشرک بخدا مشرک اور کافر ہے۔ ویسا ہی مشرک برسول مشرک اور کافر سے بدتر ہے۔ کیونکہ محمد ﷺ کو رسول مان کر اسکی غلامی قبول کر کے پھر بغاوت کر کے خود ہی رسالت و نبوت میں شریک ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو اس خیال باطل سے بچائے۔ اور ظلی و بروزی کا ڈھکوسلا ایسا باطل ہے کہ جسکی سزا زمانہ موجودہ میں بھی پھانسی ہے۔ کوئی شخص بادشاہِ وقت کا بروز ظل بن کر بادشاہت کا دعویٰ کر کے دیکھ لے کہ اسکو کیا سزا ملتی ہے۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ اپنے شریک نبوت و رسالت کو چھوڑ دیگا؟ ہرگز نہیں۔ یہ گمان ہی ایسا ہے کہ قابل معافی نہیں۔ اسکی نظیر موجود ہے کہ مسیلمہ پر قتال کا حکم حضور ﷺ نے دیا۔ کیا آپ کسی اور مدعی رسالت کو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی منطق پر تعجب آتا ہے کہ ظل و بروز و حالت سے خالی نہیں، یا تو عین ظل لہ ہے یا اسکا برعکس ہے۔ اگر عین ہے تو یہ غلط ہے کہ پہلی بعثت میں تو اسقدر بہادر کہ کفارِ عرب کے چھکے چھڑا دیئے اور سترہ جنگیں کیں۔ اور بعث ثانی میں (نعوذ باللہ) ایسے ڈرپوک اور بزدل کے جنگ وجدال کے تصور سے غش کھا جاتے ہیں۔ اور ڈر کے مارے حج کے لئے نہ گئے ایک ڈپٹی کمشنر کے حکم سے الہام بند ہو گئے۔ پہلی بعثت میں اس قدر کامیاب کہ یتیمی کی حالت سے کامیاب ایسے ہوئے کہ شہنشاہ عرب ہو گئے اور تمام عرب کو کفر سے پاک کر دیا اور بعث ثانی میں اس قدر نامراد کہ تمام عمر عیسائیوں کی غلامی میں رہے اور آریوں کی کچہریوں میں مارے مارے پھرے، جنکو صفحہ ہستی سے محو و نابود کرنے کا دعویٰ تھا اور انہی کی عدالتوں میں

ملزمانہ حیثیت سے کھڑے ہوتے رہے۔ پہلی بعثت میں دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کردکھایا اور بعثت ثانی میں ایسے مغلوب ہوئے کہ اہل ہنود آریہ صاحبان کے بزرگوں رام چندر جی اور کرشن جی اور بابا نانک صاحب وغیرہم کو نہ صرف نبی ورسول مانا، بلکہ خود ہی کرشن کا اوتار بن گئے۔ اور ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان بھی کفر سے پاک صاف نہ ہوا۔ قادیان جسکو دارالامان کہا جاتا ہے اس میں برابر سکھ آریہ سناتن دہرم والے موجود ہیں۔ پہلی بعثت میں صاحب وحی رسالت وشریعت ہو۔ اور بعثت ثانی میں اس سے یہ منصب چھینا جائے اور وحی ورسالت سے محروم کیا جائے۔ صرف الہام ہو جو ظنی ہے۔ کیا اسمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں؟ کہ ایک عام اُمّی کہے کہ میں عین محمد ہوں اور میرا دعویٰ نبوت محمد ﷺ کے برخلاف نہیں۔ بیشک حضرت خلاصۂ موجودات ﷺ کی ہتک ہے کہ ایسا شخص جسمیں کوئی صفت محمد ﷺ کی نہیں، اپنے آپ کو عین محمد ﷺ کہے اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرے۔

دوسرا طریق ظل وبروز کا یہ ہے کہ مدعی دعویٰ کرے کہ میں بہ سبب کمال محبت ومتابعت کے اصل شخص کا ظل یعنی سایہ ہوں۔ یہ مقام تو کم وبیش ہر ایک مسلمان کو حاصل ہے اور ایسے ایسے عاشقان رسول مقبول گذرے ہیں کہ نام سنتے ہی جان نکل گئی۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب سنا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوگئے، تو آپ نے کمال محبت کے جوش میں خیال فرمایا کہ یہ دانت حضور ﷺ کے شہید ہوئے ہوں گے، چنانچہ اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ پھر خیال آیا کہ شاید آپ کے یہ دانت نہ ہوں، پھر دوسرے اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ اسی خیال میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے اور اس طرح سے محبت نبوی کا ثبوت دیا جو تا قیامت یادگار رہے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر اس نیت سے سوگئے کہ رسول اللہ ﷺ بچ جائیں اور میں آپ کے بجائے شہید ہو جاؤں۔

یہ تھے اصلی محبت رسول اللہ ﷺ کے سچے مدعی اور متابعت بھی صحابہ کرام ﷺ کی اظہر من الشمس ہے۔ مگر وہ تو نہ عین محمد ہوئے اور نہ انہوں نے محبت اور متابعت سے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا۔

اب مرزا صاحب کا حال سنئے کہ آقا فرماتا ہے کہ وہی عیسیٰ نبی اللہ ابن مریم آخری زمانہ میں آسمان سے دمشق میں نازل ہوگا۔ مگر مرزا صاحب اپنی تابعداری کا یہ ثبوت دیتے ہیں کہ عیسیٰ مر گیا، امت محمدی میں سے ایک شخص عیسیٰ کی صفات پر پیدا ہوگا۔ اور مرزا صاحب کو یاد نہ رہا کہ میں تو عین محمد ہوں۔ محمد ہوکر عیسیٰ صفت ہونا بالکل لغو ہے۔ محمد ﷺ کے عاشق صادق کو عیسیٰ سے کیا کام۔ اور عیسیٰ صفت ہونا محمد ﷺ ہونے کے برخلاف ہے آقا فرماتا ہے کہ خدا نے مجھ کو فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo﴾ یعنی کہہ دے اے محمد ﷺ اللہ ایک ہے اور اللہ پاک ہے، نہیں جنتا اور نہ جنا ہوا، اور کوئی شریک نہیں'' ۔مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ جنتا ہے اور اس نے مجھ کو کہا ہے کہ **انت منی بمنزلة ولدی** (حقیقۃ الوحی، ص۸۶) کہ ''اے غلام احمد تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے''۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی اصلی بیٹا ہے، جسکے جا بجا مرزا صاحب تھے۔ **انت من مائنا وھم من فشل** (اربعین، نمبر۳، ص۳۴) کہ ''اے مرزا تو ہمارے پانی یعنی نطفہ سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے''۔ آقا ﷺ فرماتا ہے کہ **فیدفن معی فی قبری** یعنی ''عیسیٰ بعد نزول فوت ہوگا اور میرے مقبرہ مدینہ میں مدفون ہوگا'' ۔تابعدار کامل یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب ''عیسیٰ مر چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم نہ تھا وہ تو کشمیر میں مدفون ہے''۔

مسلمانو! عقلِ خداداد سے سوچو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جماعت صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ ابن صیاد جسکو دجال سمجھا گیا تھا تشریف لے جاتے ہیں اور حضرت عمر ﷺ

اجازت طلب کرتے ہیں کہ میں اسکو قتل کردوں، تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تو دجال کا قاتل نہیں، دجال کا قاتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے جو بعد نزول دجال کو قتل کرے گا۔ اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سر تسلیم خم کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مر چکے ہیں، وہ کیونکر دوبارہ آئیں گے۔ مگر مرزا صاحب کی متابعت کا یہ حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سمجھ نہ سکے (نعوذ باللہ) یہ متابعت ہے یا مخالفت کہ صاف لکھتے ہیں کہ ''مدینہ منورہ میں دفن ہونا استعارہ ہے''۔

ناظرین! یہ ہے ثبوت مرزا صاحب کا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قدم قدم پر مخالفت ہے۔ کیا کوئی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیش ہوسکتی ہے کہ انہوں نے مخالفتِ رسول اللہ ﷺ کی ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر معلوم ہوا کہ صرف زبانی دعویٰ محبت رسول اللہ ﷺ کا مرزا صاحب کی طرف سے جھوٹا ہے۔ اب ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کون تسلیم کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب محبت رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ میں سچے تھے۔ محبت کا تو یہ تقاضا ہے کہ وہ غیر جانب منہ کرنے نہیں دیتی چہ جائیکہ صریح مخالفت کی جائے اور مخالفت کس کی! جس کے عشق کا دعویٰ ہے۔ مصرعہ

ع باطل است آنچہ مدعی گوید

کا مصداق ہے نہ کہ عاشق رسول اللہ ﷺ جب عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ ناقص ہے بلکہ مخالفت رسول اللہ ﷺ کی افعال سے ثابت ہے، تو پھر ظلی وبروزی نبوت بھی کاذبہ نبوت ہے۔ جیسی کہ مسیلمہ وغیرہ کذاب مدعیان نبوت کی تھی۔ اور بیشک ایسا دعویٰ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے والا ہے اور یہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ میرے دعویٰ نبوت سے مہر خاتم النبیین سلامت رہتی ہے۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں تو وحی

رسالت کا آنا بھی ہوگا۔ اصل عبارت مرزاصاحب کی لکھ کر جواب دیا جاتا ہے، وھو ھذا:

''مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حیثیت وماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے''۔۔۔۔۔۔ (الخ)۔ (ازالہ اوہام ص۶۱۴)

جواب: مرزاصاحب کا حافظہ عجیب قسم کا تھا، اسی ''ازالہ اوہام'' کے ص۶۴۳ میں تسلیم کر چکے ہیں (اصل الفاظ مرزاصاحب): ''یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں''۔ اس اقرار کے ہوتے ہوئے اب فرماتے ہیں کہ: ''اسکو یعنی مسیح کو جو رسول ہے اسکی ماہیت وحقیقت میں داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل کے حاصل کرے''۔ افسوس! مرزاصاحب کو قرآن شریف کے برخلاف قیاس کرنے میں خدا کا خوف نہیں۔ جب دین محمد ﷺ کامل ہے اور ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ خدا فرمارہا ہے تو پھر مسیح رسول کو کون سے دینی علوم بذریعہ جبرئیل علیہ السلام لینے ہوں گے؟ کیا مسیح ناسخ دین محمدی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ اعتراض کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام پر جبرئیل علیہ السلام وحی رسالت لائے تو شریعت محمدی پر اس کا حکم کرنا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے باطل ہوتا ہے، کیونکہ جب جبرئیل تازہ وحی لائے تو قرآنی وحی منسوخ ہوئی اور ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ (نعوذ باللہ) غلط ہوتا ہے۔ پس یہ طبعزاد امر آپ کا کہ رسول کے واسطے ہمیشہ جبرائیل کا آنا لازمی امر ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کسی نص شرعی میں نہیں ہے کہ مسیح موعود پر جبرئیل وحی لائیگا۔ بلکہ اجماع امت اسی پر ہے کہ مسیح موعود باوجود رسول ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی امت میں شمار ہوگا۔ جیسا کہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ''فتوحات مکیہ'' کے باب ۹۳ میں فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو۔ کیونکہ جب

عیسیٰ علیہ السلام فرود ہوں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کریں گے، اور قیامت میں ان کے دو حشر ہوں گے ایک حشر انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں ہوگا۔ اور دوسرا حشر اولیاء رحمہم اللہ کے زمرہ میں ہوگا''۔۔۔۔۔۔۔(الخ)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف والہام ہے اور مرزا صاحب اور ان کے مرید انکو مانتے ہیں۔ اس واسطے شیخ اکبر کی تحریر مسلمہ فریقین ہے۔ حضرت شیخ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول اسی شریعت محمدی پر عمل کریں گے باوجودیکہ وہ خود رسول ہوں گے، مگر چونکہ شریعت محمدی کامل شریعت ہے اس واسطے انکو بعد نزول وحی رسالت نہ ہوگا۔ دوسرے اولیائے امت کی طرح انکو بھی الہام ہوگا۔

وحی رسالت بیشک رسول کے واسطے لازمی امر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہلے ضرور جبرئیل علیہ السلام وحی رسالت لایا کرتے تھے، مگر وہ آنا محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے تھا جو کہ ان کی رسالت کا لازمہ تھا۔ اور وہ اسی وحی رسالت سے رسول ہوئے تھے اور صاحب انجیل رسول تھے۔ مگر یہ اعتراض مرزا صاحب کا غلط ہے کہ بعد نزول بھی اُن کو وحی رسالت ہونا ضروری ہے کیونکہ رسول کو علم دین بذریعہ جبرئیل ملتا ہے اور نزول جبرئیل بعد خاتم النّبیین کے چونکہ مسدود ہے، اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی بعد خاتم النّبیین کے نہیں آسکتے۔ اس اعتراض کے غلط ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر ایک وقت بلاضرورت بھی اسکے پاس جبرئیل وحی رسالت لاتا رہے۔ اور نہ وحی رسالت کے بند ہونے سے کسی رسول کی رسالت جاتی رہتی ہے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے پاس کتنی کتنی مدت تک جبرئیل نہ آتے تھے، تو کیا انکی رسالت (معاذ اللہ) جاتی رہتی تھی اور پھر جب جبرئیل آتے تھے تب پھر وہ رسول ہو جاتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ مرزا صاحب کا بالکل غلط خیال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کے واسطے وحی

رسالت بھی جبرئیل ضرور لائیگا اور ایک دوسرا قرآن بن جائے گا۔ کیونکہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر حال اور ہر آن میں وحی رسالت اس کے پاس جبرئیل لاتا ہے۔

دوسری وجہ، اعتراض کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ چونکہ دین اسلام کامل ہے اور اس میں کمی بیشی کی ضرورت نہیں، اس واسطے جبرئیل کا آنا ضروری نہیں۔ اور نہ کسی وحی رسالت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وحی رسالت بعد خاتم النبیین کے آئے گی تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی۔ یا تو کچھ احکام منسوخ ہوں گے، یا زیادہ ہوں گے۔ اور یہ خیال باطل ہے، کیونکہ پھر شریعت اسلام کامل نہ رہی۔ جب دن کامل نہ رہا اور اس میں کمی و بیشی کی گئی تو پھر صاحب شریعت حضرت خاتم النبیین افضل نہ رہے۔ اور نہ اکمل رہے۔ پھر تو افضل و اکمل عیسیٰ ہوں گے، اور یہ عقیدہ باطل و فاسد ہے اس لئے وحی رسالت کی نہ ضرورت ہوگی اور نہ وحی رسالت بوساطت جبرئیل آئیگی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور کہ اسکی رسالت چھینی جائے اور اسکو امتی بنایا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے کس طرح سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعد نزول اپنی نبوت و رسالت چھینی جائے گی اور وہ معزول ہوں گے۔ جب نظیریں موجود ہیں اور نص قرآنی ثابت کر رہی ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام حضرت خاتم النبیین ﷺ کی امت میں شمار ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب نبیوں سے اقرار لے چکا ہے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کی تابعداری کرینگے اور ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ پڑھو قرآن کریم کی آیت شریفہ: ﴿**وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ**﴾ ترجمہ: جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اور معراج والی حدیث سے ثابت ہے کہ

حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام کے امام بنے اور اولوالعزم رسول آپ کے مقتدی ہوئے۔ جب ان تمام رسولوں اور نبیوں کی رسالت بحال رہی، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بعد نزول شریعت محمدی پر خود عمل کریں گے یا اپنی امت کو اس پر عمل کرائینگے تو انکی رسالت کیونکر جاتی رہے گی؟ فرض کرو ایک جرنیل ہے اور وہ دوسرے جرنیل کی زیر کمان کسی خاص ڈیوٹی پر لگایا گیا تو اس جرنیل کی جرنیلی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس جرنیل کے ماتحت یہ جرنیل جاتا ہے اسکی علو شان ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی متابعت کرینگے اور دین اسلام کی امداد کرینگے تو اپنا وعدہ جو روزِ میثاق میں کر چکے ہیں اسے وفا کرینگے انکی اپنی نبوت ورسالت بدستور بحال رہے گی۔ جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روز قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں بھی حشر ہوگا اور اولیاء کے زمرہ میں بھی۔ یہ کام تو ان کی فضیلت کا باعث ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے اولیاء کرام میں بھی انکا حشر ہوگا اور یہ ان کی اپنی دعا کا نتیجہ ہے۔ دیکھو ''انجیل برنباس''، فصل ۲۱۲ص ۲۹۴: ''اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی! تو اپنے خادم (عیسیٰ) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمد ﷺ) کی امت میں ہونا نصیب فرما''...... (الخ)

ناظرین! ذرا غور فرمائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کیسا فنافی الرسول ہونے کا مدعی ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی افضلیت دنیا پر ظاہر ہونے سے گھبراتا ہے اور نہیں چاہتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی علو شان دنیا پر ظاہر ہو۔ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی کس قدر عظمت وشان اس دن ظاہر ہوگی جس دن عیسائیوں کا معبود حضرت خلاصۂ موجودات ﷺ کی امت میں ہوکر ایک امام کی ڈیوٹی بجالائے گا اور دنیا پر، اور اس وقت کے یہود

ونصاریٰ پر اپنی زبان سے اپنا معبود اور خدا نہ ہونا انکو بتائے گا اور تمام اہل کتاب انکی عدم مصلوبیت پر، وحیات پر ایمان لائینگے۔ حدیث میں اسی بات کی طرف رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: **"عن أبی هريرة قال قال رسول الله كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وامامكم منكم"** (رواه البيهقی فی كتاب الاسماء و الصفات)

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام تم میں آسمان سے اُتریںگے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔ یعنی اُس روز مسلمانوں کی شان و شوکت اور میری عظمت دنیا پر ظاہر ہوگی، جبکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ مگر افسوس! مرزا صاحب کو شان احمدی کے ظہور کی کوئی خوشی نہیں اور صرف عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی فکر پڑ گئی کہ وہ معزول کیوں ہوں گے۔ فکر کیوں نہ ہو خود جو عیسیٰ صفت ہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسیٰ صفت ہو کر عین محمد ﷺ کس طرح ہوئے اور بروزی نبوت کس طرح پائی؟ اور "ازالہ اوہام" کے ص ۵۷۵ میں جو لکھا ہے کہ "خاتم النّبیین کی آیت میرے لئے مانع نہیں، کیونکہ فنافی الرسول ہو کر میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا جزو بن گیا ہوں"۔ جب خاتم النّبیین کی مہر، جدید امتی نبی کے دعویٰ سے بقول مرزا صاحب نہیں ٹوٹتی تو جو خاتم النّبیین سے چھ سو برس پہلے نبی ہو چکا ہے اُسکے دوبارہ آنے سے کیونکر ٹوٹ سکتی ہے؟ اور جب اس کا دوبارہ آنا نصوص شرعی سے ثابت ہے اور دوبارہ آنے کے واسطے حیات لازم ہے۔ کیونکہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے، تو ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔ اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر مرزا صاحب کا غلط ہے۔

قولہ بائیسویں آیت: یہ ہے ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی "اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو، تو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، تاکہ اصل حقیقت تم پر منکشف

ہو جائے‘‘……(الخ)

اقول: ’’چشم ماروشن دل ماشاد‘‘ بیشک آپ اناجیل کی طرف رجوع فرمائیں اگر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل پائے جائیں اور اصالتاً نزول کے معتقد ہوں تو ہم سچے۔ اور مرزاصاحب جھوٹے اور اگر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ اعتقاد کرتے ہیں اور انجیلوں میں ان کی وفات لکھی ہے اور بروزی نزول لکھا ہے تو مرزا صاحب سچے اور ہم جھوٹے۔ مگر انجیل رفع جسمانی ونزول جسمانی بتاتی ہے۔

دیکھو انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳: ’’جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اسکے شاگرد اسکے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے‘‘۔ **آیت ۴:** ’’اور یسوع نے جواب دے کے اونہیں کہا خبردار ہوکہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے‘‘۔ آیت ۵: ’’کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے……(الخ)۔ اس انجیل کے حوالہ سے ذیل کے امور ثابت ہیں:

۱……ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً خود ہی نزول فرمائیں گے نہ کوئی انکا مثیل و بروز ہوگا۔ کیونکہ مسیح کے شاگردوں کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے شاگردوں کو فرمایا کہ میں خود ہی قربِ قیامت میں آؤں گا۔ اسی واسطے شاگردوں کا سوال انجیل میں درج ہے: ’’اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے‘‘؟

۲……یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مسیح موعو ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور گمراہ کرنیوالا ہے جیسا کہ لکھا ہے ’’بہتیرے میرے نام پر آئیں گے‘‘ چنانچہ مسیح کے نام پر بہت سے آبھی چکے ہیں جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ آٹھ آدمیوں نے مرزاصاحب سے پہلے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اُن کے یہاں صرف نام درج کئے جاتے ہیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو: (۱) **فارس بن یحییٰ۔** اس نے مصر میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ بیماروں کو اچھا کرتا تھا اور

طلسم وغیرہ سے ایک مردہ بھی زندہ کر کے دکھا دیا تھا۔ (دیکھو کتاب المختار)۔ (۲) ابراہیم بزلہ۔ (۳) شیخ محمد خراسانی۔ (۴) یسک نامی ایک شخص نے بھی عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ (۵) مسٹر ڈوئی نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ''مجمع البحار'' میں لکھا ہے کہ سندھ میں (۶) ایک شخص عیسیٰ بن مریم بنا۔ (۷) مرزا صاحب بھی عیسیٰ ابن مریم بنتے ہیں۔ مگر خود ہی شکار کی طرح زد کے نیچے آ گئے ہیں کہ اس آیت کو پیش کر کے خود ہی کاذب مدعی ثابت ہوئے۔ کیونکہ اہل کتاب کی کتاب میں لکھا ہے کہ بہت جھوٹے مسیح آئیں گے پس اہل کتاب کے رو سے تو مرزا صاحب جھوٹے مسیح ہیں کیونکہ سچا مسیح موعود تو وہی عیسیٰ ابن مریم نبی ناصری ہے جس کا رفع آسمان پر ہوا وہی واپس آئے گا۔

۳...... یہ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہیں اگر فوت ہو جاتے تو پھر ان کا اصالتاً آنا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے اس واسطے ثابت ہوا کہ زندہ ہے کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح زندہ کر کے اٹھایا گیا۔ (دیکھو انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۵۰): ''تب وہ یعنی یسوع انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا''۔ اب ظاہر ہے کہ چلتا پھرتا دعا اور برکت دیتا ہوا جب اٹھایا گیا تو زندہ ثابت ہوا۔ کیونکہ صرف روح ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کر سکتا۔ (پھر اعمال، باب ۱، آیت ۹ سے ۱۲ تک میں لکھا ہے): ''اور یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا''۔ آگے جا کے پھر لکھا ہے ''یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا، پھر آئے گا''۔

ناظرین! ''پھر آئیگا'' کا فقرہ بتا رہا ہے کہ وہی عیسیٰ ابن مریم جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے وہی پھر آئے گا۔

اب اناجیل اور اہل کتاب تو مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح کی تردید کررہے ہیں۔ مگر مرزا صاحب مغالطہ دے کر کہہ رہے ہیں کہ انجیل سے مسیح کی وفات ثابت ہے لیکن آج تک انجیل کی کوئی آیت پیش نہ کر سکے جس میں لکھا ہو کہ مسیح مرگیا ہے۔ وہ نہیں آئیگا اور اسکی جگہ کوئی دوسرا شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مسیح موعود بنے گا اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی دکھادے ہم اسکو ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔

مرزا صاحب نے ایلیاہ کا قصہ تورات سے ''ملاکی نبی'' کی کتاب کے حوالہ سے پیش کیا ہے جو کہ بالکل غلط اور بے محل ہے کیونکہ ''ملاکی نبی'' کی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ ایلیاہ یوحنا یعنی یحییٰ میں ظہور کرے گا۔ اصل عبارت ملاکی نبی ذیل میں لکھی جاتی ہے: دیکھو! ''خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کرے گا تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں آؤں اور سرزمین کو لعنت سے ماروں''۔ (باب ۴، آیت ۵و۶، کتاب ملاکی نبی)۔ اس ''ملاکی نبی'' کی کتاب سے ثابت ہے کہ ایلیاہ ہولناک دن یعنی قیامت سے پیشتر آئے گا۔ یہ نہیں لکھا ہے کہ وہی ایلیاہ آئیگا جس کا صعود آسمان پر ہوا تھا وہ ایلیاہ تو بروزی اور روحانی رنگ میں الیسع نبی میں یوحنا یعنی یحییٰ سے پہلے آچکا تھا۔ (دیکھو توراۃ سلاطین، باب ۲، آیت ۱۵): ''اور جب ان ایلیا زادوں نے جو یریحو سے دیکھنے نکلے تھے اسے دیکھا تو بولے ایلیاہ کی روح الیسع پر اتری اور دے اس کے استقبال کو آئے اور اس کے سامنے زمین پر جھکے''۔

دوسری طرف انجیل میں جسمیں ایلیاہ کا یوحنا یعنی یحییٰ میں ہونا لکھا ہے اسی انجیل میں لکھا ہے کہ ''یوحنا یعنی یحییٰ نے انکار کیا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں میں وہ نبی ہوں جسکی خبر یسعیاہ نبی نے دی تھی''۔ ذیل میں انجیل کی اصل عبارت لکھی جاتی ہیں:

انجیل متی، باب ۱۷، آیت ۹ سے ۱۳ تک: ''جب وہ پہاڑ سے اترے، یسوع نے انہیں تاکید سے فرمایا کہ جب تک ابن آدم مردوں میں سے جی نہ اٹھے اس رؤیا کا ذکر کسی سے نہ کرو''۔ **(آیت ۱۰):** ''اور اس کے شاگرد نے اس سے پوچھا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے؟ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئے گا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا۔ پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آ چکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا، بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائیگا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے''۔

پھر باب ۱۱، آیت ۱۳: '' کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک، آگے کی خبر دی ہے''۔ (۱۴): ''اور الیاس جو آنے والا تھا یہی ہے، چاہو تو قبول کرو، جس کسی کے کان سننے کے ہوں، سنے''۔

ناظرین! جب اسی انجیل میں لکھا ہے کہ ''یوحنا (یحییٰ) نے الیاس ہونے کا انکار کیا'' اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو جو اپنی نسبت علم ہوتا ہے، دوسرے کی نسبت نہیں ہوتا۔ " **من آنم که خود میدانم** "مثل مشہور ہے۔ یحییٰ علیہ السلام بھی نبی ہیں، وہ بھی جھوٹ نہیں کہتے اور نبی کبھی اپنے آپ کو چھپاتا نہیں۔ مگر یحییٰ صاف انکار کرتے ہیں کہ میں الیاس نہیں ہوں۔ **دیکھو انجیل یوحنا، باب ۱، درس ۱۹ سے ۲۳ تک:** ''یوحنا کی گواہی یہ تھی کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اس (یوحنا) سے پوچھیں کہ تو کون ہے، اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں، تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا کہ میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تاہم انہیں جنہوں نے اس کو بھیجا تھا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں

جیسا کہ یسعاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں...... (الخ)

ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ مرشد ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام ان کے مرید ہیں۔ مرید نے اپنے پیر کو ایلیاہ نبی بنانا چاہا مگر مرشد نے اپنے مرید کی تاویل اور قیاس کو غلط قرار دیکر کہا کہ میں ایلیاہ ہوں نہ مسیح ہوں اور نہ وہ نبی ہوں بلکہ ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔ جیسا کہ یشعیاہ نبی نے کہا تھا۔ کیا کوئی تسلیم کرسکتا ہے کہ پیر کے کہنے کے مقابل مرید کا کہنا معتبر ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر مرزا صاحب کا کوئی مرید یہ کہے کہ مرزا صاحب سلیمان ہیں اور مرزا صاحب خود کہیں کہ میں سلیمان نہیں عیسیٰ ہوں، تو کس کی بات قبول ہوگی؟ مرزا صاحب کی۔ پس اسی طرح یحییٰ کی بات قبول ہوگی اور مسیح کا کہنا ہرگز نہ مانا جائے گا۔ دوسری طرف قرآن نے ”سورۂ مریم“ میں فرمایا: ﴿**یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّاo**﴾ ترجمہ: ”اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہوگا۔ یحییٰ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا“۔ اس نص قرآنی سے ثابت ہے کہ یحییٰ ایلیاہ ہرگز نہ تھے۔ کیونکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ ”ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پہلے نہیں بھیجا“۔ اگر یحییٰ ایلیاہ ہوتے تو خداتعالیٰ ﴿**لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا**﴾ نہ فرماتے۔ پس حضرت یحییٰ کا فرمانا درست ہے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ اور انجیل میں جو یہ قول حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا ہے، الحاقی ہے۔ اور مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ مروجہ اناجیل محرف ومبدل ہیں۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ ایلیاہ یحییٰ میں بروزی طور پر آیا تھا۔ اور اس کے رد میں ذیل کے دلائل قاطع ہیں:

اول: مسئلہ بروز خود باطل ہے کیونکہ جب ایلیاہ کی روح یحییٰ میں آئی تو یہ تناسخ ہوا جو کہ بہ بداہت باطل ہے۔ بروز تناسخ ایک ہی بات ہے صرف لفظی تنازعہ ہے اور اسلامیہ مسئلہ نہیں۔

دوم: اگر کہو کہ روح نہیں، جسم ایلیاہ یحییٰ میں تھا، تو یہ غلط ہے کیونکہ یہ تداخل ہے اور تداخل بھی مسئلہ تناسخ کی طرح باطل ہے۔

سوم: حکیم نورالدین صاحب ایلیاہ کے یحییٰ ہونے کا رد کرتے ہیں۔ دیکھو، فصل الخطاب، صفحہ ۱۳۴ پر لکھتے ہیں: ''یوحنا اصطباغی کا ایلیاہ میں ہونا بالکل ہندوؤں کے مسئلہ اواگون کے ہم معنی ہے''۔ لو اب وہی صورت پیدا ہوگئی جو مسیح اور یحییٰ میں تھی، یعنی مرشد بالکا میں اختلاف، یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا آنا بروزی رنگ میں ہوا اور حکیم نورالدین صاحب کہتے ہیں کہ یہ آواگون کے ہم معنی ہے اور باطل ہے۔ جب مرشد کے مقابل بالکے کا کہنا معتبر ہے اور مسیح کا کہنا یحییٰ کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے تو حکیم نورالدین کا کہنا مرزا صاحب کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اور ثابت ہوا کہ ایلیاہ یحییٰ میں نہیں آیا۔

چہارم: جب ایلیاہ کو آسمان پر خدا نے اٹھا لیا تھا جیسا کہ ''توراۃ، باب سلاطین ۲، آیت یکم باب ۲'' میں لکھا ہے اور جسم کے ساتھ اٹھایا گیا لکھا ہے دیکھو اصل عبارت: ''اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے تو ایلیاہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا اور مسیح نے اپنے آنے کی خبر دی ہے''۔ (**دیکھو انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۰**): ''اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال سے آسمان سے بدلیوں پر آتے دیکھیں گے''۔ (**انجیل لوقا، باب ۲۱، آیت ۲۷**): ''اور تب ابن آدم کو بدلی میں قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے''۔ سب انجیلوں کا اتفاق ہے کہ اصالتاً نزول مسیح ہوگا۔ پس جس انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں آنا مذکور ہے اسی انجیل میں مسیح کا اصالتاً جسد عنصری کے آسمان سے اترنا مذکور ہے اور چونکہ اسی انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں ہونا غلط کہا گیا ہے، یعنی یحییٰ کہتے ہیں کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔ تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان سے

نزول فرمائیں گے اور اس مضمون انجیل کی قرآن شریف نے تصدیق بھی فرمائی ہے اور حدیث **ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء.** ترجمہ: ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔

(کنز الایمان ج۱۳ص۶۱۹حدیث نمبر ۳۹۷۲۶، باب نزول عیسیٰ)

اخی یعنی بھائی کا لفظ بتا رہا ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری ہیں ان کے بغیر جو شخص حضرت مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔ امتی محمد ﷺ کا کبھی بھائی نہیں ہوسکتا۔ رسول کا بھائی وہی ہوسکتا ہے جو خود رسول ہو۔ اور امتی چونکہ رسول نہیں ہوسکتا وہ ہرگز بھائی بھی نہیں ہوسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا انجیل میں لکھا ہے اسکی تصدیق فرمائی۔ جب انجیل کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہوجائے تو پھر اس کے خدا کی طرف سے ہونے میں کچھ شک مومن کو نہیں رہتا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ہوا تو حضرت الیاہ کا یحییٰ میں ہونا غلط ہوا اور بروزی نزول باطل ٹھہرا۔

اب انجیل کی دوسری طرف آؤ اور دیکھو کہ انجیل تو قرآن کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ''اسی طرح وہ چور بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے طعنہ مارتے تھے تب چھویں گھنٹہ سے لیکے نویں گھنٹہ تک کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا **ایلی ایلی لما سبقتنی** یعنی'' اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا''۔ ان میں سے بعضوں نے جو وہاں کھڑے تھے سن کر کہا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے۔ وہیں ان میں سے ایک دوڑ کر بادل (کپڑا) لے آیا اور سرکے میں بھگویا اور نرکھٹ پر رکھ کر اسے چوسا۔ باقیوں نے کہا رہ جا ہم دیکھیں الیاس اسے چھڑانے

آتا ہے کہ نہیں۔ (آیت ۵)۔ ’’اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی‘‘۔ (انجیل متی، باب ۲۷، آیات ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰)

اس انجیل سے ثابت ہے کہ مصلوب کی جان نکل گئی تھی۔ اس چشم دید شہادت کے مقابل جو آسمانی کتاب میں ہے مرزا صاحب کی طبعزاد اپنے مطلب کی حکایت کہ مسیح کی صلیب پر جان نہ نکلی تھی اور بھاگ کر کشمیر جا کر فوت ہوا بالکل غلط ہے۔ بغرض محال اگر مرزا صاحب کی حکایت جو انہوں نے ۱۹ سو برس کے بعد بنائی ہے، اسے صحیح تسلیم کرلیں تو مسیح کی حیات میں مرزا قادیانی کا اور ہمارا اتفاق ہے کیوں کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے ذمہ ثبوت ہے، بلا سند کوئی نہیں مان سکتا۔

انجیل لوقا، باب ۲۳ آیات ۴۵، ۴۶، ۴۷: ’’اور چھٹویں گھنٹہ کے قریب تھا کہ ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور نویں گھنٹہ تک رہا اور سورج بتاریک ہوگیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا اور یسوع نے بڑے آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہ کہہ کے دم جندو نا اور صوبہ دار نے یہ حال دیکھ کر خدا کی تعریف کی‘‘۔

اس انجیل کے مضمون سے بھی ثابت ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ اگر جان نہ نکلی اور کامل موت نہ آئی تو پھر آندھی کیوں آئی۔ ہیکل کا پردہ کیوں پھٹا دنیا پر تاریکی کیوں چھا گئی۔ خدا نے جو مسیح کا ماتم منایا تو ثابت ہوا کہ مسیح مر گیا تھا صلیب پر۔

انجیل یوحنا، باب ۱۹، آیت ۳۰: ’’پھر یسوع نے سرکہ چکھا تو یہ پورا ہوا اور سر جھکا کے جان دی‘‘۔ اس انجیل سے یہی ثابت ہوا ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ غرض انجیلوں کا اتفاق ہے کہ یسوع مصلوب مر کر پھر تیسرے دن زندہ کیا گیا۔ اور پھر اس کا رفع اسی جسم کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ وہ شاگردوں کو ملا اور روٹی اور مچھلی کھاتا ہوا اور شاگردوں کو دعا دیتا

ہوا آسمان پر اٹھایا گیا، اور قیامت کے قریب پھر آئے گا۔ (**دیکھو انجیل یوحنا، باب ۱۹، ۲۰، ۲۱**):'' یہاں تمام عبارات کی نقل باعث طوالت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا وہ تو صلیب پر مر گیا تھا اور پھر تیسرے دن زندہ ہوکر آسمان پر اٹھایا گیا۔ یہ تو عیسائیوں کا اعتقاد ہے اور قرآن نے اسکی تردید کی ہے کہ مسیح ہرگز صلیب نہیں دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بال بال بچایا اور پہلے اپنے قبضہ میں کرلیا تاکہ یہودی اسکی بے حرمتی نہ کریں اور نہ صلیب کے عذاب اسکو دے سکیں۔ چنانچہ وعدہ ﴿**وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا**﴾ سے ثابت ہے یعنی ''اے عیسیٰ میں نے تم کو ان کافروں کی بری حجت سے پاک کردیا اور پھر آسمان پر اٹھالیا۔ مرزا صاحب نے قرآن سے انکار کرکے عیسائیوں کا اعتقاد اختیار کیا اور صریح قرآن کی مخالفت کرکے مسیح کو صلیب پر لٹایا، کوڑے پٹوائے اور تمام ذلت روا رکھی اور من گھڑت ڈھکوسلا نکالا کہ جان نہ نکلی تھی۔ جان کا نہ نکلنا کسی سند اور دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ اناجیل کی چشم دید شہادت کے مقابل مرزا صاحب کی کون سنتا ہے۔ مگر مسیح کی زندگی کے دونوں گروہ یعنی عیسائی اور مسلمان معتقد ہیں اور اسکے اصالتاً رفع اور نزول کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر فوت ہو جانے کے بعد پھر تیسرے دن زندہ ہوکر اٹھایا جانا کہتے ہیں اور مسلمان بالکل صلیب کے نزدیک تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں آنے دیتے اور نہ کسی قسم کا عذاب اور ذلت اسکے واسطے وقوع میں آنا مانتے ہیں اور ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ پر ایمان رکھتے ہیں اور ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ کی ترتیب لفظی بتا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں لٹکائے گئے کیونکہ **ماقتلوهُ** پہلے ہے اور **صلبوه** بعد میں ہے اور تورات سے ثابت ہے کہ پہلے مار کر قتل کرکے مقتول کی لاش لٹکاتے تھے جس سے مرزا صاحب کی ایجاد کہ جان نہ نکلی تھی، باطل ہے۔ غرض مسلمان مسیح کے مردہ ہونے کے بعد زندہ

ہونے اور مرفوع ہونے قائل ہیں پس اہل کتاب کی شہادت سے مسیح کی حیات ثابت ہے کیونکہ انجیل میں صاف صاف لکھا ہے ''اور ان سے کہا کہ یوں ہی لکھا ہے اور یوں ہی ضرور تھا کہ مسیح دکھ اٹھائے اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے''۔

پہلی شہادت، آیت ۴۶، باب ۲۴، انجیل لوقا، **دوسری شہادت**، انجیل متی، باب ۱۷، آیت ۲۲: ''جب وہ جلیل میں پھرا کرتے تھے یسوع نے انہیں کہا کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے قتل کریں گے، پھر وہ تیسرے دن جی اٹھے گا، تب وہ نہایت غمگین ہوں گے''۔ **تیسری شہادت**، انجیل باب ۱۶، آیت ۲۱: ''دکھ اٹھاؤں اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں''۔ **چوتھی شہادت**، انجیل یوحنا، باب ۲، آیت ۲۲: ''جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اس کے شاگردوں کو یاد آیا''۔

اب مرزا صاحب کی خودغرضی دیکھئے کہ تمام مضمون انجیل کا تو مانتے ہیں مگر جی اٹھنا چونکہ ان کے مسیح ہونے کا خارج ہے اور اصالتاً نزول ثابت کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے انکار کر کے پھر قرآن کی طرف آتے ہیں کہ قرآن مانع ہے کہ طبعی مردے دوبارہ آئیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ مردہ زندہ کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیا خوب عقلمندی اور انصاف ہے کہ خود ہی اہل کتاب کے فیصلہ کو قبول کرتے ہیں اور قرآن کی طرف سے منہ موڑتے ہیں، یعنی جب قرآن کہتا ہے کہ ﴿**ما قتلوہ وما صلبوہ**﴾ تو اس کے برخلاف مسیح کے قتل وصلیب کے قائل ہو کر انجیل کی طرف آتے ہیں اور جب اسی انجیل میں مسیح کا زندہ ہونا دیکھتے ہیں تو قرآن کی طرف آتے ہیں، یہ کونسا اسلام ہے۔ شعر

چوں بوقلموں مباش بر لحظہ برنگ بیا رومی روم باش یا زنگی زنگ

مسلمان رہ کر قرآن مجید کو مانیں یا عیسائی ہو کر انجیل عیسیٰ کو مانیں اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو قرآن سے اپنے مطلب کی بات ملے اس وقت اسے پیش کریں اور جب انجیل

سے اپنا مطلب ملے تو انجیل پیش کریں اور اگر وہی انجیل اور قرآن فریق ثانی پیش کرے تو دونوں سے انکار کریں۔ آپ نے خود فیصلہ اہل کتاب پر ڈالا ہے اور اہل کتاب کی کتاب سے حیات مسیح اور اصالتاً نزول ثابت ہے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر غلط ہے۔

قولہ تیسویں آیت: ﴿**یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةًo فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْo وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْo**﴾ ترجمہ: یعنی ’’اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ‘‘۔ اس آیت سے صاف صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح بخاری میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ لہٰذا جب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا...... (الخ) (صفحہ ۶۱۸، ازالہ اوہام، حصہ دوم)

اقول: اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے بوجوہات ذیل:

اوّل: یہ آیت قیامت کے بارے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح کے حق میں اور اس میں تمام نیکوکار اور مومنین جو کہ بعد میزان اعمال کے اور ذرہ ذرہ نیکی اور بدی کے حساب کے بعد جو لوگ نجات یافتہ ہوں گے۔ ان کے حق میں یہ آیت ہے نہ کہ یہ آیت مسیح کے حق میں۔ تاکہ وفات مسیح اس آیت سے ثابت ہو۔ اس آیت کے اوپر کی آیات دوزخیوں کے حق میں ہے جیسا: ﴿**فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌo وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌo**﴾ یعنی ’’اس دن خدا گنہگاروں کو ایسی سزا دے گا کہ اس جیسی کسی نے سزا نہ دی ہوگی اور انکو اس طرح جکڑے

گا کہ اس جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا‘‘ ۔ یہ تو دوزخیوں کے حق میں خدا فرمائے گا اور پھر نجات یافتہ اور بہشتیوں کے حق میں فرمائے گا کہ تم میرے مقبول بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میرے بہشت میں چلے جاؤ۔

مرزا صاحب نے مسیح کی وفات پر کس طرح اسکو دلیل گردانا، یہ تو قیامت کو ہوگا اور یوم **یجمع الرسل** کے دن ہوگا۔ کیا قیامت آگئی اور حساب کتاب ہو چکا اور یوم الفصل گذر گیا ہے کہ مسیح کے حق میں یہ فیصلہ ہوا کہ: ﴿**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ o وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ o**﴾ یعنی ’’میرے بندے آؤ اور میرے بہشت میں داخل ہو جاؤ‘‘۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب مسیح کو بہشت میں قیامت سے پہلے اور تمام سوال جواب سے پیشتر جو کہ مرزا صاحب کی مایۂ ناز آیت ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ میں ہونے والے ہیں، ہوگئے ہیں! یعنی خدا نے مسیح سے دریافت کرلیا ہے کہ تم نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود اور الٰہ پکڑو؟ اور کیا حضرت مسیح نے ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ کا جواب دے دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ اس آیت کو جس کا وقوع قیامت کے دن ہونے والا ہے، مسیح کی فرضی اور زخمی وفات پر دلیل سمجھی جائے۔ اگر یہ آیت مسیح کے متعلق سمجھی جائے تو اس سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ نہ ابھی تک قیامت آئی اور نہ مسیح کو ﴿**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ o وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ o**﴾ کہا گیا جو موت کے مستلزم ہے۔ تو مسیح زندہ ہے کیونکہ ابھی خدا نے مسیح کو نہیں کہا اور نہ قیامت آئی۔ جب قیامت آئے گی تب مسیح کو کہا جائے گا۔ اور تب ہی مسیح فوت بھی ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ جب تک انسان مر نہ جائے تب تک وہ خالص بندوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ یہ قاعدہ من گھڑت جو مرزا صاحب نے بنایا ہے اسی سے حیات مسیح ثابت۔ کیونکہ قیامت آنے والی ہے نہ کہ آچکی ہے۔ اور یہ آیت بھی قیامت کو صاف کی جائے گی اور عوام نجات یافتہ لوگ اس کے مخاطب ہوں گے، نہ کہ صرف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

دوم: مرزا صاحب نے اپنی عادت کے موافق اس آیت میں بھی تحریف کی ہے یعنی اپنے پاس سے عبارت ملائی ہے جو الحاد و کفر ہے اور اُنکی اپنی تحریر کے رو سے یہودیت ہے۔ اس قدر عبارت مرزا صاحب نے غریب ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنے پاس سے لگائی ہے کہ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا چھوڑ گئے ہیں۔ یہ فقرہ جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں، اپنے پاس سے لگالیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب روزِ جزا و سزا و قیامت کے منکر ہیں۔ صرف مرنے کے وقت وہ ساتھ ہی سب حساب کتاب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اسی وقت نجات یافتہ مردے کو نجات یافتہ لوگوں میں اور بہشت میں داخل کر دیتا ہے اور دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔ اور نہ کوئی قیامت ہے اور نہ میزان اور نہ پل صراط وغیرہ۔ اور یہ صریح فاسد عقیدہ ہے کہ روزِ قیامت سے انکار ہو۔ جب مسیح فوت ہونے کے ساتھ ہی خدا کے حضور میں پیش ہو گیا اور بقول مرزا صاحب **"فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ"** کا کام قبل از قیامت اسکو مل گیا تو قیامت کا انکار لازم آیا۔ کیونکہ یہ آیت تو بتاتی ہے کہ یہ باتیں قیامت کو ہونیوالی ہے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح کے مرنے کے ساتھ ہی ہو گئیں۔ تو قیامت سے انکار نہیں تو اور کیا ہے! اللہ رحم کرے خود رائی اور خودغرضی سے انسان کہاں کا کہاں ہو جاتا ہے۔

سوم: معراج والی حدیث کا حوالہ دیکر خود ہی قابو آگئے ہیں، کیونکہ معراج والی حدیث تو ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب انبیاء علیہم السلام کے امام بنے اور سب انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء کی اور نماز ادا کی۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح مردہ نبیوں میں نہ دیکھے گئے۔ بلکہ زندہ نبیوں میں داخل ہو کر نماز جماعت میں شامل ہوئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود بھی زندہ تھے اور مرزا صاحب کے من گھڑت قاعدہ سے جب زندہ مردوں میں داخل

نہیں ہوسکتا تو رسول اللہ ﷺ بھی فوت ہوکر فوت شدہ کے نبیوں کے امام نہیں ہوں گے اور نہ جماعت کرائی ہوگی۔ یا تمام انبیا زندہ ہو گئے ہوں گے رسول اللہ ﷺ کا فوت ہوکر جماعت کرانا تو ناممکن ہے۔ کیونکہ مردہ کا اس دنیا میں دوبارہ آنا قرآن کے برخلاف خود کہتے ہو۔ اور نیز مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آتے اور رسول واپس آگئے۔ تو ثابت ہوا کہ محمد ﷺ زندہ تھے مردہ نہ تھے بلکہ دوسرے سب انبیاء علیہم السلام بھی زندہ کئے گئے تھے اور یہی مذہب ''اہل سنت والجماعت'' کا ہے۔

نواب مولوی محمد قطب الدین خان صاحب محدث دہلوی ''مظاہر حق'' جو شرح مشکوٰۃ شریف کی ہے اس کے صفحہ ۵۶۹، جلد چہارم میں لکھتے ہیں، **وھو ھذا:** ''یہ بھی موید ہے اس کا کہ انبیاء وقت نماز کے بیت المقدس میں ساتھ بدنوں اور ارواحوں کے تھے۔ کیونکہ حقیقت نماز کی یہی ہے کہ کرنا افعال مختلف کا ہوتا ہے ساتھ اعضاء کے۔ نہ نرے ارواح کے۔ یعنی صرف روح نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پھر آگے ''صفحہ ۵۷۰'' پر بعد ترجمہ: ''پس آیا وقت نماز کا، پس امام ہوا میں ان یعنی انبیاء کا''۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں امام ہوں اور سب انبیاء میرے پیچھے کھڑے ہوئے۔ نواب صاحب مولوی قطب الدین خان صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے مرزا صاحب کے اعتراض کا جواب دیدیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ جہان تو دار تکلیف بھی نہیں، نماز اس میں کیوں ہو، یعنی وہ زندہ نہیں تکلیف نماز کیوں ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین زندہ ہیں ساتھ حیات حقیقی دنیاوی کے اور چونکہ زندہ ہیں شاید کہ تکلیف بھی ہو اور یہ بھی ہے کہ اس جہان میں وجوب رفع کیا گیا ہے نہ وجود اس کا اور ان انبیاء نے یہاں حضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور بعد اس کے ان کو آسمان پر لے گئے حضرت کے استقبال اور تعظیم کے لئے، یا ان کے ارواحوں کو آسمان میں منتقل کیا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کہ وہ

ساتھ بدنوں کے آسمان پر ہیں''۔ (دیکھو مظاہر حق ،صفحہ ۷۰۵، جلد چہارم مطبوعہ نول کشور پریس)

اب حوالہ مشکوٰۃ کی شرح سے ثابت ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ کر کے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دکھائے اور نماز پڑھوائی جو کہ دلیل ہے اس بات کی کہ نبیوں کے جسم وروح دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، ورنہ صرف روح کا نہ تو کوئی حلیہ ظاہر ہوسکتا ہے اور نہ روح نماز پڑھتا دیکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ روح کا وجود محسوس اور خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ یحییٰ ویمیت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت اپنے موصوف کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اکثر اپنے خاص بندوں کی فضیلت عوام پر جتانے کے واسطے وقتاً فوقتاً مردے زندہ کرتا رہا ہے۔ تاکہ یقین ہوسکے کہ خدا تعالیٰ قیامت کو سب انسانوں کو زندہ کر کے حساب لے گا۔ اور سزا وجزا دے گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ کر کے پھر زندہ کیا۔

بنی اسرائیل نے جو خون کیا تھا اور قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا وہ مردہ زندہ کر کے خدا تعالیٰ نے قاتل پکڑوادیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جانور ذبح کئے ہوئے زندہ کر دکھائے تاکہ اس کے دل کو اطمینان ہو اور وہ لوگوں کو یقین دلا دے کہ قیامت برحق ہے اور خدا تعالیٰ مردے زندہ کرسکتا ہے۔ یہ تمام مضامین قرآن شریف میں ہیں مرزا صاحب نے جو آیت پیش کی ہے وہ قیامت کے بارے میں ہے کہ کفار اس وقت خواہش کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج۔ ارشاد ہوگا ہم کسی کو نہیں بھیجتے۔ یہ کہاں سے نکلتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ خاص وقت میں اپنی قدرت نمائی کر کے مردہ زندہ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا؟ ایسے فاسد عقیدہ سے تو قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ ایک مردہ زندہ نہیں کرسکتا ہے تو کروڑوں بیشمار انسانوں کو کس طرح قبروں سے زندہ اٹھا کر حساب لے سکتا ہے۔ جب خدا مردہ زندہ کرنے سے عاجز ہے، تو یوم القیامت سے بھی عاجز ہے۔ ایسا فاسد عقیدہ کسی

مسلمان کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور ﴿انہ لعلم للساعۃ﴾ نص قرآنی سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم مسیح کے زندہ کرنے پر قادر ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن تم سب کو زندہ کرنے پر قادر ہیں۔ جب انجیل اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بحالت زندگی ہوا اور زندہ ہی اصالتاً قرب قیامت میں نزول ہوگا۔ تو پھر مسلمان ہوکر انکار کے کیا معنی، کیا یہ عقلمندی ہے؟ جس سے مرزاصاحب کا استدلال غلط ہوا کہ چونکہ فوت شدہ نبیوں میں حضرت مسیح دیکھے گئے اس لئے وہ بھی فوت شدہ ہوں گے کیونکہ ثابت ہوا کہ اس وقت تمام نبی زندہ تھے۔

چہارم: یہ واقعات کے بھی برخلاف ہے کیونکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان مردہ انسانوں کو بحالت زندگی خواب میں دیکھتے ہیں۔ کئی ایک مردہ بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ مردوں کو دعوت کی مجلسوں میں دیکھتے ہیں حالانکہ دیکھنے والے زندہ ہوتے ہیں اور جو دیکھے جاتے ہیں وہ زندہ بھی ہوتے ہیں اور مردہ بھی ہوتے ہیں۔ جس سے مرزاصاحب کا من گھڑت قاعدہ غلط ثابت ہوتا ہے کہ مردوں میں اگر زندہ دیکھا جائے تو وہ وفات شدہ ہوتا ہے۔

پنجم: مرزاصاحب کا اپنا اقرار ہے کہ معراج والی حدیث میں حضرت خلاصۂ موجودات محمد ﷺ نے وفات شدہ انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ان سے ملاقات اور بات چیت ہوئی حالانکہ خود حضور ﷺ زندہ تھے۔ جس سے مرزاصاحب کا یہ فرمانا بالکل غلط ثابت ہوا کہ فوت شدہ دنیا میں اگر عیسیٰ علیہ السلام دیکھے گئے تو وہ بھی فوت شدہ تھے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فوت شدہ نبیوں کو دیکھا اور خود زندہ تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود زندہ تھے اور فوت شدہ نبیوں میں اگر دیکھے گئے تو ان کا فوت ہونا لازم نہیں آتا، جس طرح محمد ﷺ کا فوت ہونا لازم نہیں آتا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ چوبیسویں آیت یہ ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ (پارہ۲۱،سورۃ الروم)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں: پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے، پھر تکمیل اور ترتیب کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اسکو ملتا ہے، پھر اس پر موت صادر ہوتی ہے، پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کے روسے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں۔ حالانکہ قرآن کریم میں اول سے آخر تک یہ التزام رہا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال لیتا ہے یا اُسکے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔ (ص ۶۱۸، ازالہ اوہام)

اقول: مرزا صاحب نے لفظ قانون قدرت تو دہریوں اور نیچریوں سے سیکھ لیا، مگر اس کا درست استعمال نہ سیکھا، بے محل قانون قدرت کی مٹی خراب کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ جن لوگوں نے لفظ قانون قدرت وضع کیا ہے انہوں نے ساتھ ہی نوادر و شوار کا ہونا بھی تسلیم کرلیا ہے۔ کلیہ قانون نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ قانون قدرت و فطرت یہی ہے کہ انسان عورت و مرد کے جفت ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر نص قرآنی سے ثابت ہے کہ حضرت آدم اور حوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قانون فطرت سے باہر ہیں۔ ”تاریخ چین“ مصنفہ مسٹر جنس کاٹرن مطبوعہ ۱۸۶۵ء عیسوی جلد۲، دفتر اول، باب ۱۲، صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے کہ ”ایک عورت کو آفتاب کے وسیلہ سے تین (۳) لڑکے پیدا ہوئے جس کا نام اوکم کتاکس اور ہاسکن ساکجی اور بور بحر تھا۔ ان سب کا نام نورانیوں ہوا ہے۔ عہد جدید عبرانیوں باب ۷، آیت ۳ (ملک صدق) یہ بے باپ و بے ماں بے نسب نامہ جسکے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی آخر۔ مگر خدا کے بیٹے کے مشابہ۔ سیتا جی کا بغیر باپ پیدا ہونا ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔

مغلوں کی تاریخ میں لکھا ہے اصل عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ مغلوں اور مرزائیوں پر حجت ہو۔ کیونکہ مرزاصاحب ذات کے مغل تھے: ’’ایک دن حسب معمول دربار میں پیشی ہوئی اجلاس کررہے تھے امراء،وزراء ودیگر اہل مقدمات دربار میں حاضر تھے کہ حضرت الآن قوا نے جمیع اشخاص کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آج رات گذشتہ کو میں محل شاہی کے دالان کلان میں سوئی ہوئی تھی کہ دفعتاً نور الٰہی میرے کمرے کے اندر داخل ہوا اور میرے پلنگ چھا گیا اور میرے منہ کے راستے میرے پیٹ میں داخل ہوگیا۔ میں اس نور الٰہی سے حاملہ ہوگئی ہوں‘‘۔ آگے لکھا ہے کہ ’’اس کو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقوں، دوسرے کا نام بوسقین سالجی، تیسرے کا نام موتقاں تھا‘‘۔ (دیکھو مغلیہ گزٹ، لاہور جون ۱۹۱۹ء صفحہ ۷ کے اخیر)

افسوس! مرزاصاحب دوسروں کے واسطے تو قانون قدرت پیش کرتے ہیں اور اپنے فاتیات کے لئے سب قانون قدرت بھول جایا کرتے ہیں۔ مرزائی تمام ملکر مرزاصاحب کا الہام سچا کریں اور قانون قدرت سے بتائیں کہ مرد کو کبھی حیض آتا ہے یا یہ مرزاصاحب کی خصوصیت تھی۔ (دیکھو الہام مرزاصاحب مندرجہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳) **یریدون ان یروطمسک** ترجمہ از مرزا قادیانی، بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ اب مرزاصاحب اپنے فرمانے کے مطابق مردوں کے گروہ سے مستثنیٰ کئے گئے یا یہ الہام غلط ہے؟ اگر مرزاصاحب کو حیض آتا تھا تو یہ قانون قدرت کے برخلاف ہے اور اگر حیض نہیں آتا تھا تو الہام شیطانی ہے۔ افسوس! مرزاصاحب کی عجب حالت تھی ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ خداتعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو معاملات کرتا ہے وہ خاص ہوتے ہیں اور وہ معاملات عوام سے نہیں کرتا۔ جب عوام سے وہ معاملات نہیں کرتا تو قانون کا کلیہ ہونا باطل ہے۔

اصل عبارت مرزاصاحب کی لکھی جاتی ہے، **وھو ھذا:**

’’دنیا بے خبر ہے اور ان سے خداتعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو سرے سے وہ ہرگز نہیں

کرتا جیسا کہ ابراہیم چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی، جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا اور جب ایک بدکردار بادشاہ اُن کی بیوی سے بدارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اسکے ان ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا"...... (الخ)

(صفحہ ۵۰، حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

اب بتاؤ مرزا صاحب کا قانون قدرت کہاں گیا آگ کس طرح سرد ہوگئی؟ کیا اس وقت خدا کو قانون قدرت بھول گیا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ آگ کی فطرت جلانے کی کیوں جاتی رہی۔ بلکہ اس کو سرد کرنے کی طاقت اس میں کہاں سے آگئی اور قانون قدرت کہاں دھرا رہا۔ پس قبول کرنا پڑے گا کہ کلیہ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ خدا قادر مطلق جو چاہے کر سکتا ہے پس دیندار ہو کر قانون قدرت اور فلسفی دلائل پیش کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ افسوس! مرزا صاحب کے ذہن میں جو آتا ہے وہ اسکو وحی الٰہی سمجھ کر کلیہ اور قانون بنا لیتے ہیں اور اس کے جھوٹے ہونے پر انکو پشیمان ہونا پڑتا۔ اسی آیت میں دیکھو مرزا صاحب نے کس قدر غلطی کھائی ہے کہ ﴿ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ کے معنی خود ہی فوت ہو جانے کے کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہیں اس آیت میں بیشک چار واقعات ہیں پہلے پیدا ہونا۔ کیا اسمیں کلیہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ آدم اور حوا اور مسیح وغیرہم باہر ہیں۔ دوسرا ﴿وَرَزَقَكُمْ﴾ کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے لوگ ہیں اور مسیح چھ سو برس پہلے پیدا ہوئے۔ تو وہ اس قانونِ مرزا صاحب پہلے ہی باہر ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے پیدا ہوئے اور قرآن شریف بعد میں نازل ہوا۔

تیسرا: یہ دونوں ماضی کے صیغے ہیں اور یمیتکم اور یحییکم مضارع کے صیغے ہیں جو کہ صاف صاف دلیل اس بات کی ہیں کہ پیدا ہونے اور رزق ملنے کے بعد فوت

ہونا ہوگا اور پھر زندہ ہونا ہوگا۔ ماضی صیغے تو یہ نہیں ہیں کہ مرزا صاحب مسیح کو مار چکے **یمیتکم** کے معنی ہیں اپنی مرضی سے جب چاہے گا آئے گا۔ مارا گیا مرزا صاحب نے جو سمجھ لیا بالکل غلط ہے اور خدا تعالیٰ مسیح کو بھی بعد نزول مارے گا۔ مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ خدا مسیح کو مارے گا۔ جھگڑا تو اس بات میں ہے کہ اب تک نہیں مرا اور قرآن کی اس آیت سے بھی حیات ہی ثابت ہے کہ قرآن کے نازل ہونے تک اگر مسیح اس قانون میں شامل ہو کر نہیں مرا۔ ورنہ ماضی کا صیغہ ہوتا کیوں کہ **یمیتکم** ہے جس کے معنی ہیں مارے گا۔

چوتھا: امر یہ کلیہ مرزا صاحب نے جو بیان کیا کہ قرآن کریم میں یہ التزام ہے کہ اگر کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فوراً اس قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال دیتا ہے۔ بالکل غلط اور خلاف قرآن ہے۔ خدا تعالیٰ قانون فطرت بتاتا ہے ﴿**خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ، يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ**﴾ یعنی انسان یعنی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جو کہ سینہ اور پشت کی ہڈیوں سے نکلتا ہے گو ذکر قانون فطرت تو یہ تھا کہ دیکھو قرآن شریف: ﴿**اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى o ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى o**﴾ یعنی پہلے نطفہ ہوتا ہے اور پھر علقہ پھر انسان پیدا ہوتا ہے۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مسیح اس قانون سے باہر تھا اور بغیر نطفہ باپ کے کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ مگر خدا نے مسیح اور آدم وحوا کے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا من گھڑت کلیہ غلط ہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ پچیسویں: آیت یہ ہے کہ ﴿**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ o**﴾ (سورہ رحمٰن، پارہ ۲۷)۔ یعنی'' ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے''۔ یعنی دم بدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے۔

مطلب یہ کہ ہرایک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے۔ اور کوئی وقت خالی نہیں وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بوڑھا اور پھر اس کو قبر میں ڈال دیتی ہے۔ اور اس قانون سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے **فانٍ** کا لفظ اختیار کیا۔ یعنی ''نہیں'' کہا تاکہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں ایک دفعہ واقعہ ہوگی۔ بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جسمیں بموجب نص صریح کے ہردم فنا کام کر رہی ہے۔ بلاتغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توجہ اور کہاں گئے وہ تمہارے لمبے چوڑے دعویٰ اطاعت قرآن کریم کے۔

جواب: اس آیت سے بھی مسیح کی وفات ہرگز مفہوم نہیں۔ یہ آیت تو خدا تعالیٰ کی ذات کی نسبت ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ یہاں وفات مسیح کا کیا ذکر بیشک تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام چیزیں فنا ہوگئی ہیں۔ فنا دو قسم سے مانی جاتی ہے۔ ایک فنا بالفعل اور دوسری فنا بالقوۃ۔ یہ ذکر فنا بالقوۃ کا ہے یعنی سب چیزیں فنا ہونیوالی ہے۔ اس آیت سے سمجھنا کہ سب کچھ ہوگیا ہے اور مسیح بھی فوت ہوگیا ہے جہالت ہے ذرا غور اور انصاف سے کہو کہ اگر کوئی شخص یہی آیت پڑھ کر کہدے کہ دنیا فنا ہوگئی ہے اور ہم تم سب اسی قانون کے ماتحت ہیں اسلئے ہم تم بھی فوت شدہ ہیں۔ تو کوئی شخص اس جاہل کی بات قبول کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی یہ بات کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ چونکہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ٥﴾ قرآن شریف میں آیا ہے اسلئے مسیح کو بھی فوت شدہ مان لو۔ اگر کوئی شخص میاں صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو یہ آیت سنا کر کہے کہ حضرت آپ تو فوت ہوگئے ہیں کیونکہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ٥﴾

قرآن میں آیا ہے تو کیا سب مرزائی مان لیں گے؟ ہر گز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کی یہ دلیل کس طرح مانی جاسکتی ہے۔

دوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حال کے مولوی یہ گمان کررہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی الہامی عبارت کے برخلاف ہے جو آپ نے اپنی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں لکھی ہے، **وھو ھذا:**

''اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا''۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸،۴۹۹، مصنفہ مرزا صاحب)

یہ عقیدہ ایسا اجماعی تھا کہ پہلے مرزا صاحب بھی اسی عقیدہ پر تھے بلکہ مرزائی خدا نے بھی مرزا صاحب کو اطلاع نہ دی۔ مگر اب مرزا صاحب تمام صحابہ کرام وعلمائے عظام وصوفیاء اور اولیاء امت کو چھوڑ صرف حال کے مولویوں کو الزام دیتے ہیں کہ یہی مولوی مسیح کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں، دوسری امت نہیں مانتی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اولیائے امت رحمہم اللہ اسی پر تھے جیسا کہ میں ''رسالہ تائید الاسلام'' بابت ماہ اگست دسمبر ۱۹۱۹ء میں اجماع امت ثابت کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ کے ہر ایک طبقہ کا نام اور نام کتاب لکھا ہے جسمیں انہوں نے جسمی رفع ونزول مسیح لکھا ہے مگر مرزا صاحب کی راستبازی یہ ہے کہ صرف حال کے علماء کو الزام دیتے ہیں۔

سوم: کہتے ہیں کہ یہی علماء کی توحید ہے۔ افسوس! مرزا صاحب کی عیاری قابل داد ہے کہ خود شرک کریں اور اپنی کتاب ''البریہ'' کے صفحہ ۷۹ پر لکھیں کہ ''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور کہا کہ وہی ہوں''۔ سبحان اللہ یہ مرزائی توحید ہے کہ عاجز انسان خدا بنتا ہے مگر عیاری یہ ہے کہ دوسرے علماء کو کہتے ہیں کہ وہ شرک کرتے ہیں کیوں خود خدا جو ہوئے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ خود مرزا صاحب خدا کے لئے خدا کی اولاد بنیں تو موحد۔ خدا

کے نقطہ سے اپنے آپ پیدا شدہ بتائیں تو موحد۔ اور مولوی صاحبان صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دراز عمر دیں اور آسمان پر نصوص شرعی کے مطابق تسلیم کریں تو مشرک۔ افسوس! پس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ وفات مسیح بالفعل ثابت کرنی تھی جو نہ کی۔ بالقوۃ فنا کا تو ہر ایک مسلمان قائل ہے۔ کلام تو صرف اسمیں ہے کہ مسیح ابھی تک نہیں مرا۔ جیسا کہ حدیثوں کے الفاظ **ثم یموت ولم یمت** ظاہر کررہے ہیں۔ اور یہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کی آیت: ﴿**وَاِن مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ**﴾ کے مطابق فرمایا۔ قرآن وحدیث سے جو امر ثابت ہو اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہو اسکو شرک ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

قولہ چھبیسویں آیت: ﴿**اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ o فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ o**﴾ (الجزء۲۷، سورۃ القمر) یعنی ’’متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں، صدق کی نشست گاہ میں بااقتدار بادشاہ کیساتھ‘‘۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی قیامت کے بارے میں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنت میں داخل ہوگئے ہیں۔ جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ تو پھر مرزا صاحب کا کس قدر بہتان ہے کہ جنت کے دخول کے واسطے موت کا لازم ہونا کہتے ہیں۔ مسلمان کا مذہب ہے جب حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بہشت کا دروازہ کھولیں گے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں کیسے داخل ہوئے۔ مرزا صاحب کا قاعدہ تھا خود ہی اپنے پاس سے ایک بات بنالیتے

اور خود بموجب بنائے فاسد علی القیاس جھوٹ پر جھوٹ بولتے جاتے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں داخل ہیں۔ جسکے واسطے مرزا صاحب موت کا ہونا ضروری بتلاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے معنی کرنے میں تحریف معنوی کی ہے جو کہ بقول ان کے الحاد ہے۔ کوئی مرزائی بتادے کہ ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد یہ قرآن مجید کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ جب قرآن مجید میں یہ الفاظ نہیں اور مرزا صاحب نے اپنے پاس سے یہ الفاظ بڑھائے تو تحریف ہوئی۔ جس کو مرزا صاحب خود کفر والحاد و یہودیت سے کہتے ہیں۔ اور لعنت کا مورد جانتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی اس کاروائی سے معلوم ہوا کہ اس کا فتویٰ دوسروں کیواسطے ہے خود جو چاہیں کرلیں۔ اسی واسطے قرآن میں **انا انزلنا قریبا من القادیان** ایک آیت بنالی نہ صرف بنالی بلکہ کشفی حالت میں قرآن میں لکھی ہوئی بھی دیکھ لی۔ پھر ایسے کشف کو خدائی کشف کہتے ہوئے خدا کا خوف نہیں۔ جب وہ کشف جسمیں قرآن میں تحریف ہو اور ایک آیت زیادہ کی جائے شیطانی کشف نہیں؟ تو خدا کے واسطے کوئی مرزائی بتادے کہ شیطانی کشف کی کیا علامت ہے؟ تا کہ رحمانی اور شیطانی کشف میں فرق ہو۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح پر استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ہرگز ہرگز ثابت بلکہ اشارہ تک نہیں کہ مسیح بہشت میں داخل ہوا۔ جسکو بعد موت داخل ہونا تھا۔ بلکہ یہ تو عام وعدہ خداوندی ہے کہ متقی پرہیزگار لوگ بہشت میں داخل ہوں گے قیامت کے حساب کتاب کے بعد۔

ستائیسویں آیت: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ٥ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا﴾ (الآیۃ) یعنی ’’جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پاچکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات

میں ہیں''۔ اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں۔ اور ان کا بہشت میں داخل ہوجانا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ جس سے انکی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

اقول: جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کا بہشت میں داخل ہونا کسی مسلمان کی کتاب سے یا انجیل سے نہ دکھائیں یہ بار بار کہنا کہ بہشتی ہونے کے واسطے وفات لازم ہے۔ بالکل غلط ہے۔ جبکہ قیامت کے حساب کے پہلے کوئی بہشت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ تو مسیح کا بہشت میں داخل ہونا اور وفات کالازم ہونا ابلہ فریبی ہے۔

دوم: جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ جو بہشت داخل ہوجائے وہ اس سے کبھی خارج نہیں ہوتا تو پھر شب معراج حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان پر جو دیکھے گئے اور دیکھنے والا مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوئے جب بہشت میں داخل نہیں ہوئے تو یہ قیاس مرزا صاحب بالکل غلط ہے کہ وفات مسیح وقوع میں آگئی۔ بڑا افسوس ہے کہ مرزا صاحب ایک لازم ہونے اور واقع ہونے کا فرق نہیں کرتے اور یہ عمداً کرتے ہیں۔ ورنہ اتنے بڑے عالم کی شان سے بعید ہے کہ وہ اتنا نہ سمجھے کہ دعویٰ تو وفات مسیح کے واقع ہونے کا ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں وفات مسیح کے لازم ہونے کی۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے ایسی دھوکہ وہی مامور من اللہ ہونے کے مدعی کی شان سے بعید ہے۔ یہ آیت تو قیامت کے بارے میں ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ انسان مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں چلا جاتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دوسرے گنہگار مرنے کے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کا آنا اور حساب واعمال کا وزن اور جزا سزا کا ملنا بروز قیامت سب غلط ہے۔ اور صرف قیاسی غلط نہیں ہوگا۔ بلکہ مرزا صاحب کا اپنا تمام کھیل بگڑتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی نیکوکار بہشت میں اور بدکار دوزخ میں

داخل کیا جاتا ہے تو اس سے رد قبور لازم آتے ہیں۔ پہلا فتور یہ ہے کہ سب نیکوکاروں کو جو بہشت ہے یا زمین پر ہوگا یا آسمان پر۔ زمین پر بہشت تو بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ آجکل کے علوم کی روشنی نے کل حالات زمین کے بتادیئے ہیں۔ دوسرا فتور یہ ہے کہ آسمان پر بہشت ہو تو انسانوں کا بجسد عنصری آسمان پر جانا ثابت ہوگا جو مرزاصاحب کے کل مشن کی بنیاد ہلا دیتا ہے۔ اگر کوئی جلد مرزائی کہے کہ بہشت ودوزخ میں صرف روح داخل ہوگی، یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ روحانی جزاوسزا تو بذریعہ تناسخ ہوتی ہے اور تناسخ خود باطل ہے۔ کیونکہ یہ بے انصافی ہے کہ گناہ تو کرے روح اور جسم دونوں، اور سزا ملے صرف ایک کو۔ یعنی روح کو۔ ایسا ہی نیک کام تو کریں روح اور جسم ملکر اور بہشت میں داخل ہو صرف روح۔ اور جسم جسکے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا تھا اس کو کوئی جزاوسزا نہ ملے۔ اس میں نہایت ظلم خداوندی ثابت ہوگا اور یہ فاسد عقیدہ ہوگا کہ ظلم کی نسبت خدا کی طرف نہایت خطا ہے۔ پس نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں داخل ہوئے اور نہ انکا فوت ہونا اس آیت سے ثابت ہوا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہٗ اٹھائیسویں آیت: ﴿اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ یعنی ”جس جگہ تم ہو اسی جگہ تمہیں موت پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودوباش اختیار کرو“۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہوجاتے ہیں...... (الخ) (ص۶۲۲)

اقول: اس آیت سے لزوم موت ثابت ہوتا ہے نہ وقوع موت۔ یعنی موت مسیح پر وارد ہوگئی ہے اس میں نہیں لکھا۔ بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ کہ جہاں کہیں تم رہو تم کو موت وقت معینہ پر آجائیگی۔ سو اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کئی دفعہ پیش ہو چکی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے

اور وہ مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور اسی واسطے ایک قبر کی جگہ مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں خالی ہے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ موت وارد ہونا اور ہے اور موت کا لازم ہونا اور ہے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ اگر کوئی جاہل کہدے کہ خواجہ کمال الدین صاحب فوت ہوگئے اور یہی آیت بطور ثبوت پیش کرے کہ چونکہ ان کے لئے موت لازمی امر ہے لہٰذا وہ مرگئے ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے جہاں کہیں کوئی رہتا ہو اسکو موت پکڑ لیتی ہے۔ اگر اس جاہل کے سمجھنے کو کوئی تسلیم کرسکتا ہے تو مرزا صاحب کی اس دلیل کو بھی کوئی تسلیم کرسکتا ہے۔ ورنہ جو سلوک اسی جاہل کے لئے ہوگا وہی مرزا صاحب کے اس استدلال سے ہوگا۔

قولہ انتیسویں آیت: ﴿مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ (صفحہ ۶۰۴، ازالہ)

اقول: سبحان اللہ حق کبھی چھپا نہیں رہتا۔ مرزا صاحب نے یہ آیت پیش کر کے خود زد کے نیچے آگئے۔ مرزا صاحب ہم آپ کا فرمانا قبول کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ منظور کرتے ہیں۔ پس غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کا کیا فیصلہ کیا۔ جو کچھ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کا ہے وہی آپ کو سناتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے اور مرزا صاحب کے مرید اپنے مرشد کی قبول کردہ بات سے انحراف نہ کریں گے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب دنیا میں میں تشریف لائے تو ایک عالم مذہب اپنے ساتھ لائے اور کل ردّیاں باطلہ کا بطلان فرمایا۔ ازانجملہ عیسائی بھی تھے۔ حضور ﷺ نے عیسائیوں کے کے عقائد کی بھی تردید فرمائی اور شرک کا قلع قمع فرمایا یعنی الوہیت مسیح کو باطل کیا کفار کی تردید فرمائی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی تردید فرمائی مگر مسیح کی آمد ثانی

کا مسئلہ جو عیسائیوں میں ہے اسکی تصدیق فرمائی۔ میں ذیل میں ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کی لکھتا ہوں جو کہ تمام متنازعات کا فیصلہ کرتی ہے، وھو ھذا:

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما **قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہٗ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء) ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائیگی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین میں پینتالیس (۴۵) برس۔ پھر مریں گے۔ پس دفن کئے جائیں گے نزدیک میرے بیچ مقبرہ میرے کے۔ پس اٹھوں گا میں اور عیسیٰ ایک مقبرہ میں درمیان ابی بکر وعمر کے کہ اس مقبرہ میں مدفون ہیں۔ (نقل کی یہ ابن جوزی نے کتاب وفا میں) (دیکھو مظاہر الحق، مطبوعہ نولکشور، صفحہ ۳۸۹، جلد۴)

ناظرین! شکر ہے کہ مرزا صاحب فیصلہ رسول اللہ ﷺ پر ڈالا۔ اب کسی مرزائی کا حق نہیں کہ اس فیصلہ سے انکار کرے اور لطف یہ ہے کہ اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی مانا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ’’نزول المسیح‘‘ کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں: **فتزوج ویولد لہٗ وفیدفن معی قبری** دیکھئے۔ یعنی علمائے اسلام تو اس قدر شوخیاں کرتے یہ ہے خلاصہ مرزا صاحب کے مضمون کا خواہ مرزا صاحب نے اوپر کا حصہ حدیث اپنے مطلب پر سمجھ کر چھوڑ دیا مگر مسلمانوں کو حق ہے کہ تمام حدیث نقل کریں اور اسی فیصلہ رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کریں۔ اب اس فیصلہ رسول اللہ ﷺ میں جو اس حدیث میں ہے ذیل کے امور تمام ثابت ہیں:

اوّل: یہ عیسیٰ ابن مریم اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

دوم: یہ نزول کے معنی اترنے کے ہیں نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے۔

سوم: آسمان سے اتریں گے کیونکہ **الی الارض** کا لفظ صاف ہے۔ یعنی زمین کی طرف اتریں گے جس سے ثابت ہوا کہ زمین سے نہیں پیدا ہوں گے۔ جبکہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ بلکہ آسمان سے زمین کی طرف تریں گے۔

چہارم: بعد نزول شادی کریں گے کیونکہ جب ان کا رفع آسمان پر ہوا تو وہ شادی شدہ نہ تھے۔ اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی خصوصیت ہے کیونکہ وہی مجرد تھے۔ مرزا صاحب تو شادی شدہ اور صاحب اولاد پہلے اپنے دعوئی سے تھے اور حدیث میں ہے جو مجرد شخص شادی نا شدہ تھا وہی اترے گا اس سے اصالتاً نزول ثابت ہے۔

پنجم: ابھی تک زندہ ہے کیونکہ **ثم یموت** کے الفاظ صاف ہیں کہ پھر مرے گا۔ یعنی بعد نزول ۴۵ برس رہ کر فوت ہوگا۔

ششم: اور فوت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اس سے صاف حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ اگر مسیح مر گیا ہوتا تو **فیدفن** کا لفظ نہ آتا کیونکہ **یموت و یدفن** مضارع کے صیغے ہیں جو کہ صیغہ استقبال کے معنی دیتے ہیں۔ اگر مسیح مر گیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ **مات و دفن** فرماتے پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔

اے مرزائی صاحبان یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ چاہے آپ قبول کریں یا نہ کریں آپ کا اختیار ہے۔ ہم مسلمان تو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ایک امتی خود غرض جو کہ خود ہی مدعی ہے اور خود ہی الٹے معنی اپنے مطلب کے واسطے کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں سچا نہیں تسلیم کر سکتے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ چھوڑ کر مرزا صاحب کا کہا مانے تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتا ہے اور اس کے ایمان میں مرزا صاحب کی بات رسول اللہ ﷺ کی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک

مسلمان کو اس فتنہ سے بچائے۔ باقی رہا اُن حدیثوں کا مطلب جو مرزا صاحب نے پیش کی ہیں۔ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہیں کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم کا نام تک نہیں اور نہ وہ حدیثیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت ہیں۔ اب ہم ہر ایک حدیث کو لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط اور لغو ہے۔

پہلی حدیث: یہ ہے جس کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے جو مرزا صاحب نے خود کیا ہے تاکہ طول نہ ہو۔ یعنی ''اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں گے''۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس امت کے شمار میں آ گئے ہیں اس لئے وہ بھی ستر برس سے تجاوز نہیں کر سکتے لہٰذا موت ثابت ہے۔ یہ مرزا صاحب کا دھوکہ ہے۔ کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی میں آ گئے ہیں۔ اجماع امت اس پر ہے کہ بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور ان کے دو حشر ہوں گے ایک انبیاء کے زمرہ میں اور دوسرا اولیاء کے زمرہ میں۔ (دیکھو مقدمہ ''فصوص الحکم'' شیخ محی الدین عربی صفحہ ۴۲)

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب امت کے شمار میں ہیں اور کہتے ہیں کہ شعر

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

جب مرزا صاحب امتی محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی جیسا کہ ان الہاموں سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب یا تو خود امتی نہ رہے یا آپ کا استدلال غلط ہے۔ الہام مرزا صاحب یہ ہے (دیکھو رسالہ الوصیت، مطبوعہ انوار احمدیہ صفحہ ۱۰): جس پر صاف لکھا ہے ''تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا پانچ یا پانچ زیادہ''۔ اب کوئی مرزائی بتا دے مرزا صاحب اس حدیث سے امت محمدی سے ہوئے یا نہیں؟ کیونکہ ستر سے متجاوز انکی عمر ان کا

خدا بتاتا ہے۔ حالانکہ یہ الہام غلط نکلا۔ مگر یہ بحث الگ ہے اور ہم یہ اعتراض بھی نہیں کرتے کہ خداتعالیٰ بھی اٹکل سے الہام کرتا ہے۔ کیا اسکو یقینی علم نہ تھا کہ مرزا کی کتنی عمر ہے یہ تو انسان اٹکل لگاتا ہے کہ اسی (۸۰) یا اسی (۸۰) سے پانچ کم یا پانچ زیادہ۔ یہ رمالوں کا سا الہام ہے۔ ورنہ خداتعالیٰ ہر خفی وجلی کے جاننے والا ہے۔ ایسا مہمل واٹکل الہام نہیں کر سکتا۔ کیا خدا کو جس نے مرزا صاحب کی عمر عالم تقدیر میں مقرر کی تھی اس کا علم نہ تھا کہ اٹکل لگاتا ہے کہ اسی برس یا پانچ کم یا زیادہ۔ اس سے صاف انسانی بناوٹ ہے اور مرزا صاحب کے الہاموں کی قلعی کھلتی ہے۔ مگر یہاں یہ مقصود نہیں۔ پس یا تو مرزا صاحب کی سمجھ میں حدیث نہیں آئی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایسی حدیث کبھی نہیں ہوسکتی کہ واقعات کے برخلاف ہو۔ جب روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانوں کی عمریں خاص کر امت محمدی کی عمریں ستر سے متجاوز ہوئی ہیں، تو (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ پر ہی اعتراض آتا ہے۔ مگر یہ مرزا صاحب کو خودغرضی نے ایسا حیرت زدہ کر دیا ہے کہ اپنے مطلب کے سوا انکو دوسرے لفظ نظر نہیں آتے یا خود عمداً چھپاتے ہیں۔ افسوس! مرزا صاحب **اقلھم یجوز ذالک** یعنی بہت نہ ہوئے ستر برس سے تجاوز نہ کریں گے۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود ہی کیا ہے۔ ایسے لوگ کم تر ہوں جو ان سے تجاوز کریں گے۔ اب کوئی بتائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کمتر لوگوں میں کیوں نہیں آسکتے جنہوں نے ستر برس سے زیادہ عمریں پائی۔ حضرت آدم ونوح واصحاب کہف رضی اللہ عنہم کی عمریں کس قدر دراز تھیں۔ کیا مرزا صاحب کو وہ درازی عمر نظر نہ آئی اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ستر برس کے اندر مانتے ہیں۔ حالانکہ امت محمدی میں بہت شخص ستر برس سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے چند نام عرض کرتا ہوں **قاضی یحییٰ** جو مامون رشید کے وقت تھا۔ اسکی عمر ۸۳ برس کی تھی۔ (دیکھو کتاب المامون، جلد۲ صفحہ ۱۱۱)۔ **عیسیٰ بن سعید** شاگرد امام ابوحنیفہ اس نے ۸۷ برس کی عمر پائی۔ (دیکھو سیرۃ النعمان، صفحہ ۱۷۹)۔ **یزید بن**

ہزوف اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی۔ (دیکھو سیرۃ النعمان، صفحہ)

دوم: مرزا صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ مسیح کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ کیا خود مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ستر برس سے زیادہ قبول نہیں کی۔ پھر اس حدیث کو پیش کرنا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری حدیث: یہ ہے ''روایت ہے جابر سے کہ کہا میں نے سنا پیغمبر خدا ﷺ سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسی زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے''۔ یہ حدیث بھی مرزا صاحب نے غلط پیش کی ہے کیونکہ اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا نام تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ تک نہیں۔ پھر اس سے وفات مسیح کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ بیشک عیسیٰ علیہ السلام مخلوق میں سے تھے مگر کیسی مخلوق جو خاص مخلوق ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلاف قانون فطرت بغیر باپ پیدا کر دیا تھا۔ اگر اس کو زیادہ عمر تا نزول، خدا تعالیٰ دے لوگوں سے بڑی بات ہے۔ جبکہ بائیبل سے ثابت ہے۔ ہزار ہزار برس تک خدا تعالیٰ نبیوں عمر دراز دیتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس نے دراز عمر دی۔ عوج بن عنق کی عمر دو ہزار پانسو برس کی تھی۔ (دیکھو مطلع العلوم و جامع الفنون، ص ۳۸، مطبوعہ نولکشور)

مگر تعجب ہے حدیث میں لفظ **یاتی** ہے جسکے معنی نہیں آئے گا جو مستقبل ہے۔ ماضی کس طرح مرزا صاحب نے سمجھ لیا۔ علاوہ براں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے چھ سو برس پہلے ہو گذرے اور یہ حدیث جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس بعد فرمائی گئی تو وہ تو مستثنیٰ ہیں۔ ان کی موت پر یہ دلیل کس طرح ہوگی۔

سوم: یہ حدیث چونکہ واقعات کے برخلاف ہے کیونکہ ہزاروں آدمی آنحضرت ﷺ کے بعد اور اب تک بھی سو برس سے زیادہ عمر کے ہیں پس اسکی تاویل کرنی ہوگی جیسا کہ متقدمین

نے کی ہے کہ اس وقت کے موجودہ صحابی جو تھے جنہوں نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا انہیں کی نسبت حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا جس کا یہ مطلب ہے کہ ان پر سو برس نہ گذرے گا۔ اور یہ عام نہیں کہ سو برس کسی انسان پر نہ گذرے گا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب اور حکیم نورالدین نے بحوالہ قرآن مجید ایک دن اللہ کے نزدیک ہزار برس کا ہے۔ تو اس حساب سے سو برس کے تو سو ہزار برس ہوئے قیامت کے آنے میں اور یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو فرمائے ہوئے ۱۳سو برس سے اوپر کا عرصہ گذگیا ہے مگر قیامت نہیں آئی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ کا فرمانا کہ ایک سو برس کسی پر نہ آئے گا کہ قیامت آجائیگی یہی مطلب تھا کہ سو ہزار برس تک قیامت آئے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی نشان قیامت ہے اس لئے وہ بھی ابھی تک نہ فوت ہوا۔ پس اس حدیث سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ جو حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔ پھر دیکھو ثم یموت یعنی پھر مرے گا۔

قولہ تیسویں آیت: ﴿**اوترق فی السماء... قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا**﴾ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھلا تو ہم ایمان لائیں گے۔ ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار ابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھائے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک آدمی ہوں“۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے (الخ) (ص۲۲۹ ازالہ)

جواب: یہ آیت ہرگز وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی ہے اور نہ یہ حضرت مسیح کے متعلق ہے یہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ آپ

آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھائیں تو ہم ایمان لائیں گے۔ قرآن شریف کی آیت ظاہر کرتی ہے۔ کفار نے چھ سات مطالبات کئے اور اخیر میں سب مطالبات سے گریز کر کے کہا کہ ہم تیرے آسمان پر چڑھ جانے کو بھی نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ تو لکھا ہوا ہمارے پاس نہ لائے اور ہم پڑھ نہ لیں۔ ان سب مطالبات کے جواب آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ انکو کہدیں کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ مرزا صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے واسطے آیت میں سے الفاظ ﴿وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ ﴿اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ﴾ بعد اور ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ﴾ سے پہلے جان بوجھ کر چھوڑ دیئے اور جھٹ کہدیا کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لائیں گے اور پھر آگے جا کے لکھ دیا کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا۔ انہیں جواب صاف ملا کہ یہ عادت اللہ کے برخلاف ہے۔ حالانکہ نہ آیت قرآن کے یہ معنی ہیں اور نہ یہ مطلب جو مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کیونکہ صرف آسمان پر چڑھنے کا نشان نہ مانگا تھا۔ بلکہ مفصلہ ذیل نشان طلب کر کے سب کے اخیر لکھی کتاب جو وہ خود پڑھ لیں مانگی تھی۔ خداتعالیٰ کا جواب کہ کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں سب نشان کے جواب میں ہے۔ کیونکہ ظاہر و ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نشان ہی نہ دکھایا۔ یعنی نہ زمین سے چشمے بہائے اور نہ کھجور اور انگور کے باغ دکھائے نہ آسمان ٹکڑے کر کے گرایا اور نہ اللہ اور فرشتوں کو ضامن لائے اور نہ سنہری گھر بنا کر دکھایا اور نہ آسمان پر چڑھے اور نہ نوشتہ لائے کہ کفار نے پڑھ لیا۔ اور یہ جواب خداوندی کہ کہو کہ میں ایک آدمی رسول ہوں۔ سب مطالبات کے جواب میں ہے مرزا صاحب کا فرمانا اور استدلال جب درست ہوسکتا تھا جبکہ دوسرے تمام نشان رسول اللہ ﷺ دکھا دیتے۔ اور آسمان پر چڑھنے سے انکار کرتے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے تو سب نشانوں کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک

بشر رسول ہوں۔ یہاں مرزا صاحب نے فلسفیوں اور نیچریوں کی تقلید کی ہے کہ وہ لوگ معجزات انبیاء علیہم السلام سے اسی آیت کی بنا کر انکار کیا کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب اس آیت سے معجزات کا ظہور میں آنا ناممکن کہتے ہیں تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بھی انکار کریں اور اس انکار سے مرزا صاحب نے خود رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کو تمام رسولوں اور نبیوں کے مرتبہ سے گھٹایا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے رسولوں کے معجزے تو مانیں حتیٰ کہ اپنے معجزات ونشان تین لاکھ کے اوپر بتا دیئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کو نشان دکھانے سے عاجز بنایا۔ یہ طریق مسلمانی کے برخلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کفار کے مطالبات سفلی بھی علوی بھی یعنی زمین پر واقعہ ہونے والے بھی تھے جیسا کہ چشمہ کا بہنا انگور اور کھجور کا باغ اور اس میں نہروں کا ہونا سنہری گھر کا ہونا اور سوی یعنی آسمان پر واقعہ ہونے والے بھی تھے۔ جیسا کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ اور گرنا، حضرت کا آسمان پر چڑھنا۔ لکھی ہوئی کتاب کا آسمان سے لانا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے سفلی مطالبات پورے ہو جاتے تو پھر مرزا صاحب کہہ سکتے تھے کہ حضرت نے آسمان پر چڑھنے سے عجز ظاہر فرمایا۔ مگر جب کہ سب نشانوں کے جواب میں فرما کر میں ایک بشر رسول ہوں تو اس کے یہی معنی ہیں کہ نشان اور معجزہ دکھانا رسول کے اپنے اختیار میں نہیں اور نہ وہ قادر مطلق ہے۔ کہ جب بھی کسی کافر نے جیسا مطالبہ کیا ویسا نشان دکھایا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے اختیار میں ہے کہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کے ہاتھ معجزہ ظہور میں لاتا ہے۔ اور جب نہیں چاہتا اور نشان دکھانا مصلحت نہیں سمجھتا تو نشان نہیں دکھاتا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان کفار کے کل مطالبات کے جواب میں یہی کہدے کہ میں نشان دکھانے پر کامل قدرت نہیں رکھتا۔ صرف ایک رسول ہوں جس طرح پہلے رسول خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہ تھے میں بھی چونکہ ایک بشر رسول ہوں خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہیں ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم کو نشان دکھائے گا۔ جیسا کہ وہ پہلے نبیوں کے وقت کرتا آیا ہے یہ کبھی نہیں ہوا اور سنت اللہ ہے کہ نبی ورسول جس وقت چاہے معجزہ دکھائے بلکہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کی فضیلت بتانے کے واسطے نشان دکھاتا ہے۔ مرزاصاحب خود نشان دکھانے کے مدعی ہیں مگر کوئی مرزائی ایمان سے بتائے کہ وہ اپنے اختیار سے نشان دکھاتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ ہمیشہ یہی کہتے تھے کے قادیان میں آؤ اور انتظار کرو۔ جب اللہ چاہے گا نشان دکھائے گا۔ مگر افسوس مرزاصاحب حضرت خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ کفار نے ان سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا اور آپ نے چونکہ نہیں دکھایا اس لئے انسان کا آسمان پر جانا محال ہے مگر ان کو یہ معلوم چاہئے کہ محال امر ہی کا ہو جانا معجزہ ہے ورنہ وہ نشان نہیں۔ کیوں کہ پھر عوام اور خواص میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ جب ایک مریض کو حکیم دوا دیکر اچھا کرے اور رسول بھی دوا دیکر اچھا کرے تو پھر رسول کو حکیم پر کچھ فضیلت نہیں۔ ہاں اگر رسول بغیر دوا کے مریض کو اچھا کرے تو نشان و معجزہ ہے۔ ایسا ہی ہر ایک بشر جب ممکن امور کریں تو پھر سب برابر ہوں گے۔ معجزہ تو وہی ہے جو فوق الفہم ہو۔ حضرت ایلیاہ کا آسمان پر جانا تورات سے ثابت ہے (دیکھو تورات سلاطین)

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب خدا نے چاہا آسمان پر اٹھایا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب چاہا آسمانوں پر لے گیا۔ بلکہ وہاں تک لے گیا کہ کوئی نبی ورسول وہاں تک نہ پہنچا تھا۔ مگر یہ آسمان پر جانا اور ان کی اپنی قدرت و اختیار سے نہ تھا بلکہ جب خدا نے چاہا ایسا کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کا بشر رسول فرمانا اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ **علی کل شیء قدیر** جسکی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں میں مساوی ہے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر نہیں لے جاسکتا۔ کیونکہ اگر خدا کے نزدیک بھی ایک امر جو انسانوں کے نزدیک محال ہے محال یقین کیا جائے تو پھر خدا عاجز اور اسباب کا محتاج ثابت ہوتا ہے

اور انسانوں اور خدا میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں سوا اس آیت کے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ معجزہ دکھانا نبی کے اپنے اختیار میں نہیں۔ (دیکھو سورہ رعد رکوع ۵): ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ یعنی نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے۔ پس چونکہ کفار کے مطالبات مصلحت الٰہی کے برخلاف تھے اور خدا تعالیٰ اس وقت ایسے نشان دکھانا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو کہدو کہ میں بشر رسول ہوں۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کسی بشر کو آسمان پر لے جانا چاہے تو نہیں لے جا سکتا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

دوم: یہ آیت بھی حضرت مسیح کے متعلق نہیں اور نہ اس سے وفات مسیح اشارتاً و کنایۃً ثابت ہوئی ہے اگرچہ مرزا صاحب نے معنی کرنے میں بہت سی تحریف کی ہے اور قرآن شریف کی پہلی پچھلی آیات میں بہت قرآن کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں اور اپنا الو سیدھا کرنا چاہا مگر یہ قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ جو شخص قرآن میں اپنا دخل دیتا ہے آخر شرمسار ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھا تب ہم ایمان لائیں گے **لن نؤمن** کے معنی ''تب ایمان لائیں گے'' بالکل غلط ہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے **لن** کلمہ نفی کا ہے کفار کے مطالبات حسب ذیل تھے:

۱...... زمین سے چشمہ بہا نکالے۔

۲...... کھجور اور انگور کا باغ اور اس میں نہریں چلا کر بہائے۔

۳...... ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔

۴...... فرشتوں اور اللہ کو ضامن لائے۔

۵...... تیرے لئے ستھرا گھر ہو۔

۶.....تو آسمان پر چڑھ جائے مگر ہم ایمان نہ لائیں گے۔

۷.....جب تک ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتارے جس کو ہم سب پڑھ لیں۔

ان مطالبات کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ تو ان کو کہہ دے کہ **سبحان ربی** میں تو ایک بشر رسول ہوں۔

اب اس سے انسان کا آسمان پر جانا تو ثابت ہوا کیونکہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے چاہے تو آسمان پر چڑھ جائے جب تک کہ لکھا ہوا نوشتہ جس کو ہمارا ہر ایک فرد پڑھ لے نہ لائے۔ اس سے ثابت ہے کہ کفار کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکو آسمان پر تو لے جائیگا جیسا کہ شب معراج میں لے گیا تھا تب ہی تو انہوں نے نوشتہ کی قید لگائی۔ یہ طریق انسانوں کی بول چال میں مروج ہے کہ جب ایک خاص کام کو کرانا چاہتے ہیں تو پہلے محالات امور جوان کے ذہن میں ناممکن ہوتی ہیں ذکر کر کے بعد میں اپنا اصلی مقصود بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہر ایک زمانہ میں ہوتا آیا ہے کہ ایک شخص اپنے مطالبہ کے حاصل کرنے کے واسطے جھٹ کہہ دیتا ہے کہ چاہے تو ہم کو سارے جہاں کی نعمتیں دیدے مگر جب تک مجھ کو میرا محبوب نہ دے میں ہرگز راضی نہ ہوں گا۔ یا بولا جاتا ہے کہ چاہے آپ رسی کے سانپ بنا دیں، ہوا پر پرواز کریں، جلتی آگ میں کود کر نکل آئیں مگر جب تک میرا مقصد حاصل نہ ہو میں نہ مانوں گا۔ بعض لوگ اب بھی ایسا کہہ دیتے ہیں کہ آپ لاکھ بات بنائیں آسمان پر چڑھ جائیں ہزار قسمیں کھائیں اور اعجاز بیان کریں۔ جب تک ہماری بات پوری نہ ہوگی ہم ہرگز نہ مانیں گے۔ چونکہ قرآن مجید انسانوں کے محاورات میں نازل ہوا ہے اس واسطے انسانی محاورہ کے مطابق کفار کے مطالبہ کا ذکر کیا ہے اور وہ مطالبہ یہ تھا کہ لکھی ہوئی کتاب ہم کو لائے تب ہم ایمان لائیں گے جس کا صاف مطلب یہ ہے بغیر کتاب کے جو ہر ایک اسکو کو پڑھ لے ہم ایمان نہ لائیں گے اور اس کے بغیر سب باتیں اگر ہماری پوری ہو جائیں۔

اور یہ علت غائی نوشتہ کے لانے کی پوری نہ ہوتو ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر خداتعالیٰ کا جواب یہ ہوا کہ کہدو کہ میں تو ایک بشر رسول ہوں۔ اس جواب میں ایک لطیف دندان شکن جواب کفار کو دیا گیا ہے جو مرزا صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا وہ یہ تھا کہ میں بشر رسول ہوں اور میرے پہلے بھائی بشر اور رسول جو گذرے وہ کفار کو ایسے ایسے معجزے دکھا چکے مگر کفار ... ایمان نہ لائے چنانچہ مطالبہ نمبر اول چشموں کا جاری ہونا ہے۔ سو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ ﴿بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کیلئے پانی مانگا اور ہم نے کہا کہ مار اپنا عصاء پتھر پر۔ پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ (سورۃ البقر)

دوسرا: مطالبہ ایسا تھا کہ وہ محال عقلی نہ تھا کیونکہ باغ انگور و کھجور کے ہر ایک لگا سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے بشر رسول فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہم نے تو ایک رسول کے واسطے آگ کو گلزار بنا دیا تھا تم نے تب بھی نہ مانا ان انگوروں اور کھجوروں کے باغوں کو دیکھ کر کب مانو گے؟ دیکھو قرآن مجید پارہ ۱۷ ﴿قلنا ینار کونی بردا وسلما علی ابراھیم o﴾ اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر سرد و سلامتی ہو جا۔

تیسرا مطالبہ: سنہری گھروں کا تھا وہ بھی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام کے تھے۔

چوتھا مطالبہ: کہ تو چڑھ جائے آسمان پر یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے وقت دیکھ چکے تھے اور ان دونوں بشر و رسول کی مثال موجود تھی۔

پانچواں مطالبہ: فرشتوں اور اللہ کو ضامن لانے کا تھا سو یہ معجزہ حضرت لوط علیہ السلام کے وقت کفار دیکھ چکے تھے کہ اللہ کے فرشتے آئے اور انہوں نے زمین کفار کو زیروزبر کر دیا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔

چھٹواں مطالبہ: نوشتہ لانے کا تھا سو وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات شریف پتھر کی لوحوں

پر لکھی ہوئی لا چکے تھے مگر کفار نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے۔

ساتواں مطالبہ: آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانا تھا اور یہ ایسا ہی بیہودہ اور پورانی درخواست تھی جس کو تمام کفار پیش کرتے ہیں۔ اب بھی منکران قیامت کہا کرتے ہیں کہ اگر قیامت آنے والی ہے تو کیوں اب نہیں آجاتی۔ مگر یہ درخواست بالکل پایۂ عقل سے گری ہوئی ہے۔ کیونکہ قیامت تو اخیر دنیا کے خاتمہ پر جب اللہ جل شانہٗ کو منظور ہوگا تب آئی گی اور تب ہی آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرے گا اور یہی وہ مطالبہ ہے جسکے واسطے خداتعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمدتم کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے گرانے اور قیامت لانے اور برپا کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں۔ میں تو صرف خبر دینے والا ہوں جس طرح پہلے رسول آئے اور انہوں نے تم کو یہ معجزات جوتم طلب کرتے ہوتم کو دکھا چکے مگر تم نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے اب بھی تمہارے یہ مطالبات ویسے ہی ہیں جیسے کہ پہلے بشرو رسولوں کے وقت طلب ہوئے اور پورے ہوئے جس طرح ان کفار کو معجزات نے کچھ فائدہ نہ دیا تمہیں بھی کچھ فائدہ نہ دے گا۔ تعجب یہ کہاں سے مرزا صاحب نے نکالا کہ رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر جانے سے انکار ہے اور بشر آسمان پر نہیں جاسکتا۔ جبکہ دسری طرف قرآن شریف اور صحیح بخاری کی حدیثیں بتارہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنا آسمانوں پر جانا بتایا۔ بلکہ مظاہر حق میں مشکوٰۃ کی شرح ہے لکھا ہے کہ معراج جسمانی سے بہت مسلمان منکر ہوکر مرتد ہوگئے مگر رسول اللہ ﷺ برابر اپنے دعویٰ معراج جسمانی میں لگے رہے تو پھر ایک مسلمان کس طرح کہہ سکتا ہے کہ خداتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے آسمان چڑھنے پر عجز ظاہر فرمایا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ آسمانوں پر گئے۔ جب ایک دفعہ جاچکے تو پھر انکار کے کیا معنی۔ بشر و رسول اس واسطے فرمایا کہ آسمانوں کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادینا کسی بشرو رسول کے وقت نہیں ہوا ایسا ہی

میرے وقت میں بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ میں (نعوذ باللہ) خدا نہیں بشر رسول ہوں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرتا۔ جو کچھ نشان ظاہر ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

اب ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیات کا بمعہ ترجمہ لکھتے ہیں تا کہ مرزا صاحب کا مغالطہ معلوم ہو۔ ترجمہ: ''اور بولے ہم نہ مانے گے تیرا کہا جب تک تو نہ بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا۔ پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر۔ یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے۔ یا لے اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جائے تجھ کو ایک گھر سنہرا۔ یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ **سبحان اللہ** میں کون ہوں مگر ایک بشر آدمی ہوں بھیجا ہوا۔ (پارہ ۱۵، رکوع ۱۰)

ان قرآن شریف کی آیات سے ظاہر ہے کہ کفار کا مطالبہ ان سب باتوں پر فرداً فرداً نہ تھا بلکہ انکا یہ کہنا صرف اپنے آخری مطالبہ کا زور سے طلب کرنا تھا اور ان کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ یہ سارے مطالبات تو پہلے سب نبی پورے کرتے آئے ہیں اگر محمد ﷺ بھی پورے کردے تو کچھ بعید نہیں، کیونکہ نظیریں موجود ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ مگر ایسی کتاب نوشتہ جسکو ہر ایک پڑھ سکے آج تک کوئی پیغمبر نہیں لایا۔ اس واسطے ان کا خاص مطالبہ یہی تھا۔ چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ روز روشن کی طرح بتا رہے ہیں: ﴿**أَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ**﴾ یعنی ''اگر تو آسمان پر چڑھ جائے ہم ایمان نہ لائیں گے''۔ ان الفاظ قرآن سے ثابت ہے کہ کفار کے نزدیک محمد ﷺ کا آسمان پر چڑھ جانا مشکل نہ تھا۔ بلکہ مشکل لکھی ہوئی کتاب کا نازل کرنا تھا۔ جسکے جواب میں ﴿**قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا**﴾ فرمایا۔ یعنی ''اے محمد

ﷺ ان کفار کو کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں‘‘۔یعنی جو مجھ کو خداتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہی تم کو پہنچانے والا ہوں اور بس۔اور یہ جو تم مطالبات کرتے ہو انکا پورا کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔

معلوم نہیں مرزا صاحب نے یہ کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے کہ’’اے محمد تو آسمان پر چڑھ کر دکھلا، تب ہم ایمان لائیں گے‘‘۔کفار تو کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے تیرے آسمان پر چڑھنے کا جب تک کتاب جسکو ہم پڑھ نہ لیں نہ نازل ہو۔اور ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ ایسا تھا کہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک کے واسطے کتاب نازل ہو۔اس طرح تو رسولوں اور نبیوں کی ضرورت نہیں رہتی۔کیونکہ جب ہر ایک پر کتاب اترے،تو ہر ایک نبی ورسول ہوا۔تو پھر نہ کوئی نبی ورسول کی خصوصیت رہی اور نہ کوئی فضیلت۔پھر تو ہر ایک فرد کی کتاب الگ اور ہر ایک کا مذہب الگ اور ہر ایک کا دستور العمل الگ۔جو کہ سیاست اور قانون تمدن کے بالکل برخلاف ہے اور شان نبوت کے برخلاف ہے۔کیونکہ کوئی ایک دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار نہیں رہتا،ہر ایک صاحب کتاب ہوگا۔جس سے فساد عظیم زمین پر واقع ہوتا ہے۔اس لئے خداتعالیٰ نے فرمایا کہ’’ان کو کہدو کہ میں رسول اور مجھ کو جو کتاب ملی ہے یہی ہدایت کے واسطے کافی ہے،خداتعالیٰ کی یہ سنت نہیں ہے کہ ہر ایک کے واسطے الگ الگ کتاب اتارے‘‘۔باقی رہا مرزا صاحب کا یہ قیاس کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بہ نسبت بشر اور رسول ہونے کے آسمان پر نہیں جاسکتے تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آسمان اور زمین پر بادشاہت وحکومت خدا کی ہے اور وہ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مُحِیْطٌ﴾ ہے اور ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ﴾ ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر نہ جاسکنا دو حالت سے خالی نہیں۔پہلی حالت تو یہ ہے کہ وہ بشر رسول ہیں ان کا آسمان پر جانا ناممکن الوجود ہے۔مگر جب نظیر آدم وحوا کی موجود ہے کہ بشر ہو کر آسمان پر رہے اور بعد میں

ان کا ہبوط ہوا۔ پھر ایلیاہ کا آسمان پر جانا تورات سے ثابت ہے۔ ہم ناظرین کی تسلی کے واسطے تورات سے حضرت ایلیاہ کا آسمان پر جانا نقل کرتے ہیں، تاکہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب نے سخت غلطی کھائی ہے جو لکھا ہے کہ ''بشر رسول آسمان پر نہیں جاسکتا''۔ کیونکہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہے تو نبی ورسول کو آسمان پر لے جاسکتا ہے۔

(دیکھو''توریت سلاطین۲)

''اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا اور ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ تو یہاں ٹھہر۔ اس لئے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے۔ سو الیسع بولا خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ سو وہ بیت ایل کو اتر گئے اور انبیاء زادے جو بیت ایل میں تھے، نکل کر الیسع کے پاس آئے اور اسکو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں میں جانتا ہوں تم چپ رہو۔ تب ایلیاہ نے اسکو کہا اے الیسع تو یہاں ٹھہر کہ خداوند نے مجھ کو یریحو کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ یریحو میں آئے اور انبیاء زادے تو یریحو میں تھے۔ الیسع پاس آئے اور اس سے کہا کہ تو اس سے آگاہ ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھالے جائے گا۔ وہ بولا میں تو جانتا ہوں تم چپ رہو۔ اور پھر ایلیاہ نے اسکو کہا تو یہاں واتگ کر کہ خداوند نے مجھ کو یردن بھیجا ہے۔ وہ بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں آگے چلے اور ان کے پیچھے پیچھے پچاس آدمی انبیاء زادوں میں سے روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور کھڑے ہو رہے اور وہ دونوں لب یردن (نام دریا) کھڑے ہوئے اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کر پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہو کے پار

ہو گئے۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے میں تجھ سے جدا کیا جاؤں، مانگ میں تجھے کیا کچھ دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا سو اگر مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہوگا۔ اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور انبیاء بگولے میں سوار ہو کر آسمان پر چلا گیا اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا: اے میرے باپ اے میرے باپ"......(الخ) (سلاطین۲)

توراۃ خدا کی آسمانی کتاب ہے اور قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ دوسری آسمانی کتابوں کا مصدق ہے اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے انجیل کی بھی تصدیق کر دی:

دیکھو ''انجیل اعمال باب ۱، آیت ۱۱'': ''دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے گلیلی مردو! تم کیوں کر آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا، پھر آئے گا۔ جب قرآن مصدق ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے آسمان پر چڑھ جانے کی تردید ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پھر تو قرآن شریف کذب ہوگا، کیونکہ ایلیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو اوپر لکھا ہے، انسان کا آسمان پر جانا ثابت کر رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا قیاس غلط ہے کہ وہ بشر رسول کے آسمان پر جانے کے لئے ناممکن کہتے ہیں۔ بلکہ اس آیت سے تو قیاس ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح آسمان پر گئے۔ جیسا کہ معراج والی حدیثوں سے ثابت ہے۔ ورنہ مرزا صاحب کے اپنے منطق سے تو رسول اللہ ﷺ کی سخت ہتک ہوگی کہ ایلیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ

آسمان پر لے جائے اور محمد ﷺ کو فرمائے کہ تو کہدے کہ بشر رسول کبھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ بشر رسول آسمان پر خداتعالیٰ کی خاص قدرت نمائی سے چڑھ گئے۔ تو ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ میں طاقت ہے کہ بشر کو آسمان پر لے جائے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ خداتعالیٰ میں ہی بشر رسول کو آسمان پر لے جانے کی طاقت نہ ہو۔ مگر یہ حالت قابل تسلیم نہیں۔ جتنی قومیں دینا میں خداپرست ہیں یہ کسی کا اعتقاد نہیں ہو سکتا کہ خداتعالیٰ انسان کی طرح اسباب کا محتاج ہے اور بشر رسول کو آسمان پر لے جانے کے واسطے عاجز ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہے تو وہ خدائی کے لائق نہیں۔ پس یا تو خدا کو عاجز ماننا پڑے گا یا جیسا کہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے اور قرآن شریف اس کا مصدق ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آسمان پر گئے۔ تو پھر ضرور تسلیم اور یقین کرنا پڑے گا خداتعالیٰ کا جواب آسمان پر چڑھنے کی نسبت ہرگز نہیں۔ بلکہ بشر رسول صرف لکھی ہوئی کتاب لانے اور آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانے کی نسبت ہے، جسکی نظیر آسمانی کتابوں میں نہیں اور نہ کسی رسول کے وقت ہوا۔ ہر زمانہ میں ہر ایک رسول کے وقت یہی مطالبہ رہا کہ اگر قیامت اور عذاب حق ہے تو ہم پر لے آؤ۔ اور ہر ایک نبی کے وقت میں یہی جواب ملتا رہا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ہم صرف بشر و رسول ہیں، خدائے قادر مطلق نہیں ہیں، جس وقت جو کافر مطالبہ کرے ہم پورا کر دیں۔ نشانوں کا دکھانا خدا کی مرضی ہے۔

اخیر میں مرزا صاحب کے محالات عقلی و فلسفی دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب خود اپنی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ کے صفحہ ۵۰ پر لکھ چکے ہیں کہ خداتعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام سے ایسا خاص معاملہ ہے کہ دوسروں سے نہیں۔ اصلی عبارت مرزا صاحب کی لکھی جاتی ہے تا کہ کسی مرزائی کو کوئی عذر نہ رہے، وھو ھذا: ”اور ان سے یعنی انبیاء علیہم السلام سے خداتعالیٰ

کے معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ وہ صادق اور خداتعالیٰ کا وفادار بندہ تھا، اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی جبکہ وہ ظالم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اسکے لئے سرد کر دیا'' ......(الخ)

(دیکھو حقیقۃ الوحی، ص۵۰، مصنفہ مرزا صاحب)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خداتعالیٰ کی خاص عادت ہے اور خاص معاملات ہیں۔ یعنی خداتعالیٰ اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی خاطر قانون قدرت اور محالات عقلی کا پابند نہیں رہتا اور انکی بزرگی دنیا پر ظاہر کرنے کے واسطے وہ وہ عجوبہ نمایاں کرتا ہے جو دوسروں کے واسطے نہیں کرتا۔ جب یہ بات حق ہے اور مرزا صاحب کا ایمان ہے کہ خداتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کر دی، تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کے سیر آسمانی سے جو قرآن میں ہے ان کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے؟ جب خدا ہر ایک امر پر قادر ہے، اور دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کی خاطر خلاف قانون قدرت بھی کرتا رہتا ہے تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر کیوں نہیں چڑھا سکتا ہے، جبکہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کر دی تو محمد ﷺ کے واسطے اگر محالات عقلی نہ کرے تو محمد ﷺ کا مرتبہ کم ہوتا ہے اور یہ فاسد عقیدہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے واسطے تو خداتعالیٰ قانون کی پابندی توڑ دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلاف قانون قدرت کنواری کے پیٹ سے بغیر نطفہ باپ کے پیدا کرے اور پھر آسمان پر اٹھالے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے لکڑی کا اژدہا بنادے، مگر محمد رسول اللہ خلاصۂ موجودات ﷺ اور خاتم النبیین کو آسمان پر لے جانے کے واسطے قانون قدرت کھول بیٹھے، یہ محمد ﷺ کی سخت ہتک ہے کہ ایلیاہ کو تو آسمان پر بگولے پر بٹھا کر لے جائے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر لے جائے، مگر جب

محمد ﷺ سے کفار مطالبہ کریں تو فرمائے کہ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ یہ کس قدر ہتک حضور ﷺ کی ہے۔ مگر مصرعہ

ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

یہ صرف خود غرضی ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے لئے روک ہے۔ اس لئے مرزا صاحب نے ایسا لکھا۔ ورنہ مرزا صاحب تو وہ ہیں جنہوں نے ''سرمہ چشم آریہ'' میں اسی قانون قدرت کی بدیں الفاظ مٹی پلید کی ہے۔

۱...... یہ ملحدانہ شکوک انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور اور محدود طاقت خیال کر لیتے ہیں (الخ) (سرمہ چشم آریہ ص۴، مصنفہ مرزا صاحب)

اب مرزائی بتائیں کہ خدا میں طاقت ہے یا نہیں کہ بشر کو آسمان پر لے جائے؟

جس حالت میں الٰہی قدرتوں کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے جو اسی سے کارخانہ الوہیت وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے واسطے دروازہ کھلا ہوا ہے، تو پھر کس قدر غلطی ہے کہ یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے بھی باہر ہے...... (الخ) (سرمہ چشم آریہ ص۲، مصنفہ مرزا صاحب)

اب ذیل میں مرزا صاحب کی فلسفی وعقلی تحقیق ملاحظہ ہو:

''مظفر گڑھ جہاں سے مکالف صاحب عالی، یہاں تک فضل ماری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے''۔ مرزا صاحب اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک بکرا دودھ دیتا تھا۔

۲...... مرزا صاحب مزید برآں لکھتے ہیں کہ اسکے بعد معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے، بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پاتا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی (الخ)۔ (سرمہ چشم آریہ، مصنفہ مرزا صاحب)

اللہ اکبر! **ناظرین غور فرمائیں:** یہ مرزا صاحب کا ایمان آسمانی کتابوں پر ہے کہ ان میں جولکھا ہے اس پر تو ہزاروں اعتراض محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت کے کر کے خدا کو عاجز انسان کی طرح پابند اسباب سمجھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے خلاف عقل کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ کہ بشر کو خدا تعالیٰ باوجود قادر مطلق اور خالق و مالک ہونے کے آسمان پر نہیں لے جاسکتا۔ آسمان پر بشر کا اگر جانا مانیں تو اپنا مسیح موعود ہونا چونکہ باطل ہوتا ہے، اس لئے سب رسولوں کے آسمان پر جانے سے انکار کیا۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے بھی انکار کیا۔ کہ حضور ﷺ نے اصالتاً نازل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا فرمایا۔ اسلئے آپ نے ایمان اور کتب آسمانی کو بالائے طاق رکھ کر وہ وہ اعتراض کئے کہ غیر مذہب والوں عیسائیوں اور آریوں کو بھی نہیں سوجھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی کچھ قدر نہ کی۔ بکرے کا دودھ دینا مان لیا، جو کسی اخبار میں دیکھا اور مرد کا دودھ دینا اور امیر علی کو دودھ پلانا حق سمجھ کر ایمان لائے، نہ صرف ایمان لائے بلکہ اپنے ایک آریہ کو بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسا قادر مطلق جو مردوں سے عورتوں کا کام لیتا ہے۔ مسلمانوں یہ قادیانی فلسفہ ہے اور اسی فلسفہ کے زور سے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو بھی حیض آتا تھا اور وہ حیض خشک ہو کر بچے بن جاتا ہے۔ (دیکھو حقیقت الوحی، صفحہ ۱۴۳)۔ اصل عبارت مرزا صاحب: یعنی ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں، بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے، ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے...... (الخ)

دوم: اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں لکھتے ہیں کہ ''مجھ کو مریم بنایا گیا اور مجھ کو حمل ہوا اور دردِ زہ نے ستایا اور کھجور کے تلے درد مجھکو لے گئی اور وہاں بچہ ہوا''۔ اصل عبارت نہایت طویل ہے جس نے قادیانی حقائق و معارف کی سیر کرنی ہو، وہ مرزا صاحب کی ''کشتی نوح''

صفحات ۳ و ۴ ملاحظہ کر کے انصاف کرے کہ جس قوم کے ایسے امام ہوں، جو مرد سے عورت اور عورت سے مرد بن کر بچے جنیں اور بچے بھی خدا کے اطفال، تو پھر وہ قوم کیونکر مسلّمات دین سے انکار نہ کریں۔ افسوس! مرزا صاحب نے امیر علی کا اپنے باپ کے دودھ سے پرورش پانا ایک دیہاتی شخص سے سن کر تو مان لیا، مگر خاتم النبیین خلاصۂ موجودات، اکمل بشر ﷺ کے فرمان کو کہ ''وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا، جسکے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، اخیر زمانہ میں نازل ہوگا''۔ انکار کر کے تاویل کریں اور مجاز و استعارہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریں، اور باوجود اس مخالفت کے عاشق رسول اللہ اور فنافی الرسول کے مدعی، نہ صرف محبت رسول اللہ ﷺ کے مدعی، بلکہ متابعت تامہ کے باعث خود ہی رسول اللہ بھی بن گئے۔ اب کسی کو شک رہتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا فرمانا تو صحیح نہیں، مگر بکرے کا دودھ دینا اور امیر علی کا باپ کے دودھ سے پرورش پانا بغیر کسی تاویل کے مانا، تو پھر ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کی قدر عام دیہاتی لوگوں کی سی نہیں، کس قدر غضب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر تو محالات عقلی کہہ کر ابن مریم کے معنی ''غلام احمد'' کرلیں۔ دمشق کے معنی قادیان کرلیں۔ مگر بکرے کے دودھ کی کچھ تاویل نہ ہو۔ اور یہ بھی دریافت نہ کریں کہ بھائی بکرے کا دودھ کہاں سے نکلتا تھا۔ جب بکرے کے پستان نہیں ہوتے اور حیوانات کا خاصہ جب تک پہلے بچہ نہ ہو، تب تک تو دودھ نہیں دے سکتا۔ بکرے کو بچہ بھی ہوا تھا اور اگر بچہ ہوا تو کس راستہ سے نکلا تھا۔ شرم، شرم، شرم! محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، تو وہاں اس قدر اعتراض کہ کرۂ زمہریر سے کیسے گذرا، آسمان پر کھاتا کیا ہوگا، بول براز کہاں کرتا ہوگا، اس قدر عمر دراز کس طرح پائی، ضعفِ پیری سے مر کیوں نہیں گیا، وغیرہ وغیرہ۔ مگر امیر علی، باپ کے دودھ سے پرورش پائے، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ امیر علی کے باپ کے پستانوں سے جو دودھ

جاری ہوا، کس طرح ہوا۔ کیا لڑکا اس کے شکم سے نکلا تھا۔ اور لڑکا کس راہ سے نکلا۔ اور لڑکا کس کا تخم تھا۔ یہ ہے قادیانی فلسفہ! اسی عقل پر رسول اللہ ﷺ کے آسمان پر جانے سے انکار ہے۔ اور ایسے عقل کے اجتہاد سے اس آیت سے وفات مسیح کی دلیل پیش کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ پس تیس آیتوں کا جواب ہو چکا۔ اب اخیر خلاصہ کے طور پر لکھا جاتا ہے کہ آیات نمبر: ۸، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۲۵، ۲۸۔ ایسی عام ہیں کہ جس سے کسی شخص کی بھی وفات بالفعل ثابت نہیں۔ ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو انکی زندگی میں کہتا کہ آپ وفات شدہ ہیں اور یہی آیات پیش کرتا جن سے موت لازم ہے۔ ایک امر کا لازم ہونا اور ہے اور واقع ہونا اور ہے۔ کوئی آدمی عربی خواں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ﴿اَیْنَ مَاتَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ﴾، ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ﴾، ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ﴾، ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ﴿ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ﴾ ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا﴾، ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ﴾، ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ﴾ ﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی﴾ ﴿مَا کَانَ لِبَشَرٍ﴾ ان آیات سے اگر وفات مسیح ثابت ہے تو دوسرے انسان ہم تم کیوں محصور نہیں؟ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو ہم تم کیوں زندہ ہیں؟ کیونکہ ہم بھی ایسے ہی انسان ہیں۔ ہم کیوں نہ مسیح کی طرح فوت شدہ سمجھے جائیں گے؟ مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہم زندہ ہیں اور یہ آیات ہمیں فوت شدہ انسانوں کی فہرست میں نہیں لاسکتیں۔ تو مسیح علیہ السلام کس طرح فوت شدہ کی صف میں آجائے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ آیات: ۱۲، ۱۵، ۲۲ کا ایک ہی مضمون ہے۔ ایسا ہی آیات: ۱۶، ۱۸ کا ایک ہی مضمون ہے۔ اور اسی طرح آیات: ۲۲ و ۲۷ دونوں کا مضمون واحد ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی طول بیانی ہے اور کچھ نہیں۔ آیات نمبر ۲۲ و ۲۹ عام ہیں۔ انکا حیات وممات سے کچھ تعلق نہیں۔ باقی رہیں آیات نمبر: ۱ و ۲ و ۳ و ۴۔ اور ان میں کچھ کچھ

ذکر مسیح کا ہے۔ پہلی آیت میں وعدہ ہے۔ دوسری میں ایفائے وعدہ اظہار۔ تیسری میں قیامت کا بیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سوال و جواب۔ چوتھے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر۔ دسویں میں مسیحی دین کے ارکان کا بیان۔ گیارہویں میں اُن کی بریت اُن تہمتوں سے جو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ پر لگائیں اور ان کے قتل وصلیب کی نفی۔ غرض کہ ایک آیت بھی ان تمیں آیات میں نہیں ہے کہ جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے، یا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت دیدی۔ سب آیتوں میں موت کا لازم ہونا اور ضروری مرنا ہر ایک کے واسطے مذکور ہے، جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن کئے جائیں گے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جو **توفی** کے لفظ پر بحث کرتے ہیں، بالکل غلط ہے۔ ہم پہلے اسی انجمن کے رسالوں میں قرآن شریف کی ۱۷ آیات سے ثابت کر آئے ہیں کہ **توفی** کے معنی پورا پورا لینے اور اپنے قبضہ میں کرنے کے ہیں اور یہ حقیقی معنی ہیں۔ مجازی معنی موت کے اس وجہ سے ہیں کہ موت کے وقت بھی خدا تعالیٰ روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، جیسا کہ نیند کے وقت اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، جو کہ نص قرآنی سے ثابت ہے: ﴿**وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ**﴾ یعنی ”وہ اللہ جو تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے“۔ مگر چونکہ جب روح پورا پورا لیا جائے اور واپس نہ کیا جائے تو اسکو موت کہتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ **توفی** کے معنی حقیقی موت نہیں، صرف لینا ہے اور موت کے وقت جبکہ روح لے لیا جاتا ہے اس واسطے مجازی معنی موت کے ہیں۔ اسی واسطے تفاسیروں میں کل مفسروں نے اتفاق سے **توفی** کے معنی ”**اخذشی وافیا والموت نوع منه**“ کے کئے ہیں، یعنی **توفی** کے معنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہے اور موت ایک دوسری قسم سے ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب جج ریاست پٹیالہ نے اپنی کتاب تائید اسلام حصہ دوم، غایۃ

المرام کے صفحہ ۸۴ پر مرزا صاحب کو انکی زندگی میں چیلنج دیا تھا کہ اگر مرزا صاحب برائے عنایت کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھائیں کہ توفی کے معنی صرف قبض روح اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں، تو وہ ایک ہزار روپیہ کے انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔

مرزا صاحب نے کوئی جواب نہ دیا جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا، ورنہ ایک ہزار روپیہ کا انعام مرزا صاحب کبھی نہ چھوڑتے۔

رفع کے معنی صرف رفع روح کے بتاتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔ رفع کی بحث گذر چکی ہے، یہاں صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہے کہ مرزا صاحب جب روح کو بھی امتزاج عناصر سے پیدا شدہ مانتے ہیں تو پھر جس طرح خاکی وجود آسمان پر نہیں جا سکتا، ہوائی وجود بھی آسمان پر نہیں جا سکتا، کیونکہ مادی ہونے کے باعث اس کا صعود محال ہے۔ اور جسم چونکہ مادی ہے اور مادی چیز سے جو چیز پیدا ہوگی وہ ضرور مادی ہوگی۔ اس لئے روح کا آسمان پر جانا مرزا صاحب کے اپنے مذہب اور اعتقاد کے برخلاف ہے۔ اس بات کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب کے مذہب میں روح مادی ہے، ہم انکی اصل عبارت ذیل میں لکھتے ہیں، **وھو ھذا:**

''غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے۔ حالانکہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی، بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما سے چمکتا ہے'' ...... (الخ) (دیکھو تقریر مرزا صاحب، جلسہ اعظم مذاہب، لاہور)

ناظرین! یہ تقریر مرزا صاحب کی رفع روحانی کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ جب روح ایک مستقل ہستی نہیں اور نہ اوپر سے آئی ہے، تو پھر بعد موت اس کا اوپر جانا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ جسم کا اوپر جانا۔ ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد قرآن مجید

کے برخلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید سے صاف بعبارت النص ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بغیر نطفہ باپ کے خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی۔ ہم اس وقت مرزا صاحب کے رفع روحانی کی تردید انکی ہی تحریر سے کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب بقول مرزا صاحب کے روح کی ماں جسم ہے اور عورتوں کے پیٹ میں اوپر سے نہیں آتی۔ تو جسم کی جز ہوکر جسم ہوئی۔ کیونکہ ماں کے پیٹ سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ ماں کی جز ہوتی ہے۔ یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ زید جب ہندہ کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو زید ہندہ اپنی ماں کی جز ہوتا ہے۔ یعنی اس کے خونِ حیض کا حصہ۔ ایسا ہی اگر روح کی ماں جسم ہے، جیسا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے، تو ثابت ہوا کہ روح بھی جسم کی ایک جز ہے۔

دوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ روح ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ اس سے بھی روح کا جسم کی جز ہونا ثابت ہوا کیونکہ نطفہ مرد کی منی ہوتی ہے جو کہ خلاصہ یا نچوڑ یا ست خون کا ہوتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا مادی اشیاء سے بنتی ہے یعنی اناج ومیوہ جات سے تو ثابت ہوا کہ روح کا اصل نباتات وغذا سے بنتا ہے۔ جب غذا سے نطفہ بنا اور نطفہ کے اندر پوشیدہ طور پر روح مخفی ہے، تو اظہر من الشمس روح کا مادی ہونا ثابت ہوا۔ جب مادی ہونا ثابت تو جسم عنصری ہوا۔ تو مرزا صاحب کے اپنے اعتقاد اور قول سے جسم عنصری کا رفع ہونا ثابت ہوا۔ یا جسم اور روح دونوں کے رفع سے انکار ہوگا۔ اگر جسم وروح دونوں کے رفع سے انکار ہوا تو یہ صریح نص قرآنی ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے برخلاف ہوا۔ یا ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بجسد عنصر ثابت ہوا۔ جس سے یہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جسم وروح دونوں کا رفع ہوا۔ کیونکہ قتل وصلیب جیسا فعل جسم پر ہی وارد ہوسکتا ہے۔ روح کو کوئی صلیب نہیں دے سکتا اور نہ صرف روح قتل ہوسکتا ہے۔ پس جو چیز قتل وصلیب سے بچائی گئی، اسی کا رفع ہوا اور وہ جسم وروح دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے۔ جس کو عیسیٰ کہا جاتا ہے۔ جب مرکبی حالت میں رفع ہونا ثابت ہوا تو

صرف روحانی رفع باطل ہوا۔ اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہوا۔ غرض یہ بالکل دعویٰ غلط ہے کہ قرآن شریف سے وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ تمام قرآن **الحمد** سے **والناس** تک ایک آیت بھی نہیں، جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی بتادے۔ بلادلیل ہانکے جانا کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے، یہ غلط ہے۔ اور مرزا صاحب کی اپنی تحریر ثابت کر رہی ہیں کہ انکو خود یقین نہیں تھا کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے، کیونکہ انہوں نے قرآن شریف کے علاوہ دلائل اور ثبوت تلاش کئے مثلاً مرہم عیسیٰ سے وفات مسیح کا استدلال کیا اور یوز آصف کی قبر جو کشمیر میں ہے، اسکو مسیح کی قبر قرار دیکر شور مچایا کہ اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ جب مرزا صاحب ان تیس آیات سے وفات مسیح ثابت کر چکے اور انکا دل مطمئن ہو گیا تھا تو ایسے دلائل مرہم عیسیٰ اور قبر کشمیر کی کیا ضرورت تھی؟ اب ہم ذیل میں پہلے مرہم عیسیٰ کی تردید کرتے ہیں اور بعد میں قبر کشمیر کی تردید کریں گے۔

ہر ایک شخص جس کے سر میں دماغ ہے اور دماغ کی تمام قوتیں درست ہیں وہ جانتا ہے کہ نام رکھنے کے وقت بطور تفاؤل یعنی شگون وفال کے طور پر نام ایسا رکھتے ہیں جو اسکی متبرک اور فن کے ماہر کی طرف منسوب ہو۔ اور یہ طریقہ ہر ایک زمانہ میں چلا آیا ہے، جیسا کہ جوارش جالینوس، یا سرمہ سلیمان، یا معجون فلاسفہ، یا نمک سلیمانی وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی باحواس انسان کہہ سکتا کہ ان ادویہ کو انکی بیماریوں کے واسطے، جنکے نام پر یہ نام رکھے ہیں حقیقتاً انکو یہ بیماریاں تھیں اور ان کے واسطے یہ ادویات ایجاد کی گئیں؟ ہرگز کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا ہے کہ ردموسیٰ جو حیدرآباد دکن میں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پانی پینے کے واسطے بنائی تھی۔ حالانکہ قرآن میں ﴿**وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى**﴾ بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرہم عیسیٰ کو کیوں یہ خصوصیت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلبی زخموں کے واسطے ایجاد ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفا امراض کیساتھ نسبت ملتی تھی،

اسواسطے موجد مرہم عیسیٰ نے تبرکاً اس مرہم کا نام مرہم عیسیٰ رکھ دیا۔ جیسا کہ ہزاروں شعراء اسی مضمون پر ہیں۔ شعر

خبر لے او مسیحا تو کہاں ہے   تیرا بیمار بُمل نیل جاں ہے

عیسیٰ مرنج گر نکشدیم ناز تو   دردے زیر بود را وا گذاشتم

ع   عیسیٰ بہ طبابت بشائید سقم را

غرضکہ مرہم عیسیٰ کا نام تبرکاً رکھا تھا۔ دورنہ جاؤ مرزا صاحب نے خود اپنی الہامی کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' رکھا ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضرت احمد ﷺ کو اسلام کے حق ہونے میں شک تھا، اس واسطے یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ یا ''اعجاز احمدی'' مرزا صاحب کی کتاب کے یہ معنی ہیں کہ حضرت احمد ﷺ نے اپنے اعجاز دکھانے کے واسطے یہ کتاب تصنیف کی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرہم عیسیٰ کو کیوں عیسیٰ کی بیماری کی خاطر بنائی گئی کہا جاتا ہے؟ کہ یہ بالکل غلط ہے اور دھوکہ دہی ہے جو مرزا صاحب نے لکھا ہے: ''طب کی ہزاروں کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی زخموں کے واسطے تیار ہوئی تھی''۔ کسی ایک طب کی کتاب میں اگر کوئی مرزائی دکھادے کہ عیسیٰ کی صلیبی زخموں کے واسطے یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایجاد کی تھی، تو ہم تسلیم کریں گے، نہ صرف تسلیم کریں گے، بلکہ میں خود وفات مسیح کا قائل ہو کر رسالہ میں مرزا صاحب کی تائید کروں گا اور اس مرزائی کو ایک سو روپیہ انعام بھی دوں گا۔ کوئی مرزائی مرد میدان بنے اور کسی طب کی کتاب سے بتادے کہ صلیبی زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار ہوئی۔

دوم: ترکیب لفظی بتا رہی ہے کہ مرہم عیسیٰ کا موجد اور نام رکھنے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر کوئی دوسرا شخص ہے، کیونکہ مرہم مضاف ہے اور عیسیٰ مضاف الیہ ہے۔ جب عیسیٰ مضاف الیہ ہے تو اظہر من الشمس ثابت ہے کہ نام رکھنے والے نے تبرکاً نام مرہم عیسیٰ

رکھا۔ جس طرح کسی نے سرمہ سلیمانی نام اپنے سرمہ کا رکھا۔ ہم قرابادین قادری سے مرہم عیسیٰ کی اجزاء اور جن جن بیماریوں کے واسطے یہ مفید ہے، ذیل میں لکھتے ہیں، تا کہ ثابت ہو کہ یہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ مرہم صلیب کے زخموں کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بنائی تھی اور ہر ایک حواری نے ایک ایک دوائی تجویز کی تھی۔ مگر خدا کی شان مرزا صاحب نے یہ نہ سوچا کہ مرہم عیسیٰ کے اجزاء تو بارہ ہیں۔ اگر یہ مرہم واقعی صلیب کے بعد ایجاد ہوئی تھی تو اس کی اجزاء گیارہ ہونے چاہئے تھے، کیونکہ ایک حواری نے تو خودکشی کر لی تھی، تو پھر بارہ اجزاء کس طرح ہوئے۔ یا یہ غلط ہوا کہ ہر ایک حواری نے ایک ایک دوا تجویز کی۔ خیر کچھ ہی ہو مرہم عیسیٰ تو مفصلہ ذیل امراض کے واسطے ایجاد ہوئی تھی نہ کہ صلیب کے زخموں کیواسطے۔ کیونکہ قرآن مجید صلیب کی تردید فرماتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ یعنی عیسیٰ نہ قتل ہوا، نہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ جب صلیب ہی نہیں دیا گیا، تو پھر زخم کیسے؟ اور مرہم کیسی؟ اورام صلب یعنی جمعی دم گرم یا سخت، خنازیر، طواعین، یعنی سب قسم کی طاعون، سرطانات یعنی ورم سوداری، تنقیہ جراحات یعنی زخموں کا تنصہ اوساخ یعنی چرک، جہت رمانیدان، گوشت تازہ، رفع شقاق و آثار یعنی شکاف پار، مگر خارش جدید، جرب خارش کہنہ، سعفہ سرگنج، بواسیر صلیبی زخموں پر مفید ہونا کہیں نہیں لکھا۔ اس مرہم کا نام صرف مرہم عیسیٰ ہی نہیں۔ شروع میں یہ عبارت ہے:

مرهم حوارييں كه مسمی است بمرهم سليخا و مرهم رسل ونيز و آنرا مرهم عيسٰی نامند. اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس مرہم کی خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے نہیں۔ بلکہ اسکی نسبت تمام رسولوں سے ہے، کیونکہ رُسل جمع رسول کی ہے۔ اگر صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے ہوتی تو مرہم رُسل نہ کہا جاتا، بلکہ صرف رسول رسول کہا جاتا۔ اب ثابت ہوا کہ اس مرہم کے چار نام ہیں، یعنی

(۱) حوارین، (۲) سلیخا، (۳) رسل، (۴) عیسیٰ۔ مگر تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے اس عبارت سے یہ کہاں سے اور کن الفاظ سے اس قدر عبارت اپنے پاس سے بنالی کہ حضرت مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا۔ اس وقت ان کو زخم ہو گئے تھے، ان زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔ چلو اسی پر مرزا صاحب کی راستی کا امتحان کرلو۔ اگر یہ الفاظ کسی طب کی کتاب سے نکل آئیں تو مرزا صاحب سچے۔ ورنہ عاقلان کو مرزا کے جھوٹے ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر طب کی کسی کتاب میں نہیں اور نہ انجیل میں ہی کہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے جلدی اتار لئے گئے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ مسیح چھ گھنٹے صلیب پر رہا۔ اور مردہ پا کر بعد امتحان دفن کیا گیا۔ دیکھو **انجیل متی، باب ۲۷، آیات ۴۵ سے ۵۰ تک:** ”دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑے زور سے چلا کر کہا ”**ایلی ایلی لما سبقتنی**“ یعنی ”اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے کیوں مجھے اکیلا چھوڑا۔ ان میں سے ایک نے دوڑ کر بادل لیا اور سرکہ میں بھگویا اور نرکٹ پر رکھ کر اسے چوسایا، یا اوروں نے کہا، رہ جا ہم دیکھیں الیاس اسے چھڑانے آتا ہے کہ نہیں۔ اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی...... (الخ) آگے **آیات ۵۷:** ”جب شام ہوئی یوسف نامی آرمیۃ سے ایک دولتمند جو یسوع کا شاگرد بھی تھا، آیا اس نے پلاطوس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی، تب پلاطوس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر میں لپیٹی۔ اپنے قبرستان میں چٹان کھودی اور لاش رکھی، اور ایک بڑا بھاری پتھر قبر کے منہ پر ڈھک کر چلا گیا۔

تمت